

فیوض الیضویہ  
تشریحات الحلیہ

فقہ منفی کی عظیم مکتبہ الکتاب  
کی جامع ترین سند و شرح

المعرفہ

# شرح حدیث

کتاب  
العنق

باب اللعان  
الحدود

تصنیف

امام ابوالحسن علی بن ابیجرین عبدالحسین الغضائری

ترجمہ و شرح

علامہ محمد لیاقت علی ضوی



علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل  
کرنے کے لئے

”فقہ حنفی PDF BOOK“

چینل کو جوائن کریں

<http://T.me/FiqahHanfiBooks>

عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک

سے فری ڈاؤن لوڈ کریں

[https://archive.org/details/](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا۔ محمد عرفان عطاری

زohaib حسن عطاری

وہ جسے چاہے سید راہ کی ہدایت فرماتا ہے۔

فقہ حنفی کی عظیم معرکہ آرا کتاب کی جامع و مستند شرح

فیوضات الرضویۃ فی تشریحات الحدیث

المعرفۃ

جلد ہفتم

# تشریح حدیث

کتاب العتاق

باب اللعان العدة

ترجمہ شیخ

علامہ محمد ریاقت علی خاں

استاذ الفقه، جامعہ شہابیتہ، انجمنہ لاہور

تصنیف

امام ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد اللہ بن الفضل القرطبی

زبیہ سنٹر، ۴۰، اردو بازار، لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز



الافتاء دارالافتاء دارالافتاء

جلد عقودہ ملکیت سے بحق دائرہ محفوظ ہے

نثر جلد ۶

باہتمام ملک شمیم

سن اشاعت ۱۴۱۱ھ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

طابع اشفاق سے مشتاق پرنٹرز لاہور

پینٹنگ ورڈز میڈیکو

سرورق لے آؤٹ ایڈیشن ۲۰۱۲ء

قیمت ۰۳۲۲-۷۲۰۲۱۲

قیمت - ۱۰ روپے



ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

فیوضات رضویہ (جلد ہفتم)

۳

تشریحات ہدایہ

ترتیب

۲۱	۱۳	مقدمہ رضویہ	۲۱	حکم لعان کے نزول کا بیان
۲۳	۱۳	حضرت امام عظیم اور ماحول میں اختلاف کے اسباب	۲۳	لعان کے حکم کا بیان
۲۳	۱۳	امام صاحب اور آپ کے مخالفہ میں اختلاف کی وجہ	۲۳	لعان کے بنیادی اصول کا فقہی بیان
۲۵		حضرت امام عظیم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے اختلاف روایت	۲۵	دور ہجری کے حالات میں طلاق کا حکم
۲۸	۱۳	کی وجوہات	۲۸	لعان کا کیا ہے؟ استعارہ سے ہم ثبوت کا بیان
۲۸	۱۵	حکومت قادیانی میں تدوین فقہ	۲۸	لائسنس کے تحت سے پہلوئی کرنے میں ہدایہ اور ہجہ
۲۸		نقد کی تاریخی اہمیت کا بیان	۲۸	اقرار سے ثبوت حد اور مردود کی کی عمل صافی
۲۹	۱۵	مسائل فقہی اشاعت کا اہتمام	۲۹	تفریق لعان میں فقہی ہدایہ اور ہجہ
۲۹	۱۶	مسائل فقہی میں اجازت	۲۹	میں صورت کا مطالبہ کرنا شرط ہے
۳۰	۱۶	مسائل فقہی میں اجازت	۳۰	لعان کی شرائط کا فقہی بیان
۳۱	۱۶	نقد کی تعلیم کا انتظام	۳۱	خبر کے حکم کا فقہی بیان
۳۳	۱۸	نقد کی نفاذ	۳۳	بیوی کے کثیر کا فقہی بیان
۳۳	۱۸	مطہمین نقد کی نفعت شان	۳۳	وہ جو مرد و عورتوں سے لعان نہیں ہوتا
۳۴	۱۸	ہر شخص نقد کی تعلیم کا مجاز تھا	۳۴	مہر و نفقہ ہونے والے کی شہادت میں ہدایہ اور ہجہ
۳۴	۱۸	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل فقہی کی تعداد	۳۴	شرائط لعان شافعہ و حنفیہ کا اختلاف
۳۵	۱۹	ہدایہ اور ہجہ کی تدوین کے ذمہ دار	۳۵	لعان کرنے کے طریقے کا بیان
۳۶	۱۹	نقد کے کفر اور نقد غلطی کی اساس	۳۶	لعان کا طریقہ فقہی تشریحات
۳۹	۲۰	امام ترمذی کی فتاویٰ اور نقد غلطی	۳۹	لعان کے بعد تفریق کا بیان
۴۰	۲۰	امام ترمذی کے قول بعض اہل علم سے مراد	۴۰	لعان کی صورت میں بیوی کے درمیان تفریق کا مسئلہ
		باب النہای	۴۲	لعان کے حکم کا فقہی بیان
۴۱	۲۱	باب لعان کی فقہی مطابقت کا بیان	۴۲	بیوی کی بیعت کی صورت میں لعان کا طریقہ
۴۱	۲۱	لعان کے فقہی مفہم کا بیان	۴۳	بیچنے کے الفاظ کی صورت میں ثبوت لعان کا فقہی بیان



۲۹	تہمت زنا سے جہت احسان کا بیان
۳۳	عورت کا باطل ایجنون ہونا احسان کا حکم
۳۵	شہادت سے حدود ساقہ ہو جاتی ہیں
۳۶	جس کی ٹہلی پر احسان کرنے کا بیان
۳۷	حالت حمل کے احسان میں فقہی مذاہب اربعہ
۳۸	دوئی نسب میں بچے کی ٹہلی کا اعتبار
	<b>باب الثمین وغیرہ</b>
۵۱	باب مضمین کی فقہی مطابقت کا بیان
۵۱	مضمین کا فقہی مفہوم
۵۱	مضمین کو دی جانے والی ہدایت کا بیان
۵۲	مضمین کیلئے مدت سال میں فقہی تصریحات
۵۲	مہلت کے بعد عدم قدرت پر ہونے والی طہر کی حکم
۵۳	مضمین اور اس کی بیوی کے احکام
۵۵	مضمین کیلئے شرعی مہلت کا بیان
۵۶	مہلت میں قرری سال کا اعتبار ہوگا
۵۶	بیوی کی نسب میں ہوتے ہوئے شوہر کو کس کا اعتبار ہوگا
۵۷	بیوی کی نفیس کے سبب نکاح میں مذاہب اربعہ
۵۸	بیوی کو اس سے بناوطلب کرنے کا بیان
۵۹	نکاح کے ذرائع و اسباب
۶۰	باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بوجہ مذاہب اربعہ
۶۱	شوہر کے کن جیوب کی دلیل سے عورت کو طہر کی کا اعتبار ہوگا
۶۲	جذام سے بچنے کے فقہی مفہوم میں احادیث
۶۳	بیاری کو نہ لگنے میں فقہی تصریحات
	<b>باب النجدة</b>
۶۷	عدت کے باب کی فقہی مطابقت کا بیان
۶۷	عدت کا لغوی و فقہی مفہوم
۶۸	عدت کے مقاصد کا بیان
۶۸	عدت کی نکتہ کا بیان

۹۳	شروع ہوگی
	دوران عمل جاری ہونے والے عرصہ کی صورت میں عدت
۹۴	کا بیان
۹۵	پانی کی غسل کی حالت میں طلاق کی ناحت کا بیان
۹۷	فاسد نکاح کی منکوحہ یا مسوطہ پر شہد کی عدت کا حکم
۹۸	ام ولد کی عین پیش عدت کا بیان
۹۹	باب انحصار کی حاملہ بیوہ کی عدت کا حکم
۱۰۱	شوہر کی وفات کے بعد بیوی مری بیوہ کی حاملہ ہونے کا حکم
۱۰۲	جس پیش میں عورت کو طلاق ہوئی دو عدت میں شامل نہیں ہوگا
۱۰۳	حاض خلائ کو طہار طہارہ پر تیس دن کے کا فقہی بیان
۱۰۳	دو عدتوں میں داخل کا فقہی بیان
۱۰۴	دو عدتوں میں مخالفت و عدم مخالفت کا فقہی بیان
۱۰۶	علاق طلاق عدت کے آغاز کا بیان
۱۰۷	وقت عدت کے شروع ہونے کا فقہی بیان
۱۰۹	عدت ختم ہونے سے عدت کے قتل کے آثار بیان
۱۱۰	اختتام عدت میں عورت پر حرم ہونے کا اعتبار
۱۱۲	غیر مسلم عورت پر عدت لازم نہیں ہوتی
۱۱۳	مہاجر و مہجراتوں کے نکاح و طلاق میں فقہی تصریحات
۱۱۵	میدان جنگ سے قید میں آنے والی عورتیں
۱۱۸	اہل غلبہ کے نزدیک مختارہ جو عورت کی عدت کا بیان
۱۱۸	استیصال کی صورت میں حاملہ کی عدت کا بیان
۱۲۰	<b>فصل:</b> فیصل عدت کے سوگ کے بیان میں ہے
۱۲۰	فصل سوگ کی فقہی مطابقت کا بیان
۱۲۰	سوگ کا فقہی مفہوم
۱۲۱	بیمار و علقہ پر سوگ کا لزوم ہے
۱۲۲	عذر کی وجہ سے سوگ والی عورت حمل لگاسکتی ہے
۱۲۳	عدت والی عورت کیلئے قبل استعمال کرنے میں مذاہب اربعہ
۱۲۵	سوگ کے مسائل میں فقہی مذاہب
	<b>باب ثبوت النسب</b>
۱۵۰	یہ باہر ثبوت نسب کے بیان میں ہے
۱۵۰	باب جہت نسب کی فقہی مطابقت کا بیان
۱۵۰	نسب بدلنے والے کیلئے عید کا بیان
۱۵۰	قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارا جائے گا
۱۵۱	قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارنے میں بحث و نظر

- ثبوت نسب سے متعلق فقہی احکام ..... ۱۵۶ کی پیدائش کا حکم
- حتی الامکان نسب کی حفاظت میں شرعی غرض ..... ۱۵۸ باندی کے بچے کا نسب اقرار سے ثابت ہونے کا بیان
- مطلقہ کے بچے کا نسب ثابت ہوگا ..... ۱۵۸ کسی بچے کے اولاد ہونے کے اقرار کا حکم
- امام ترمذی کے قول بعض اہل علم سے مراد ..... ۱۶۰ میرا بیٹا کہنے سے ثبوت نسب کا بیان
- دوسرا گزرنے کے بعد ثبوت نسب کا بیان ..... ۱۶۰
- یہ وراثت کے بچے کا نسب ثابت ہوگا؟ ..... ۱۶۳
- ثبوت نسب میں عدت حمل کا فقہی بیان ..... ۱۶۳
- ناخالص مطلقہ کے بچے کے ثبوت نسب کا بیان ..... ۱۶۳
- عدت ختم ہونے کا اقرار کرنے کے بعد بچے کی پیدائش کا حکم ..... ۱۶۳
- جب جھوٹ یقین سے ثابت ہو جائے قاعدہ بھیجیہ ..... ۱۶۳
- عدت گزارنے والی عدت کے ہاں بچے کی پیدائش کا ثبوت ..... ۱۶۵
- عدت وفات میں پیدا ہونے والے بچے میں وراثہ کی تصدیق ..... ۱۶۶
- شادی کے بعد چھ ماہ سے پہلے بچے کی پیدائش کا حکم ..... ۱۶۷
- ثبوت نسب میں ایک عورت کی شہادت ..... ۱۶۸
- ولہذا نہ کہ عدم نسب میں افتقار کرام کے اقوال ..... ۱۶۹
- چھ ماہ کے بچے کا نسب ابلی الاولاد کا بیان ..... ۱۷۰
- لعان و حلف میں فقہی اختلاف کا بیان ..... ۱۷۱
- بچے کی پیدائش کے ساتھ طلاق شرعہ کرنے کا حکم ..... ۱۷۱
- دو مسائل جن میں صرف عورت ہی کی گواہی معتبر ہے ..... ۱۷۳
- ولادت اور بچے کے رونے پر گواہی ..... ۱۷۳
- رضاعت پر عورت کی گواہی کا بیان ..... ۱۷۳
- ماہواری پر عورت کی گواہی کا بیان ..... ۱۷۴
- معتق ولادت سے متعلق طلاق احاق کا اختلاف ..... ۱۷۴
- گواہی کیلئے اگر ایک کا فقہی بیان ..... ۱۷۵
- عورت کیلئے دو کے عدوت حکمت و علت ..... ۱۷۶
- حمل کی زیادت سے زیادہ اور کم از کم مدت کا بیان ..... ۱۷۶
- حمل کی مدت کا فقہی بیان ..... ۱۷۷
- کینز کے ساتھ شادی کر کے اسے خریدنے اس کے ہاں بچے

- دوسروں کے درمیان لٹکا حاصل معتبر ہوگا؟ ..... ۱۹۹
- باب التلقیۃ**
- باب تلقیۃ فقہی مطابقت کا بیان ..... ۲۰۲
- تلقیۃ القوی و القوی مضمون ..... ۲۰۲
- بیوی کے تلقیۃ کے احکام و مسائل کا بیان ..... ۲۰۲
- بیوی کا خرچ شوہر پر لازم ہونے کا بیان ..... ۲۰۵
- تلقیۃ دلد کے والد پر ہونے میں شرعی بیان ..... ۲۰۷
- بیوی اور اولاد کا بقدر ضرورت تلقیۃ خاتمرہ پر واجب ہے ..... ۲۰۷
- وجہ تلقیۃ میں فقہی مذاہب کا بیان ..... ۲۰۸
- مطلقہ کا اش کے تلقیۃ میں مذاہب کا بیان ..... ۲۰۹
- تلقیۃ دلد کا پھر ہونے میں اہل علم کا اجماع ..... ۲۱۰
- کس صورت میں عورت کا خرچ لگے گا؟ ..... ۲۱۱
- ناخالص بیوی کے تلقیۃ کا بیان ..... ۲۱۳
- گزرے ہوئے دونوں کا تلقیۃ ..... ۲۱۵
- ناخالص شوہر کی بالغ بیوی کے تلقیۃ کا بیان ..... ۲۱۶
- حق تسلیم کے سبب تلقیۃ ہونے کا بیان ..... ۲۱۶
- محسوس زوجہ کے تلقیۃ کا بیان ..... ۲۱۷
- قیہ ہونے کی بیوی کا شوہر کا تلقیۃ کا بیان ..... ۲۱۸
- حالات قیہ کے سبب حالت احتضار کے قیہ ہونے کا بیان ..... ۲۱۸
- خوشحال شوہر پر بیوی کے خادم کا خرچ بھی لازم ہوگا ..... ۲۲۰
- تلقیۃ میں اصل عمر مگر مرنے کے قاعدہ بھیجیہ ..... ۲۲۱
- تلقیۃ کی تعریف ..... ۲۲۲
- اعطاء ..... ۲۲۴
- طلاق ربہی و اہلہ کے بعد بھی تلقیۃ ..... ۲۲۲
- حکومت قیہ کے ذمے بیوی کا خرچ خرچ ہوگا ..... ۲۲۲
- ناواردی کا تلقیۃ کے سبب بعد از طلاق کا بیان ..... ۲۲۳
- اگر کچھ عمر شوہر پر بیوی کا خرچ نہ دے؟ ..... ۲۲۴
- عدم دہنی کے سبب شوہر کا تلقیۃ کا بیان ..... ۲۲۶
- بیوی کا خرچ بیٹی کو دینے کا حکم ..... ۲۳۶
- تین تلقیۃ فقہی مضمون ..... ۲۳۷
- شوہر غلام مولو بیوی کا خرچ اس کے ذمے قرض ہوگا ..... ۲۳۸
- اکمال تلقیۃ کا مضمون عہد کا بیان ..... ۲۳۹
- عدم تلقیۃ پر ضمانت سے حق تسلیم کے عدم متعلق کا بیان ..... ۲۳۹
- فصل** : بیوی فصل بیوی کو ربا پیش کرنا کرنے کے بیان میں ہے ..... ۲۳۹
- تلقیۃ واجب ہونے کے تین سبب ہیں ..... ۲۳۹
- تلقیۃ زوجہ میں فقہی تصریحات ..... ۲۳۹
- بیوی کو اگر لگد ربا پیش کرنا کرنے کا بیان ..... ۲۳۱
- بیوی کو تلقیۃ مگر لگد ربا کرنے میں فقہی تصریحات ..... ۲۳۳
- صرف بیوی کے خاص حقوق ..... ۲۳۵
- مالی حقوق کا بیان ..... ۲۳۵
- بیوی کے تلقیۃ کے وجہ کی حکمت ..... ۲۳۶
- نان و تلقیۃ کا مقدم ..... ۲۳۶
- سنت نبویہ میں سے وکیل ..... ۲۳۶
- کلی یعنی ربا پیش کا بیان ..... ۲۳۷
- بیویوں کے درمیان عدل و انصاف ..... ۲۳۷
- حسن معاشرت ..... ۲۳۷
- بیوی کی تکلیف سے دوچار نہ کرنا ..... ۲۳۸
- بیوی پر خاوند کے حقوق ..... ۲۳۹
- اطاعت کا وجہ ..... ۲۳۹
- خاوند کے لیے استحسان ممکن نا ..... ۲۳۹
- خاوند کی اجازت کے بغیر کھر سے نکلنا ..... ۲۴۰
- تادیب کے جواز پر وکیل ..... ۲۴۱
- عورت کا اپنا پ خاوند کے سپرد کرنا ..... ۲۴۱
- بیوی کی اپنے خاوند سے حسن معاشرت ..... ۲۴۲
- موجود شوہر کے مال میں سے بیوی کے خرچ کی ادائیگی کا حکم ..... ۲۴۲



- ۳۳۹..... ترمیمی رہنمائی دار غلام کی آزادی کا قانون
- ۳۳۷..... وجہیت کے ذریعے غلاموں کی آزادی کا قانون
- ۳۳۸..... غلام کو بلا خطا مارنے کا قاعدہ
- ۳۳۹..... اسلام قبول کرنے والے غلاموں کی آزادی کے اقدامات
- ۳۴۰..... حرلی غلاموں کی آزادی کا بیان
- ۳۳۳..... ذی رحم ملکیت کے ملکیت رحیت سے حاصل ہونے کا بیان
- ۳۳۳..... ذی رحم مہر کی آزادی نقد شافی و خفی کے اختلاف کا بیان
- ۳۳۵..... مکاح کا سبب بھائی کو خریدنے کا بیان
- ۳۳۶..... انڈیک رضا کیلئے غلام کو آزاد کرنے کا بیان
- ۳۳۷..... غلام کو آزاد کرنے پر موافقہ مانے کا بیان
- ۳۳۷..... مجبور و سرکار والے سے آزادی کا بیان
- ۳۳۸..... حرلی کے غلام کا مسلمان ہو کر آنے کا بیان
- ۳۳۸..... طواغیت کے غلاموں کی آزادی کا بیان
- ۳۴۰..... باغی کے تابع حمل کے آزاد ہونے کا بیان
- ۳۴۰..... حاملہ باغی کے حمل کے تابع ہونے میں اجزاء اربعہ
- ۳۴۱..... باغی کے حمل کو مال کے بدلے آزاد کرنے کا بیان
- ۳۴۲..... جین سے متعلق مذہب فقہاء
- ۳۴۳..... باغی کی اولاد کے آزاد ہونے کا بیان
- ۳۴۳..... باغی کے بچے کے مملوک ہونے کا بیان
- ۳۴۳..... غلام باپ اور بیکریاں کے بچوں کی آزادی کا فقہی بیان
- ۳۴۶..... آزاد و عورت کے بچے کی آزادی کا بیان
- ۳۴۷..... تابع و مشرک کی نفی بحث کا بیان
- ۳۴۷..... معطوف کی تعریف
- ۳۴۷..... معطوف کے چند ضروری قواعد
- ۳۴۸..... عطف بیان کی تعریف
- ۳۴۸..... عطف بیان کے چند ضروری قواعد
- باب الخیاض یغنی فیضہ**
- ۳۴۹..... باب عین بعض کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۳۳۹..... غلام کی بعض آزادی سے متعلق فقہی آثار
- ۳۴۰..... احراق کے اجزاء دوم و سہم اجزاء کا بیان
- ۳۴۲..... بعض آزادی کے اعتبار کا بیان
- ۳۴۲..... غلام سے معاہدے کے متعلق فقہی تصریحات
- ۳۴۳..... صحابہ میں غلاموں سے حسن سلوک کرنے کا بیان
- ۳۴۵..... مشرک غلام کو کسی ایک کے آزاد کرنے کا بیان
- ۳۴۵..... مشرک غلام سے اسحباب میں شرافع و احسان کا اختلاف
- ۳۴۷..... مشرک غلام کے بارے میں صحابین کی استدلال کردہ
- ۳۴۷..... عدت متعدد اگلوں کے مشرک غلام کی مکاتبت
- ۳۴۷..... عثمان کی صورت میں متعلق کا غلام سے رجوع کرنے کا بیان
- ۳۴۸..... ولایتی تقریر طرح کا بیان
- ۳۴۹..... شریک جانی کیلئے ضمان کا بیان
- ۳۵۰..... الماری کی حالت میں عدم وجوب صحابہ کا بیان
- ۳۵۲..... آزاد کرنے والے کی تنہائی کا بیان
- ۳۵۳..... جب غلام کی آزادی کی شہادت ایک آدمی بیان کرے
- ۳۵۶..... غلام دو باغی کی شہادت میں مذہب اربعہ
- ۳۵۶..... غلام کی آزادی کو متعلق کرنے کا بیان
- ۳۵۷..... دو شرکاء کو دو غلاموں پر قسم کھانے کا بیان
- ۳۵۸..... جب دو اگلوں میں کسی ایک نے دینا خرید لیا
- ۳۸۲..... غلام کو باپ اور بھائی کے خریدنے کا بیان
- ۳۸۳..... یر کے مانع صحابہ ہونے میں فقہاء و احناف کا اختلاف
- ۳۸۳..... مالدار کی کافیت بیٹا خریدنے کا بیان
- ۳۸۳..... یر کے سبب ضمانت ہونے میں فقہاء و احناف کا اختلاف
- ۳۸۳..... تمین آدمیوں کے درمیان مشرک غلام کا بیان
- ۳۸۳..... تھیر کی اصل میں امام اعظم و صاحبین کا اختلاف
- ۳۸۶..... مکاتبت قسم کرنے میں مذہب کی رضامندی کا بیان
- ۳۸۷..... ضمانت خلف شہرہ چیز کی قیمت کی مقدار کے مطابق قاعدہ فقہیہ
- ۳۸۷..... دو اگلوں کے درمیان مشرک باغی کا بیان

- ۳۸۹..... مشرک باغی سے جماع کی ممانعت میں مذہب اربعہ
- ۳۸۹..... دو اگلوں کے درمیان اولہ کے مشرک ہونے کا بیان
- باب عتق اعد العیدین**
- ۳۹۲..... باب کسی ایک غلام کو آزاد کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۳۹۲..... تمین غلاموں میں کسی ایک کی آزادی کا بیان
- ۳۹۵..... حقوق طلاق کی مختلف صورتوں کا بیان
- ۳۹۶..... دو غلاموں میں سے ایک کی آزادی کا اعلان کرنا
- ۳۹۷..... دو بیچوں میں سے کسی ایک کو طلاق دینے کا بیان
- ۳۹۹..... باغی کی آزادی کو بچہ بننے سے متعلق کرنے کا بیان
- ۴۰۰..... تقویت شرط تقویت شرط و سلسلہ مکاتبت کا قاعدہ فقہیہ
- ۴۰۰..... شرط کی اقسام
- ۴۰۰..... اشراف جائز کی تعریف
- ۴۰۱..... اشراف فاسدی تعریف
- ۴۰۱..... شرط طلاق کی تعریف
- ۴۰۱..... دو گروہوں کی شہادت پر آزادی کا بیان
- ۴۰۲..... شہادت آزادی کو شہادت طلاق پر قیاس کرنے کا بیان
- ۴۰۲..... غلام و باغی کی شہادت میں فقہی مذہب اربعہ
- ۴۰۳..... مرض موت میں غلام کو آزاد کرنے کا بیان
- باب الحلف بالعتق**
- ۴۰۵..... باب مایف یحقن کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۴۰۵..... آزادی کو شرط کے ساتھ متعلق کرنے کا بیان
- ۴۰۶..... حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا کی شرط و آزادی کا بیان
- ۴۰۶..... ذکر غلام کو آزاد کرنے کی شرط کا بیان
- ۴۰۷..... شرط و قسم میں عدم قید کا بناء پر قسم کی محدودیت کا بیان
- ۴۰۷..... مالک کا مملوک کی ملکیت کے ساتھ آزادی عقیدہ کے کا بیان
- باب الحقیق غنی فجعل**
- ۴۰۹..... باب جعل حقن کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۴۰۹..... غلام کو مال کے بدلے میں آزاد کرنے کا بیان
- ۳۸۹..... مطلق آزادی میں غلام کے باؤں ہونے کا بیان
- ۳۸۹..... حاکم کا مالک کو مال لینے پر مجبور کرنے کا بیان
- ۳۸۹..... غلام کی آزادی کو موت کے بعد ایک ہزار سے متعلق کرنے کا بیان
- ۳۸۹..... آزادی کو خدمت کے ساتھ متعلق کرنے کا بیان
- ۳۸۷..... دوسرے شخص سے باغی آزاد کرانے کا بیان
- ۳۸۹..... طلاق میں انہی پر بدل لگانے کی شرط کے اجزاء کا بیان
- باب التذییر**
- ۳۹۰..... باب تذییر کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۳۹۰..... ہر غلام کا فقہی مقوم
- ۳۹۰..... جبہ کا لٹکانی موت کے ساتھ آزادی متعین کیا
- ۳۹۱..... مذہب کی اقسام کا فقہی بیان
- ۳۹۲..... مذہب کی خرید و فروخت کا بیان
- ۳۹۲..... مذہب کی بیع میں فقہی مذہب اربعہ
- ۳۹۳..... جبہ کا لٹکانی غلام کو خدمت یا اجرت کے ساتھ عقیدہ کیا
- ۳۹۵..... مذہب کو موت کے ساتھ متعلق کرنے کا بیان
- ۳۹۵..... حال میں سب کے عدم انقطاع کی وجہ سے مملوک ہونے کا بیان
- باب الاستیلاء**
- ۳۹۸..... باب استیلاء کی فقہی مطابقت کا بیان
- ۳۹۸..... اولہ ہونے کا فقہی مفہم
- ۳۹۹..... اولہ ہونے کا شرعی ثبوت
- ۳۹۹..... اولہ سے متعلق اصطلاحات
- ۳۹۹..... اولہ کی بیع کی ممانعت کا بیان
- ۳۹۹..... اولہ کی بیع میں ضمانت کے دلائل کا بیان
- ۳۹۹..... اولہ کی آزادی میں حضرت فاروق اعظم کا اصول
- ۳۹۹..... اولہ سے ضمانت لینے کا بیان
- ۳۹۹..... اولہ کے لئے معاہدے ہونے کا فقہی بیان



امام زفر علیہ الرحمہ سے بھی منقول ہے کہ میں نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت نہیں کی مگر یہ کہ قول امام بیان کیا پھر آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس سے رجوع فرمایا۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) آپ کے طریقہ کے خلاف نہیں گئے بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ اجتہاد اور رائے اور قیاس سے کہا اور اسی قول کا اتباع کیا جو ان کے استاد نے فرمایا۔

"الْحَدَّائِي الْعَدَسِي" کے اوپر میں ہے: جب اصحاب امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) میں سے کسی کے قول کا اخذ کیا جائے تو یقیناً سے جان لینا چاہیے کہ ان کا یہ قول امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کے تمام احکام علاحدہ سے ملکی روایت ہے (جیسے امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن رحمہم اللہ تعالیٰ) کہ ہم نے کسی مسئلہ میں دینی قول کیا ہے۔

جو ہم نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے روایت کیا ہے اور یہ بات انہوں نے بڑی یقین دہانی کے ساتھ بیان کی ہے لہذا فقہ میں کوئی مسئلہ اور مذہب، مذہب امام کے علاوہ نہیں ہے اور جس قول کی نسبت کسی دوسرے کی طرف ہے وہ مجازاً ہے اور ظاہر میں ہے فی الحقیقت وہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہی ہے۔ (کتاب حبل، فصل اختلف الروایات میں ۱۸۱) خصوصاً جب امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جب کسی مسئلہ پر ہمیں اقویٰ دلیل مل جائے اسے اختیار کر لو۔ تو اگرچہ یہ الفاظ اپنے قول سے رجوع کرنا ثابت کرتے ہیں، تاہم چونکہ آپ کے اصحاب نے قوی دلیل سے مسئلہ کے علم کو انہیں اصول و قواعد سے ثابت کیا ہے جو آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے خود مقرر فرمائیے ہیں اس لئے درحقیقت آپ کے اصحاب کا وہ قول بھی امام اعظم ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا قول ہی مانا جائے گا اور وہ جو مرجع عندہ ہوگا۔

علامہ میری نے اپنی کتاب "شرح الاشباہ" میں بیان کیا ہے کہ کوئی حدیث ایسی ملے جو مذہب امام کے خلاف ہو تو حدیث ہی پر عمل کیا جائے اور یہی حدیث امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا مذہب ہے کیونکہ صحیح روایت سے آپ سے مروی ہے۔ "إِذَا ضَعُفَ الْخُلُوفُ فَهَؤُلَاءِ قَبِي" حدیث اگر صحیح ہے تو یہی میرا مذہب ہے۔ (مقدمہ درمعارف ج ۱ ص ۱۶۰، بیروت)

حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے اختلاف روایت کی وجوہات:

علامہ ابن عابدین شافعی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اصحاب علاحدہ نے ایک ہی مسئلہ میں آپ سے مختلف روایات بیان کی ہیں اور یہ ایک میدان کے مابین مسائل میں اختلاف حکم کی ہے امام ابوہریرہ البلیسی علیہ السلام پر روشنی ڈالنے ہوئے "درر" میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے اختلاف کئی وجوہات سے ہو سکتا ہے: اول یہ کہ سامع کو سننے میں غلطی ہو گئی ہو۔

دوم یہ کہ امام نے اپنے قول سے رجوع فرمایا ہو کسی نے یہ رجوع خود اپنے کانوں سے نہ کیا اور کسی نے نہیں سنا تو اسے رجوع کا ظہن نہ ہوا۔ سوم یہ کہ امام نے ایک قول ہی کو اجتہاد قیاس فرمایا اور دوسرے قول پر اجتہاد قیاس نہ کیا تو اس سے جو روایت نکری۔

چہارم یہ کہ کسی مسئلہ کے مختلف پہلو تھے آپ نے ایک پہلو سامنے رکھ کر ایک جواب دیا اور دوسرے پہلو کو مد نظر رکھ کر دوسرا جواب دے دیا، ان کے علاوہ بھی علامہ شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ "شرح مقودرم الشافعی المخطوم" میں چھ اور صورتیں بھی اختلاف روایات کی وجہ سے بیان فرمائی ہیں۔ (رسالہ ابن عابدین شرح مقودرم الشافعی المخطوم)

### ﴿خلافت فاروقی میں تدوین فقہ﴾

#### فقہ کی تاریخی اہمیت کا بیان

مالک بن انس فرماتے ہیں۔ "جس نے فقہ سیکھی اور تصوف حاصل نہ کیا اس نے فہرمانی کی اور جس نے تصوف حاصل کر لیا اور علم فقہ سے حصہ نہ لیا وہ زندقہ بنی ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا اس نے حق پایا۔"

مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔ "کہ حدیث کے بعد فقہ کا رتبہ ہے اور چونکہ مسائل فقہیہ سے ہر شخص کو ہر روز کام پڑتا ہے، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اس قدر اشاعت دی کہ کراچ یا جو بہت سے نئے مسائل پیدا ہو جانے کے یہ فقرہ اشاعت ممکن نہیں۔ مسائل فقہیہ کی ترویج کے لیے یہ تدبیریں اختیار کیں۔"

#### مسائل فقہی کی اشاعت کا اجتماع

جہاں تک وقت و فرصت مسامتہ کر سکتی تھی خود بالمشافہ احکام مذہبی کی تعلیم کرتے تھے۔ جس کے دن کو خطبہ پڑھتے تھے اس میں تمام ضروری احکام اور مسائل بیان کرتے تھے۔ حج کے خطبے میں حج کے مناسک اور احکام بیان فرماتے تھے۔ موطاء امام محمد میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرفات میں خطبہ پڑھا اور حج کے تمام مسائل تعلیم کئے۔ اسی طرح شام و بیت المقدس وغیرہ کے سفر میں وقتاً فوقتاً جو مشہور و پراثر خطبے پڑھنے میں اسلام کے تمام مہمات اصول اور ارکان بیان کئے اور چونکہ ان موقعوں پر سب التعمین ہوتا تھا اس لئے ان مسائل کا اس قدر اعلان و پراشار تھا کہ کسی اور تدبیر سے ممکن نہ تھا۔ دمشق میں بمقام جلیہ جو مشہور خطبہ پڑھا تھا اس نے اس کو بہت سے مسائل فقہیہ کے حوالے سے جان بیکار کیا ہے۔

وقتاً فوقتاً مجال اور افراد کو مذہبی احکام اور مسائل لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ مثلاً مزید حجاز کے اوقات کے متعلق جس کے یقین میں چھتہ نبی آج تک مختلف ہیں۔ تمام مجال کو ایک مفصل ہدایت نامہ بھیجا امام مالک رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مواظع بعینہ اس کی عبارت نقل کی ہے۔ اسی مسئلہ کے متعلق ابوسوی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو تحریر بھیجی اس کو بھی امام مالک نے بالفاظہ نقل کیا ہے۔ و جہازوں کے متبع کرنے کی نسبت تمام مالک ملتوہ میں تحریری اطلاع بھیجی کہ جائز ہے (موطا امام محمد صفحہ ۱۲۹)

سن ۱۴ ہجری میں جب نماز تراویح جماعت کے ساتھ قائم کی، تمام اصناف کے افسروں کو لکھا کہ ہر گیس کے مطابق عمل کیا جائے۔ نہ رکوع کے متعلق تمام احکام مفصل لکھ کر ابویوسف اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر افسران مالک کے پاس بھیجے۔ جس تحریر کا عنوان جیسا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے یہ تھا۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔"

ہذا کتاب الصدقۃ العتد اور شہادت کے متعلق ایسی شہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کچھ بھی تھی اس کو ہم ادا کر رکھتے ہیں۔  
مہمات مسلک کے علاوہ فقہ کے مسائل پر بھی عمال کو لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دفعہ ایک خط لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ مسلمان مورخین جن مومن میں چار کی صراحتی  
موتوں کے سامنے بے پردہ نہائی ہیں۔ لیکن مسلمان عورت کو کسی غیر مذہبی ولی عورت کے سامنے بے پردہ ہونا یا برکتیں۔ روزہ  
کے متعلق تمام علماء کو تحریری حکم پہنچا کہ لا نکولوا من المسولین لفطر کعبہ یہ وہاب کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کہ فرماں ہم دونوں کے پاس آیا کہ ان المسلمۃ لا تصوم نطوعا الا باذن زوجہا ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم لوگوں کو لکھا کہ ان لا لہلہ بعضہا اکبر من بعض اسی طرح کی روایت ہی ہے شرمشا میں ہیں۔

### مسائل فقہیہ میں اجماع

یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ جو فقہی احکام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے تھے، چونکہ وہی  
رجو انہیں کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے یہ اعتقاد ہمیشہ جو لوگ باطنی تھے کہ وہ مسائل ائمہ کی اور متفق علیہ ہوں۔ چنانچہ بہت سے  
مسائل جن میں صحابہ کا اختلاف تھا ان کو جمع صحابہ میں پیش کر کے پہلے طے کر لیا۔ مثلاً چوڑی سراجی کی نسبت قاضی ابو یوسف  
کتاب خراج میں لکھتے ہیں۔ ان عمرو استشار فی السراوق لاجمعوا الخ (کتاب مذکور صفحہ 108) اس جگہ بتا رہے ہیں  
بہت جب اختلاف ہوا تو تمام جرحین اور ائمہ کو جمع کیا اور یہ مسئلہ پیش کر کے سب سے رائے طلب کی۔ لوگوں نے مختلف رائے  
دیں۔ ان وقت فرمایا ہم اصحاب بدر وفد خلفتم فیص بعد کم اشد اختلافاً۔ جتنی جب آپ لوگ اصحاب بدر میں ہو  
کرتے تھے تین مختلف رائے تھیں تو تندرہ سنی ولی نسو میں اور سخت اختلاف ہوگا۔ چنانچہ ازواج مطہرات سے رہنمائی یافت  
کیا گیا۔ اور ان کی رائے قطعی پاکر شائع کی گئی۔ (ازلیہ اختصار صفحہ 88)

جنازہ کی تکبیر میں نہایت اختلاف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کو جمع کیا اور متفق کیا وہی شرمشا میں چار میں پر  
الذوق ہو گیا۔

### مسائل فقہیہ میں اجماع

اصطلاح کے ثناء اور ضرر جو مقرر کرتے تھے ان کی یہ حیثیت بھی ملحوظ رکھتے تھے کہ عالم اور فقہیہ ہوں، چنانچہ بہت سے مختلف  
ماتعوں پر اس کا عندیہ کر دیا گیا تھا۔

ایک دفعہ مجمع عام میں خطبہ دیا جس میں یہ الفاظ تھے۔

الی اشہد کم علی امو الہ مصار الی لم ابغثہم الا لیفقیہوا الناس فی دیہم

تم لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انہوں کو اس لیے بھیجا ہے کہ لوگوں کو مسلک و احکام بتائیں، یہ اسرار میں انہوں کو نہ۔

بعد از فقہ بلوخی انہوں میں بھی اس کا لحاظ کیا جاتا تھا۔ قاضی ابو یوسف لکھتے ہیں ان عمرو بس لحطاب کان ادا جمع  
الیہ حبش من اهل الایمان بعث علیہم رجلاً من اهل الفقه والعلم۔ (کتاب الخراج صفحہ 67)۔

یہی کتب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کے فوجی و ملکی افراد میں ہم حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سلمان  
فارس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابویوسف اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کا نام ہے جسے جو بنگلہ اور فوجی  
قویت کے ساتھ مکمل فضل میں بھی ممتاز تھے۔ ورنہ حدیث و فقہ میں ان کا نام آتا ہے۔ تمام ہم لوگ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلمین  
کے کہ لوگوں کو مذہبی احکام کی تعلیم دیں، مؤرخین نے اگرچہ اس امر کی خاص متوان کہ تحت نہیں لکھا وہاں وجہ سے ان معلومات کی  
صحیح مقدار معلوم نہیں ہو سکتی۔

### فقہ کی تعلیم کا انتظام

تاہم جتنے جتنے تشریحات سے اندازہ ہو سکتا ہے ہر شرمشا متعدد دفعہ اس کام پر مامور تھے۔ مثلاً عبداللہ بن مغفل رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کے حالات میں صاحب اسد الغابہ نے لکھا ہے کہ یہی تینہ ان دس بزرگوں کے ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
بصرہ بھیجا کہ فقہ کی تعلیم دیں۔ (اصل عورت یہ ہے کہ احد العنصرۃ الذین بعثہم عمرو لی المصوۃ یفقیہوا الناس  
14)۔ عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے رتبہ کے آدمی تھے، ان کی نسبت علامہ عباسی طبقات ائمہ میں لکھتے ہیں۔

### و کان معن بعثہم عمرو بن الخطاب الی اهل البصرۃ لیفقیہہم

ان لوگوں میں ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ میں فقہ کی تعلیم کے لیے شرمشا بھیجا تھا۔ عبدالمرمن بن غنم رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کے حال میں "طبقات ائمہ" میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تعلیم فقہ کے لیے شرمشا بھیجا تھا اور  
صاحب اسد الغابہ نے انہی کے حالات میں لکھا ہے "یہی وہ شخص ہیں جن کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام میں تابعین کو فقہ سکھانے کے لیے مامور کیا۔  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حال میں لکھا ہے کہ جب شام فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اور معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ اور ابودرداء کو شام میں بھیجا تاکہ لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور فقہ سکھائیں۔ جلال لدین سیوطی نے سنن بخاری میں اخبار المصر  
والقادر میں حسان بن ابی جلیہ کی بہت لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مصر میں فقہ کی تعلیم پر مامور کیا تھا۔ ان فقہاء  
کے مدرس کا طریقہ یہ تھا کہ سارا مدرسہ کھن میں ایک طرف بیٹھ جاتے تھے۔ اور شاہین نہایت کثرت سے ان کے گرد جھٹکے کی صورت  
میں جمع ہو کر کئی مسائل پوچھتے جاتے تھے۔ اور وہ جواب دیتے جاتے تھے۔ ابو مسلم خورانی کا بیان ہے کہ میں حسن کی مسجد میں داخل  
ہوا تو دیکھا کہ 30 بڑے بڑے صحابہ ہاں تشریف رکھتے تھے۔ اور مکمل پر گفتگو کرتے تھے۔ لیکن جب ان کو کسی مسئلہ میں شک پڑتا  
تو ایک نوجوان شخص کی طرف رجوع کرتے تھے۔ میں نے ان لوگوں سے اس نوجوان کا نام پوچھا تو یہ چھ ماہوں میں جب میں رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ ہیں۔ سیف بن سعد کا بیان ہے کہ ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسجد میں آتے تھے تو ان کے ساتھ لوگوں کا اس قدر جمع ہوتا تھا  
جیسے ایشامہ کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ سب لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ (تذکرہ ائمہ فاضلہ جرح معاذ بن جبل صفحہ 12)





رحمن مردی کہتے ہیں۔

اس کتبہ فکر کے معروف فقہ میں مقلد بن قیس ثعلبی اسود بن یزید ثعلبی اور یسیر عمرو بن شریل ہمدانی، مسروق بن اجدع ہمدانی اور شریح بن حارث کندی شامل ہیں۔ ان فقہاء کے بعد دوسرا فقہ آیا جن میں حماد بن ابی لیسان، منصور بن مسعر سلمیٰ، سفیر بن قیس، انصاری اور سلیمان بن مهران الانصاری اور سفیر بن سفیر شامل ہیں۔ یہاں تک کہ اس دور سے فکر کی انتہا ابن ابی ملیح، ابن شریک، انصاری اور ابو یوسف پہنچی۔ (الفقہ الاسلامی فی میزان التاريخ ص ۱۴)

### امام ترمذی کی فتاہت اور فقہ حنفی

امام ترمذی ایک محدث ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے فقیہ بھی تھے اور مدعا جب علمائے بھی خوب واقف تھے، آپ نے فقہ الحدیث امام بخاری جیسے ذوق محدث سے حاصل کی اور فقہ اہل امارائے اہل سنت کے مشہور فقیہ المرازی سے اور فقہ اہل مکی، بخاری بن موسیٰ انصاری اور ابو یوسف زہری سے اخذ کی جب کہ امام شافعی کا مدعا یہ ہے کہ امام حسن بن محمد زعفرانی اور قویہ حدیث رجب بن سیمان سے حاصل کیا، اسی طرح امام احمد بن حنبل، بخاری بن راہویہ اور دیگر بہت سے علمائے اہل سنت و اہل فہم کو خوب ملتقے اپنی جامع میں سمودیا۔ آپ کی جامع آپ کے تلمذ فی الحدیث اور مدعا یہ ہے کہ امام بخاری کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ہر باب میں علمائے اہل سنت کے ان میں سے ایک کو ترجیح دیتے ہیں جس سے قاری کا یہ تاثر بنتا ہے کہ آپ فقہ وحدے علمائے بہت بڑے امام تھے۔

### امام ترمذی کے قول بعض اہل علم سے مراد

مونا نا مبارک پوری کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اہل کوفہ سے وہ حضرات مراد لیے ہیں جو اہل علم وہاں رہتے تھے مثلاً امام ابو یوسف رحمہ اللہ، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ، وغیرہ اہل کوفہ سے بعض مراد لیے ہیں، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اہل کوفہ یا بعض اہل کوفہ سے صرف امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہی مراد نہیں لیے۔ (مقدمہ ترمذی الاخوان ص 209) "دوسری طرف ایک اور گروہ تھا... اور یہ اہل عراق تھے جن کے رہنما بڑے اہل فہم تھے۔ فقہاء اس کے گرد گھومتے تھے یہ فقہی کثرت کی ایک مثال ہے۔ اس کی صورت میں اس پر حدیث جاری کی جائے گی اور عورت سے پھر نکاح کرنا اس کے لئے درست ہو جائے گا لیکن حضرت امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو بھلائے تو بھی عورت اس کے لئے ہمیشہ کفر ہو رہے گی۔

محمد لیاقت علی رصوی

چلت سستی کا بھاولنگر

## بَابُ اللَّعَانِ

### یہ باب لعان کے بیان میں ہے

#### باب لعان کی فقہی مطابقت کا بیان

علماء حدیث محمود پوری حنفی علیہ الرحمہ باب لعان کے فقہی مطابقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس باب سے پہلے باب نہار میں اس کی فقہی مطابقت کو بیان کر دیا گیا ہے۔ (وہاں فقہاء کے باب سے متواخر کرنے کا سبب یہی بیان کیا گیا ہے کہ لعان تہمت کے ذریعے خود اور بیوی کے درمیان باہمی قسموں کے ساتھ عداوت ہوتی ہے۔) اور لعان لغوی معنی، چھینکا اور دوسرے پرنے کرنا ہے اور اسی طرح بیوی پر تہمت لگانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (شرح شریک الہدایہ ج ۶ ص ۵۴، بیروت)

#### لعان کے فقہی مفہوم کا بیان

لعان اور مدعا عنہ کے معنی میں ایک دوسرے پر لعنت کرنا شرعی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ جب خود اپنی بیوی پر نہار کی تہمت لگائے جو بچہ پیدا ہو اس کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں نہ معلوم کس کا ہے اور بیوی اس سے انکار کرے اور کہے کہ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو بخیر مدعا قاضی اور شرعی حکم کے پاس فریاد کرے قاضی خود ہو گا بلا کر اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کہے چن چنے اگر خود ہو گا تو اس کے ذریعہ تہمت کرے تو قاضی اس کی بیوی پر نہار کی تہمت کرے اور اگر خود چار گواہوں کے ذریعہ الزام ثابت نہ کر سکے تو پھر قاضی پہلے خود کو اس طرح کہلائے کہ میں خدا کو گواہ کہتا ہوں کہ میں نے جو نہار کی نسبت اس کی طرف کی ہے اس میں چاروں عورت کی طرف اشارہ کر کے چار دفعہ خدا کی قسمیں پھر پانچویں دفعہ مرد کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ اس مرد نے میری طرف جو نہار کی نسبت کی ہے اس میں میں نے چار دفعہ جو خدا کا غضب ٹوٹے۔

جب دونوں اس طرح ملاحظہ کریں تو حاکم دونوں میں جدائی کر دے گا اور ایک طلاق یا کفر چھوڑنے کی اور وہ عورت اس مرد کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی یا اگر اس کے بعد مرد خود اپنے کو بھلائے یعنی یہ اقرار کرے کہ میں نے عورت پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس صورت میں اس پر حد تہمت جاری کی جائے گی اور عورت سے پھر نکاح کرنا اس کے لئے درست ہو جائے گا لیکن حضرت امام ابو یوسف یہ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو بھلائے تو بھی عورت اس کے لئے ہمیشہ کفر ہو رہے گی۔

#### حکم لعان کے نزول کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک صحابی بلال ابن امیر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی شریکہ ابن حنظلہ صحابی کے ساتھ نہار کی تہمت لگائی مین بلال نے کہا کہ شریکہ ابن حنظلہ نے میری بیوی کے ساتھ نہار کیا ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا کہ اپنے ان ازم کے ثبوت میں گواہ پیش کر دو۔) جھوٹی تہمت لگانے کے جرم میں جہد کی پینچ پر حد پر مرد کی



يَكُونُ الْوَلَدُ مِنْ غَيْرِهِ بِالْوَطْءِ مِنْ شَهْوَةٍ، كَمَا إِذَا لَقِيَ آجَنِيَّ نَسَبَهُ عَنْ أَبِيهِ الْمَعْرُوفِ،  
وَهَذَا لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي النَّسَبِ الْفَرْطُ الصَّوْبُ وَالْعَائِدُ مُلْحَقٌ بِهِ، فَتَنْبِيْهُ عَنْ الْفَرْطِ  
الصَّوْبِ قَدْ قُذِّفَ حَتَّى يَظْهَرَ الْمُلْحَقُ بِهِ

ترجمہ

اور جب کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا اہرام لگے اور دونوں میاں بیوی گواہی دینے کے اہل ہوں اور عورت بھی ایسی ہو اگر کوئی شخص اس پر زنا کا جھوٹا اہرام لگائے تو اس پر حد تلفظ پڑی ہو سکتی ہو شہر اس عورت کے بچے کے نسب کی نفی کر دے اور عورت اس بات پر حد تلفظ ہونے کا مطالبہ کر دے تو مرد پر اہان کرنا لازم ہوگا۔ اصل یہ ہے، ہمارے نزدیک اہان ایسی گواہی ہے جس کو قسم کے ذریعے کو مذکور کیا جاتا ہے اور جس کے ساتھ حنت ہوئی ہو تو یہ حد تلفظ کے قائم مقام ہوگی۔ خبر کے حق میں اور عورت کے حق میں نہ کی حد کے قائم مقام ہوگی۔ استدلال کا فرمان ہے، "اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہو"۔ اسٹا، صرف جس میں سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے "تو ان میں سے کسی ایک شخص کی گواہی، اللہ تعالیٰ کے نام کی پُر گواہیوں کے برابر ہوگی"۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو بھی ہوگی اور یحییٰ (قسم) بھی ہوگی تو ہم یہ کہیں گے اہان کا کرنا گواہی ہے جسے قسم کے ذریعے مؤکد کیا گیا ہے پھر مرد کی طرف میں اس رکن کے ساتھ حنت کو شامل کیا گیا ہے اگر وہ جھوٹا ہو اور یہ شہر کے حق میں حد تلفظ کے قائم مقام ہوگی اور عورت کی طرف میں غضب کو شامل کیا گیا ہے جو حد زنا کے قائم مقام ہوگا۔ جب یہ بات ثابت ہوگی تو ہم یہ کہیں گے یہ بات ضروری ہے دونوں میں بیوی شہادت کے اہل ہوں۔ اس کی دلیل یہ ہے اس کے بارے میں رکن شہادت ہے اور یہ بھی ضروری ہے اور عورت اس پر زنا کا جھوٹا اہرام لگانے والے پر حد تلفظ جاری ہو سکتی ہوں کی دلیل یہ ہے یہ چیز مرد کے حق میں حد تلفظ کے قائم مقام ہوگی اس لئے عورت کا ٹھکانہ ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی، زم ہے۔ بچے کی نفی کی گئی ہو اس کی دلیل یہ ہے: جب مرد عورت کے بچے کی نفی کرے گا تو وہ اس پر زنا کا اہرام لگانے والا ارشاد ہوگا: جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے اور یہاں یہ احتمال مستحسن ہوگا وہ بچہ کسی دوسرے کا ہو اور شہد کے نتیجے میں دلی کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی آجینی س کے باپ کے معارف نسب کا انکار کر دے اس کی دلیل یہ ہے نسب میں اصل یہی ہے فراس صحیح ہو اور فاسد فراس کو اس کے ساتھ ملایا جائے گا۔ تو خبر کا صحیح فراس کی نفی کا تہمت (زنا کا اہرام لگانے) کے مترادف ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ ظاہر ہو جائے جسے (اس فراس صحیح) کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

شرح

اس سلسلے میں ہلال بن امیہ کے مقدمے کی جو تفصیلات صحاح ستہ اور مسند احمد اور تفسیر ابن جریر میں ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے منقول ہوئی ہیں ان میں بیان کیا گیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ہلال اور ان کی بیوی دونوں عدالت

نبوی میں حاضر کیے گئے حضور ﷺ نے پہلے حکم صادر فرمایا کہ وہاں پر ایک عورت کا عذاب دینے کے عذاب سے زیادہ سخت چیز ہے۔ ہلال نے عرض کیا میں نے اس پر بالکل صحیح اہرام کیا ہے۔ عورت نے کہا یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا چھ اتواروں میں ملاعت کرانی ہے۔ چنانچہ پہلے ہلال اٹھے اور انہوں نے حکم قرآنی کے مطابق تینیں کھائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دوران میں بار بار فرماتے رہے اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے، پھر کیا تم میں سے کوئی تو یہ کہے گا؟ یا تجویز قسم سے پہلے حاضرین نے ہال سے کہا خدا سے دو دینا کا عذاب آخرت کے عذاب سے ہلکا ہے۔ یہ پنجویں قسم پر عذاب واجب کر دے گی۔ مگر ہلال نے کہا جس نمائندہ یہاں میری بیٹی بیٹی ہے وہ آخرت میں بھی جیسے عذاب میں لگے گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے پانچویں قسم بھی کھائی۔ پھر عورت اٹھی اور اس نے بھی تینیں کھائی شروع کیں۔ پانچویں قسم سے پہلے اس بھی روک کر کہا گیا کہ خدا سے دو، آخرت کے عذاب کی پوسیت دنیا کا عذاب جدا شہادت کر لینا آسان ہے۔

یہ آخری قسم پر عذاب الہی کو واجب کر دے گی۔ یہ سن کر وہ کچھ دیر کی اور جھجکتی رہی۔ لوگوں نے سمجھا اعتراض کرنا ہی بتی ہے مگر پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لیے اپنے قبیلے کو سوا نہیں کروں گی اور یا پھر یہ قسم بھی کھا گئی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے درمیان تفریق کرادی اور فیصلہ فرمایا کہ بچہ (جس وقت بیٹہ میں تھا) اس کی طرف منسوب ہوگا، باپ کا نہیں پکارا جائے گا کسی کو اس پر یا اس کے بچے پر اہرام لگانے کا حق نہ ہوگا، جو اس پر یا اس کے بچے پر اہرام لگائے گا وہ حد تلفظ کا مستحق ہوگا، اور اس کو مردت کے نکلے اور سکونت کا کوئی حق نہیں ہال پر حاصل نہیں ہے کیونکہ یہ طلاق و وفات کے غیر شہر سے حد کی پڑی ہے۔ پھر آپ نے لوگوں سے کہا کہ اس کے باپ جب بیٹو کو دیکھو وہ کس پر گیا ہے۔ اگر اس اس شکل کا ہو تو ہال کا ہے اور اگر اس صورت کا ہو تو اس شخص کا ہے جس کے بارے میں اس پر اہرام لگایا گیا ہے۔ وضع حمل کے بعد دیکھا گیا کہ وہ مؤخر خاندہ ضرورت کا تھا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا لولا لایلاہما (یہ روایت دیکھو لا معسی من کتاب اللہ) لیکن لمی ولہا شان، یعنی اگر تینیں نہ ہوتیں (یا خدا کی کتاب پہلے ہی فیصلہ نہ کر چکی ہوتی) تو اس میں عورت سے ہر طرح پیش آتا۔

دور نبوی ﷺ میں طلاق ثلاثا کا نشانہ

عمر عجلتہ کے مقدمے کی رواد اہل بن عدسہ کی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، ابوداؤد و سنن ابن ماجہ اور مسند حماد میں ملتی ہے۔ اس میں بیان ہوا ہے کہ عمر اور ان کی بیوی، دونوں مسجد نبوی میں جلائے گئے۔ ثلاثا سے پہلے حضور ﷺ نے ان کو بھی سمجھ کر کہے ہوئے تین بار فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ پھر کیا تم میں سے کوئی تو یہ کہے گا؟ جب کسی نے تو یہ کہہ کر دونوں میں ملاعت کرانی کی۔ اس کے بعد عمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اب اگر میں اس عورت کو رکھوں تو مجھ کو ہلاک کرے گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے تین حلق دے دیں انہیں اس کے کہ حضور ﷺ نے ان کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہوتا۔ بل بن سعد کہتے ہیں کہ ان ملاکوں کو حضور ﷺ نے ناز فرمایا اور ان کے درمیان تفریق کرادی اور فرمایا کہ یہ تفریق ہے ہر ایک سے جوڑے

کے معاملے میں جو باہم اعلان کرے۔ اور سنت پر قائم ہوگی کہ ان کے واسطے زوجین کو جدا کر دیا جائے، پھر وہ دونوں بھی جمع نہیں ہوتے۔ مگر ہم صرف امتیاز کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کے درمیان تفریق کر دی۔ پہلے اسلئے یہ بھی بیان کر دیتے ہیں کہ عورت کو طلاق اور عیوب کے کما کیے یہ عمل میرا نہیں ہے۔ اس بنا پر کچھ مسائل کی طرف منسوب کیے گئے اور سنت پر جاری ہوئی کہ اس طرح کا بچا کچھ سے میراث پانے کا اور مال اپنی اس سے میراث پانے کی۔

ان کے مقدمہ کے علاوہ متعدد روایات، ہم کو تب حدیث میں ایسی بھی ملتی ہیں جن میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ کن اشخاص کے مقدموں کی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے بعض ان ہی دونوں مقدموں سے تعلق رکھتی ہوں مگر بعض میں کچھ دوسرے مقدمہ کا بھی ذکر ہے اور ان سے قانون اعلان کے بعض اہم نکات پر روشنی پڑتی ہے۔

حضرت ابن عمر ایک مقدمہ کی روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ دن جب اعلان کر چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے زمین خرید کر دی (بخاری، مسلم، نسائی، صحیح ابن جریر)۔ ابن عمر کی ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص اور اس کی بیوی کے مال کا اعلان کیا گیا۔ پھر اس نے جس سے انکار کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور فیصلہ فرمایا کہ بچہ مال کا ہوگا (مساحیح ابن عمر و احمد بن حنبل)۔

حضرت ابن عمر کی ایک اور روایت ہے کہ حدیث کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا سب اب اللہ کے ذمہ ہے تم میں سے ایک ہر حال چھوٹا ہے۔ پھر آپ نے مرد سے فرمایا: لا سب لک علیہ (یعنی اب یہ میری نہیں رہی۔ نہ تو اس پر کوئی حق بنتا ہے نہ کہ کسی قسم کی دست درازی یا دوسری انصافی حرکت اس کے خلاف کرنے کا مجاز ہے)۔ مرد نے کہا یا رسول اللہ میرا مال (یعنی وہ ہر کوئی دیکھنے والا ہے جو میں نے سے دیا تھا)۔ فرمایا: لا مال لک، ان کنت صدقت علیہا فہو بما استحل من فرجہا وان کنت کذبت علیہا فمالک اعدا و ابعده لک مہا (یعنی مال واپس لینے کا حق تو کوئی نہیں ہے، اگر تو نے اس پر سزا دیا ہو تو وہ مال اس لیت کا بدلہ ہے جو تو نے خدائے اس سے اٹھائی، اور اگر تو نے سچ بھرا ہوا الزام لگایا ہے تو مال تجھ سے اور کچھ زیادہ دے چکا ہوگا۔ وہ اس کی قیمت تجھ سے زیادہ دے دے) (بخاری، مسلم، ابوداؤد)۔

اسرار قدسی نے علی بن ابی طالب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے: سنت یہ مقرر ہو چکی ہے کہ اعلان کرنے والے زوجین پھر کبھی باہم جمع نہیں ہو سکتے (یعنی ان کا وہ دہ نکاح پھر کبھی نہیں ہو سکتا)۔ اور دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ یہ دونوں پھر کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔

حضرت قتیبہ نے ذہب کی روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں ایک شخص نے اپنی بیوی کے حمل کو ناجائز قرار دیا، پھر استراف کر لیا کہ جس میں اس کا بطن ہے، پھر وضع جس کے بعد نہینے لگا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ معامد حضرت عمر کی عدالت میں پیش ہوا۔ ڈنہ اس پر بعد فقہ جاری کی اور فیصلہ کیا کہ بچہ اس کی طرف منسوب ہوگا (دارقطنی سنن)۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا میری ایک بیوی ہے جو مجھے بہت محبوب ہے مگر

اس کا حال یہ ہے کہ کسی ہاتھ لگانے والے ہاتھ نہیں چھو سکتی (واقعہ یہ ہے کہ یہ کہتی تھی جس کے متعلق زمانے کی ہو سکتے ہیں اور زمانے کمزور رہے جن اطلاق کمزوری کے تھی)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اس کے بغیر نہیں مل سکتا۔ فرمایا دوسرے کہ وہ (یعنی) "پہلے اس سے منسوب نہیں کر لی اور اس کے قول کو اور اس زمانے پر محمول کر کے من کان حکم نہیں دیا)۔ (مشن نسائی)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک امراہی نے حاضر ہو کر عرض کیا میری بیوی نے کالاز کا جنا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ میرا ہے (یعنی شخص لڑکے کے رنگ سے اسے شہر میں ڈالنا تو وہ بیوی پر ان کا الزام لگانے کے لیے اس کے پاس کوئی اور دلیل نہ تھی)۔ آپ نے پوچھا میرے پاس کچھ اذیت تو ہوں گے۔ اس نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے پوچھا ان کے رنگ کیا ہیں؟ کہنے لگا سرخ۔ آپ نے پوچھا تو چمن میں کون سی خستری بھی ہے؟ کہنے لگا جی ہاں، جھن ایسے بھی ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ رنگ کہاں سے آیا؟ کہنے لگا شہر کوئی رنگ بیچنے لگی (یعنی ان کے)۔ آپ دادا میں سے کوئی اس رنگ کا ہوگا اور اس کا شرا میں "گئے" کہ فرمایا شہر اس کے بچے کو بھی دئی رنگ بیچنے لگی اور آپ نے اسے شہر دلا (بچے کے نسب سے انکار)۔ کی اجازت نہ دئی (بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد)۔

حضرت ابو ہریرہ کی ایک اور روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لعن پر حکام کرتے ہوئے فرمایا جو عورت کسی خاندان میں ایسا بچہ گھسے گا جس کو خاندان کا نہیں ہے (یعنی حرام کا بیٹہ مگر شوہر کے سر منہ نہ دے) اس کا اللہ سے کچھ واسطہ نہیں، لہذا اس کو جنت میں بزرگ داخل نہ کرے گا۔ اور جو مرد اپنے بچے کے نسب سے انکار کرے گا یا حاکم یا بچہ اس کو دیکھ دیا ہو، لہذا قیامت کے روز اس سے پوچھ دے گا اور اسے تمام اچھی بھلی عقل کے سامنے سزا کر دے گا (ابوداؤد، نسائی، دارقطنی)۔

"یہ اعلان اور یہ روایات و تفاسیر اور شریعت کے اصول عائد اسلام میں قانون اعلان کے وہ مسائل ہیں جن کی روشنی میں فقہاء نے اعلان کا مفصل ضابطہ بنایا ہے۔ اس ضابطہ کی اہم دفعات یہ ہیں۔

(۱) جو شخص بیوی کی بکاوری دیکھے اور جان کا راستہ اختیار کرنے کے لیے قبل کا مرتکب ہو جائے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس کو طور پر دی کر کے کا حق نہ تھا۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کے قصے پر کوئی مواخذہ ہوگا بشرطہ یہ کہ اس کی صداقت ثابت ہو جائے (یعنی یہ کہ کوئی واقعہ سے نہ زانی کے ارتکاب پر یہ فعل کیا)۔ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ نے یہ کہتے ہیں کہ اس عمر کے لوگوں نے سوئے کہ قتل کا سبب یہی تھا۔

مالکیہ میں سے ابن القاسم اور ابن حبیب اس پر مزید شرط لگاتے ہیں کہ قتل کی جیسے قتل کیا گیا وہ شادی شدہ ہو، ورنہ نہ کواریے زانی کو قتل کرنے پر اس سے قصاص لیا جائے مگر جہاں رقتہا کا مسلک یہ ہے کہ اس کو قصاص سے صرف اس صورت میں معاف کیا جائے گا جب کہ وہ نہ زانیہ نہ چار گواہ پیش کرے، یا مقتول مرنے سے پہلے خدا اس امر کا استراف کر چکا ہو کہ وہ اس کی بیوی سے زانیہ رہا تھا، اور حریہ یہ مقتول شادی شدہ ہو (مشن ابوداؤد، سنن 6 ص 228)۔

اعلان گھر بیٹھے آپسی میں نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

ان کے مطاعے کا حق صرف مردی کے لیے نہیں ہے بلکہ عورت بھی عدالت میں اس کا مطالبہ کر سکتی ہے جب کہ شوہر اس پر بدکاری کا الزام لگائے یا اس کے بچے کا نسب تسلیم کرنے سے انکار کرے۔

لعان کا نکتہ یہ واسطہ ہے کہ عدالت میں ثبوت کا بیان

لعان جنس کا ہے اور واسطہ رکھے یا اظہار شک و شبہ پر لازم نہیں آتا، بلکہ صرف اس صورت میں لازم آتا ہے جب کہ شوہر صریح طور پر زنا کا الزام کرے یا صاف الفاظ میں بچے کو اپنا بیعتیم کرنے سے انکار کر دے۔ امام علیہ الرحمہ اور لیث بن سعد اس پر یہ مزید شرط بڑھا رہے ہیں کہ قسم کھاتے وقت شوہر کو یہ کہنا چاہیے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے بیوی کو زنا میں مبتلا دیکھا ہے لیکن یہ قید نے بنیاد ہے۔ اس کی کوئی اصل نہ قرآن میں ہے اور نہ حد میں۔

لاعن کے قسم سے پہلو تہی کرنے میں مذاہب اربعہ

گزارام امام کے بعد ہر قسم کھانے سے پہلو تہی کرے اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ اسے قید کر دینا چاہیے کہ جب تک وہ لعان نہ کرے یا اپنے الزام کا چھوٹا ہونا نہ لے لے اسے نہ چھوڑا جائے گا اور بھڑھٹ مان لینے کی صورت میں اس کو حد قذف لگائی جائے گی۔ اس کے برعکس امام علیہ الرحمہ و شافعی، حسن بن صالح اور لیث بن سعد کی دلیل یہ ہے کہ عدالت سے پہلو تہی کرنا خود ہی اقرار کذب ہے اس لیے حد قذف واجب آتی ہے۔

اگر شوہر کے قسم کھا چکے کہ عورت لعان سے پہلو تہی کرے تو حنیف کی دلیل یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک وہ عدالت نہ کرے یا پھر زنا کا اقرار نہ کر لے۔ دوسری طرف مذکورہ بالا ائمہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں اسے رجم کر دیا جائے گا۔ ان کا استدلال قرآن کے اس ارشاد سے ہے کہ عورت سے عذاب صرف اس صورت میں دینا ہوگا جب کہ وہ بھی قسم کھائے۔ اب چونکہ وہ قسم نہیں کھاتی اس لیے لہذا حد عذاب کی مستثنیٰ ہے۔

اقرار سے ثبوت حد اور مودودی کی جعل سازی

لیکن اس دلیل میں کمزوری یہ ہے کہ قرآن یہاں عذاب کی نوعیت تجویز نہیں کرتا بلکہ مطلقاً سزا کا ذکر کرتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ سزا سے مراد یہاں زنا کی سزا ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ زنا کی سزا کے لیے قرآن نے صاف اذہاب میں چار گواہوں کی شرط لگائی ہے۔ اس شرط کو قصص ایک شخص کی چار قسمیں اور انہیں کرہتیں۔ شوہر کی قسمیں اس بات کے لیے تو کافی ہیں کہ وہ خود قذف کی سزا سے بچنے چاہے اور عورت پر لعان کا حکم مرتب ہو لیکن اگر اس بات کے لیے کافی نہیں ہیں کہ ان سے عورت پر زنا کا الزام ثابت ہو جائے۔ عورت کا جو الٰہی قسمیں کھانے سے انکار بشی ضرور پیدا کرتا ہے اور باقویٰ شہید ہوا کرتا ہے لیکن شہادت پر حدود جاری نہیں کی جاسکتیں۔ اس معاملہ کو مودودی کی حد قذف پر قیاس نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس کا قذف تو ثابت ہے، چھٹی گواہوں کو لعان پر مجبور کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے برعکس عورت پر زنا کا الزام ثابت نہیں ہے کیونکہ وہ اس کے اپنے اقرار یا چار دینی شہادوں کے

بغیر ثابت نہیں ہو سکتا۔ (نوٹ۔ اقرار سے ثبوت حد میں شرعی خصوص موجود ہیں اہل علم سے غلط نہیں ہے) لعان کا قانونی نتائج میں سے بعض متفق علیہ ہیں اور بعض میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

متفق علیہ نتائج یہ ہیں: عورت اور مرد دونوں کی سزا کے متعلق نہیں۔ سب مرد بچے کے نسب کا منکر ہو تو بچے صرف اس کا قرار پائے گا، نہ باپ کی طرف منسوب ہوگا نہ اس سے میراث پائے گا، ماں اس کی وارث ہوگی اور وہ ماں کا وارث ہوگا۔ عورت کو زانیہ اور اس کے بچے کو مدائرا کہنے کا کسی کو حق نہ ہوگا، خواہ عدالت کے وقت اس کے حالات ایسے ہی کیوں نہ ہوں کہ گواہوں کو اس کے زانیہ ہونے میں شک نہ رہے۔ جو جنس لعان کے بعد اس پر یا اس کے بچے پر ساق الزام کا عدہ کرے گا وہ حد کا متعلق ہوگا۔ عورت کا مہر ساقط نہ ہوگا۔ عورت دوران عدالت میں مرد سے نفقہ اور مسکن پانے کی حق دار نہ ہوگی۔ عورت اس مرد کے لیے حرام ہو جائے گی۔

تفریق لعان میں فقہی مذاہب اربعہ

اختلاف دو مسئلوں میں ہے۔ ایک یہ کہ عدالت کے بعد عورت اور مرد کی عہدگی کیسے ہوگی؟ دوسرے یہ کہ لعان کی بنا پر غلہ ہو جانے کے بعد کیا ان دونوں کا پھر مل جانا ممکن ہے؟ پہلے مسئلے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ جس وقت مرد لعان سے فارغ ہو جائے اسی وقت عورت آپ سے آپ واقع ہو جاتی ہے خواہ عورت جوابی لعان کرے نہ کرے۔ امام مالک علیہ الرحمہ بیعت بن سعد اور زفر کہتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں جب لعان سے فارغ ہوں تب فرقت واقع ہوتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں کہ لعان سے فرقت آپ ہی آپ واقع نہیں ہو جاتی بلکہ عدالت کے تفریق کرانے سے ہوتی ہے۔ اگر شوہر غلط طلاق دے دے تو بہتر صورت یہ کہ عدالت ان کے درمیان تفریق کا اعلان کرے گا۔

دوسرے مسئلے میں امام مالک علیہ الرحمہ ابو یوسف و زمر میان ثوری، اسحاق بن راہویہ، شافعی، احمد بن حنبل اور حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ لعان سے جو زوجین جدا ہوئے ہوں وہ پھر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں، دودہ باہم نکاح کرنا بھی جائز ہو کسی حال میں نہیں کر سکتے۔ یہی دلیل حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی ہے۔

جبکہ سعید بن مسیب، امیرالمؤمنین، شعبی، سعید بن جبیر، ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر شوہر اپنا جھوٹ مان سے اور اس پر حد قذف جاری ہو جائے تو پھر ان دونوں کے درمیان دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو یک دوسرے کے لیے حرام کرنے والی چیز چھین ہے۔ جب تک وہ اس پر قائم رہیں، جہت بھی قائم رہے گی۔ مگر جب شوہر اپنا جھوٹ مان کر بیزاری ہو گیا تو ان قسم کو بیکار اور حرمت بھی نہ تھی۔

میں عورت کا مطالبہ کرنا شرط ہے

وَيُسْنَرَطُ طَلَبُهَا لِأَنَّ حَقَّهَا فَلَا يَبْقَى مِنْ طَلَبِهَا كَسَائِرِ الْحُقُوقِ (فَإِنْ اِمْتَنَعَ مِنْهُ حَسَبَهُ  
الْحَاكِمُ حَتَّى يَلَاغِيَنَّ أَوْ يَحْذِلَتْ نَفْسُهُ) لِأَنَّهُ حَقٌّ مُسْتَحَقٌّ عَلَيْهِ وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى

إِبْقَاهُ فَبِحَسَبِ بِهِ حَتَّى يَأْتِيَ بِمَا هُوَ عَلَيْهِ أَوْ يَحْدَبْ نَفْسَهُ لِيَرْتَفِعَ السَّبَبُ (وَأَوْ)  
لَا عَصَ وَجَبَ عَلَيْهَا الْبَعْدُ) لِمَا تَلَوْنَا مِنَ الْقَسِّ إِلَّا أَنَّهُ يُبْتَدَأُ بِالزَّوْجِ لِأَنَّهُ هُوَ  
الْمُذْمَعِيُّ (فَإِنْ امْتَنَعَتْ حَبَسَهَا الْحَاكِمُ حَتَّى تَلَاعِنَ أَوْ تُصَدِّقَهُ) لِأَنَّهُ حَقٌّ مُسْتَحَقٌّ  
عَلَيْهَا وَهِيَ قَادِرَةٌ عَلَى إِبْقَائِهِ فَتُحْبَسُ فِيهِ.

ترجمہ

اور اعلان کرنے کے لئے بیوی کا مطالبہ کرنا شرط ہے کیونکہ ان کو روانہ عورت کا حق ہے تو دوسرے حقوق کی طرح اس میں  
بھی مطاعہ کرنا اور دعویٰ کرنا ضروری ہوگا۔ اگر عورت کے مطاعہ کرنے پر شوہر ان کرنے سے انکار کر دے تو حاکم وقت اسے قید کر  
دے گا جہاں تک مدد معن کرے گا پھر اپنی بات کو کرے گا غیر ادنیٰ جھوٹا تھا تا کہ اس پر حد تلف نہ دی کی سکے۔ اس کی دلیل یہ  
ہے عان کرنا شوہر پر لازم اور ضروری ہے اور مرد کو اس بات کو پورا کرنے کی قدرت بھی حاصل ہے جہاں سے قید کیا جائے گا یہاں  
تک کہ وہ اس حق کو پورا کرے یا پھر اپنی بات کی تکذیب کرنے تاکہ جس بنیاد پر یہ حق لازم ہوتا تھا اسے ختم کیا جاسکے۔ اگر شوہر ان  
کرتا ہے تو عورت پر بھی عان کرنا لازم ہوگا کیونکہ جس کا قصاص بھی ہے البتہ عان کا آغاز مرد کرے گا کیونکہ دعویٰ اسی نے کیا  
ہے اگر عورت معن سے لگا کر دیتی ہے تو حاکم اسے قید کر دے گا یہاں تک کہ وہ عان کرے گی یا پھر مرد کے دعوے کی تصدیق کر  
دے گی کیونکہ عان کرنا عورت پر لازم ہے اور یہ بھی اس کی ادائیگی پر قادر ہے تو (انکار پر) عورت کو قید کیا جائے گا۔

عیان کی شرائط کا فقہی بیان

شَّحْنُ لِحَامِ الدِّينِ حَتَّى يَسْتَيْسِرَ لِيْلَ كُنْ اِنْ رَجَعَ ذِي شَرْطٍ اِنْ لَمْ يَكُنْ (۱) نکاح صحیح ہو۔ اگر اس عورت سے اس کا نکاح فاسد ہوا  
ہے۔ وہ تہمت لگائی تو دعویٰ نہیں۔ (۲) زوجیت قائم ہو کر وہ دخول ہوا ہو یا نہیں لہذا اگر تہمت لگانے کے بعد طلاق بائن دی تو عان  
نہیں ہو سکا اگر طلاق دینے کے بعد پھر نکاح کر لیا۔ یومی اگر طلاق بائن دینے کے بعد تہمت لگائی تو دلیل کے مر جانے کے بعد تو  
اعلان نہیں اور اگر تہمت کے بعد رجعی طلاق دی یا رجعی طلاق کے بعد تہمت لگائی تو اعلان ساقط نہیں۔

(۳) دونوں آزاد ہوں۔ (۴) دونوں عقل ہوں۔ (۵) دونوں بالغ ہوں۔ (۶) دونوں مسلمان ہوں۔ (۷) دونوں  
ناطق ہیں۔ جو ان میں کوئی لوگ نہ ہو۔ (۸) ان میں کسی پر حد تلف نہ لگائی ہو۔ (۹) مرد نے اپنے اس قول پر گواہ نہ پیش کیے  
ہوں۔

(۱۰) عورت نہ اسے انکار کرتی ہو اور نہ اسے چار ساتھیوں کو اس کا مصداق شرعی میں پر اسے اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ وہی حرام  
نہ ہو نہ وہ اس کے ساتھ مقیم ہو۔ لہذا طلاق بائن کی عدت میں اگر شوہر نے اس سے دہلی کی اگرچہ وہ اپنی ذاتی سے یہ کہتا تھا کہ  
اس سے دہلی حلال ہے تو عورت عذیبہ نہیں۔ یومی اگر نکاح فاسد کر کے اس سے دہلی کی تو عفت پائی رہی یا عورت کی اولاد ہے جس

کے باپ کو یہاں سے لوگ نہ جانتے ہوں اگرچہ حقیقہ وہ والدہ (۳۱) نہیں ہے یہ صورت مقیم ہوئے کی ہے اس سے بھی عفت  
باقی رہتی ہے۔ اور اگر وہی حرام نہ رہی سب سے ہوشیاری و انکس وغیرہ میں جن میں کوئی حرام ہے وہی کی تو اس سے عفت نہیں  
باقی۔

(۱۱) صریح زنا کی تہمت لگائی ہو یا اس کی جواب دہ اس کے نکاح میں پیدا ہوئی اس کو کہتا ہو کہ یہ میری نہیں یا جو بچہ عورت کا  
دوسرے شوہر سے ہے اس کو کہتا ہو کہ یہ اس کا نہیں۔ (۱۲) دارا کا ساما میں یہ تہمت لگائی ہو۔ (۱۳) عورت قاضی کے پاس اس  
کا مطاعہ کرے۔ (۱۴) شوہر تہمت لگانے کا اقرار کرنا ہو یا دوسرا گواہوں سے ثابت ہو۔ عان کے وقت عورت کا کھڑا ہونا شرط نہیں  
بلکہ مقبہ ہے۔ (عالمگیری، باب اعلان، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰)

شوہر کے غلام کا فریہ محدودنی تہمت ہونے کا حکم

رَدَّ كَمَا الزَّوْجُ عَيْدًا أَوْ كَافِرًا أَوْ مُخَذَّذًا فِي قَذْفٍ فَقَذَفَتْ امْرَأَتُهُ فَقَالِيَةِ الْحَدِّمُ لِأَنَّهُ  
تَحَدَّرَ الْبَلْعَانُ لِمَعْنَى مِنْ حِفْظِهِ قِيَصَارَ إِلَى الْمُؤَجَّبِ الْأَصْلِيِّ وَهُوَ الثَّابِتُ بِقَوْلِهِ تَعَالَى  
(وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ الْمُحْصَنَاتِ) الْآيَةِ، وَالْبَلْعَانُ خَلَفَتْ عَنْهُ.

ترجمہ

اور اگر کسی کا شوہر غلام ہو یا اس پر حد تلف نہ دی ہو چکے ہو اور وہ اپنی بیوی پر الزام لگائے تو اس مرد پر ہی حد تلف جاری  
ہوگی کیونکہ شوہر اس ایک ایسا سبب پیدا جاتا ہے جو عان کے لئے رکاوٹ ہے تو وہ اصل مزاکا سقنی قرار پائے گا۔ اس کا حکم اس  
نفس سے ثابت ہے جو کہ پاک دامن عورتوں پر زنا کا الزام لگائے کہ ان دوران کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو انہیں اسی کوڑے لگائے  
جائیں گے اور ان کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ تو اعلان و رسائل اسی مزاکا قائم مقام ہے۔

شرح

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِآرَبَعَةِ شُهَدَاءَ فَخَالِفُوا لَهُمْ فَمِنْهُمْ جَلْدَةٌ وَكَا  
تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةٌ أَبَدًا وَأَوَّلُ ذَلِكَ هُمُ الْفُسُفُوسُ. (النور ۴)

اور جو پارسا عورتوں کو مقبہ لگائیں پھر چار گواہ مع نہ نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی بھی نہ مانو۔ اور  
وہی قاضی ہیں۔ (کنز الایمان)

اہل سنت کے معروف عالم مردالفاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

زنا کی شہادت کا انصاف چار گواہ ہیں۔

حد تلف مطالبہ پر مشروط ہے جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ صالحہ نہ کرے تو قاضی پر حد قائم کرنا لازم نہیں۔



مطالبہ کا حق اسی کو ہے جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ زندہ ہو اور اگر نہ گیا ہو تو اس کے بیٹے پوتے کو بھی ہے۔

غلام اپنے مولیٰ پر اور بیٹا باپ پر قذف یعنی لٹی مار پر نہ کرنا کہ تہمت لگانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قذف کے اغداہ یہ ہیں کہ وہ مرد جس کی گویا زانیہ کے یا بے کہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے یا اس کے باپ کا نام لے کر کہے کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے یا اس کو زانیہ کا بیٹہ کہہ کر پکارے اور اس کی ماں پر دسا تو ایسا شخص قذف ہو جائے گا اور اگر تہمت ثابت نہ آئے گی۔

اگر شخص کو زانیہ کی تہمت لگائی مثلاً کسی غلام کو کہ کافر کا بیٹا ہے یا کسی شخص کو کہ زانیہ کا بیٹا ہے یا کہ تہمت قذف قائم نہ ہوگی بلکہ اس پر بغیر وجہ ہوگی اور یہ تو یہ نہیں ہے کہ اس میں کسی حد تک تہمت ہو جائے کہ اس طرح اگر کسی شخص نے زانیہ کے مولیٰ کو کہی کہ تہمت لگائی اور یا مسلمان کو اسے قذف کیا تو اسے کافر، اے خبیث، اے چور، اے بدکار، اے خبیث، اے بددیانت، اے لوطی، اے زانیہ، اے زانیہ، اے زانیہ، اے شرابی، اے دغا خوار، اے بدکار، اے عورت کے بیٹے، اے حرام زادہ، اے اس قسم کے الفاظ کہے تو بھی اس پر قذف ہو جائے گا۔

اس یعنی حکم شرع کا اور اس شخص کو جسے تہمت لگائی گئی ہو جو تہمت سے قذف کرنے کا حق ہے۔ اگر تہمت ثابت نہ آئے اور آزاد نہ ہو بلکہ غلام ہو تو اس کے چالیس کوڑے لگائے جائیں گے تہمت لگانے کے جرم میں جس کو حد لگائی گئی ہو اس کی گواہی کی معاملہ میں مستحق نہیں چاہے وہ جو کہے لیکن رمضان کا چاند نہ دیکھنے کے باب میں تو یہ کہہ کرے اور دل ہونے کی صورت میں اس کا قول قبول کر لیا جائے گا کیونکہ یہ درحقیقت شہادت نہیں ہے اس لئے اس میں الفاظ شہادت اور نصاب شہادہ نہ بھی ضروری نہیں۔

(خزان العرفان)

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے عید الرحمن کہتے ہیں کہ جب کسی عورت پر شوہر نے تہمت لگائی اور اب لہن سے انکار کرتا ہے تو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ لہان کرے یا کہے میں نے جھوٹ کہا تھا اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس پر حد قذف قائم کریں اور شوہر نے لہان کے الفاظ ادا کر لیے تو ضرور ہے کہ عورت بھی ادا کرے ورنہ قید کی جائے گی یہاں تک کہ لہان کرے یا کہے شوہر کی تصدیق کرے اور اب لہان نہیں ہو سکتا آئندہ تہمت لگانے سے شوہر پر حد قذف قائم ہوگی مگر عورت پر تصدیق شوہر کی دلیل سے حد زانیہ قائم نہ ہوگی جبکہ قذف اتنا کہا ہو کہ وہ چاہے اور اگر کہے زانیہ کا اقرار کیا تو شراب کا اقرار نہ کرے حد زانیہ قائم ہوگی۔

اور جب شوہر کے قاضی شہادت ہونے کی دلیل سے اگر لہان ساقط ہو مثل غلام ہے یا کافر یا اس پر حد قذف لگائی جائے گی ہے تو حد قذف قائم کی جائے بشرطیکہ قاضی بالغ ہو۔ اور اگر لہان کا ساقط ہونا عورت کی جانب سے ہے کہ وہ اس قابل نہیں مثلاً کافر ہو یا عیانی یا حدودی یا القذف یا وہ ایسی ہے کہ اس پر تہمت لگانے والے کے لیے حد قذف نہ ہو یعنی عقیقت نہ ہو شوہر پر حد قذف نہیں بلکہ تہذیب ہے مگر جبکہ عقیقت نہ ہو اور علانیہ نہ کرتی ہو تو تہذیب بھی نہیں اور اگر دونوں محدودی القذف ہوں تو شوہر پر حد قذف ہے۔

(رجحان کتاب طلاق، باب لہان)

بیوی کے کثیر کافر محدودی قذف ہونے کا حکم

(وَأَنَّ كَذِبَ مَنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ وَهِيَ أَمَةٌ أَوْ كَافِرَةٌ أَوْ مُحَدِّدَةٌ فِي قَذْفٍ أَوْ كَذَبٍ أَوْ كَذَبَتْ بِمَنْ لَا يُحَدِّدُ قَافِيَهَا) بَيَّنَّ كَأَنَّ صَبِيَّةً أَوْ مَجْنُونَةً أَوْ زَانِيَةً (فَلَا حُدَّ عَلَيْهِ وَلَا لِعَانَ) لَا يَلْعَنُ أَهْلِيَّ الشَّهَادَةِ وَعَدَمُ الْإِحْصَانِ لِي جَانِبِهَا وَامْتِنَاعُ اللَّعَانِ لِمَعْنَى مَنْ جَعَلَهَا قَيْسُ قَطْعُ الْحُدُودِ كَمَا إِذَا صَدَّقَهُ، وَالْأَصْلُ فِي ذَلِكَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَأَرْبَعَةٌ لَا يَلْعَنُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَوَاجِهِمْ: الْيَهُودِيَّةُ وَالنَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ، وَالْمُتَمَلَّوْكَ تَحْتَ الْخَيْرِ، وَالْمُخْرَجَةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ) (۱) وَلَوْ كَانَا مُحَدِّدَيْنِ فِي قَذْفٍ لَعَلَّيْهِ الْحُدُودُ لَأَنَّ امْتِنَاعَ اللَّعَانِ بِمَعْنَى مَنْ جَعَلَهُ إِذْ هُوَ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ

ترجمہ

اگر شوہر گواہ دینے کا دل ہو مگر اس کی بیوی کثیر ہو یا کافر ہو یا اس پر حد قذف چاری ہو یا وہ ان محدودی میں سے ہو جن پر لازم لگانے پر نہیں دی جاتی جیسے وہ مالٹا ہو یا نکل ہو یا حد مشرعویت ہو تو عورت پر نہ حد چاری ہوگی نہ لہان کرنا لازم ہوگا کیونکہ عورت شہادت کی اہلیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ وہ حد نہیں ہے تو اب چونکہ لہان میں رکاوٹ عورت کی طرف سے ہے اس لئے مرد سے حد قذف ہو جائے گی۔ جیسے اس وقت ساقط ہو جائے جب عورت مرد کی بات کی تصدیق کر دیتی۔ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ”پار آدمی بیٹے ہیں جن کے بیویوں اور ان کے درمیان لہان نہیں ہو سکتا (بیوی) بیہوش ہو یا عیسیٰ ہو (دراں کا شوہر) مسلمان ہو (بیوی) کثیر ہو جس کا شوہر آزاد شخص ہو (بیوی) آزاد عورت ہو (جس کا شوہر غلام ہو) اگر مایاں بیوی دونوں پر پہلے حد قذف چاری ہوگی تو مرد پر حد زانیہ آئے گی کیونکہ یہاں میں حد زانیہ اس مرد کی دلیل سے آئے گی۔ کیونکہ وہی لہان کرنے کا نہیں ہے۔

وہ چار عورتیں جن سے لہان نہیں ہوتا

حضرت محمد ابن شعیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار طرح کی عورتیں ہیں کہ ان کے اور ان کے شوہروں کے درمیان لہان نہیں ہوتا ایک تو وہ نصرانیہ عورت یعنی عیسیٰ عورت جو کہ مسلمان کے نکاح میں ہو اور دوسری بیہوش یعنی بیہوش عورت جو کہ مسلمان کے نکاح میں ہو اور تیسری وہ آزاد عورت جو کہ غلام کے نکاح میں ہو اور چوتھی وہ لوطیہ جو کسی آزاد کے نکاح میں ہو (ابن ماجہ)

(۱) اسرحہ ابن ماجہ ہی ”سننہ“ رقم (۲۰۶۱)۔ والذی نقل فی ”سننہ“ ۱/۲۶۳ بن طریق عمرو بن شعیب عن جده عمرو بن موفوف۔







(وَهُوَ حَاطِبٌ إِذَا أَخَذَتْ نَفْسُهُ عِنْدَهُمَا .

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: هُوَ تَحْرِيبُ مُؤَكِّدٍ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (الْمُتْلَعَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا) (۳) نَصٌّ عَلَى التَّائِيدِ . وَلَهُمَا أَنْ إِخْذَابَ رُجُوعٍ وَالشَّهَادَةُ تَذَرُّ الرُّجُوعَ لَا حُكْمَ لَهَا، لَا يَجْتَمِعَانِ مَا فَاتَنَا قَوْلَانِي، وَلَمْ يَنْقُ التَّلَاغُ وَلَا حُكْمُهُ بَعْدَ الْإِخْذَابِ قِيَجْتَمِعَانِ .

(۱) کتبہ بشری الحلیت الاثنی: المتلعا بالاحادیث (۲) أخرجه البخاری فی "صحیحہ" ۴۹۹ رقم (۱۷۴۵) و فی ۴۴۶/۹

رقم (۵۲۸)۔ و مسلم فی "صحیحہ" ۱۱۳۲، ۱۱۳۳ رقم (۱۹۹۲) عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله عنه

(۳) أخرجه الدرر اللقيط فی "سنن" ۴۰۶/۲۔ ساد جید لفظ "المتلعا اذا غرلا لا يجتمعان أبدا" من حديث ابن عمر و "خرج" نو۔ اورد

فی "سنن" رقم (۲۲۰) من حديث سهل بن أبي حنظل "نصب الرضا" ۳/ ۲۵۰-۲۵۱ و "الدرية" ۳/ ۷۶/۳۔

ترجمہ

جب دونوں جان ریل کے تڑان کے درمیان پھنک گئی واقع میں ہوگی جب تک قاضی ان دونوں کے درمیان طے نہ کرے کہ اس کو دینا۔ امام زفر فرماتے ہیں ان دونوں کے درمیان لعان کرنے کی دلیل سے طے نہ کرے کہ اس کی دلیل ہے یہ حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ کوئی حرمت ثابت ہوگئی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: لعان کے نتیجے میں جو حرمت ثابت ہوتی ہے اس کو بالعرف کا مقصد صرف ہونے سے ہے اس لئے شوہر کے لئے یہ بات لازم ہوگی کہ اس کو اس حرمت کو احسان کے ساتھ رخصت کرنے لیکن جب شوہر اس بات سے انکار کرتا ہے تو قاضی اس کا قاضی مت ہو جائے کہ تا کہ ظہر اور زیادت کا الزام کیا جاسکے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لعان کرنے والے صاحب کافوں بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے جنہوں نے یہ کہنا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں اسے ابھی اپنے ساتھ رکھتا ہوں تو اس کا مطلب ہے میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو اسے تین ظالمین ہیں" انہوں نے یہ بات لعان کرنے کے بعد کہی۔ ان دونوں کے درمیان یہ طے نہ ہو کہ ایک یا نہ ہو۔ یہ طے نہ ہو کہ ایک یا نہ ہو۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد علیہما رحمہما کے نزدیک ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے، قاضی کا علی شہر کی طرف منسوب ہوگا جیسا کہ عین کی صورت میں ہوتا ہے۔

اگر لعان کرنے والے شخص لعان کے بعد اپنی بات کی تکذیب کر دے تو وہ اس کو عورت کے ساتھ دہرہ نکاح کر سکتا ہے یہ حکم طرہین کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں: وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے دائمی طور پر حرام ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔ "لعان کرنے والے کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے"۔ یہ بڑی حرمت پر نص ہے۔ طرہین کی دلیل یہ ہے: تکذیب کرنا جو شہر ہوگا تو جس گواہی کے بعد رجوع آجائے اس کا حکم ثابت نہیں ہوتا تاہم بڑی اہمیت تک اکٹھے نہیں

ہو سکتے جب تک لعان کا حکم باقی رہتا لیکن جب لعان باقی نہیں رہا اور اس کا حکم بھی باقی نہیں رہا (مرد کے اہل بیت کی) تکذیب کرنے کے بعد تو وہ دونوں کٹھے ہو سکتے ہیں۔

لعان کی صورت میں میاں بیوی کے درمیان تفریق کا مسئلہ

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص اور اس کی بیوی کے مابین لعان کا حکم فرمایا چنانچہ اس لعان کی دلیل سے وہ شخص اس عورت کے بچے سے دور ہو گیا یعنی بچہ کا نسب اس شخص سے ہٹا دیا گیا نیز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میاں بیوی کے درمیان تفریق کرادی اور بچہ کو حضرت کے حوالے کر دیا (بخاری مسلم)

اور حضرت ابن عمرؓ کی ایک روایت میں جو بخاری و مسلم ہی سے نقل کی ہے یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نصیحت کی اور فرخت کا عذاب یاد دلایا (تا کہ وہ جھوٹ نہ دے اور عورت اسے از م کو نائق ثابت نہ کرے) اور اس کو اس بات سے آگاہ کیا کہ دنیا کا عذاب بخت کے عذاب سے سہل ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بلایا اس کو بھی نصیحت کی اور آخرت کا عذاب یاد دلایا اور آگاہ کیا کہ دنیا کا عذاب بخت کے عذاب سے سہل ہے۔

تفریق کرادی کا مطلب یہ ہے کہ لعان کی صورت میں میاں بیوی کے درمیان تفریق جہائی حاکم و قاضی کے حکم ہی سے ہوتی ہے نہ کہ شخص لعان سے چنانچہ حضرت ام ابیہؓ کا مسکابی سے خیران کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر لعان ہی سے تفریق واقع ہو جاتی تو پھر تین ظالمین کیوں دی جاتیں جیسا کہ اوپر کی حدیث میں گڑا رہا ہے کہ حضرت کو میرے لعان کے بعد اپنی بیوی کو تین ظالمین دی۔

دنیا کے عذاب سے مراد جہنمی شہر ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر مرد کسی عورت کو چاہے وہ اس کی بیوی ہی کیوں نہ ہو) زن کی بہت لگائے اور اس کی بہت چھوٹی بات ہو جائے تو قریشی قانون کے مطابق اس پر حد جاری کی جائے گی یعنی اس کو ایک یا سارے عورت پر زنا کی جھوٹ بہت لگانے کے جرم میں اس کو سزے دے جائیں گے اور اگر مرد مرد چاہتا ہو جائے یعنی یہ بات یا حد میں ثابت ہو جائے کہ اس کو عورت نے بدکاری کرائی ہے تو پھر اس کو عورت پر حد جاری ہوگی کہ شادی شدہ ہونے کی صورت میں اس کو سنگسار کر دیا جائے گا غیر شرعی شادی شدہ ہونے کی صورت میں سزاؤں سے مرادے جائیں گے اس کو عورت میں یہ امکان ہو سکتا ہے کہ مرد نے کسی غلطی کی بنا پر یہ کسی خاص چیز کے تحت عورت کو بہت لگادی ہو اور پھر اسے یہ یقین ہو گیا ہو کہ میں نے عورت پر جوارام لگایا ہے وہ بد ہے یا نہ ہے مگر اب اس خوف سے کہ ایک یا کسراں عورت پر چھوٹی بہت لگائی تھی یا یہ کہ واقعہ عورت نے بدکاری کرائی ہو مگر اس خوف سے کہ میں سنگسار کر دیا جاؤں گی یا سزاؤں سے مرادے ماری جاؤں گی اس لئے اس کو اعتراف و اقرار نہیں کرتی بلکہ طاعت پر تیار ہو جاتی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امکان کی صورت کے خلاف دونوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں دنیا کا عذاب یعنی یہاں کی سزا کبھی آسان اور سہل ہے اس لئے جو صورت حال ہو اور جو جگہ بات ہو اس کا اعتراف و اقرار کرلو اور اس دنیا کے آسان عذاب کو اختیار کر کے آخرت کے سخت ترین عذاب سے بچو۔

الْمَسْوَطُ بِهِ وَهُوَ الْخَيْرُ نَمَّ (وَكَذَلِكَ إِنْ قَدَّتْ غَيْرَهُ فَحَقًّا يَدُ) لِمَا يَتَرَكُّ إِذَا رَأَى  
فَعَدَّتْ لَا نَشَاءُ أَهْلِيَّةَ اللَّعَانِ مِنْ جَانِبِهَا

ترجمہ

اور اگر نہ کا یہ الزام اپنے کے نسب کی نفی کی صورت میں ہو تو قاضی اس بچے کے نسب کی نفی کر دے گا اور اسے اس کی ماں کے ساتھ شامل کر دے گا۔ لعان کی صورت میں ہوگی کہ ہم مرد سے یہ کہے گا: "وہ یہ کہے۔" میں اللہ تعالیٰ کے نام (کی قسم اٹھا کر) اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں جو میں نے یہودی پر یہ الزام لگایا ہے جس میں بچے کے نسب کی نفی کی گئی ہے۔ اسی طرح عورت کو طرف سے بھی یہی بات کی جائے گی۔ اگر مرد عورت پر زنا کا الزام لگائے اور بچے کی نفی بھی کر دے تو وہ لعان میں اسرار کرے گا اور قاضی بچے کے نسب کی نفی کرے گا کہ اسے ماں کے ساتھ شامل کر دے گا اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ مرتبہ یہ بات منقول ہے آپ نے ہال بن امیہ بنیوی کے بچے کی بدل سے نسبت کی نفی کر دی تھی، اس بات کے ساتھ کہ حق مردانہ قیامت میں کیسے بدل بھی ہے لعان کا اس مقصد یہ ہے بچے کے نسب کی نفی کی جائے۔ تاہم یہ چار روایتیں اس مسئلہ کی نفی کے لئے قاضی کا اختیار کافی ہوگا میں نے دونوں کے درمیان حاکم کی تخریق دی۔ ماہ ۶۰۰۔ روایت منسوب ہے قاضی علیہ طور پر ذکر کرے گا اور یہ کہے گا: میں اسے ماں کے ساتھ ملادیا ہوں اس لئے آپ کے نسب سے نکال رہا ہوں اس کی دلیل یہ ہے اس روپ کے نسب سے بیحدہ کر، ضروری ہے تو اس کا ذکر کرنا بھی نہ وری ہوگا۔ ترجمہ۔ اگر اور ایسی بات کی تجدید کر دے تو قاضی اس پر حد جاری کرے گا کیونکہ اس نے اس چیز کا اقرار کیا ہے جس کے نتیجے واجب ہو چکی ہے مرد کے لئے یہ بات نہ ہوگی کہ وہ کسی عورت کے ساتھ شادی کر لے یہ حکم طریقیں کے نزدیک ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: جب اس پر حد جاری ہوگئی تو وہ جان کا الٹی نہیں رہا لہذا لعان کا حکم اٹھ جائے گا اور وہ حکم دائمی حرمت ہے۔ اس طرح اگر وہ کسی دوسری عورت پر زنا کا الزام کرے تو اس کے نتیجے میں حد جاری ہوتی ہے (تو یہی حکم ہے)۔ اس میں ہمین کر سکتے ہیں۔ اسی طرح مرد عورت نہ کرتی ہے تو اس پر حد جاری ہوتی ہے۔ (تو یہی حکم ہوتا) اس کی دلیل یہ ہے۔ اس کی طرف سے لعان کی اہلیت ختم ہوگئی ہے۔

بچے کے انکار کی صورت میں ثبوت لعان کا فقہی بیان

علامہ سعد زکریا حنفی عبادہ مرتبہ کہتے ہیں کہ دو بچے ایک حمل سے پیدا ہوئے جن دونوں کے درمیان پچھلے ۱۰ سے ۱۵ (۱) عمر سعد ابو داؤد میں "مسند" برقم (۲۶۶) عن عن عباس رضی اللہ عنہما فی ما یحدث عن عبد بن حصو مختلف یہ حدیث ہے۔ (۲) الشیخان وقلوب حاکم فی ترمذی: کان ضعیف الحدیث، یک حکم حدیث النظر "عصب قریۃ" ۱/ ۲۵۲-۲۵۳۔ وأخرجه البیہقی فی برقم (۲۶۱) و مسلم فی "صحیحہ" برقم (۱۶۶) عن عن عمرو رضی اللہ عنہما: لا عن ابی سہیل لا عن ابی ریحان و امرئہ فارق سہیل و حدیث یونہی بالمرأۃ

کا حکم یہ ہے کہ اس سے فارغ ہوئے ہی اس شخص کو اس عورت سے وثن کے بعد حکم اسلام تفریق کر دیا اور اب مطلقہ بائن ہوگی لہذا بعد لعان کر سکتا ہے دونوں میں سے کوئی مرد عورت کو دوسرا اسکا ترکہ پانچواں اور لعان کر سکتا ہے۔ اگر مرد نے ابتدا قاضی سے عورت سے کرانی تو تبرائے بارہ عورت سے نہ کر دے اور تفریق کر دی تو ہوگی لعان ہو جانے کے بعد وگیا یا معزول ہوگی اور دوسرا اس کی جگہ مقرر کیا گیا تو یہ قاضی دوم اب پھر لعان یا دونوں نے الفاظ لعان کہے تھے جنکی ابھی پورا حاکم نہ ہوا تھا کہ قاضی نے نہایت دیر گرا کر ایک یا دو دوہرے کہنے کے بعد تفریق کی تو تفریق نہ ہوگی۔ یعنی غیر غلطی نے (جس کا یہ مذہب ہو کہ صرف شوہر کے لعان سے وراثت ملتی ہے) اگر تو اس کی تھانہ نہ ہوگی کہ یہ اس کے نسب کے خلاف میں۔ (در مختار ج ۵ ص ۲۹۰، میر دست)

وَبَيِّنْ سَنَةَ وَالْحَقَّ بَالِيَهُ) وَصُورَةُ اللَّعَانِ أَنْ يَأْمُرَ  
لِلْمَرْءِ يَسِي لِحْنِ الصَّادِقِينَ فِيمَا رَعَيْتُكَ بِهِ مِنْ نَفِي  
رَفِهُ أَوْ فَحَقَّهَا بِرَأْيِ وَفِي أَمْلِكُ ذَكَرَ فِي اللَّعَانِ الْأَمْرَيْنِ  
وَالْحَقَّ بَالِيَهُ) لِمَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱) وَلَا تِلْكَ الْمُقْصُودَ مِنْ هَذَا اللَّعَانِ  
فَقَدْ رَوَى عَنْهُ الْقَضِي وَالْقَضِي عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ  
وَيَقُولُ: قَدْ أَلْزَمَهُ اللَّهُ وَأَخْرَجَهُ مِنْ نَسَبِ الْأَبِ لِأَنَّهُ يَنْفَلِكُ عَنْهُ فَلَا بَدْ  
وَالْحَقَّ بَالِيَهُ) لِمَا رَوَى أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲) وَلَا تِلْكَ الْمُقْصُودَ مِنْ هَذَا اللَّعَانِ  
فَقَدْ رَوَى عَنْهُ الْقَضِي وَالْقَضِي عَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ  
وَيَقُولُ: قَدْ أَلْزَمَهُ اللَّهُ وَأَخْرَجَهُ مِنْ نَسَبِ الْأَبِ لِأَنَّهُ يَنْفَلِكُ عَنْهُ فَلَا بَدْ







کاتب قبول کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ درمیان میں نہ ہو۔ ورنہ مرد کو حلالی بان کے بعد بھی ان کا حق حاصل ہے کیونکہ وہ عورت کو بد نام کرنے کے لیے نہیں بلکہ خود ایک ایسے بچے کی ذمہ داری سے بچنے کے لیے نہ کر رہا ہے جسے وہ اپنا نہیں سمجھتا۔ قریب قریب یہی دلیل امام شافعی کی بھی ہے۔

دعویٰ نسب میں بچے کی نفی کا اعتبار

(وَإِذَا نَفَى الرَّجُلُ وَلَدَهُ أَوْ فِی الْحَالَةِ الَّتِی تَقْبَلُ النِّهْنَةَ وَتُبْنَاهُ لَهٗ أَلُولَادَیْهِ صَحَّ نَفْیُهُ وَلَا عَنَیْهِ وَإِنْ نَفَاهُ بَعْدَ ذَلِكَ لَا عَصَ، وَیَبْثُ النَّسَبُ هَذَا عِنْدَ ابْنِ حَبِیْمَةَ، وَقَالَ أَبُو یُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: یَصِحُّ نَفْیُهُ فِی مَدَّةِ النِّفَاسِ) لِأَنَّ النِّفْیَ یَصِحُّ فِی مَدَّةٍ قَصِیْرَةٍ وَلَا یَصِحُّ فِی مَدَّةٍ كَوْنِیَّةٍ فَفَصَّلَا بَيْنَهُمَا بِمَدَّةِ النِّفَاسِ لِأَنَّهُ أَقْرَبُ الْوِلَادَةِ. وَلَمْ یَكُنْ لَمْعْنِی لِنَفْیِهِ لِأَنَّ الزَّمَانَ لِلنَّاسِلِ وَأَخَوَالَ النَّاسِ فِیهِ مُخْتَلِفَةٌ فَاعْتَبَرْنَا مَا یَكُونُ عَلَيْهِ وَغَرَّ قَوْلُهُ النَّهْنَةُ أَوْ سَكُونُهُ عِنْدَ النَّهْنَةِ أَوْ انْبِیَاحُهُ مَدَّةَ الْوِلَادَةِ أَوْ مُضَى ذَلِكَ الزَّمَنِ فَهُوَ مُتَعَبِّرٌ عَنِ النِّفْیِ. وَلَوْ كَانَ غَايِبًا وَلَمْ یَعْلَمْ بِالْوِلَادَةِ ثُمَّ قَدِمَ تَعَبَّرَ الْمُدَّةُ الَّتِی ذَكَرْنَاهَا عَلَى الْأَصْلِکِیْنِ .

قَالَ (وَإِذَا وَلَدَتْ وَكُنْتُ فِی بَطْنٍ وَاحِدٍ فَتَنَى الْأَوَّلَ وَاعْتَرَفَ بِالثَّانِیِ یَبْثُ نَسَبُهُمَا) لِأَنَّهُمَا تَوَآمَنَ خِلَافًا مِنْ مَاعٍ وَاحِدٍ (وَحَدُّ الزَّوْجِ) لِأَنَّهُ أَكْثَرُ نَفْسَهُ یَذْغَوِی الثَّانِیَ، وَإِنْ اعْتَرَفَ بِالْأَوَّلِ وَتَنَى الثَّانِیَ یَبْثُ نَسَبُهُمَا لِمَا ذَكَرْنَا وَلَا عَنَیْهِ لِأَنَّهُ قَادِرٌ بِنَفْسِ الثَّانِیِ وَلَمْ یَرْجِعْ عَنْهُ، وَالْأَوَّلُ بِالْعَقْدِ سَابِقٍ عَلَى الْقَذْفِ قَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ إِنَّهَا عَقِیْقَةٌ ثُمَّ قَالَ هِیَ زَانِیَّةٌ، وَفِی ذَلِكَ التَّلَاعُفُ كَذَا هَذَا .

ترجمہ

اور جب مرد اپنی بیوی کے بچے کی پیدائش کے فوراً بعد نفی کر دے یا کسی حالت میں نفی کرے جب مبارک کہا تو قول کی جاتی ہے یا پیدائش کی چیزیں غریب جاتی ہیں تو اس کا مکمل نفی کرنا صحیح ہوگا اور اس دلیل سے لعان کیا جائے گا۔ اگر ان صورتوں کے علاوہ کسی اور وقت میں نفی کرتا ہے اور حاکم کرتا ہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک بچے کا نسب ثابت ہوگا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد علیہ الرحمہ یہ فرماتے ہیں: نفاس کی مدت کے دوران اس کا نفی کرنا درست ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نفی قبولی مدت میں درست ہوتی ہے۔ یہ طویل مدت میں درست نہیں ہوتی اس لئے ہم ان دونوں کے درمیان نفاس کی مدت کے ذریعے علیحدگی کر گئے کیونکہ وہ دو ذات

کا ذکر ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے۔ مدت مقرر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ سوچ بوجھ کے ہوتی ہے لیکن سوچ بوجھ کے ساتھ ہونا سے لوگوں کے درمیان تفاوت پایا جاتا ہے تو ہم ایسی بات کا اعتبار کریں گے جو بچے کے انکار نہ کرنے پر دلالت کرتی ہو جیسے شخص نے پیدائش پر مبارک کہا تو قبول کر لی یا مبارک نہ دینے جانے کے وقت خاموش رہا یا بچے کی پیدائش کے وقت جواشیم خریدی جاتی ہیں وہ اس نے خریدیں یا وہ وقت گزر گیا تو اس صورت میں نفی ناممکن ہو جائے گا لیکن مرد اگر ہال موجود نہ ہو اور سے پیدائش کا پتہ نہ چلے نہ جھگڑو آئے تو اس مدت کا اعتبار ہوگا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے اور یہ دونوں کی اصل کے مطابق ہوگا۔ اگر عورت ایک ساتھ دو بچوں کو جنم دے اور مرد پہلے کے نسب کی نفی کر دے اور دوسرے کا اعتبار کرنے تو دونوں بچوں کا نسب ثابت ہوگا۔ اس کی دلیل یہ ہے، وہ دونوں بچے ایک ہی نطفے سے پیدا ہوئے ہیں اور شوہر پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ اس سے دوسرے دعوے کے ذریعے اپنی بات کی نفی کر دی ہے۔ اگر وہ پہلے بچے کا اعتبار کر لیتا ہے اور دوسرے کی نفی کر دیتا ہے تو ان دونوں کا نسب ثابت ہوگا اس کی دلیل ہم ذکر کر چکے ہیں۔ البتہ شوہر کو حق نہ ہوگا کیونکہ دوسرے بچے کی نفی کے نتیجے میں وہ الزام لگا رہا ہے اور اس نے اپنے قول سے رجوع نہیں کیا جبکہ بیوی کے پاک دامن ہونے کا اقرار اس نے پہلے کیا ہے تو یہ بالکل اس طرح ہوئے گا جیسے پہلے وہ کہہ دے، میری بیوی پاک دامن ہے اور بعد میں کہہ دے یہ نہ میری ہے۔ لہذا پہلے بچے کا اعتبار کے بعد دوسرے بچے کی نفی کرنے کا بھی یہی حکم ہوگا۔

شرح

اگر شوہر نے اس بچے کی نسبت جو اس کے نکاح میں پیدا ہوا ہے اور نہ دیکھی ہے یہ کیا کہ میرا نہیں ہے اور لعان ہوا تو قاضی اس بچے کا نسب شوہر سے منقطع کر دیا اور دو چہ اپ باں کی طرف منسوب ہوگا بشرط طلاق ایسے وقت میں ہو کہ عورت میں صلاحیت لعان ہو، لہذا اگر اس وقت باندی تھی اب زنا ہے۔ اس وقت کا قاضی اب سمن ہے تو نسب منقطع نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس صورت میں لعان نہیں ہے اور مرد بچہ سے چکا ہے تو لعان ہوگا اور نسب منقطع نہیں ہو سکتا ہے۔ یونہی اگر وہ بچے ہوئے اور ایک مرد چکا ہے اور ایک زندہ ہے اور دونوں سے شوہر نے انکار کر دیا یا لعان سے پہلے کسی مرد کا نسب منقطع نہ ہوگا۔ سب منقطع ہونے کی چھ شرائط ہیں۔

(۱) تفریق (۲) وقت ولادت یا اس کے ایک دن یا دو دن بعد تک ہو ورنہ کے بعد نکاحیں کر سکتا۔

(۳) اس انکار سے پہلے اقرار نہ کر چکا ہو اگرچہ ولادت اقرار ہو مثلاً اسکو ہم، کہا، کیا گئی اور اس نے سکوت کیا یا اس کے لیے کھلنے غریب ہے۔ (۴) تفریق کے وقت بچہ زندہ ہو۔ (۵) تفریق کے بعد یا جنم سے دوسرا بچہ پیدا ہو یعنی چھ مہینے کے اندر۔ (۶) ثبوت نسب کا حکم شرعاً نہ ہو چکا ہو مثلاً بچہ پیدا ہوا اور وہ کسی دودھ پیتے بچہ پر گرا اور یہ حکم دے گیا کہ اس بچہ کے باپ کے عصب اس کی ایت اور اگر میں اور اب باپ یہ کہتا ہے کہ میرا نہیں تو لعان ہوگا اور نسب منقطع نہ ہوگا۔

(رہنما بر کتاب طلاق باب لعان)



مَعْرِفَةِ ذَلِكَ، وَقَدَرْنَا بِهَا بِالسَّيْرِ لِأَشْيَاقِهَا عَلَى الْفُضُولِ الْآرَبَةِ.

ترجمہ

اور جب شوہر عین (نامزد) ہو تو قاضی اسے ایک سال کی مہلت دے گا، مگر وہ مرد اس عورت کے ساتھ محبت کر لیتا ہے تو تنہیک ہے ورنہ قاضی ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دے گا۔ جب عورت اس کا معاذل کرے۔ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اسی طرح روایت کیا گیا ہے اس کی دلیل یہ ہے: محبت کرنے میں عورت کا حق ثابت ہے اور اس بات کا احتمال موجود ہے کہ یہ نکاح کسی رضی عت کی دلیل سے ہو اور اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ یہ اصل آفت ہو اس لیے کوئی مدت ضروری ہوگی جس میں اس بات کا پتہ چلے سکے تو وہ مدت ہم نے ایک سال مقرر کی ہے کیونکہ وہ چار دس مہینوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

عین کیلئے مدت سال میں قطعی تصریحات

علامہ ابن ہم حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں حضرت امام عبدالرزاق نے روایت کی کہ میرا مہین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عین کو ایک سال کی مدت دی جائے۔ اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی، الامیر المومنین نے قاضی شریک کے پاس لکھ بھیجا کہ ہم عراق سے ایک سال کی مدت دی جائے۔ اور عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ نے مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک سال کی مدت دی جائے۔ اور حسن بصری و شعبی و ابی ہریرہ و عطاء و سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔ (فتح القدیر، کتاب طلاق، باب عین)

مدد عطاء و سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اور جب کسی عورت نے دعویٰ کیا و دشوہر کہتا ہے میں نے اس سے جماع کیا ہے اور عورت شیبہ ہے تو شوہر سے قسم نکلا کر قسم کھائے تو عورت کا حق جاتا رہا نکاح کر کے تو ایک سال کی مہلت دے اور اگر عورت اپنے کو نکبر بتاتی ہے تو کسی عورت کو دکھائیں اور احتیاط یہ ہے کہ دو عورتوں کو دکھائیں، اگر یہ عورت اس سے ثابت نائیں تو شوہر کو قسم کھلا کر اس کی بات مانیں و یہ عورتیں ہر کہیں تو عورت کی بات بغیر قسم دہی جائے گی اور ان دونوں کو شک ہو تو کسی طریقہ سے امتحان کرنا عین اور اگر نہ عورتوں میں باہم اختلاف ہے کوئی نکبر کہتی ہے کوئی شیبہ کہتی ہے اور اسے تحقیق کر لیں، جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ دشوہر نے جماع نہیں کیا ہے تو ایک سال کی مہلت دیں۔ عورت کا دعویٰ قاضی شہر کے پاس ہوگا و دوسرے قاضی یا بغیر قاضی کے پاس دعویٰ کیا اور اس نے مہلت بھی دیدی تو اس کا پتہ کتنا ہائیں۔ یعنی عورت کا بطور خود بخوبی رہنا بیکار ہے۔

مہلت کے بعد عدم قدرت پر ہونے والی علیحدگی کا حکم

فَإِذَا مَضَتْ الْمُدَّةُ وَلَمْ يَصِلْ إِلَيْهَا بَيِّنٌ أَوْ الْعَجْزُ بِأَقْبَرِ أَهْلِيَّةٍ فَفَاتَتْ. لِأَمْسَاكُ

بِالْمَعْرُوفِ وَوَجَبَتْ عَلَيْهِ الْمَسْرُوعُ بِالْإِحْسَانِ، فَإِذَا امْتَنَعَ نَابَ الْقَاضِي مَسَانَهُ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَلَا بَدَّ مِنْ حَلَّتْهَا لِأَنَّ التَّفَرِيقَ حَقُّهَا (وَتِلْكَ الْفَرْقَةُ تَطْلِيقٌ بَائِنَةٌ) لِأَنَّ يَغْلُ النَّفَاسِيَّ أَصِيفَ إِلَى الرُّوحِ فَكَانَتْ طَلْقًا بِنَفْسِهِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: هُوَ فَسَحٌ لِكِنَّ الْبَحْاحَ لَا يَقْبَلُ الْقَسَحَ عِنْدَنَا، وَتَمَّا نَقَعَ بَائِنَةٌ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ وَهُوَ دَفْعُ الظُّلْمِ عَنْهَا لَا يَحْضُلُ إِلَّا بِهَا لِأَنَّهَا لَوْ لَمْ تَكُنْ بَائِنَةً تَعُودُ مُعَلِّقَةً بِالْمُرَاحَةِ.

ترجمہ

اور جب یہ مدت گزر جائے گی اور پھر بھی مرد عورت کے ساتھ محبت نہیں کر سکے گا تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اس کا جائز ہو و اصل آفت کے اعتبار سے اس لیے اس کا باعروف کا پہلو فوات ہو جائے گا اور سرخ بل لسان اس پر لازم ہو جائے گا۔ اگر وہ اس سے انکار کرتا ہے تو قاضی اس کا قائم مقام بن جائے گا اور ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دے گا۔ عین اس سے لئے عورت کا معاذلہ کہ ضروری ہے کیونکہ یہ عورت کا حق ہے۔ یہ علیحدگی ایک بائینہ صراحہ ہوگی اس کی دلیل یہ ہے قاضی کے فعل کی نسبت شوہر سے فعل کی طرف کی جائے گی کہ مرد نے بذات خود اسے طلاق دی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: یہ نیک شوہر ہوگا لیکن ہمارے نزدیک نہیں صحیح ہوگا۔ نیز قاضی کی تقریر اس لیے بھی جائز شوہر ہوگی، کیونکہ اصل مقصد عورت کے ساتھ ہونے والی زیادتی کو ختم کرنا ہے و یہ بہ نیک طلاق کے ذریعے ہی پورا ہو سکتا ہے کیونکہ اگر عورت بائینہ نہیں ہوگی تو شوہر اس سے بھڑک جوع کر لے گا اور وہ پھر مصدق ہو جائے گی۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ تفریق طلاق یا ن قراردی کا چل اور طلاق ہو چکے ہے تو پورا میر و بنگل اور عدت بیٹھی کی ورنہ غف مہر ہے اور عدت نہیں اور اگر مہر مقرر نہ تھا تو مدت دے گا۔ قاضی نے ایک سال کی مہلت دی تو کسی سال گزرنے پر عورت نے دعویٰ نہ کیا تو حق باطل نہ ہوگا جب وہ ہے اور پھر دعویٰ کر سکتی ہے اور اگر شوہر اور مہلت مانگے ہے تو جب تک عورت راضی نہ ہو قاضی مہلت نہ دے اور عورت کی رضامندی سے قاضی نے مہلت دی تو عورت پر اس کا بعد کی بائینہ ضرور نہیں جب چاہے دعویٰ کر سکتی ہے اور یہ معاذل ہو جائے گی اور اگر معاذل کے بعد قاضی معزول ہو گیا یا اس کا انتقال ہو گیا اور دوسرا اس کی جگہ پر مقرر ہو اور عورت نے گواہوں سے ثابت کر دیا کہ قاضی اول نے مہلت دی تھی اور وہ زمانہ ختم ہو چکا تو یہ قاضی سرے سے مدت مقرر نہ کر چکا لکھا ہی پر عمل کر چکا ہو قاضی اول نے کیا تھا۔ (عالمگیری، باب عین)

عین اور اس کی بیوی کے احکام

وَلَوْ كُنَّ كَمَالٍ مَهْرَهَا إِنْ كَانَ غَلَا بِهَا، فَإِنْ خَلَّتْهُ الْوَعَيْنُ صَحِيحَةً (وَيَجِبُ الْعِدَّةُ) لِمَا

يَسَاءً مِنْ قَبْلِ هَذَا إِذَا أَقْرَأَ الزَّوْجُ أَنَّهُ لَمْ يَصِلْ إِلَيْهَا (وَلَوْ اِخْتَلَفَ الزَّوْجُ وَالْمَرْءُ فِي الْمَوْصُولِ إِلَيْهَا فَإِنْ كَانَتْ يَتَبَّاعِلُونَ قَوْلُهُ ثُمَّ يَمِينُهُ لِأَنَّهُ يُبَكِّرُ اسْتِحْقَاقِي حَقِّ الْفَرْقَةِ وَالْأَصْلُ هُوَ السَّلَامَةُ فِي الْحَبْلَةِ (فَإِنْ خَلَفَ بَطَلَ حَقُّهَا، وَإِنْ نَكَلَ يُؤْخَلُ سَنَةً، وَإِنْ كَانَتْ بِحُرٍّ نَفَرَ إِلَيْهَا الْبَسَاءُ، فَإِنْ قُلْنَ هِيَ بِحُرٍّ أَجَلَ سَنَةً لِيُظْهِرَ كَذِبَهُ (وَأَنْ قُلْنَ هِيَ كَيْبٌ يَخْلِفُ الزَّوْجُ، فَإِنْ خَلَفَ لَا حَقَّ لَهَا، وَإِنْ نَكَلَ يُؤْخَلُ سَنَةً، وَإِنْ كَانَ مَخْضُومًا فَرِقَ بَيْنَهُمَا فِي الْحَالِ إِنْ طَلَسَتْ، لِأَنَّهُ لَا فَائِئِلَةَ فِي النَّاسِجِلِ (وَالْخَصِيُّ يُؤْخَلُ تَمَامًا يُؤْجَلُ الْيَتِيمُ، لِأَنَّهُ وَطَنَهُ مَرَجُ (وَأَذَا أَجَلَ الْيَتِيمِ سَنَةً وَقَالَ قَدْ جَاءَتْهَا وَتَكَثَّرَ نَفَرَ إِلَيْهَا الْبَسَاءُ، فَإِنْ قُلْنَ: هِيَ بِحُرٍّ حَبْرَتْ) لِأَنَّ شَهَادَتَهُنَّ تَأْكُذُّ بِمُؤَيَّدٍ وَهِيَ الْبُكَارَةُ (وَأَنْ قُلْنَ: هِيَ يَتَبَّاعِلُ خَلَفَ الزَّوْجُ، فَإِنْ نَكَلَ خَيْرَتْ) لِأَنَّهُ يَكْفِيهَا بِالْمَكُولِ، وَإِنْ خَلَفَ لَا تُخَيَّرُ، وَإِنْ كَانَتْ يَتَبَّاعِلُ الْفَرْقُونَ قَوْلُهُ مَعَ يَمِينِهِ وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ (فَإِنْ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا لَمْ يَكُنْ لَهَا بَعْدَ ذَلِكَ خِيَارٌ) لِأَنَّهُمَا وَصِيَّتَ بِطَلَانٍ حَقَّقَهَا

ترجمہ

اور اگر عین شخص عورت کے ساتھ نفوت کر چکا ہو تو عورت کو پورا مہر ملے گا کیونکہ عین شخص کی نفوت غلط سمجھ کر ہوگی (اور علیحدگی ہو جانے کے بعد) عورت پر عدت کی ادائیگی لازم ہوگی جیسا کہ ہم یہ مسئلہ مہر کے باب میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوگا جب شوہر یا قرا کر کے مکمل نہ ہوئی کے ساتھ صحبت نہیں کی ہے۔ اگر صحبت کرنے کے بارے میں مرد اور عورت کے بیان کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اگر عورت شہید ہو تو مرد سے قسم سے کہ اس کی بات کو تسلیم کر لیا جائے گا کیونکہ وہ علیحدگی کے حق کو ثابت کرنے سے انکار کر رہا ہے اور اس میں اصل میں کبھی ہے مفہوم مل جاتا ہے۔ اگر شوہر نے قسم اٹھائی تو عورت کا حق باطل ہو جائے گا اور اگر شوہر نے قسم اٹھانے سے انکار کر دیا تو اسے ایک سال کی مہبت دی جائے گی۔ اگر عورت پر گروہ ہو تو دوسری عورتیں اس کا چارہ سہ ماہ کی اگر وہ عورتیں اس کے بارے ہوئے کی تصدیق کر دیتی ہیں تو مرد کو ایک سال کی مہبت دی جائے گی تاکہ اس کا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔

اگر اس کا چارہ سہ ماہی عورتیں نہیں دے شہید ہے تو اس کے شوہر سے قسم لی جائے گی اگر وہ قسم اٹھائے تو عورت کا دھوکا باطل ہو جائے گا اگر وہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے تو پھر اسے ایک سال کی مہبت دی جائے گی اگر شوہر کا عضو شخص کو کٹا ہو تو اس وقت ان کے درمیان فرق نہیں کر دیا جائے گی لیکن اس کے لئے یہ بات شرط ہے عورت نے مطالبہ کیا ہو کیونکہ اس کی صورت میں مہبت دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ شخص مرد کو بھی مہبت کی طرح مہبت دی جائے گی کیونکہ اس سے بھی یہ امید کی جاسکتی ہے وہ

صحبت کرنے کے قابل ہو جائے نیز جب شخص مرد کو ایک سال کی مہبت دی جائے اور پھر وہ عدالت میں آ کر یہ کہہ دے میں نے صحبت کرتی ہے لیکن بیوی اس بات کا انکار کر دے تو عورتیں اس کا معاذ کریں گی اگر وہ یہ کہہ دیں یہ باکرہ ہے تو عورت کو اختیار حاصل ہوگا کیونکہ بکارت کی دلیل سے عورتوں کی شہادت مکمل ہوگی لیکن اگر عورتیں یہ کہہ دیں یہ شہید ہے تو اس صورت میں خاوند سے قسم لی جائے گی اگر وہ قسم اٹھائے تو اس صورت کو (علیحدگی کا) اختیار ہوگا کیونکہ شوہر نے قسم سے انکار کر کے عورت کے دعوے کی تائید کر دی ہے۔ اگر شوہر قسم اٹھائے تو بیوی کو اختیار نہیں رہے گا اگر چہ وہ پہلے ہی سے شہید ہو صرف مرد سے قسم سے کہ اس کو حق قول بول لیا جائے گا۔ اس بات کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ اگر بیوی ایک مہرت پر شوہر کو اختیار کر لے تو اس کے بعد اسے بھی کسی اختیار نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اپنے حق کو ختم کرنے پر خود رضامندی ظاہر کی ہے۔

عین کیلئے شرعی مہبت کا بیان

مسجد میں منیہ کہتے تھے جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے جماع نہ کر سکے اس کو ایک مہرت کی مہبت دی جائے اور اس عرصہ میں اگر جماع کرے گا تو بیوی نہیں تو قرین کر دی جائے گی۔ موطاء مہربا مکمل علیہ ارمنہ جلد اول: حدیث نمبر 1100 شیخ محمد الدین حنفی لکھتے ہیں اور جب کسی عورت نے دھوکا کیا اور شوہر کہتا ہے میں نے س سے جماع کیا ہے تو عورت شہید ہے تو شوہر سے قسم کھائیں قسم کھالے تو عورت کا حق با تارہ انکار کرے تو ایک سال کی مہبت دے اور اگر عورت اپنے کو بکرہ بتاتی ہے تو کسی عورت کو کچھ نہیں اور اعتقاد یہ ہے کہ وہ عورتوں کو کھائیں، اگر یہ عورتیں اسے شہید بتائیں تو شوہر کو قسم کھانا کہ اس کی بات میں اور یہ عورتیں جو کہیں تو عورت کی بات نفی نہیں دیتی ہے اور ان عورتوں کو شک ہو تو کسی طریقہ سے امتحان کر لیں اور اگر ان عورتوں میں باہم اختلاف ہو کبھی بکرہ کہتی ہے کبھی شہید تو کسی اور سے تحقیق کر لیں، جب یہ بات ثابت ہو جائے کہ شوہر نے جماع نہیں کیا ہے تو ایک سال کی مہبت دیں۔

عورت کا دھوکا دہنی قاضی شہر کے پاس ہوگا دوسرے قاضی یا غیر قاضی کے پاس دھوکا دی اور اس نے مہبت بھی دی تو اس کا کچھ اختیار نہیں۔ یعنی عورت کا بطور خود بخوبی رہنا یا کر رہے۔ (عالمگیری، کتاب طلاق باب عین)

احناف کے یہاں ایک مشہور مسئلہ یہ ہے کہ بیوی کا حق جماع زندگی میں ایک ہی دفعہ ہے۔ اگر ایک دفعہ شوہر نے بیوی سے جماع کر لیا اور اس کے بعد عین میں ہو گیا تو اس کی بیوی کا حق جماع کا دھوکا دہنی نہیں کہ سکتی۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب شوہر عدالت پر قاصر ہو اور ایک دفعہ عورت پر چکا ہو۔ لیکن اس کے بعد اس کے قطعاً حلق کر رکھا ہو: ولو طلق مرة ثم عجز عن الوطی فی هذا النكاح لا یكون لها حق الخصومة (حدیث) مگر علامہ ابن حجر مہرئی کے بیان کے مطابق یہ قطعاً فقہ فقہاء کے ایک گروہ کا ہے کہ قصداً صرف ایک بار جماع واجب ہے اس کے بعد دہرانا واجب ہے نہ کہ قصداً لیکن ختیہ کے دوسرے گروہ کے نزدیک قطعاً واجب واجب ہے۔ علامہ شامی نقل کرتے ہیں۔

قال فی المحر وبحث علم ان الوطی لا یدخل تحت القسم، فہل هو واجب للزوجۃ؟ وفی البائع لہا



دانشمندی سے بیوقوف کے خلاف نہیں ہے۔ جب یہ اعتقاد ہو کہ سب اس وقت اثر کرتا ہے جب مہذب اسباب یعنی پروردگار اس میں اثر ہے۔ بعضوں نے کہا "آپ نے پہلے فرمایا جذامی سے بھگتا وہ اس کے خلاف نہیں ہے آپ کا مطلب یہ تھا کہ اکثر شر سے ڈرنے والے کمزور لوگ وہ ہیں ان کو جذامی سے مانگ رہنا یہی بہتر ہے ایسا نہ ہو کہ ان کو کوئی عارضہ ہو جائے تو علت اس کی جذامی کا قرب قرار دیں اور شرک میں گرفتار ہوں گویا یہ حکم عام کے لیے ہے اور غرض اس کو اجازت ہے وہ جذامی سے قرب رکھیں تو بھی کوئی قباحت نہیں ہے حدیث میں ہے کہ آپ نے جذامی کے ساتھ کھانا کھا یا دوفرمایا کھل بسم اللہ فقہ باللہ و تو کلا علیہ طالحون زدہ شیروں کے لیے بھی کھانے لگے۔

عبدعلاؤ الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ قاضی کی تفریق کے بعد گو ہوں نے شہادت دی کہ تفریق سے پہلے عورت نے جو کچھ اقرا کر کیا تھا۔ تو تفریق باطل ہے اور تفریق کے بعد اقرا کر کیا ہو تو باطل نہیں۔ تفریق کے بعد اس عورت نے پھر اسی شہر سے نواح کی یا دوسری عورت جس کو یہ حال معلوم تھا تو اب دوسری تفریق کا حق نہیں۔ اگر شوہر میں دوسری قسم کا عیب ہے مثلاً جنون، جذام، برص، عورت میں عیب ہو کہ اس کا ستام ہو یا اس جگہ گوشت یا ہڈی پیدا ہو گئی ہو تو صحیح کا اختیار نہیں۔ شوہر بے عیب کرنا ہے مگر مٹی نہیں ہے کہ اس نازل ہو تو عورت کو دوسری کرنے کا حق نہیں ہے۔ (درمختار، باب عین)

### بیاریوں سے پناہ طلب کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگتے تھے (اللھم امی اعد ذلک من العوص والحداد والجسون ومن سبیء الاسقام)۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کوڑھ سے، جذام سے، دیوانگی سے، اور بری بیماریوں سے، (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1001، ابوداؤد سنن)

مسبیء الاسقام (بری بیماریوں) کا ذکر تیسرے بعد تیس کے طور پر ہے یعنی پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور پر چند بری بیماریوں کا نام لیتے ہوئے پناہ مانگی۔ پھر یہ بری بیماریوں کا ذکر اس وقت اور دوسری دفعہ سے پناہ مانگی۔ ان بیماریوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پناہ اس لئے مانگی کہ جس شخص کو ان میں سے کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے اس کو کھانا لوگ اس سے گھبراتے ہیں اور اس کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ نیز برص اور کوڑھ تو ایسے مرض ہیں جن کی دیکھ کر مریض کا جسم بڑھتی اور بدنارکتی کا شکار ہو جاتا ہے اس طرح وہ جسم کے معاملہ میں اپنے ہی جیسے انسانوں کی صف سے باہر ہو جاتا ہے پھر یہ کہ مرض ہمیشہ کے لئے چپک کر رہ جاتا ہے تو جو کچھ اچھے نہیں ہوتے برص اور مرض کے خلاف بخار، سر درد وغیرہ کا یہ کام نہیں ہوتا ان میں تکلیف بھی کم ہوتی ہے ورنہ آپ بھی بہت ملتا ہے۔

ابن مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو مرض ایسا ہو کہ لوگ مریض سے احتراز کرتے ہوں۔ نہ خود مریض دوسروں سے منتقل ہو سکتا ہو اور دوسرے اس سے کوئی ناکامہ حاصل کر سکتے ہوں اور مریض اس مرض کی دیکھ کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادا مانگی سے عاجز ہو جاتا ہو اس مرض سے پناہ مانگنی مستحب ہے۔

۵۷۔ بکا خیال یہ ہے کہ اور جذام باطن متعدی نہیں میں یعنی مرض کسی کو زخم نہیں کھینچے مگر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دوسری کے بدن سے اپنا بدن لگانے کی دیکھ سے جذامی کی چپک لگ کر یہ بیماریوں پیدا ہو جاتی ہیں۔

### خج ککاح کے ذرائع و اسباب

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر بیوی کے اندر اگر کوئی ایسا عیب موجود ہو جس کی دیکھ سے شوہر اس کے ساتھ صحبت نہ کر سکتا ہو۔ تو اس بارے میں شوہر کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوگا اس سے مردانہ ککاح منع کرنے کا اختیار دے در نہ طلاق دینے کا اختیار تو اسے ہر حال حاصل ہی ہوگا۔ وہ پانچ عیوب یہ ہیں:-

۱۔ جذام کوڑھ کی بیماری۔

۲۔ برص: یعنی بھیسری اس بیماری میں جلد پر سفید داغ بن جاتا ہے۔ جو بعض اوقات جسم کے کسی ایک حصے پر ہوتا ہے اور بعض اوقات پورے جسم پر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ککاح ناممکن سفید ہو جاتا ہے۔

۳۔ جنون: یعنی پاگل پن خواہ یہ مستقل ہو یا عورت پر پاگل پن کے دوسرے پڑے ہوں۔

۴۔ رتق: اس کا لغوی معنی کسی چیز کا بند ہونا عام طور پر عورت کی شرمگاہ میں دروازے ہوتے ہیں ایک پیشاب کا اور دوسرا صحبت کے لئے جہاں سے جنس کا خون خارج ہوتا ہے لیکن بعض اوقات کسی پیرہنی خرابی کی دیکھ سے عورت کو شرمگاہ میں صرف پیشاب والا سوراخ ہوتا ہے جس کی دیکھ سے اس کے ساتھ صحبت نہیں کی جاسکتی۔

۵۔ قرآن: اس کا لغوی معنی مٹانا ہے اور یہاں اس مراد ہے: عورت کو شرمگاہ میں کسی ہڈی کے بڑھ جانے کی دیکھ سے، یا کسی اور دیکھ سے منہ اتنا تنگ ہو جائے کہ مرد کا ککاح داخل اس میں داخل نہ ہو سکے۔

امام شافعی نے فرماتے ہیں: یہ عیب حسی اعتبار سے بھی اور طبعی اعتبار سے بھی صحبت کرنے کے عمل میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اور یہ بات شریعت سے ثابت ہے طبعی طور پر جو چیز رکاوٹ ہواسے حکم کی سخت قرار دیا جاسکتا ہے۔ جیسے خبی انکرہ سے رشہ دفرمایا ہے۔

"تم جذام کے مریض سے اس طرح دور رہو گویسے شیر سے دور بھاگتے ہو"۔ احتیاط اپنے موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کر کے ہیں: اپنی اصل کے اعتبار سے صرف موت کی صورت میں مرد عورت کے ساتھ صحبت نہیں کر سکتا تو جب موت کی صورت میں جو صحبت کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ ہے فتح کاق حاصل نہیں ہوتا تو کسی اور بیماری کی دیکھ سے یہ حق بدعت الہی حاصل نہیں ہوگا۔

یہاں مصنف نے دوسری دلیل یہ بیان کی ہے: صحبت ککاح کا شرط ہے اور شوہر کا حق عورت کو اپنے قابو میں رکھنا ہے اور یہ صورت یہاں پائی جارہی ہے لہذا اسے فتح کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔



شوہر کے کن عیوب کی دلیل سے عورت کو طلاق کی اختیار ہوگا؟

وَإِذَا كَانَ بِالزَّوْجِ جُنُونٌ أَوْ بَرَصٌ أَوْ جَذَمٌ فَلَا خِيَارَ لَهَا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنِ يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَهَا الْخِيَارُ دَفْعًا بَلْطَرٍ عَنْهَا كَمَا فِي الْحَبِ وَالْعَنَةِ بِخِلَافِ جَانِبِهِ لِأَنَّهُ مُتَمَكِّنٌ مِنْ دَفْعِ الصَّرِّ بِالطَّلَاقِ.

وَلَهَا أَنْ أَوْضَلَ عَدَمُ الْخِيَارِ لِمَا فِيهِ مِنْ إِنْطِلَاقِ حَقِّ الزَّوْجِ، وَأَمَّا يَنْبُتُ فِي الْحَبِ وَالْعَنَةِ لِأَنَّهُمَا يُخْلَنُ بِالنَّفْضِ الْمَشْرُوعِ لَهُ الْبُكَاحُ، وَهَذِهِ الْعُيُوبُ غَيْرُ مُجْلِيَةٍ فَافْتَرَقَا، وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ.

ترجمہ

اور جب شوہر کو جنون ہو یا برس ہو یا جذام ہو تو ماہ ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک بیوی کو طلاق کی اختیار نہیں ہوگا۔ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اسے اختیار ہوگا تا کہ اس سے ضرر کو دور کیا جائے جیسے کہ شوہر مجرب ہے، عینین ہو (تو اختیار ہوتا ہے) جبکہ مرد کی جانب کا کھم اس کے برخلاف ہے۔ شیخین کی دلیل یہ ہے: اصل اختیار کا رد نہ ہونا ہے۔ چونکہ اس صورت میں شوہر کے حق کو تسلیم کیا جاتا ہے جبکہ عیوب یا عینین ہونے میں یہ بات ہے، کیونکہ یہ دونوں مقصود خلی ہوتے ہیں جو نکاح کا اصل مقصد ہے جبکہ یہ عیوب اس بارے میں خلل انداز ہوتے ہیں لہذا ان دونوں کا کھم ایک دوسرے سے مختلف ہوگا، جی ہاں! ابتدائی بہتر چاہتا ہے۔

شرح

مجنون نامرد ہے یا اس کا عیوب کا تسلیم کیا ہوا ہے یا عورت مسلمان ہوگئی اور مجنون کے والدین اسلام سے منکر ہیں تو ان صورتوں میں تاقی تفریق کر دے گا اور یہ تفریق طلاق ہوگی۔ (رد مختار، ج ۳، ص ۳۳)

یہاں مہنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر شوہر کو برص یا جذام کا مرض لاحق ہو تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک عورت کو طلاق کی اختیار حاصل نہیں ہوگا اس بارے میں امام محمد علیہ الرحمہ کی دلیل مختلف ہے وہ یہ فرماتے ہیں: عورت کو اختیار حاصل ہوگا اور اس کی دلیل یہ ہے۔ تا کہ اس عورت سے ضرر کو دور کیا جاسکتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے شوہر کے نامرد ہونے یا اس کا کھم اس کے ہونے کی صورت میں عورت سے ضرر کو دور کرنے کے لئے اختیار دیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے: اگر عینین یا برص کی صورت میں ہو تو شوہر کو حق کا اختیار نہیں دیتے ہیں۔ امام محمد علیہ الرحمہ یہ فرماتے ہیں: اس کا کھم مختلف ہے کیونکہ اگر یہ برص کی صورت میں ہو تو شوہر کے پاس یہ اختیار ہے وہ طلاق دے کر بیوی کو الگ کر سکتا ہے اور اپنی ذات سے ضرر کو دور کر سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف نے اپنے موقف کو تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے: اصل کے اعتبار سے تو یہاں عورت کو

باب دادا کے کیے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ پر تھا ہاب ار بعد

دوسرا مسئلہ خیر بلوغ کا ہے۔ مالکیہ، شوافع اور حنبلیہ کے نزدیک صرف باپ یا باپ اور دادا کی کو باطل بچہ کے نکاح کا حق ہے اور اس طرح باپ یا دادا جو نکاح کر دیں، وہ ان پر لازم ہے۔ حنفیہ کے یہاں باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے اولیا بھی باطل کا نکاح کر سکتے ہیں۔ لیکن ان میں ولایت لازم حاصل نہیں ہے۔ یعنی ان کا کیا ہو، نکاح یا زوج نہیں ہوگا۔ بل کہ لوگوں اور لڑکیوں کو باطل ہونے کے بعد اس نکاح کو رد کرنے کا اختیار حاصل ہوگا، البتہ باپ یا دادا کا کیا ہو، نکاح لازم ہوگا، سوائے اس کے کہ وہ معروف و سہل اختیار یا قاقی مت بچہ ہوئے یا حالت میں نکاح کر دے:

احدھما: اذا زوجهم الاب والجد، فلا خيار لهما بعد بوضعها بشرطين: ان لا يكون معروفا بسوء الاختيار قبل العقد، لانيهما: ان لا يكون سكرانا فيقتضى عليه مسكره بنزويها بغير مهر المثل او فاسق وغير كفوء. (كتاب الفقه على المذاهب الاربعه)

نعم، اذا كان متعذرا لا يقدت تزويجه اباهما بنقص عن مهر المثل ومن غير كفوء. وحاصله ان العين وان كان لا يسلب الاهلية عندنا لكن اذا كان الاب لا ينفذ تزويجه الا بشرط المصلحة. (رد المحتار، باب الولي)

لیکن تاقی ابوشرع کے نزدیک اگر باپ دادا نے نکاح کیا ہو تب بھی لڑکے اور لڑکی کو باطل ہونے کے بعد وہی تفریق کا حق حاصل ہے: اذا الرجل زوج ابنه او ابنته، فالغياير لهما اذا ضا (مصنف ابن ابی شیبہ) تفریق کے رائے میں موجود و رد کر دیتے ہوئے تاقی ابوشرع کی رائے قابل ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

خیار بلوغ میں لڑکے کو اس وقت تک تفریق کے دعوے کا حق دیا گیا ہے، جب تک اس کی جانب سے باطنی کے اس رشتے پر رضامندی کا اظہار نہ ہوئے۔ لیکن باکرہ لڑکی یا بچہ پر ضروری قرار دی گئی ہے کہ وہ باطل ہونے کے ساتھ ہی اپنی ناپسندیدگی کو ظاہر کر دے۔ ورنہ اس کا حق خیار مت ہو جائے۔ یہاں تک کہ بعض فقہاء نے تو لڑکی کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر وہ بروقت کسی کو گواہ دے یا قادی نہیں ہے تو بعد میں جب گواہ میرے سمجھوتہ ہوتے ہوئے کہہ دے کہ وہ باطل ہوا ہے تو اس خیر کا مستعمل کرنا چاہتی ہے۔ (تصدیق فی الاشهاد، ج ۱، ص ۱۸۸)۔ (عمدة الرعاية)

شرقی مشائرسے میں کسی باکرہ لڑکی سے اس بات کی توقع نہیں کر دے جس سے اس کی بات کا علان کر دے کہ میں ابھی باطل ہوئی ہوں اور نکاح کو ناپسند کر رہی ہوں۔ اس لیے لوگوں اور شوہر عورتوں کی طرح باکرہ لڑکیوں کو بھی یہ حق ہونا چاہیے کہ جب تک قبول یا طلاق کے واسطے سابقہ نکاح پر اس کی رضامندی ظاہر نہ ہو جائے اس کو خیار بلوغ حاصل ہو۔

بھی اختیار حاصل نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ صورت میں شوہر کے حق کو باطل کرنا لازم آتا ہے لیکن شوہر کے ہمردہ ہونے یا اس کا اگر تامل کے ہو کر صورت میں بیوی کے لئے یہ اختیار دیا جاتا ہے کیونکہ بیویوں کو عیوب اس مقدمہ کے حصول میں رکاوٹ بن جاتے ہیں جس کے لئے نکاح کو مشروط کیا گیا ہے اور وہ مقدمہ صحت کے نام پر لیکن ان دوسرے عیوب کی دلیل سے اس مقدمہ کے حصول میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی ہذا دونوں کا حکم ایک دوسرے سے مختلف ہوگا۔ جتنی اشد تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

جدام سے بچنے کے فقہی مفہوم میں احادیث

فقیر مدید حضرت خدیجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کو کچھ لوگوں کی دعوت کی، لوگوں کو کچھ توبہ پیش ہوئی کہ ان میں حضرت معقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جن کو یہ مرض تھا۔ لیکن ان کو کسب کساتھ کھانے میں شریک کیا گیا اور امیر المؤمنین نے ان سے فرمایا: اپنے قریب سے اپنی طرف سے بچنے کے لئے اگر آپ کے سوا کوئی اور اس مرض کا ہوتا تو میرے ساتھ ایک کدو رکائی میں نہ کھاتا اور مجھ میں اور اس میں ایک بڑے کا قائل ہوتا۔

(المطبقات، الکبریٰ لابن سعد، مکرر الاعمال)

حضرت محمود بن ابیہ اساری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بعض سائیکان موضع جرش نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جزا می سے بچو جیسے درندے سے بچتے ہو وہ ایک نالے میں اترے تو تم دوسرے میں اترو میں نے کہا: واللہ! اگر عبداللہ بن جعفر نے یہ حدیث بیان کی تو غلط نہ کہا جب میں مدینہ طیبہ آیا۔ ان سے ملا اور اس حدیث کا حال پوچھا کہ اصل جرش آپ سے ہیں یا نقل تھے۔ فرمایا: واندہ انہوں نے غلط نقل کی میں نے یہ حدیث ان سے نہ بیان کی۔ میں نے تو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق عظیم کو یہ دیکھا کہ پانی ان کے پس کو لایا تھا۔ وہ معقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے۔ معقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اپنے امیر المؤمنین کو یہ امیر المؤمنین ان کے منہ رکھنے کی جگہ اٹھارہ رکھ کر پانی پیتے۔ میں جھٹکا کہ امیر المؤمنین یہ اس کے کرتے ہیں کہ یہ بوری اڑ کر لگنے کا خطرہ ان کے دل میں نہ آنے پائے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمے: ہیں: امیر المؤمنین فاروق عظیم جسے طیب سننے معقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے اس سے علاج پاتے۔ وہ دیکھ میں سے آئے۔ ان سے بھی فرمایا: وہ جو ہے جاتا رہے یہ تو ہم سے ہونے لگے۔ ہاں ایک دو اکڑیں لگے کہ بیماریاں پھیل جائے بڑھنے نہ پائے۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: بوی! تمہارے حق ہے کہ مرض پھیل جائے بڑھنے نہ پائے انہیں نے وہ بوی دیکھیں پھر وہ اندر ان کے تازہ پھل سگئے جو خور و زکوٰۃ کے شکر اور نہایت صلح ہوتے ہیں۔ پھر پھل کے درود کو لے کے اور معقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کدو رکھ دو میں نے ایک ایک کدو پر ایک ایک کلام شریک کیا۔ جب وہ ختم ہو گیا دوسرا ایسا میں تک معقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے اور نہ تاک سے بزرگ کی کڑوی رطوبت لگنے لگی اس وقت پھر دکر دھونے عیبوں سے کہ اب بیماریاں بھی ترقی نہ کر سکیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔ واللہ! معقیب اس کے بعد ایک شہری حالت پر رہے۔ تاہم ہر مرض کی زیادتی نہ ہوئی۔

حضرت عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ یہ اپنے والد حضرت قاسم بن محمد سے راوی کہ امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں قوم شیف کی سفارت سے ضروری کیا گیا۔ وہ لوگ زہد، زکیہ آئے مگر ایک صاحب کس مرض میں مبتلا تھا، الگ ہو گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: قریب آؤ قریب آئے فرمایا: کھانا کھاؤ کھانا کھانا۔ حضرت قاسم فرماتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح شروع کیا کہ جہاں سے وہ ہمہ دو اہل لیتے وہیں سے صدیق اکبر کو لایا کر کھانا کھاتے۔

حضرت ناخ بن قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابی داؤد حضرت نظیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ فرماتی ہیں۔ کہ میں امیر المؤمنین حضرت عکرمہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں سے ضروری اور آپ سے کہا: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چند مہینوں کے بارے میں یہ فرمے کہ ان سے ایسا بھاگ جیسا شیر سے بھاگتے ہو یا امیر المؤمنین نے فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ یہ فرماتے تھے کہ بیماریاں اڑ کر نہیں لگتی۔ جسے پہلے ہوئی۔ اسے کسی کی اڑ کر لگتی۔

(مکرر الاعمال، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲)

### بیماری اڑ کر نہ لگنے میں فقہی تقریحات

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ امیر المؤمنین کا یہ انکار اپنے حکم کی بنا پر ہے، یعنی میرے سامنے آیا نہ فرمایا بلکہ یہ ان فرمایا اور ہے کہ درودوں اور شواہد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نصحت کا یہ ثابت ہیں۔

حدیث صلی علیہ وسلم کے مشورہ بلکہ متواتر جس سے امیر المؤمنین صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے استدلال کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا عدوی بیماری اڑ کر نہیں لگتی۔

یہ حدیث تیرہ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ اس کے متعدد طرق میں وہ جواب قاطع ہر رنگ واریاب ہوا جسے امیر المؤمنین نے اپنے استدلال میں روایت فرمایا۔

صحیحین وسنن ابی داؤد وشرح صحابی الامام حمادی وغیرہ میں حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بیماریاں اڑ کر نہیں لگتی، تو ایک بادیہ نشین نے عرض کی: یا رسول اللہ! کھانا کھاؤ پھر دھونے کا یہ حال ہے کہ بڑی میں ہوتے ہیں جیسے ہر شیخ صاف شفاف بدن، ایک اونٹ غار سے دلا کر ان میں داخل ہوتا ہے۔ دہن سے غار سے خارج ہوتا ہے۔ حضور پر تو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: فہن فرمایا: فہن، بعدی الاول، اس پہلے کسی کی اڑ کر لگتی۔

احمد و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ کے یہاں حدیث ابن عمر سے ہے ارشاد فرمایا: ذلکم القدر فمن احب الاولیٰ یہ عقوبتی باتیں ہیں بھلا پہلے کس نے چھی لگادی۔

یہی ہی ارشاد احادیث عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس ابوامامہ باہلی، ابوہریرہ بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مروی ہوا حدیث تخریج اس تو شیخ کے ساتھ ہے کہ فرمایا: الم تدروا الی الجبر یكون فی الصحواء فیصح و فی کو کو نہ اوفی





## عدت کے مدت کا بیان

عدت سے شریعت کا مقصود نسب کا تحفظ ہے، اسلام کی نظر میں نسب کی ایک خاص اہمیت ہے اور اس پر خدا تعالیٰ نے مذمت کا عار اور انصاف ہے، اگر باپ کی شناخت باقی نہ رہے اور اولاد کو اس کا حقیقی خاندان نہیں رہتا۔ جسے وہ پھر انسان و حیوان کے درمیان کیا فرق باقی رہ جائے گا؟ ۱۴ لیے اسلام نے ایک مرد کے بعد دوسرے مرد کے نکاح میں جانے کے درمیان ایک وقفہ رکھا ہے تاکہ نسب میں اختلاط نہ ہو، اسی وقفہ کا نام عدت ہے۔

اس کے علاوہ عدت سے کچھ اور اخلاقی مقاصد بھی متحقق ہیں، یہاں بیوی کا رشتہ نہایت قربت کا رشتہ ہے، جب تک ازدواجی زندگی قائم ہوتی ہے ہر غیب و فراز اور سرد گرم میں ایک دوسرے کی رفاقت کا حق ادا کرتے ہیں، راحت پہنچاتے ہیں اور تکلیف بھی اٹھاتے ہیں، کبھی ایک دوسرے کو سب سے زیادہ سبب جانتے ہیں، بیوی تو چراغ خداوندی ہے، لیکن سر سر کو روشن رکھنے کے لیے دودھ کی خوشکری کھاتا، پیسے بھاتا، پریشانیوں اٹھاتا اور تکلیفیں سہتا ہے، اب جب شوہر کی وفات ہوئی تو اس پر تیس روزیں ہوتا اس کا انٹرنی و، فلائی فریسنہ ہے، اگر طلاق کی بنا پر جدا ہوئی ہو تب بھی راتیں کو بچھے تعاقبت سے محروم نہ رہ سرت۔ انہوں کا ایک الٹک بھی نہ گرایا جائے، عدت اسی اخلاقی فرض کی داغ بیل سے عبارت ہے۔

عدت کے دوران محققہ عورت اپنے خداوند کی بیوی بن جاتی ہے۔ اور اس دوران خاندان کے حقوق کی نگہداشت کو کھو نہ رکھ سکتی ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: **وَقَسَا لَكُمْ عَسِيْبُكُمْ مِنْ عَقِيْبَةٍ تَعْتَذُوْنَهَا (49) 33** (قرآن مجید: 49) جن کو خداوند کے ہاں عدت گزارنا حلقہ عورت کی زندگی کی مددگار ہے اور مرد کا یہ حق ہے کہ عورت اسی کے ہاں عدت گزارے اس دوران مرد کو سب سے محبت کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ اور وہ عورت کی رضامندی کے بغیر کبھی اپنا حق استعمال کر سکتا ہے۔

عدت کے دوران کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس عورت سے نکاح تو دور نہ بات بے منگی کے لیے پیغام تک بھی دے سکے۔ اگر مرد خداوند سے عورت کو اس حالت میں طلاق دی کہ وہ گھر پر موجود نہ تھی یا اپنے منہ کی گولی یا اسے اس کے منہ کے پیغام پہنچا دیا گیا تھا اور عورت عدت کے دوران نکاح کر لے تو وہ نکاح باطل ہوگا۔

## عدت کی حکمت کا بیان

وحكمة العدة : إما التعرف على براءة الرحم، أو التبعد، أو التلصع على الزوج، أو

إعطاء الفرصة الكافية للزوج بعد الطلاق ليعود لزوجته المطلقة في فرقة الوفاة:

يراد من العدة تذكّر نعمة الزواج، ورواية حق الزوج وأقاربه، وإظهار التأثير للقدرة،

وإبداء وفاء الزوجة لزوجها، وصون سمعتها وحفظ كرامتها، حتى لا يتحدث الناس

بأمرها، ونقد تهاونها، والتحدث عن خروجها وزنتها، خصوصاً من أقارب زوجها

## (الفقه الاسلامی وادلتہ حکمة العدة)

## عدت کی مدت کا بیان

جس آزاد عورت کو اس کے خداوند نے طلاق دے دی ہو یا نکاح طے ہو گیا ہو، اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت کی مدت تین حیض سے یعنی دو تین حیض آئے تک شوہر کی گھر میں جہاں طلاق ہوئی ہو حیض رہے اس گھر سے بہرہ نہ لے کر نہ کسی سے نکاح کرے، اسی طرح جس عورت کے ساتھ حیض جماع ہو گیا ہو اس کی عدت کی مدت بھی تین حیض سے جتنی کسی مرد نے کسی غیر عورت کو اپنی بیکہ ہو کر دیکھ کر سب سے محبت کر لی تو اس عورت کو کبھی تین حیض آئے تک عدت میں حیض نہ ہوگا جب تک عدت ختم نہ ہو جائے تب تک وہ اپنے شوہر کو نہ کرنے دے جس عورت کے ساتھ ہے کا وہ یعنی فاسد نکاح ختم ہوا جیسے سوئٹ نکاح اور پھر تفریق کر دی گئی یا تفریق کرانے سے پہلے ہی فاسد ہو گیا ہو تو اس کی مدت بھی تین حیض ہے۔ ام وہ جب کدآ زاد کر دی جائے یا اس کو سولی پر چلے جائے تو اس کی عدت بھی تین حیض ہیں۔

اگر کسی عورت کو کم سن ہوئے بچہ نہ لے یا بچہ ہونے کی وجہ سے اور یا بچہ چاہے کہ بچہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔

جس آزاد عورت کا خاندان مر گیا اور اس کی عدت چار مہینہ مذکور دن ہے خواہ اس کی عورت سے جماع کیا گیا ہو یا جماع نہ کیا گیا ہو خواہ وہ مسلمان عورت ہو یا مسلمان مرے، نکاح میں بیوی یا اور نہ ہو، ۱۰۰ دن ہو یا ۱۰ دن ہو یا بچہ نہ لے یا بچہ لے کر نہ ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام اور خواہ وہ اس کی مدت میں اس کو حیض آئے یا نہ آئے۔

حالیہ عورت کی عدت وضع حص سے خواہ اس عورت کو اس کے خاندان سے طلاق دی ہو یا اس کا خداوند مر گیا ہو اور خواہ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی و ولادت ہو تو یہی اس کی عدت پوری ہو جائے اگرچہ خاندان کے طلاق دینے یا خاندان کے مرنے کے کچھ کیے یا نہ کیے و مدت ہو جائے یہاں تک کہ کتاب میں لکھ ہے کہ اگر حالیہ عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ ابھی حیض پر نہیں آیا چاہا یا کفایا چاہا رہا تھا کس عورت کے ہاں ولادت ہوئی تو اس عورت میں بھی اس کی مدت پوری ہو جائے گی۔

جو عورت آزاد ہو یعنی کسی کی لونڈی ہو اور اس کا خاندان کو طلاق دے دے تو اس کی مدت دو حیض ہے بشرطیکہ اس کو حیض آتا ہو اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو پھر اس کی مدت ذیہ حرمینہ ہوگی و اگر مر کا خاندان مر جائے تو اس کی مدت دو مہینے یا چنانچہ ہوگی خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

## عدت کی ابتداء کی وقت کا بیان

طلاق کی صورت میں عدت کی ابتداء طلاق کے بعد سے ہوگی یعنی طلاق کے بعد جو تین حیض آئیں گے ان کا شمار ہوگا اگر کسی نے حیض کی حالت میں طلاق دی ہوگی تو اس حیض کا شمار نہ ہوگا کس کے بعد سے تین حیض کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ وقت میں عدت



اسی بھی فرمے ہیں کہ قرءہ کہتے ہیں وقت کو اور نثر بعد کہتے ہیں عرب میں شخص کو اور طہر کو دونوں کو قرءہ کہتے ہیں۔ ابو عمر بن عبد البر کہ قول ہے کہ زبان عرب کے، ہر اور فقہاء کا اس میں اختلاف ہی نہیں کہ طہر اور حیض دونوں کے معنی قرءہ کے ہیں۔ ابنا اس آیت کے معنی مقرر کرنے میں ایک جماعت اس طرف تھی اور دوسری اس طرف یعنی حیض کے معنی کی چاہت تھی۔

(تفسیر ابن کثیر، ۲۳۸)

### قرءہ سے مراد طہر میں فقہاء اشواف کا استدلال

امام شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالْمُطَهَّاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَن يَخْسُفَ لَهُنَّ قُرْءٌ .

طہرات یا قنفذہ تین اپنے آپ کو (دوسری شادی سے) تین روزوں تک روک رکھیں۔ (البقرہ 2:228)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ یہاں لفظ "قرءہ" سے مراد طہر (خاتون کی پاکیزگی کے دورانیہ) ہے۔ اس کے معنی راے سیدنا زید بن ثابت، سیدنا ابن عمر، دیلمی جابر بن عبد اللہ، عثم بن عفہ، جی جی شعیبہ، وادوسم کے معنی ہیں سے آیت گروہ کا قنفذہ ظہر ہے کہ یہاں "قرءہ" کا مطلب خاتون کے حیض کے ختم ہونے میں اس طلاق یا قنفذہ خاتون کے لئے اس وقت تک (دوسری شادی کرنا) جائز نہ ہوگا جب تک کہ وہ دوسرے حیض سے پاک ہونے کے بعد غسل نہ کر لے۔

سائل : ان دونوں گروہوں نے کس کس بنیاد پر اپنی رائے پیش کی ہے؟

شافعی : "قرءہ" کا مطلب ہے "دورانہ"۔ یہ دو رائے اس بات کی حمایت ہیں کہ جب تک یہ پورے نہ ہو چکیں، طلاق یا قنفذہ خاتون دوسری شادی نہ کرے۔ جو لوگ اس دورانیہ سے "حیض" کا دورانیہ "مراد لینے ہیں ان کی رائے ہے کہ جب تک یہاں سے کہ وقت کا ذکر سوا جب اور وقت سے ہی وقت میں حد و مقرر کی جکت ہیں۔ "حیض" کا دورانیہ "پاکیزگی کے دورانیہ" سے کم ہوتا ہے اس وجہ سے زبان کے قنفذہ ظہر سے زیادہ مناسب ہے کہ اس حد تک مدت مقرر کرنے کے لئے استعمال کیا جائے۔ یا اس طرح ہے کہ دو روایتوں کے درمیان فاصلہ کرنے کے لئے چاند نظر آئے کو حد مقرر کیا گیا ہے۔

غالب انہوں نے میرا اس بنیاد پر اختیار کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ وطاک میں حاضر کردہ ایک لونڈی کے بارے میں حکم دیا کہ اس سے اس وقت تک ازدواجی تعلق قائم نہ کیے جائیں جب تک ایک مرتبہ حیض آئے اس کا "استبراء" نہ ہو جائے (یعنی یہ معلوم نہ ہو جائے کہ حاملہ تو نہیں ہے)۔ آزاد لونڈی کے بارے میں استبراء میں فرق کیا گیا ہے۔ آزاد خاتون کا استبراء تین مکمل حیض کے دو دنوں سے ہوتا ہے جب وہ پاک ہو جائے اور لونڈی کا استبراء ایک ہی مکمل حیض سے پاکیزگی کے بعد ہوتا ہے۔

سائل : یہ تو ایک قنفذہ ظہر ہوا۔ آپ نے کس بنیاد پر دوسرا قنفذہ ظہر رکھا ہے جب کہ آیت میں دونوں معنی کا احتماس موجود ہے؟

شافعی : اللہ تعالیٰ نے مجھے چاند کو مینوں کی نشاندہی کے لئے بنایا ہے اور وقت کا شمار رویت خلال سے کیا جاتا ہے۔ حدیث دن

اور رات کے علاوہ ایک علامت ہے۔ یہ تین دن کے بعد بھی ہو سکتا ہے اور اقتصار دن کے بعد بھی۔ میں تین دن کے علاوہ دوسرے دن کے لئے کلام کے مجموعے سے ہوتے ہیں۔ درس کے علاوہ ان کوئی مطلب نہیں ہوتا اگر "قرءہ" وقت کا نام ہے تو پھر بدن اور رات کے کسی مجموعے کا نام نہیں ہوگا۔ حدیث کی طرح حیض کے مدت کا تین دن و رات سے کیا پائے گا۔ وقت کی (طہر کے) حدود کی طرح ہوتا ہے۔ کبھی یہ حد طہر کے میں داخل ہوتی ہے اور کبھی نہیں۔ وقت کا ایک خاص مطلب بھی ہے۔

سائل : وہ کیا ہے؟

شافعی : اگر خون رحم سے باہر نکل آئے اور ظاہر ہو جائے تو اس کا نام "حیض" ہے اور اگر ظاہر نہ ہو اور رحم کے اندر ہی رہ جائے تو اس کا نام "طہر" ہے۔ "طہر" اور "قرءہ" دونوں الفاظ کا تعلق خون کو روکنے سے ہے نہ کہ بہنے سے۔ "طہر" سے اگر وقت مراد لیا جائے تو عربی زبان میں اسے "قرءہ" کہنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ اس کا تعلق خون کو روکنے سے ہے۔

جب سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو احاطہ حیض میں صدق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو کہیں کہ وہ خاتون سے رجوع کر لیں اور (گردن کوڑی بی بی سے) پھر اس حالت میں حدیث دینی جب وہ (حیض سے) پاک ہو جائیں اور ان سے (پاک ہونے کے بعد) ازدواجی تعلقات قائم نہ کیے گئے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : "یہ مدت کا وقت ہے جسے اللہ نے طلاق (سے شروع کرنے) کا حکم دیا ہے۔" (ماک)

الحدیث کی اس روشنائی کے "إِذَا طَهَّسْتُ الْمَسَاءَ طَهَّسْتُ خَطْفَ طَهَّسْتُ" یعنی "جب خواتین کو طلاق دو تو انہیں مدت (شروع کرنے) کے لئے طلاق دو۔" یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ واضح فرمایا کہ مدت طہر سے شروع ہوگی نہ کہ حالت حیض سے۔ اللہ تعالیٰ نے "تین قرءہ" کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ خاتون کو تین طہر تک انتظار کرنا چاہیے۔

اگر تیسرا طہر لیا ہو جائے اور حیض شروع نہ ہو تو اس خاتون کے لئے اس وقت دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے جب تک کہ حیض آ نہ جائے۔ اگر وہ خاتون حیض کے آئے (اپنی عمر یا بیاری کے باعث) مایوس ہو جائے یا اس کا اندیشہ بھی ہو تو پھر وہ مینوں کے ذریعے اپنی مدت کا شمار کرے۔ اس میں سے تین دن تو غسل کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ غسل تینوں کے علاوہ ایک چوتھی چیز ہے۔ جو شخص خاتون کو دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دینے کے لئے غسل کو ضروری قرار دیتا ہے، اسے پھر یہ بھی کہنا چاہیے کہ اگر وہ ایک سال یا اس سے بھی زیادہ بغیر غسل کے بیٹھ رہے تو اس کے لئے شادی کرنا جائز نہ ہوگی۔

ان دونوں اقوال میں سے یہ کہ "قرءہ سے مراد طہر ہے" کتاب اللہ کے زیادہ قریب ہے اور زبان بھی اسی معنی میں واضح ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتے والا ہے۔

جی جی شعیبہ وادوسم نے کثیر کے بارے میں ایک حیض کے ذریعے اعتبار (یعنی محض نہ ہونے کا یقین کرنے) کا حکم دیا۔ اگر وہ کثیر حالت میں ہی تھی، پھر اس حیض آ گیا تو حیض سے مکمل ہونے کے بعد اس کے سے طہر سے شروع ہونے سے یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ حاملہ نہیں تھی۔ خون کا صرف نظر آ جانا کافی نہیں ہے بلکہ حیض کے پورا ہونے کا انتظار ضروری ہے کہ تکہ کسی طہر

حمل کے بغیر سمجھا جائے گا جس سے پہلے ٹیکہ پیش کرنا ہو چکا ہو۔

خاتون کو عدت دوم پر پوری کی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ یقین کرنا ہے کہ وہ حاملہ نہیں ہے اور دوسری وجہ اس کے بارے میں ہے۔ جب خاتون نے دو حمل، دو طہر اور اس کے بعد تیسرا طہر بھی گزارا تو پھر وہ استبراء کے عمل سے دو بار گزر چکی۔ استبراء کے علاوہ دوسری وجہ اللہ کے حکم کی پابندی بھی ہے۔ (کیونکہ اس نے تین قرود تک رکھ کر حکم دیا ہے۔) (کتاب الرساء باب ۱۳)

قرود سے مراد کیا ہے؟

وَالْأَقْرَاءُ الْحِصْنَ عِنْدَنَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: الْأَقْرَاءُ وَاللَّفْظُ حَقِيقَةً فِيهِمَا إِذَا هُوَ مِنَ الْأَخْذِ، كَمَا قَالَ ابْنُ التَّيْمِيَّةِ: وَلَا يَنْتَظِعُهُمَا جُمْلَةً لِلْأَشْيَاءِ وَالْحَمْلُ عَلَى الْحِصْنِ أَوَّلَى، رَأَى عَمَلًا لِفَطْحِ الْأَنْصَبِ، لِأَنَّهُ لَوْ حُمِلَ عَلَى الْأَقْرَاءِ وَالطَّلَاقِ لَوُفَّعَ فِي ظَهْرِ تَمَّ يُقْبَى جَمْعًا، أَوْ لَأَنَّهُ مَعْتَقٌ لِزَوَادَةِ الرَّجْمِ وَهُوَ الْمَقْصُودُ، أَوْ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: "وَعِدَةُ الْأُمَةِ حَيْضَتَانِ" فَلْيَتَحَقَّقْ بَيِّنَاتًا بِهِ

ترجمہ

اور ہمارے نزدیک (قرآن پاک میں استعمال ہونے والے لفظ) "قرود" سے مراد حیض ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: اس سے مراد طہر ہے۔ یہ لفظ اپنی حقیقت کے اعتبار سے ان دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے حالانکہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں ان سب سے یہ بات جان لی ہے۔ لیکن اکثر اس کی وجہ سے یہ لفظ ان دونوں مقام تک عمل نہیں ہوگا اور اس کو بعض پر حمل کرنا زیادہ بہتر ہے یا تو اس اعتبار سے کہ حج کا غلط جاس پر عمل کرتے ہوئے کسی گمراہ پر حمل کیا جائے تو ایک عقد کی یہ طہر میں واقع ہوگی جس کے ساتھ حج کا پہلو بھی نہیں ہے، گا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے قرود، حج کے بری ہونے کی معرفت حاصل کرنے کے لئے ہے اور یہی اصل مقصد بھی ہے۔ اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "مکیز کی عدت دو حیض ہوتی ہے"۔ تو یہ اس کی وضاحت کے طور پر اس کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔

حاملہ وغیرہ حاملہ کا یقین حیض سے ہوتا ہے

ابن حنن اصحابی لکھتا ہے کہ اس آیت میں 'قرود'، 'قرود' کی جمع ہے۔ یہ لفظ جس طرح حیض کے معنی میں آتا ہے، اسی طرح طہر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس کے اصل مادہ اور اس کے مشتقات پر ہم نے جس قدر غور کیا ہے، اس سے جانا رہتا ہے کہ اس کی طرف سے کہ اس کے اصل معنی تو حیض ہی کے ہیں، لیکن چونکہ برحق کے ساتھ طہر بھی لانا لگا ہوا ہے، اس وجہ سے عام پھل جان میں اس سے طہر کو بھی تعبیر کر دیتے ہیں، جس طرح رت کے لفظ سے اس کے ساتھ گئے ہوئے دن کو یاد ان کے لفظ سے اس کے ساتھ کی ہوئی رات کو۔ اس قسم کے استعمال کی مثالیں عربی زبان میں ملتی ہیں۔ (532/1)

ہم نے اسے حیض کے معنی میں لیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اصل مسئلہ ہی یہ متعین کرنے کا ہے کہ عورت کا حمل ہے یا نہیں، اور اس کا فیصلہ حیض سے ہوتا ہے، نہ کہ طہر سے۔ پھر اس کے لیے تو قنفذ کی مدت متروک کی گئی ہے اور یہ بھی حیض سے، لیکن متعین ہو جاتی ہے، اس لیے کہ اس کی ابتداء کے بارے میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہوتا۔

عام بات میں عدت سبکی ہے لیکن عورت حیض سے، پس ہو سکتی ہو یا حیض کی عمر کو پہنچنے کے، یا جو اسے حیض نہ آیا ہو 35 تو سورہ طلاق کی اس آیت میں قرآن نے بتایا ہے کہ پھر یہ تین مہینے ہوگی۔ اسی طرح یہ بھی بتا دیا ہے کہ حاملہ کی عدت دو حیض ہے۔ حیض سے مایوس عورتوں کے ساتھ ان آیتوں میں 'ابن التیمم' کی شرط بھی لگی ہوئی ہے۔ استاذ اہم اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

یہ اہل ان اس طرف جاتا ہے کہ اِنْ اَوْتُفْتُمْ 'کی شرط یہاں آئندہ غور خواہ آئندہ غور خواہ کے دو مہینہ امتیاز کے لیے' کی ہے یعنی آئندہ غور خواہ تو آئندہ ہونے کے، یا جو اس کا مہینہ ہے کہ شاید یہ اس کی حالت عارضی ہو، پھر امید کی شکل میں ہوگی جو اس کے جسم میں کچھ ہو سکتی ہوگی صورت اس کو بھی حیض آسکتی ہے جس کو بھی اگرچہ حیض نہیں ہے، لیکن وہ غور خواہ ہے۔ ممکن ہے کہ کدہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر یہ بات کہی تھی تو ہر صاف یوں کہیں نہ کہہ دی کہ اگر کدہن تو آئندہ غور خواہ ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بات یوں کہی جاتی تو اس سے عدت کی اصل علت واضح نہ ہوتی، جبکہ اس کا واضح ہونا ضروری تھا۔ اس عدت کی اصل علت عورت کا پھر مدخلہ ہونا نہیں، بلکہ یہ شبہا ہے کہ لیکن ہے کہ اس کے جسم میں کچھ ہو۔ (ذکر قرآن 4/442)

فقہاء شافعیہ والکلیہ سے قرود کے معنی میں فقہاء احناف کی ترجیح کا بیان

قرود، قر کی جمع ہے اور قرہ کا معنی لغوی لحاظ سے حیض بھی ہے اور طہر بھی۔ یعنی یہ لفظ لغت ذی الاعداد سے ہے۔ احناف اس سے تین حیض مراد لیتے ہیں۔ جبکہ شوافع اور مالکیہ طہر مراد لیتے ہیں۔ ابن فرح کورن ذیل مثال سے سمجھئے۔  
طلاق کے کالج اور مسنون طہر لفظ یہ ہے کہ عورت جب حیض سے فارغ ہو تو اسے طہر کے شروع میں ہی بغیر متاثریت کے طلاق دے دی جائے اور پوری مدت گزار جانے دی جائے۔ عدت کے بعد عورت بائن ہو جائے گی۔ اگر فرض کیجئے کہ کسی عورت کے بعد نامی کی عادت یہ ہے کہ اسے ہر تری مہینہ کے ابتدائی تین دن باہر آتی ہے۔ اس کے خاتمہ کے اسے حیض سے نفراقت کے بعد آخر کو طلاق دے دی۔ اب احناف کے نزدیک اس کی عدت تین حیض سے یعنی سب سے پہلی سب سے آخری حیض سے فارغ ہوگی تب اس کی عدت ختم ہوگی۔ جبکہ شوافع اور مالکیہ کے نزدیک تیسرا حیض شروع ہونے تک اس کے تین طہر پورے ہو چکے ہوں گے۔ یعنی کہ پہلی سب سے آخری حیض شروع ہونے پر اس کی عدت ختم ہو چکی ہوگی۔ اس طرح قرود کی مختلف تعبیر اس سے تین دن کا فرق پڑ گیا۔ اور ہم نے جو رد و کار ترجمہ حیض کی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے لفظ طہر سے عدت حیض سے فرمایا کہ دعویٰ الضمورہ بام القائل، یعنی یا م حیض میں نماز چھوڑ دو۔ علاوہ ان میں خلفائے اربعہ، بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم، اور تابعین اس



ہے کہ قائل ہیں کہ ردہ کا معنی حیض ہے۔

اگر عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت مہینے کے اعتبار سے ہوگی

(وَإِنْ كَانَتْ لَا تَحِيضُ مِنْ صَعَرٍ أَوْ كَثُرَ قَبْلُهَا ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَاللَّائِي بَيْسُ مِنْ الْعَمِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ) الْآيَةَ (وَكَمْذَا أَلَيْسَ يَبْتِغِ بِالنِّسَاءِ وَكَمْ تَحِيضُ) الْآيَةَ.

ترجمہ

اور جب وہ ایسی عورت ہوئے جس میں آٹھ ماہ تک کسی کی جہ سے یا عرصہ دو ہونے کی وجہ تو اس کی عدت تین مہینے ہوگی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اور جو عورتیں جس سے بایں ہو چکی ہیں (اسی طرح) یہ آیت ہے“ اسی طرح وہ عورتیں جو اس عرصہ کی کوئی کائناتیں حیض نہ آتیں۔“

آگے کی عدت میں فقہی تصریحات

جن پر وضاحت عورتوں کی اپنی بڑی عمر کی جہ سے اہم بند ہو گئے ہوں یہاں ان کی عدت بتائی جاتی ہے کہ تین مہینے کی عدت گذرے اگر جیسے کہ ایہ موالی عورت کی عدت تین مہینے ہے۔ ملاحظہ فرمادیں، اگر وہ بھڑکی آیت، اسی طرح دو درجوں جو اس ترکہ میں بیچیں کہ انہیں حیض آئے ان کی عدت بھی تین مہینے رہی، اگر نہیں شک ہوا اس کی تفسیر میں رد قول میں ایک ہی ہے کہ خون دیکھیں اور نہیں شہ گذرے کہ آپ حیض کا خون ہے یا استحاضہ کی باریک دوسرا قول یہ ہے کہ نہ کی عدت کے حکم میں حیض شک ہوتی ہو جائے اور اسے نہ بچن کوئی تین مہینے دو کوئی دوسرا قول ہی زیادہ ظاہر ہے،

اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے کہا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی عورتوں کی عدت انکی بیانیہ نہیں مونی سن کر بڑی بڑی کوشش و مص واپی کوشش اس کے جواب میں یہ آیت اتری، پھر وہ کہی عدت بیان فرمائی کہ وضع حص اس کی عدت ہے، گوطاق یا خانہ کی موت کے ذرا سی دور بعد ہی ہو جائے، جیسے کہ اس آپ کے سر کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

اور جب عورت یا مطلقہ خلف کا قول ہے، ہاں حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت اور اس آیت کا کران کا کوئی ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دور میں قسم ہو وہ عدت ہے لہذا یہ سنی اگرچہ جس مہینے سے پہلے پید ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گذر چکے اور پچھلے ہوا تو پچھلے کے ہونے تک عدت ہے،

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور اس وقت حضرت ابوبکر رہی وہاں موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد

چالیسویں دن تک ہو جائے آپ نے فرمایا: دونوں مدتوں میں سے آخری مدت اسے گذر رہی ہے جس کی صورت میں جس مہینے کی عدت اس پر ہے، ابو سلمہ نے کہا قرآن میں تو ہے کہ جس واپس کی عدت بچہ کا چھ ماہ ہے، حضرت ابوبکر نے فرمایا میں بھی اپنے چچا زاد ہوں حضرت ابوسلمہ کے ساتھ ہوں یعنی میری بھی فتویٰ ہے،

حضرت ابن عباس نے اسی وقت اپنے علم کریم کو مسلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ چاکاں سے یہ مسئلہ چھ ماہ انہوں نے فرمایا، سوچہ اسیر کے شوہر قس کے گئے، در یہ اس وقت مہینے میں چالیس دنوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت نکاح کا پیغام آیا، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا پیغام دینے والوں میں حضرت ابوالسائل بھی تھے۔ یہ یہ حدیث قدسہ عروالت کے ساتھ در کتابوں میں بھی ہے،

حضرت عبداللہ بن عبید نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارم زہری کو لکھا کہ وہ صحابہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جا کر اس سے نکاح کا عقد دو یا وقت کر کے انہیں لکھ دیجیے، یہ سچے در یافت کی اور لکھا کہ ان کے ذمہ حضرت سعد بن نور رضی اللہ عنہ تھے یہ مدی صوبہ تھے حیدر الدواغ میں فوت ہو گئے اس وقت یہ حمل سے تین مہینے بچے کی دن کے بعد انہیں پید ہو گیا جب نفاس سے جب بچہ بولیں تو اچھے پیر سے بچن کر رہا و نکھار کر کے پید نکلیں حضرت ابوالسائل بن جبک جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے کہ تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو واللہ تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دن نہ گذر جائیں۔ میں نے سن کر چار روزہ و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا پچھ پید ہوئے ہی تم عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اب اختیار ہے اگر چاہو تو پانچ نکاح کرلو (مسلم)

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت عمر بن عمر بن ابیہ غلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر بھی تھے جن کی تنظیم کریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے وہ کہی عدت آخری مدتوں کی عیاد بتائی اس پر میں نے حضرت سعید دالی حدیث بیان کی، اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹھوٹے لگانے لگے میں نے کہو بخرو میں نے بولی جرات کی اگر عبداللہ پر میں نے بہانہ بنا دیا حاد نکہ وہ نکہ کے کوئے میں زندہ موجود ہیں جس وقت وہ ذرا شرم گئے اور کہنے لگے کہ ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے میں حضرت ابوعبیدہ مالک سے مر سے جہاں انہوں نے مجھے حضرت سعید دالی حدیث پر باری سنا لی تھی کہ تم نے اس بابت حضرت عبداللہ سے بھی پوچھا ہے، فرمایا یہ حضرت عبداللہ کہتے تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورہ نساء قصہ کی مسودہ خلق سورہ نساء طوی کی بعد تری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حادہ عورت کی عدت وضع عمل ہے،

ان جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو ماہ گذرنا چاہے میں اس سے ماہ گذرے کوئی تیر ہاں یعنی میرے نئے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں آئے اور مجھ سے بڑی اللہ کی حنت کرے میرا فتویٰ یہ ہے کہ جس واپس کی عدت بچہ کا پید ہو جائے پہلے م حکم تھا کہ جن عورتوں کی خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دن دن عدت

گزاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ صل و لیوں کی عدت بنے کا پیدا ہو جاتا ہے جس پر عورتیں اور عورتوں میں سے جنسوں ہو گئیں اس مسئلہ میں ہے کہ جس عورت کا خون دھریا جائے اور وہ حمل سے فوت جب حمل سے روغ ہو جائے، عدت سے نکل گئی۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی کا فوتیہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے،

مستند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورتوں کی عدت جو وضع حمل سے یہ تین طلاق والیوں کی عدت سے یا فتنہ شہدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی، یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لئے کہ اس کی اس حدیث میں بن صبا ہے اور وہ بالکل متروک الحدیث ہے، لیکن اس کی دوسری سند یہ بھی تھی۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ حقیقتوں کے لئے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت ہماری فرمادیتا ہے، یہ اللہ کے حکم اور اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے تمہاری طرف اتار دیا ہے اللہ سے ڈرنے والوں کا وہ تعالیٰ اور چیزوں کے ذریعے سے بچا لیتا ہے اور ان کے کھڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آئندہ کی عدت میں فقہی مذاہب اور لہجہ

علامہ سعد دین کا سننی فقہی مذہب احمدیہ فقہ کے بیان عورتوں کا حکم ہے، جن کو حیض آنا قطعی ہو چکا ہو ورنہ کبھی کی وجہ سے وہ نہ ایساں میں داخل ہو سکی ہوں۔ ان کی عدت اس روز سے شمار ہوگی جس روز انہیں طلاق دی گئی ہو۔ اور جن میں بیٹوں سے مرداوشن قری مبینہ ہیں۔ گزری مبینہ کے آخذہ نہیں طلاق دی گئی ہو تو باقاعدہ عدت وہ اہل کے طے سے عدت شمار ہوگی، اور کہ مبینہ کے قری کسی وقت طلاق دی گئی ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک 30 دن کا مبینہ قرار دے کر 3 مہینے پورے کرتے ہوں گے۔

(بدائع الصنائع، کتاب عدت)

وچن وہ عورتیں جن کے حیض میں کسی نوع کی بے قاعدگی ہو ان کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلافات ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر السبب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا جس عورت کو طلاق دی گئی ہو، پھر ایک دو مرتبہ حیض آئے نہ جب اس کا حیض بند ہو گیا ہو وہ 9 مہینے انتظار کرے۔ اگر حمل ظاہر ہو جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ 9 مہینے گزرنے کے بعد وہ مردہ جن میں سے عدت گزرا دے، پھر وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کے سے عدت ہوگی۔

ابن کثیر کی روایت ہے کہ جس عورت کو سال بھر حیض نہ آیا ہو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ طاہس کہتے ہیں کہ انہیں عورت کو سال میں ایک مرتبہ حیض آئے اس کی عدت تین مہینے ہیں۔ لیکن رائے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے۔

امام۔ لکھ کی روایت ہے کہ ایک صاحب جان نامی تھے جنہوں نے اپنی بیوی کو ایسے زمانے میں طلاق دی جبکہ وہ بچے کے دودھ پلا رہی تھیں اور اس پر ایک سال گزر گیا مگر انہیں حیض نہ آیا۔ پھر وہ صاحب انتقال کر گئے۔ مطلقہ بیوی نے روخت کا دھڑکی کر

وہاں حضرت عثمانؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے مشورہ طلب کیا۔ دونوں بزرگوں کے مشورے سے حضرت عثمانؓ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت وارث ہے۔ دلیل یہ تھی کہ نہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جو حیض سے ایساں ہو چکی ہیں اور نہ ان لڑکیوں میں سے ہے جن کو ابھی حیض نہیں آیا، مہزاد وہ خبر کے مرنے تک اپنے اس حیض پر حتیٰ جو اسے پہنچے یا حتیٰ اور اس کی عدت باقی تھی۔

حفظ کہتے ہیں کہ جس عورت کا حیض بند ہو گیا ہو مگر اس کا بند ہونا سن ایام کی وجہ سے نہ ہو کہ آئندہ اس کے جاری ہونے کی امید نہ رہے، اس کی عدت یا تو حیض سے یہ ہوگی اگر وہ آئندہ جاری ہو، یا پھر اس عمر کے لحاظ سے ہوگی جس میں عورتوں کو حیض آنا بند ہوتا ہے اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد وہ جن مہینے عدت گزار کر نکاح سے آزاد ہوگی۔ یہی قول امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام ربیع کا ہے۔

امام مالک نے حضرت عمرؓ اور حضرت محمد اللہ بن جس کے قول کو اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت پہلے 9 مہینے گزارے گی۔ اگر اس دوران میں حیض جاری نہ ہو تو پھر وہ تین مہینے اس عورت کی عدت گزارے گی جو حیض سے ایساں ہو چکی ہو۔ ابن القاسم نے امام مالک کے مسک کی توضیح یہ کی ہے کہ 9 مہینے اس روز سے شمار ہوں گے جب آخری مرتبہ اس کا حیض فتنہ ہوا تھا نہ کہ اس روز سے جب اسے طلاق دی گئی۔ (یہ تمام تفصیلات احکام الفرائض اور بدائع الصنائع لکھا سالی سے ماخوذ ہیں)

امام ابن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت جس کی عدت حیض کے اعتبار سے شروع ہوئی تھی، عدت کے دوران میں آگے ہو جائے تو اسے حیض دان عورتوں کے بجائے آگے عورتوں والی عدت گزارانی ہوگی۔ ورنہ اگر اس کو حیض آنا بند ہو جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ کیوں بند ہو گیا ہے تو پہلے حمل کے شبہ میں 9 مہینے گزارے گی اور پھر اسے تین مہینے عدت کے پورے کرنے ہوں گے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کر حیض کیوں بند ہوا ہے، مثلاً کوئی بیماری ہو یا دودھ پلا رہی ہو یا ایسا کوئی اور سبب ہو تو وہ اس وقت تک عدت میں رہے گی جب تک یا تو حیض آنا شروع نہ ہو جائے اور عدت حیضوں کے لحاظ سے شمار ہو سکے، یا پھر وہ آگے ہو جائے اور آگے عورتوں کی عدت گزار سکے (الانصاف، مسائل عدت)

عالمہ عورت کی عدت کا اختتام وضع حمل یہ ہوگا

(وَأَنْ كُنْتَ حَامِلًا فَعِدَّتُهَا أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَأُولَئِكَ الْأَحْمَالُ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) (وَأَنْ كُنْتَ مَمْلُوءَةً فَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (وَالطَّلَاقُ الْآخِرَةُ تَطْلِقُكُمَا وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ) وَلَا تَرَى الرَّقِ مُنْقَضًا وَالْحَيْضَةَ لَا تَنْتَزِعُ فَكُنْتِ لَفَسَارَتِ حَيْضَتَيْنِ، وَلَكِنَّهُ أَشَارَ عُمَرُو بَقَوْلِهِ لَبَسَتْ لَعْنَتُهَا حَيْضَةً وَبِضْفًا (۱)  
(وَأَنْ كُنْتَ لَا تَحِيضُ فَعِدَّتُهَا شَهْرٌ وَرَضْفٌ) لِأَنَّهُ مُتَجَزِّءٌ كَمَا مَكَّنَ تَصْيِفُهُ عَمَلًا بِالرَّقِ

ترجمہ

اور اگر وہ عورت حمل نہ تو اس کی عدت وضع (یعنی پیدائش) ہوگی اس کی دینس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "اور جس دن عورتوں کی عدت کی انتہا پہنچے کو حرم دینا ہے"۔ اگر وہ عورت کثیر ہو تو اس کی عدت دو بیض ہوگی "اس کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "دینس کو دو بیض دی جائیں گی اور اس کی عدت دو بیض ہوگی"۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے: غلام ہونا (نکاح کو) کشف کر دینا ہے اور کیونکہ بیض کا اجزا نہیں کیے جاسکتے اس لیے یہ مکمل ہوگا اور دو بیض شہرہ سے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے ان الفاظ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "اگر میں استطاعت رکھتا تو اس (کثیر) کی عدت کو بڑھ دیتا بیض مقرر کرتا"۔ اگر وہ کثیر ایسی ہو کہ اسے جنس نہ ملے تاہو تو اس کی عدت دو بیض ۷۵ ہوگی کیونکہ اس وقت کو حوصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اس لیے کثیر ہونے پر عمل کرتے ہوئے اسے نصف قرار دینا ممکن ہے۔

شرح

یہ مسائل سے مروی ہے صحیح مسلمیہ جو حارث کی بیٹی قحطی اپنے خاندان کی وفات کے بعد بیس دن بعد بچہ جتی۔ جب نفاس سے فارغ ہوئی تو اس نے ہاؤنگہ دیکھا کہ لوگوں کو اچھا ہے ہوا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا حال بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خشک و ہلکا کر کے باقی عدت مکمل ہو چکی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 184)

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں ایک مسافر وہ حضرت ابن عباس حضرت ابو ہریرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان لوگوں نے ایک ایسے شخص کا مسئلہ چھیڑ دیا جو بیض ہوا چنانچہ اس کی وفات کے کچھ دن بعد بیض کی پیدائش ہو جانے سے حضرت ابن عباس نے بیان کیا یہ وہی اور اصل میں سے جو عدت زیادہ ہوگی وہ اس کی عدت ہوگی۔ ابو بکر نے یہی یہی وہ بیض کو حرم دینا اس کی عدت ختم ہو چکے گی یہ دونوں صاحبان اس مسئلے پر الجھ پڑے حضرت ابو ہریرہ بولے میں اپنے بیٹھے کے ساتھ ہوں یعنی ابوسمک تائید کرتا ہوں۔ ان حضرات نے حضرت ابن عباس کے غلام کرب کو کیدہ دام نہ طر کے پاس یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بھیجی تو سیدہ ام سلمہ نے یہ بات بتائی کہ سیدہ بنت حارث سلمیہ کے شوہر فوت ہو گئے ان کی وفات کے کچھ دن بعد ان کے ہاں بیض کی پیدائش ہو گئی تو خزانہ دار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب جن کی کنیت یونس ثقی نے نکاح کا بیٹھا بیٹھایا اور اسے یہ بتایا کہ تمہاری عدت ختم ہو چکی ہے اس عورت نے یہ ارادہ کیا کہ اگر وہ کسی اور کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے تو ابوسائل نے اس سے کہا کہ تمہاری عدت ابھی ختم نہیں ہوئی سیدہ نامی خاتون نے اس بات کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے اسے اجازت دی کہ وہ شادی کر سکتی ہے۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 136)

حملہ کی عدت و نکاح ثانی میں مذہب فقہاء

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں: وضع حمل اس کی عدت ہے مطلقاً یا خاندان کی موت کے ذریعہ بعد ہی ہو جائے، جیسے کہ اس

آپ کریم کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور جمہور علماء ملت و خلف کا قول ہے، ہاں حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو مآکران کا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت ہے "مذہب حنفی اپنی پچھتہ مبینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گذر چکے اور بچہ نہیں ہو تو توپے کے ہونے تک عدت ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور اس وقت حضرت ابو ہریرہ بھی وہاں موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خوند کے انتقال کے بعد چالیس دن بچہ ہو جائے آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گذرانی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اس پر ہے، ابو سلمہ نے کہا قرآن میں تو ہے کہ حمل والیوں کی عدت پچھ کاڑ جانا ہے،

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا میں بھی اپنے چچا زاد ہیں حضرت ابو سلمہ کے ساتھ ہوں یعنی میرا بھی فتویٰ یہ ہے، حضرت ابن عباس نے اسی وقت اپنے غلام کرب کو ام سلمہ کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھو اور انہوں نے فرمایا سیدہ ام سلمہ کے کہہ کر عمل کئے گئے، اسی وقت ام سلمہ سے تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت نکاح کا بیٹھا آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا بیٹھا دینے والوں میں حضرت ابوسائل بھی تھے یہ حدیث قدرے عورت کے ساتھ اور کتبوں میں بھی ہے،

حضرت عبداللہ بن حبیب نے حضرت عرب بن عبد اللہ بن اقرزہ زہری کو لکھا کہ وہ سیدہ بنت حارث سلمیہ کے پاس جا کر اس کے مکمل اور ان سے ان کا اقدار دریافت کر کے فہم لکھ لیجیوں، یہ سننے پر دریافت کیا اور لکھ کر ان کے خوند حضرت سعد بن خدری رضی اللہ عنہ سے یہ باری صحتی تھے جود ان میں فوت ہو گئے اس وقت یہ حمل سے تھیں تھوڑے ہی دن کے بعد انکس پیدا ہو گیا جب غاس سے پاک ہوئیں تو اپنے کپڑے پہن کر وہ نکاح کر کے بیٹھ گئیں حضرت ابوسائل بن یکب جب ان کے پاس آئے تو انکس اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے کہ تم جو اس طرح بیٹھو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو واللہ تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دن دن گذر جائیں۔ میں یہ سن کر چار روزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہونے ہی تک عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو اپنا نکاح کرلو (مسلم)

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرین ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر بھی تھے جن کی نظیر عمر کریم ان کے سر خمی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حامد کی عدت آخری دو عدتوں کی میعاد بتائی اس پر میں نے حضرت سیدہ والی حدیث بیان کی، اس پر میرے بعض ساتھی ٹھہرے ٹھہرے لگے گئے میں نے کہا کہ پھر تو میں نے بڑی جرات کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان نہ لکھ دیا تو کونہ کے کونہ میں زندہ موجود ہیں ہوسد روزا شرمائے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو نہیں کہتے میں۔

حضرت ابو حلیہ مالک بن عاصم سے ملا انہوں نے مجھے حضرت سیدہ والی حدیث پوری سنائی میں نے کہا تم نے اس بابت

حضرت عبداللہ سے بھی کچھ نہ ہے؟ فرمایا یہ حضرت عبداللہ کہتے تھے آپ نے فرمایا کہ تم اس پر فتویٰ کرتے ہو اور شخص نہیں دیتے؟  
سورہنا باقریؑ میں سورۃ طلاق سورۃ دہا طوطی کے بعد اترتی ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے،

ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو حاملہ نہ کرے چاہے میں اس سے ملا کر نہ کرے کو تیار ہوں یعنی میرے فوطے کے خلاف جس کا فتویٰ ہوش تیار ہوں کہ وہ میرے قید میں آئے اور یوں ہے کہ لہذا حضرت کرے، میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچہ کا پیدا ہونا ہے تاہم پہلے عام حکم تھا کہ جن کو زکوٰۃ کی خادما پر نہیں دیا چاہیے وہ اس کی عدت گذریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والی اس کی عدت بچہ کا پیدا ہونا ہے پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہو گئیں اب مسئلہ یہ ہے کہ جس عورت کا خادما نہ ہو اور حمل سے ہو تو جب حمل سے ذریعہ ہو جائے، عدت سے نکل گئی۔ لیکن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دنوں عورتوں میں سے جو آخری روزہ ہے،

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل سے پہلے تین طہا کی وایوں کی عدت ہے یا وقت شدہ خاندان وایوں کی؟ آپ نے فرمایا دونوں کی، یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لئے کہ اس کی ابتدا شیخ بن صباب سے آ رہی ہے بالکل متروک الحدیث ہے، لیکن اس کی دوسری سند یہ بھی ہیں۔ پھر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ متفقوں کے لئے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرمادیتا ہے، اللہ کے احکام اور اس کی پاک شریعت سے جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے تمہاری طرف آ رہا ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور چہرے کے ذریعے سے پہنچاتا ہے اور ان کے حقو سے عمل پر نازل کر دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۶۸)

### بانہ کی عدت میں مذہب فقہاء

حافظ ابن کثیر شریفی لکھتے ہیں کہ اس طرح سوہنی کی عدت بھی اتنی نہیں، اس کی عدت اس سے آ رہی ہے یعنی دو مہینے اور چار گھنٹے، جوہر کا مذہب یہ ہے کہ جس طرح لوطی کی حد بہ نسبت آ زاد عورت کے آدھی ہے اسی طرح عدت بھی۔ محمد بن سیرین اور بعض محدثین نے لوطی کی اور آ زاد عورت کی عدت میں برابری کے قائل ہیں۔ لیکن ایک تو اس آیت کا عموم ہے دوسرے یہ کہ عدت ایک طہی امر ہے جس میں قمر عورتیں یکساں ہیں۔ حضرت سعید ابن مسیب ابو حلیہ وغیرہ فرماتے ہیں اس عدت میں حکمت ہے یہ کہ اگر عورت کو خمس ہوگا تو اس مدت میں بالکل ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابن مسعود کی بخاری و مسلم اور مرفوع حدیث میں ہے کہ اس نہ کی پیداؤں کا یہ حال ہے کہ چالیس دن تک تو رحمہ در میں تنہا کی شکل میں ہوتا ہے، پھر خون بدست کی شکل چالیس دن تک رہتی ہے پھر چوبیس دن تک گوشت کا ٹکڑا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ اس میں روح پھونکتا ہے تو یہ ایک سو تیس دن ہوئے جس کے چار مہینے ہوئے، اس دن حیض اور رکھ کے کیونکہ بعض مہینے انیس دن کے بھی ہوتے ہیں اور جب روح چھوٹ کر دی گئی تو اب بھی حرکت مسموئے ہونے لگتی ہے اور حمل بالکل

ظاہر ہو جاتا ہے اس لئے اتنی عدت مقرر کی گئی۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اس لئے ہیں کہ روح انہی دنوں میں چھوٹی جاتی ہے۔ بیچ بن اس بھی منکر فرماتے ہیں۔ حضرت امام احمد سے ایک روایت میں بھی مروی ہے کہ جس لوطی سے بچہ ہو جائے اس کی عدت بھی آ زاد عورت کے برابر ہے اس لئے کہ وہ قرآن میں لکھی گئی اور اس لئے بھی کہ مسند احمد میں حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا لوگو سب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر خط ملا طے نہ کرو۔ اولاد والی لوطی کی عدت جبکہ اس کا سر دانت ہو جائے چار مہینے اور اس دن ہیں۔ یہ حدیث ایک در طریق سے بھی ابوداؤد میں مروی ہے۔ امام احمد اس حدیث کو منکر جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ایک راوی قیس بنیہ نے اپنے استاد دوسرے سے روایت نہیں کی۔

حضرت سعید بن مسیب جہاد، سعید بن جبیر، حسن بن سیرین، ابن عباس زہری اور مروان بن عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔ یزید بن عبدالملک بن مروان جو امیر المؤمنین تھے، بھی حکم دیتے تھے۔ اوزاعی، اسحاق بن راہویہ اور محمد بن حنبل بھی ایک روایت میں یہی فرماتے ہیں لیکن ملاؤں اور قتادہ اس کی عدت بھی آدھی بتلاتے ہیں یعنی دو مہینے اور چار گھنٹے۔

حضرت امام ابیاض اور اس کے ساتھ حسن بن صالح بن کثیر فرماتے ہیں وضع عدت گزارے، حضرت علیؑ ابن مسعود عطا دار ابراہیم غنی کا قول بھی یہی ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس کی عدت ایک حیض ہی ہے۔ ابن عمر، شعی، یحییٰ، ابی سعید، ابو ثور اور جوہر کا یہی مذہب ہے۔ حضرت لیث فرماتے ہیں کہ اگر حیض کی حالت میں اس کا یہ قیادت ہوا ہے تو اسی حیض کا ختم ہو جائے اس کی عدت کا ختم ہو جائے۔ امام مالک فرماتے ہیں اگر حیض نہ آتا ہو تو جن مہینے عدت گزارے۔ امام شافعی اور جوہر فرماتے ہیں ایک مہینہ اور جن دنوں میں مجھے دو پندہ ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۶۸)

### وضع حمل سے اختتام عدت کا بیان

جس حمل کے وضع ہونے سے عدت ختم ہو جاتی ہے وہ ہر گرجا جس میں انسان کا سر یا پاؤں بن چکا ہو تو بالاجرا اس سے عدت ختم ہو جائیگی، اسے ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کیونکہ معلوم ہوا چکا ہے کہ یہ حمل تھا اس سے یہ عروہی نصوص میں داخل ہوگا۔

لیکن اگر یہ حمل وضع ہو جس میں ابھی کچھ بھی واضح نہ ہوا اور وہ صرف خون اور گوشت کا ٹکڑا تھا، ہو اور خفقت واضح نہ ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو گواہی دی ہو کہ اس میں خفیہ صورت وضع ہو چکی ہو تو اس سے بھی عدت ختم ہو جائیگی، کیونکہ یہ حمل ہے اور عروہی نصوص میں داخل ہے۔ (کشف القناع، ۵/ ۲۱۳)

### یہ عورت کی عدت کا بیان

(وَعَسَدَةُ الْحَرَّةِ فِي الرِّقَابَةِ أَرْبَعَةُ أَشْهُبٍ وَعَشْرٌ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ

بِأَنْفُسِهِمْ أَرْبَعَةً أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (وَعِدَّةُ الْأَمَةِ شَهْرَانِ وَخَمْسَةُ أَيَّامٍ) لِأَنَّ الزَّيْلَ مُصَيَّفٌ .

ترجمہ

اور شوہر کی وفات کی صورت میں آذر و جورت کی عدت چار ماہ و دس دن ہوگی اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”اور وہ (ماتہ) مرتے ہوئے) بیوی یا چھوڑ کر جاتے ہیں تو وہ چھ مہینے چار ماہ و دس دن تک شوگرور کے رکھیں گی“ (بیوہ) کی بیکری کی عدت دو ماہ پانچ دن ہے اس کی وجہ یہی ہے: رقیقہ (نعت کو) نصف کر دینی ہے۔

شرح

وَالْمُزْنِ يَنْتَوِيضُونَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجَهُمْ مَتَاعًا إِلَى الْفَحْوَلِ غَيْرِ  
إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا حَاجَ عَلَيْكُمْ فِي مَا قَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ وَاللَّهُ غَفِيرٌ  
حَكِيمٌ (المقرہ)

اور جو تم میں سے مرد اور بیویں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں۔ سال بھر تک نان و نفقہ دینے کی بے نکالے۔ پھر اگر وہ خود نکال جائیں تو تم پر اس کا کوئی غم نہیں جو تمہیں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا اور اللہ تعالیٰ عاتق دادا ہے۔ (کنز الایمان)

دور جاہلیت کی عدت و نفث کے منسوخ ہونے کا بیان

صداۃ فاضل مولانا فہیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں بیوہ کی عدت ایک ماہ کی تھی اور ایک سال کال و شوہر کے یہاں رہ کر نان و نفقہ پانے کی تسبیح تھی۔ پھر ایک سال کی عدت تو تَبَتَّوْتَبَسُّ بِأَنْفُسِهِمْ أَرْبَعَةً أَشْهُرًا وَعَشْرًا سے منسوخ ہوئی جس میں بیوہ کی عدت چار ماہ و دس دن مقرر فرما دی گئی اور سال بھر کا نفقہ عدت میراث سے منسوخ ہوا جس میں عورت کا حصہ شوہر کے ترکہ سے مقرر کیا گیا ہند اس وصیت کا حکم باقی نہ رہا بلکہ اس کی یہ کہ عرب کے لوگ اپنے مورث کی بیوہ کا نفقہ یا غیر سے نکاح کرنا بالکل اوراداری نہ کرتے تھے اور اس کو دیکھتے تھے اس لئے اگر ایک دم چار ماہ و دس دن کی عدت مقرر کی جاتی تو یہ ان پر بہت شاق ہوتی ہنذا بدتر ترجیح نہیں دیا پر لایا گیا۔ (خزائن العرفان)

اکسٹرمین کا قول ہے کہ یہ عدت اس سے پہلے کی عدت اس سے پہلے کی عدت یعنی چار مہینے و دس رات کی عدت و اہل عدت کی منسوخ ہو چکی ہے،

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن زبیر نے حضرت عثمان سے کہا کہ جب یہ عدت منسوخ ہو چکی ہے تو پھر آپ اسے قرآن کریم میں کیوں نکھار رہے ہیں، آپ نے فرمایا نتیجتاً جس طرح اگلے قرآن میں یہ موجود ہے یہاں بھی موجود رہے گی، ہم کوئی تغیر تبدل نہیں کر سکتے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں پہلے تو یہی حکم کر سنا بجز تک نان نفقہ اس بیوہ عورت کو سمیت کے ال سے دیا جائے ورنہ اس کے مکان میں یہ رہے، پھر آیت میراث نے اسے منسوخ کر دیا اور خاندان کو لا دہونے کی صورت میں مال متروک کا آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہونے کے وقت چوتھا مال اور دیگر کا حق میراث چار ماہ و دس دن مقرر ہوئی۔

اکثر محققین سے مراد یہی عدت منسوخ ہے، سید بن مسیب کہتے ہیں سورۃ انزاب کی آیت (لَا يَحِلُّ لَاللّٰہِ اَنْ يَّعْزِبَ عَنْكُمْ اَنْفُسُکُمْ الْوَمَوَاتِ) الخ، نے اسے منسوخ کر دیا،

حضرت طاہر فرماتے ہیں سات مہینے میں دن جو اصلی عدت چار مہینے دن کے سوا کے ہیں اس آیت میں اس مدت کا حکم ہو رہا ہے، عدت تو واجب ہے لیکن یہ زیادتی کی مدت کا عورت کو اختیار ہے خواہ وہ ہیں بیوہ کر یا نہ کر اور وہ خواہ نہ گزارے ورنہ چاہے، میراث کی آیت نے سب سے پہلے کے مکان کو بھی منسوخ کر دیا، وہاں جس عدت گزارے مکان کا خرچ خاندان کے ذمہ ہیں، پس ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے سال بھر تک کی عدت کو واجب نہیں کیا پھر منسوخ ہونے کے کیا معنی؟

یہ تو صرف خاندان کی وصیت ہے اور اسے بھی عورت پر کرنا چاہیے تو کرے ورنہ کسی بجز رئیس و وصیہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وصیت کرتا ہے جیسے آیت (وَصِیْکُمْ اَللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ) الخ، اس کا نصب غلطو صول نہیں کو خود دہاں کرے۔ وصیت کی قرأت یہی ہے یعنی آیت (کُتِبَ عَلَیْکُمْ وَصِیْتُہ) پس اگر عورتیں سال بھر تک اپنے فوت شدہ خاندانوں کے مکانوں میں رہیں تو انہیں نہ نکالا جائے اور اگر وہ عدت گزار کر جانا چاہیں تو ان پر کوئی جبر نہیں۔

بہت سے لوگ اسکی کو اختیار کرتے ہیں اور اپنی کی جہر عت اسے منسوخ جتنی ہے، پس اگر ان کا ارادہ اصلی عدت کے بعد کے زمانہ سے منسوخ ہونے کا ہے تو خود نہ اس بارے میں ان کا اختلاف ہے وہ کہیں اپنے خاندان کے گھر میں عدت گزارنی ضروری ہے۔ اور اس کی دلیل موطا مالک کی حدیث ہے کہ حضرت یوسف غدری کی ہمشیرہ صدیقہ فریادین مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہہ رہے غلام بیگ گئے تھے جنہیں دھونڈنے کیلئے میرے ذمہ دے قدم میں ان غلاموں سے ملاقات ہوئی نہیں انہوں نے آپ کو قتل کر دیا ان کا کوئی مکان نہیں جس میں عدت گزاروں اور نہ کچھ کھانے پینے کو ہے اگر آپ اجازت دیں تو اپنے سینے چلی جاؤں اور میں عدت پوری کر دوں، آپ نے فرمایا اجازت ہے، میں لوئی ابھی تو میں حجرے میں ہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہوا یا یہ خود یا یہ اور فرمایا تم نے کیا کیا، میں نے پھر قصہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہی غمخیز رہو یا یہاں تک کہ عدت گزار جائے، چنانچہ میں نے وہیں عدت گزارنا پورا کیا یعنی چار مہینے و دس دن۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں آپ نے مجھے ہوا یا اور مجھ سے یہی مسئلہ ہو چھا، میں نے اپنا یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سمیت سنایا حضرت عثمان نے بھی اسی کی پیروی کی اور یہی فیصلہ دیا اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہتے ہیں۔

سعد بن ابی اخطی بھی یہی فیصلہ دیا، نبی بخت کعب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں فرج بخت۔ لک نے انہیں بتایا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ اسے اجازت دیں کہ وہ اپنے خاندان میں واپس چلی جائیں کیونکہ اس کا شوہر اپنے مفرور

غلاموں کو تلاش کرنے کے لیے نکلا جب اس نے قدم سے قدم کے پاس انہیں پایا تو ان کے غلاموں نے ان کو تلاش کر دیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک عدت ختم نہیں ہو جاتی تو اپنے گھر میں رہو۔ میں نے عرض کی میرے شوہر نے ایسا کوئی گھر نہیں چھوڑا جس کی میں مالک ہوں نہ کوئی خرچ چھوڑا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سبکیاں رہو جب تک عدت ختم نہیں ہو جاتی ردی بیان کرتے ہیں تو اس عورت نے اس گھر میں پڑھنا دن عدت بسر کی۔ نسب بنت کعب بن کر تیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں انہوں نے کسی کو بچھو کر گھجھ سے منسوب نہ کیا تھا کہ میں اس بارے میں بتاؤ تو انہوں نے اس کی بیچ دی کرتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ دیا۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 143)

پانڈی کی عدت وقت میں فقہی مذاہب اور

اسی طرح لوٹری کی عدت بھی اتنی نہیں، اس کی عدت اس سے آگے ہے حتیٰ دو مہینے اور پانچ راتیں، جمہور کا مذہب یہی ہے جس طرح اونڈی کی حد بدست آزاد عورت کے آگے ہے اسی طرح عدت بھی۔ محمد بن سیرین اور بعض علماء خارجیہ لوٹری کی اور آزاد عورت کی عدت میں برابری کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل ایک تو اس حد کا عموم ہے، دوسرے یہ کہ عدت ایک جی امر ہے جس میں تمام عورتیں یکساں ہیں۔

حضرت سعید ابن مسیبؓ ابو حلیہ وغیرہ فرماتے ہیں اس عدت میں حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو حمل ہوگا تو اس مدت میں بالکل ظاہر ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعودؓ بخاری و مسلم و ابی داؤد میں ہے کہ انسان کی پیدائش کے حال ہے کہ چالیس دن تک تو ہم بارش میں غفلت کی شکل میں ہوتا ہے، پھر خون بدست کی شکل چالیس دن تک رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کا پتھر اترتا ہے پھر اندھ کی فرشتے کو سمیٹتے اور وہ اس میں روح پھونکتے ہے۔ تو یہ ایک سو تیس دن ہوئے جس کے چار مہینے ہوئے، وہ دن احتیاط اور دیکھو کہ کیونکہ جنس مینے ان تیس دن کے بھی ہوتے ہیں اور جب روح پھونک دی گئی تو اب بچہ کی حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور حمل بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس سے حتیٰ عدت مقرر کی گئی والدہ رحمہ۔ سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں دس دن اس لیے ہیں کہ روح انجلی دس دنوں میں پھونک جاتی ہے۔

ربیع بن انسؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت مہمہ سے ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے تاکہ جس لوٹری سے بچہ ہو جائے اس کی عدت بھی آزاد عورت کے برابر ہے اس لیے کہ وہ عورتیں بھی ان کے لیے بھی کہ مسند احمد میں ہے عدت ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا جو کسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر غلط غلط نہ کرے۔ اول دوا لی لوٹری کی عدت جسکے اس کا سر وارفت ہو جائے پھر مہینے اوکھ دن ہیں۔ یہ حد یہ ایک اور طریق سے بھی ابوداؤد میں مروی ہے۔

امام احمد اس حد کو منکر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ایک راوی قیس نے اپنے استاد عمر سے یہ روایت نہیں سنی۔ حضرت سعید بن مسیبؓ مجاہد، سعید بن جبیر، حسن بن سیرین، ابن عیاض، زہری اور عمرو بن عبد العزیزؓ کا یہی قول ہے۔ یزید بن عبد الملک بن مردانؓ مجاہد، لمونث بن حنفیہ، یحییٰ بن محمدؓ دیتے تھے۔

ازدواج، اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبلؓ بھی ایک روایت میں یہی فرماتے ہیں لیکن حاکم اور قزوینی اس کی عدت بھی آدھی بتلاتے ہیں یعنی دو ماہ پانچ راتیں۔

ابو یوسفؓ کے ساتھ حسن بن صالح بن کئی فرماتے ہیں میں جنس عدت گزارے، حضرت علی ابن مسعودؓ عطاء اور ابی انیمؓ کا یہی قول بھی یہی ہے۔

امام مالکؓ امام شافعیؓ اور امام احمدؓ کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس کی عدت ایک جنس ہی ہے۔ ابن عمرؓ، عقیق، بکول، ابیہ، ابو یوسفؓ اور جابرؓ کا یہی مذہب ہے۔ حضرت لیثؓ فرمے ہیں کہ اگر جنس کی حالت میں اس کا سفیدت ہو جائے تو اس جنس کا ختم ہو جاتا اس کی عدت کا ختم ہو جاتا ہے۔ امام مالکؓ فرماتے ہیں اگر جنس نہ آتا ہو تو تین مہینے عدت گزارے۔ امام شافعیؓ اور جمہور فرماتے ہیں ایک مہینہ اور تین دن مجھے زہری واپس دینا ہے۔

حاملہ عورت کی عدت کا بیان

(وَرَأَى كَانَتْ حَامِلًا فَعِدَّتُهَا أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا) لَا عِلَاقَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَأُولَئِكَ الْأَحْمَالُ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ: قَدْ شَاءَ سَاهِلُهُ أَنْ سُورَةَ اِسْتِسَاءِ الْقُصْرَى تَزَلَّتْ بَعْدَ الْآيَةِ الْآتِيَةِ فِي سُورَةِ الْفُتُورَةِ (۱) وَقَالَ عُمَرُ: لَوْ وَضَعَتْ وَزَوَّجَهَا عَلِيٌّ سَرِيرَهُ لَا تَنْقَضَتْ عِدَّتُهَا وَحَلَّ لَهَا أَنْ تَزَوَّجَ (۲)

ترجمہ

اور اگر عورت (جو بچہ ہوئے) کے حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مطلق ہے۔ اور حمل والی عورت کی عدت یہ ہے۔ دو مہینے کا ختم دینا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جو شخص چاہے جس اس کے ساتھ

(۱) أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم (۵۳۳۶) و مسلم فی "الصحيح" رقم (۴۹۱۰) و أبو داؤد فی "السنة" رقم (۲۳۰۷) و الترمذی فی "المستدرک" رقم (۱۹۷/۶) و ابن ماجہ فی "السنة" رقم (۲۰۲۰) لغز: "س شاء لاحت"

(۲) أخرجه مالك فی "الموطأ" باب مدة العتق عها زوجها إذا كانت حاملاً (۵۸۹/۲) و الشافعی عہ۔ و أخرجه عبد الرزاق من وجہ آخر عن سالم و هو عن عبد الرزاق من رواية سلمة سمعت رجلاً من الأنصار يحدث ابن عمر قال: سمعت أبا حنيفة و فی الباب قصة سبعة الأسلب أخرجه البخاری فی "الصحيح" رقم (۵۳۳۶) و مسلم فی "الصحيح" رقم (۴۹۱۰) عن أم سلمة رضي الله عنها أنها قالت: "شاءت امرأة أن يبي شق فقلت: قال رسول الله ن ابنتي تولي عها و هو عها و قد شذكت عها النكاح عها فقال رسول الله ﷺ: لا بد من أن يولد، كحل ذلك يقول: لا ثم قال: ما عي أمة لا بد من عهده، و قد كانت أسلمة من في الجاهلية ترضي بالحرية عن رأس الحارث، قال: فإن البهي عن عهده السنة" أخرجه البخاری في "الصحيح" رقم (۸۹/۶) عن كسة "ترمي بالحرية" و معنى و يهبها بالحرية "كانها تقول: كان حلو من في القيت و حبسها عهده سنة، أنقول عها من رمى عهده بالحرية أو هو يسير في حبس من حبس من حق الزوج.

مہاجر کر سکا ہو کہ چھوٹی دان سورہ نسا اس آیت کے بعد نازل ہوئی جو سورہ بقرہ کے اندر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر وہ عورت ہے تو اس وقت حتم ہو جسے اس کے شوہر کی میت (مٹل کے) تختے پر پڑی ہوئی ہو تو بھی اس عورت کی عدت ختم ہو جائے گی اور اس کے لئے یہ جائز ہوگا جو دوسری شادی کر لے۔

حاملہ بیوہ کی عدت میں مذاہب فقہاء

اس امر پر تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے۔ لیکن اس امر میں اختلاف واقع ہو گیا ہے کہ آیا یہ حکم اس عورت کا بھی ہے جس کا شوہر زمانہ حمل میں وفات پا گیا ہو؟ یا اشکاف اس وجہ سے ہو کہ سورہ بقرہ آیت 234 میں اس عورت کی عدت 4 مہینے دن بیان کی گئی ہے جس کا شوہر فوت پا جائے، اور وہ اس امر کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ حکم آیا تمام بیوہ عورتوں کے لئے ع م ہے یا ان عورتوں کے لئے خاص ہے جو حاملہ ہیں۔

حضرت طبری اور حضرت عبداللہ بن عباس ان دونوں آیتوں کو لے کر یہ استنباط کرتے ہیں کہ حاملہ مطلقہ کی حد وضع حمل تک ہی ہے، مگر بیوہ حاملہ کی عدت 4 مہینے دن ہے، یعنی مطلقہ کی عدت اور حاملہ کی عدت میں سے جو زیادہ طویل ہو وہی اس کی عدت ہے۔ مثلاً اگر اس کا بچہ 4 مہینے دن میں پیدا ہو جائے تو وہ 4 مہینے دن پر ہے، اگر نہ ہو تو اس کی عدت 4 مہینے دن پر ہے اور اگر اس کا وضع حمل اس وقت تک نہ ہو تو پھر اس کی عدت اس وقت پوری ہوگی جب وضع حمل ہو جائے۔ لیکن مذہب امامیہ کا ہے۔

حضرت محدث بن سعد کہتے ہیں کہ سورہ طلاق کی یہ آیت سورہ بقرہ کی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے، اس لئے بعد سے حکم نازل ہونے کی بجائے آیت کے حکم کو غیر حاملہ بیوہ کے لئے خاص کر دیا ہے اور ہر حاملہ کی عدت وضع حمل تک مقرر کر دی ہے، خواہ وہ مطلقہ ہو یا بیوہ۔ اس مسئلہ کی رو سے عورت کا وضع حمل چاہے شوہر کی وفات کے فوراً بعد ہو جائے یا 4 مہینے دن سے زیادہ طویل تک پہنچے، ہر حال بچہ پیدا ہوتے ہیں اور عدت سے باہر ہو جائے گی۔

اس مسئلہ کی تائید حضرت ابی بن کعب کی یہ روایت کرتی ہے وہ فرماتے ہیں، جب سورہ طلاق کی یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا یہ مطلقہ اور بیوہ دونوں کے لئے ہے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا۔ اور دوسری روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا تصریح فرمائی، احول کل حمل ان تصع مافی بطنها، ہر مد عورت کی عدت کہ مدت اس کے وضع حمل تک ہے (اس جریہ۔ ابن ابی حاتم)

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ اگرچہ اس کی سند میں کام کی کوتاہی ہے، لیکن چونکہ یہ متعدد سندوں سے نقل ہوئی ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس کی کوئی اصل ضرور ہے۔ اس سے بھی زیادہ یہ بڑھ کر اس کی مشبوط تائید مسجد السلیعہ کے واقعہ سے ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیش آیا تھا۔ وہاں تک جس بیوہ کی بھی شوہر کی وفات کے چند روز بعد (بعض روایات میں 20 دن، بعض میں 23 دن، بعض میں 25 دن، بعض میں 40 دن اور بعض میں 35 دن بیان ہوئے ہیں) ان کا وضع حمل ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ سے ان کے معاملہ میں فتویٰ پوچھا گیا تو آپ نے ان کو نکاح کی اجازت دے دی۔ اس واقعہ کو بخاری و

مسلم نے کئی طریقوں سے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔ اسی واقعہ کو بخاری، مسلم، امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے مختلف سندوں کے ساتھ حضرت مسود بن عمر سے بھی روایت کیا ہے۔ مسلم نے خود مسجد السلیعہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں حضرت سعد بن نویدؓ سے پوچھتا تھا، چھہ الوداع کے زمانے میں میرے شوہر کا انتقال ہو گیا جبکہ میں حاملہ تھی۔ وفات کے چند روز بعد میرے باپ بچہ پیدا ہو گیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ تم چار مہینے دن سے پہلے نکاح نہیں کر سکتیں۔ میں نے اس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو آپ نے فتویٰ دیا کہ وضع حمل ہوئے ہی طلاق ہو چکی ہو، اب چاہے وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہو۔ اس روایت کو بخاری نے بھی منقطعاً نقل کیا ہے۔

صحابہ کا کثیر تعداد سے یہی مسلک منقول ہے۔ امام مالک، امام شافعی، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن المہدی نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے حاملہ بیوہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا اس کی عدت وضع حمل کی ہے۔ اس پر انصار میں سے ایک صاحب نے کہا کہ حضرت عمرؓ سے تو یہاں تک تھا کہ اگر شوہر ابھی فن نہیں ہوا تو ایک ماہ اس کی اس کے بستر پر ہی اور اس کی بیوی کے بچہ ہو جائے تو وہ دوسرے نکاح کے لئے طلاق ہو جائے گی۔ یہی ہے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت یاسعہؓ ہدی اور حضرت عائشہؓ کے درمیان کا نزاع اور دوسرے کا برکتیہا نے اختیار کیا ہے۔

شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر حاملہ کے پیدائش میں ایک سے زیادہ بچے ہوں تو آخری بچے کی ولادت پر عدت ختم ہوگی۔ بچہ خود مرد یا بیوہ ہو، اس کی ولادت سے عدت ختم ہو جائے گی۔ اسقاط حمل کی صورت میں اگر نیا دل اپنے قریب کی رو سے یہ کہیں کہ یہ شخص خون کا ٹکڑا اذقہ ملک اس میں آدھی کی صورت پائی جاتی تھی کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل تھی تو ان کا قول قبول کیا جائے گا اور عدت ختم ہو جائے گی۔ (معنی المحتاج)

حنابلہ اور حنفیہ کا مسلک بھی اس کے قریب قریب ہے، مگر اسقاط کے معاملہ میں ان کا مذہب یہ ہے کہ جب تک الہائی نجات ثابت نہ ہو جائے یا سائے شخص درمیان کے اس بیان پر کہ یہ آدمی کی اصل ہے، اٹھاؤ نہیں کیا جائے گا اور اس سے عدت ختم نہ ہوگی (برائے اہل نفع۔ انصاف)۔ حناہد ورحیہ کا مسلک یہی زیادتی برحقہ طے ہے۔

مطلقہ عورت بیوہ ہو جائے تو اس کی عدت کا حکم

وَأَذَانُ وَرِثَةُ الْمُطَلَّقَةِ فِي الْمَرْصُ قَعْدَتُهَا أَبَعَدَ لِأَحْلَى، وَهَذَا عَمَّا بَيَّنَّ حَيْفَةً وَمُحَمَّدِي  
وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: ثَلَاثَ حَيْصٍ، وَمَعْنَاهُ إِذَا كَانَ الْفُلَاقِي بَيْنَا أَوْ قَلَا، أَمْ إِذَا كَانَ  
رَحِيحًا لَعَنِيهَا عَدَّةُ الْوُفَاةِ بِالْإِجْمَاعِ، لِأَبِي يُوسُفَ أَنَّ الْيَنْكَاحَ قَدْ انْقَطَعَ قَبْلَ الْمَوْتِ  
بِالْطَّلَاقِ وَلَمْ يَمُتْهَا ثَلَاثَ حَيْصٍ، وَأَمَّا نَجِصَ عَدَّةُ الْوُفَاةِ إِذَا كَانَ الْيَنْكَاحُ فِي الْوُفَاةِ إِلَّا  
أَنَّهُ يَقِي فِي حَقِّ الْإِزَاتِ لَا فِي حَقِّ تَعْيِيرِ الْعِدَّةِ، بِإِخْلَافِ الرَّحِيحَةِ لِأَنَّ الْيَنْكَاحَ تَاقِي مِنْ كُنْ

وَجِبَ وَ لَهَا أَنَّهُ لَمَّا بَقِيَ فِي حَقِّ الْوَرِثَةِ يُجْعَلُ بَقِيَّةً فِي حَقِّ الْعَدَّةِ اخْتِطَاطًا فَبَحْمُ بَيْنَهُمَا .

ترجمہ

اور جب (شوہر کی) بیواری کے دوران طلاق یافتہ عورت (اس شوہر کے فوت ہونے پر) اس کی وارثت میں نہائے تو اس کی عدت وہ ہوگی جو بعد میں ختم ہو۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں اس کی عدت تین جنس ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے جب طلاق ہو سکے تو بیوہ تین طہن دینی ہوگی۔ لیکن اگر مرضی طلاق ہو تو اس پر اتفاق ہے وہ وفات کی عدت بسر کرے گی۔ امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے (شوہر کی) موت سے پہلے ہی طلاق کے نتیجے میں نکاح ختم ہو چکا ہے تو عورت پر یہ لازم ہوگا کہ (تین جنس تک عدت بسر کرے) (وفات سے متعلق عدت اس وقت واجب ہوگی جب وفات کی وجہ سے نکاح زائل ہو گا تاہم وراثت کے حق میں یہ باقی ہے لیکن عدت کے ختم ہونے کے حق میں نکاح کا حکم باقی نہیں ہے جبکہ مرضی طلاق کا حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ اس میں برقرار رہا ہے تو باقی ہوتا ہے۔ طہن کی دلیل یہ ہے جب نکاح وراثت کے حق میں باقی ہے تو عدت کے حق میں بھی احتیاط کے پیش نظر اسے باقی قرار دیا جائے گا لہذا ان دونوں کو جمع کر دیا جائے گا۔

عدت طلاق و عدت وفات کے جمع ہونے کا بیان

حضرت سیمان ابن یسار کہتے ہیں کہ انھوں نے مک شام میں اس وقت وفات پائی جب کہ ان کی بیوی کا تیسرا جنس شروع ہو چکا تھا اور انھوں نے اپنے سرے سے پہلے ان کو طلاق دی یہ بھی چنانچہ حضرت معاویہ ابن یوسف نے اس مسئلہ کو دریافت کرنے کے لئے حضرت زید ابن ثابت کو لکھا، حضرت زید نے حضرت معاویہ کو جواب میں لکھا کہ جب اس عورت کا تیسرا جنس شروع ہو گیا تو وہاں جس سے لگ ہوگی اور اس میں اس سے الگ ہوگئے نہ تو انھوں اس کے وارث ہوں اور نہ وہ انھوں کی وارث ہوں۔

(موطاء امام مالک، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 528)

صورت مسئلہ یہ تھی کہ حضرت انھوں نے بی بی کو طلاق دی اور وہ تین جنس آنے تک کے لئے عدت میں بیٹھ گئیں جیسا کہ طلاق کی عدت کا حکم ہے پھر انھیں ان کی عدت پوری نہیں ہوئی تھی اور تیسرا جنس شروع ہو گیا کہ انھیں اس انتقال سے کہ عدت میں بیٹھ گئیں چھ ماہ بعد اس کی عدت کی مدت میں بیٹھنا چاہئے تھے چنانچہ حضرت معاویہ نے حضرت زید ابن ثابت سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اس صورت میں عورت خاندان کی وارث ہوگی یا نہیں؟ حضرت زید نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ جب تیسرا جنس شروع ہو گیا تو شخص تیسرے جنس کا خون دیکھتے ہی اس کا حلق منقطع ہو گیا۔ اور زہدیت کی بناء پر سے آزاد ہوگی کیونکہ اس صورت میں طلاق کی عدت باقی اس اعتبار سے کہ اس کی عدت کا زیادہ کارگر ہو گیا ہے یا اس اعتبار سے کہ تیسرا جنس شروع ہو گیا پوری ہوگی ہے اس صورت میں وفات کی عدت ساتھ ساتھ ہوگی لہذا جس طرح طلاق کی عدت پوری ہو جائے ہے اگر مرد زندہ ہوتا تو وہ عورت کو وارث نہیں ہو سکتا تھا

طرح اب مذکورہ مسئلہ میں جب کہ مرد مرگیا ہو تو عورت اس کی وارث نہیں ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ کا مقصد صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ عورت انھوں کی وارث ہوگی یا نہیں؟ جبکہ یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت معاویہ کا مقصد عدت کے بارے میں معلوم کرنا تھا کہ آیا عورت اپنی طلاق کی عدت چوری رکھے یعنی تیسرا جنس جو شروع ہو چکا ہے اس سے پاک ہو کر عدت سے نکل آئے یا اب وفات کی عدت چنیے جائے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ تین کس میں اس موقع پر بھی (شرعی) نکلنے کے بارے میں صریحاً یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مطلقہ عورت کی عدت کے بارے میں جو یہ حکم دیا ہے کہ

آیت (والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثة قروء) اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنے آپ کو روکے کھیں تین جنس ختم ہونے تک تو اس میں قروء سے مراد طہن ہیں گویا طہن کا مقصد یہ واضح کرتا ہے کہ یہ حدیث شریف کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک مطلقہ کی عدت تین جنس نہیں بلکہ تین خہر ہیں حالانکہ طہن کی یہ بات کہ اس حدیث سے شواہد کا مسلک ثابت ہوتا ہے کوئی مضبوط بات نہیں ہے کیونکہ اول تو یہ ایک صحابی حضرت زید بن ثابت کا مسلک ہے دوسرے یہ کہ خود انھی حضرت زید سے اس امر کے برخلاف بھی منقول ہے چنانچہ ان سے یہ منقول ہے کہ حدیث (عسلۃ لامۃ حیضتہ) یعنی کوڑھی کی عدت دو جنس ہیں پھر سکے حادہ یہ قطعاً معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت معاویہ نے حضرت زید کے قول پر عمل بھی کیا تھا یا نہیں۔

حنیفہ کے نزدیک ثلاثہ قروء سے مراد تین جنس ہیں چنانچہ خلفاء راشدین اور انھیں سے کبھی یہ قول ہے نیز ہر صحابیوں سے منقول ہے کہ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ بیوی طلاق کی عدت میں جب تک تیسرے جنس سے پاک نہ ہو جائے عورت کو خاندان کے جس نے اس کو طلاق دی ہے اس کا زیادہ حق رکھتا ہے (مطلب یہ کہ تیسرے جنس سے پاک ہونے کے بعد ہی عدت کی مدت پوری ہوتی ہے اور اس بیوی سے مرد کا نکاح قطع ہو جاتا ہے اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ قروء سے جنس مراد ہیں ملاحظہ فرمائیے کہ اپنی کتاب میں اس موقع پر تفصیلی بحث کی ہے اور حنفیہ کے بہت سے دلائل بھی لکھے ہیں۔

اگر مرد کو مردہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے تو اس کی بیوی کی عدت کا حکم

وَلَوْ قُتِلَ عَسَىٰ رَقَبَةٍ حَتَّىٰ وَرَقَعَتْ أَمْرَهُ فَعِدَّتُهَا عَلَىٰ هَذَا لَا اخْتِلافَ وَقِيلَ عِدَّتُهَا بِالْأَخْيَاضِ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّ النِّكَاحَ حَبْنِيذٌ مَا غُبِرَ نَائِلًا إِلَىٰ وَقَبِ الْمَوْتِ فِي حَقِّ الْوَرِثَةِ لِأَنَّ الْمُسْلِمَةَ لَا تَوَرِّثُ مِنَ الْكَافِرِ فَإِذَا عَقَفَتِ الْأَمَةَ فِي عِدَّتِهَا مِنْ طَلَاقٍ رَجَعَتِ انْتَقَلَتْ عِدَّتُهَا إِلَىٰ عِدَّةِ الْخَوَالِصِ لِإِقْبَامِ النِّكَاحِ مِنْ كُلِّ وَجْهِ وَزَانَ عَقَفَتْ وَهِيَ مَيُوتَةُ أَوْ مُوُتَىٰ عَشَا زَوْجُهَا لَمْ تَسْقِلْ عِدَّتُهَا إِلَىٰ عِدَّةِ الْخَوَالِصِ لِزَوَالِ النِّكَاحِ بِالْيُتُوتَةِ أَوْ الْمَوْتِ .



ترجمہ

اور اگر شوہر کو اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا جائے اور وہ عورت اس کی وارث بنے تو اس عورت کی عہدت اس ختلاف پہنچ ہوگی۔ ایک قول کے مطابق اس بات پر جماع ہے اس کی عہدت حیض کے اعتبار سے ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے: اس صورت میں نکاح کو راجعت کے حوالے سے موت کے وقت تک باقی قرار نہیں دیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے، کوئی مسلمان عورت کسی کافر کی وارث نہیں بن سکتی۔ اگر رجعی طلاق کی صورت میں عہدت کے دوران ہی، کنیز کو آزاد کر دیا جائے تو اس کی عہدت آزاد عورتوں کی طرح ہوگی، کیونکہ نکاح ہر اعتبار سے باقی تھا۔ اگر کوئی کنیز یا نیکہ طلاق کی عہدت بسر کر رہی ہو وہ نہت کی عہدت بسر کر رہی ہو، اور پھر اسے آزاد کر دیا جائے تو اب اس کی عہدت آزاد عورتوں کی عہدت کی طرف منتقل نہیں ہوگی، کیونکہ بچہ نکاح، نیکہ طلاق و شوہر کی وفات کی وجہ سے زائل ہو چکا ہے۔

اردو ادب سے نسخہ نکاح میں مذہب اربعہ

معاذ اللہ! قدماہم علی امر مسلمہ لکھتے ہیں کہ: "جب نہ نہت یا بیوہ میں سے کوئی بیک بھی رخصتی سے قبل مرتد ہو جائے تو وہ ماہل محرم کے قول کے تحت بقیہ نکاح صحیح ہو چکا لیکن داد و نفقہ جی سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر نہتہ اسے نکاح صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں نکاح باقی ہے، لیکن ہماری دلیل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: (اور تم کافر عورتوں کی مائیں اپنے قبضہ میں مت رکھو)۔

وہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: (اور تم انہیں کفار کی طرف مت لوٹاؤ، نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لیے حلال ہیں، اور نہ ہی وہ کافران عورتوں کے لیے حلال ہیں)۔

اور اسے بھی کہیں کہ نہت کا مختلف ہونا صحیح ہونے میں مانع ہے اس لیے نسخہ نکاح واجب ہوا، بالکل اسی طرح اگر کسی کافر شخص کی بیوی مسلمان ہو جائے تو وہ اس کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ (الحقی 7 / 133)

اور اگر رخصتی اور دخول کے بعد مرتد ہو تو نفقہ کی فوری طور پر تنہدگی ہوگی یا نہت کی عہدت کے بعد ہوگی؟

اس میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے، شافعی حضرت کا مسلک و حناہلہ کے ہاں صحیح اور ان شاء اللہ راجح بھی ہیں۔ یہ کہ اگر وہ عہدت ختم ہونے سے قبل اسلام میں داخل آ جائے تو وہ اسی نکاح پر باقی ہے، اور اگر اسلام میں داخل آنے سے قبل عہدت ختم ہو جائے تو تنہدگی ہو چکی ہوگی۔

اور انصاف اور مالکیہ کا مسلک ہے کہ مرتد ہونے کی صورت میں فوری طور پر تنہدگی واقع ہو جائیگی، چاہے دخول اور رخصتی کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ (الحقی 7 / 133) الانصاف (8 / 216) کشاف القناع (15 / 121) نسخة المسحاح (7 / 328) الفتاویٰ الہندیہ (1 / 339) حاشیہ الدرر النقی (2 / 270)

یہاں مصنف نے اس مسئلے کی وضاحت کی ہے: اگر شوہر مرتد ہو چکا ہے تو اب اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے اس

کہ اور اس کی بیوی کے درمیان نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ مرتد ہونے کی حالت میں اس شخص کو قتل کر دیا جاتا ہے تو اس کی بیوی تو مسلمان ہے، اور وہ بیوی کسی شخص کے مال کی وارث ہوگی، لیکن اس پر بیوہ کی عہدت لازم نہیں ہوگی۔ اس بارے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک قول کے مطابق ایسی عورت کی عہدت حیض کے اعتبار سے ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے: راجعت کے حوالے سے موت کے وقت تک نکاح کو باقی قرار نہیں کیا گیا ہے۔ کیونکہ کوئی مسلمان عورت کسی کافر کی وارث نہیں بن سکتی ہے۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: جب کسی کنیز کو رجعی طلاق دی جائے تو اس کی عہدت دو حیض ہوتی ہے لیکن اگر اس رجعی طلاق کی عہدت کے دوران اس کنیز کو آزاد کر دیا جائے تو اس کی عہدت کنیز کے طور پر نہیں ہوگی، بلکہ آزاد عورت کی عہدت کی طرف منتقل ہو جائے گی، یعنی اس کی عہدت تین حیض ہوگی۔ اس کی وجہ مصنف نے یہ بیان کی ہے، رجعی طلاق کی صورت میں نکاح ہر اعتبار سے باقی ہوتا ہے اس لیے یہ اسی طرح ہوگا جیسے وہ کنیز مسکوحہ ہونے کی حالت میں آزاد کی گئی ہو۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر کنیز کو طلاق دی گئی ہو یا وہ بیوہ ہو جائے اور پھر عہدت کے دوران اسے آزاد کر دیا جائے تو اس کی عہدت آزاد عورت کی عہدت کی طرف منتقل نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے، طلاق یا نہت یا شوہر کے انتقال کی وجہ سے نکاح مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے۔

نہت عورت اگر خون دیکھے لے تو اس کی عہدت نئے سرے سے شروع ہوگی

(وَأَن كَانَتْ آيَةً فَغُضَّتْ بِالشَّهْوَرِ ثُمَّ زَاثَ الدَّمِ انْقَضَتْ مَا مَضَى مِنْ عِدَّتِهَا وَعَلَيْهَا أَنْ تَسْتَأْذِنَ الْوَلَدَةَ بِالْخِيضِ) وَمَعْنَاهُ إِذَا زَاثَ الدَّمُ عَنِ الْعَادَةِ لَا قَوْلَ ذَهَبٍ يُطِيلُ الْإِيَّامَ هُوَ الصَّحِيحُ، فَظَهَرَ أَنَّ لَمْ يَكُنْ حَتْفًا وَهَذَا لِأَنَّ شَرْطَ الْخِلَافَةِ تَحَقُّقُ الْيَأْسِ وَذَلِكَ بِاسْتِدَاقَةِ الْمُعْجَرِ إِلَى التَّمَاتِ كَالْمُذِيَةِ فِي حَقِّ الشَّيْخِ الْفَائِي (وَلَوْ خَاضَتْ خِيضَتَيْنِ ثُمَّ آيَسَتْ تَعَدَّتْ بِالشَّهْوَرِ) تَحَرُّوا عَنْ الْحُجْمِ بَيْنَ الْبَدَلِ وَالْمُنْدَلِ .

ترجمہ

اور اگر طلاق یا نفیہ عورت آئہ تھی اور اس نے مینے کے اعتبار سے عہدت گزار دی لیکن بعد میں خون چری ہو گیا تو اس کی پہلی عہدت کا عدم تصور ہوگی اور وہ نئے سرے سے حیض کے اعتبار سے اپنی عہدت پوری کرے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے: جب والدہ اپنی عہدت کے مطابق خون دیکھے، کیونکہ اس خون کا واپس آنا "ایاس" کا باطل قرار دینے کا اور صحیح قول یہی ہے تو اس سے یہ بات ظاہر ہوگی کہ اس کا قائم مقام کوئی نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے، قائم مقام ہونے کے لیے یہ بات شرط ہے کہ اصل سے یوں ہو جیسی ہو

اور یہ ثبوت اسی وقت حقیق ہو سکتا ہے جب مرتے دم تک اسے دوبارہ حیض نہ آئے جیسا کہ شیخ ثانی کے حق میں مذہب کا حکم ہے اگر کسی عورت کو دوسرے حیض آئے اور پھر وہ کہہ ہوگی تو وہ حیضوں کے اعتبار سے برسرِ کرہ کی تاکہ بدل اور مہبل کو اکٹھا کرنے سے بچا جاسکے۔

دورانِ حمل جاری ہونے والے خون کی صورت میں عدت کا بیان

حمل کے دوران میں مہبل سے خون جاری ہونے میں اہل علم کے ہاں چند تفصیلات پائی جاتی ہیں۔ ا۔ حدیث مبارکہ میں مختلف حالات میں، ب۔ اس صورت کے مطابق حکم جاری فرمادیے تھے۔ بعد میں جملہ حدیث کو سامنے رکھ کر علمائے کرام اور ائمہ عظام نے جو احکام استنباط کیئے ہیں ان کی تفصیل یوں ہے۔ علامہ کرام کی فریقِ حمل کے دوران میں مہبل سے جاری ہونے والے خون کو بھی حیض کا قائم مقام قرار دیتا ہے۔ اور حیض کے احکام مشوبہ ترک نماز یہاں لاگو کرتے ہیں۔ مام ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں۔ اُن کی دلیل سورہ البقرہ کی یہ آیت ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْرِضُوا أَلْسِنَتِكُمْ فِي الْمَحِيضِ (آیت 222)

وہ فرماتے ہیں کہ پوچھتے ہیں حیض کا کیا حکم ہے؟ کہہ دو وہ ایک گندہ کی (تپاکی) کی حالت ہے (جہیں حکم دیا جاتا ہے کہ اس عدت میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں مطلق حیض کا ذکر ہے، جو کسی وقت بھی خارج ہو سکتا ہے خواہ عورت جس سے ہو یا بغیر حمل کے۔ (ای مقرر) فخریت ابی حیض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اذا كان دم الحبيضة فانه دم اسود يعرف) (گر سیلانِ دم حیض کی وجہ سے ہو تو ایسا خون سیاہی مائل ہوتا ہے۔) (تجربہ کار عورتوں کی مدرسے) حیض والا خون یا سانی پیچھا جاتا ہے۔

آپ کے اس فرمان میں بھی کہیں تذکرہ نہیں ہے کہ سیلانِ رحم حمل کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا کہ حاملہ عورت کے خون چاری ہو جائے تو کیا وہ نماز پڑھتی رہے؟ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا: (لا تفصلی حتی يذهب عنها الدم) جنکے، جب تک خون جاری رہتا ہے عورت نماز نہ پڑھے۔

علامہ ازہری، ابن کثیر، کرامی کی یہ رائے اس اصول پر ہے کہ عام حالات میں پلوت عورت کا خون جب حیض کی طرح گاڑھا سیالی مائل بدبودار ہو تو وہ حیض ہی سمجھا جائے گا جس طرح دودھ پلانے والی عورت کو حیض آسکتا ہے، اسی طرح حاملہ کو بھی حیض آسکتا ہے۔ جس طرح شریعت نے دودھ پلانے والی عورت کے حیض کے احکام الگ نہیں بنائے اسی طرح حمل کے حیض کے احکام بھی الگ سے بیان نہیں کیئے گئے۔ بتاریخ مولہ بال دیلوں کی بنیاد پر ان ائمہ کرام کے نزدیک حاملہ عورت کو حیض آسکتا ہے اور جب کبھی چاری ہونے والے خون میں حیض والے خون سے مشابہت پائی جائے، وہ حیض کا خون سمجھا جائے گا اور آپا کی کی حالت میں ہونے کی وجہ سے نماز ترک کی جائے گی۔

دوسری طرف حاملہ اور احتافِ حمل کے دوران جاری ہونے والے خون کو حیض سے الگ، سیلانِ دم میں سے سمجھتے ہیں۔ اس

رائے کے مطابق حاملہ عورت بدستور تمام نازلوں کی باند رہے گی۔ صحابہ میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، امینہ عباس رضی اللہ عنہ اور سہیلہ رضی اللہ عنہا کا یہی مذہب تھا۔ تابعیین کی اکثریت کا بھی یہی قول ہے کہ حاملہ عورت کے چاری ہونے والا خون حیض نہیں ہوتا۔

ابنِ تیمیہ سے یہ قول ثابت ہے وہ ہیں: سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، عطاء رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، جابر بن زید رضی اللہ عنہ، بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ، شعیب رضی اللہ عنہ، یحییٰ رضی اللہ عنہ، یحییٰ رضی اللہ عنہ، ابو ثور رضی اللہ عنہ، ابو زریع رضی اللہ عنہ، ابو ثور رضی اللہ عنہ، یسمان بن یسار رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن حسن رضی اللہ عنہ۔

یہ رائے شریعت کی درج ذیل دلیلوں سے اخذ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا توطأ حامل حتى تضع ولا غيرة ذات حمل حتى تحيض حیضاً

حاملہ عورت سے اس وقت تک (نکاح کر کے) ہم بستی نہیں کی جائے گی جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اور غیر حاملہ ہم بستی کیلئے ضروری ہے کہ (اُسے کم از کم) ایک حیض آگیا ہو۔

اس حدیث میں حاملہ اور غیر حاملہ کی عدت میں تفریق کی گئی ہے۔ جس والی عورت کی عدت وضع حمل تک ہے اگر اُسے حمل نہ ہو تو پھر اعتبار حیض کا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حمل والی عورت کو حیض نہیں آتا۔

اسی طرح ایک صحابی نے اپنی بیوی کو ایامِ حیض میں طلاق دے دی۔ آپ نے حضرت عروض رضی اللہ عنہ کو مابیت دے کر بھیج دیا کہ اُس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رجوع کر لے اور اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ زوجیت میں سے کے بعد اسے حالتِ حمل میں یا بغیر ایامِ حیض کے علاوہ پاک حالت میں، چاہا تو طلاق دے دے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ سے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ حمل کا ٹھہرنا ایسے سے جیسے حیض کے بعد عورت کا پاک ہونا، کیونکہ ان دونوں حالتوں میں طلاق دینے (مگر وہ بیوی کو) کو شریعت نے دوا رکھا ہے۔ جس طرح سورہ طلاق میں اللہ تعالیٰ طلاق دینے کیلئے عورت کی (جسمانی) بھی حالت کا اعتبار کرتا ہے کہ لفظ لفظ لفظ لفظ (عورتوں کو) اُن کی (ضرورتاً) عدت کیلئے طلاق دیا کرو۔

اس آیت مبارکہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کی دو حالتیں مراوی ہیں: ایک حیض سے پاک ہو کر کبھی جنگلی ہوگی، دوسرا پھر وہ عورت حمل سے ہو، یعنی ایک حیض میں طلاق دینا پسند ہے۔ اگر حمل کے دنوں میں بھی شریعت میں حیض کا اعتبار ہوتا تو پھر آپ سے یہ فرماتے کہ: بطلوا طهارا و احادیثاً

یا کی اصل کی حالت میں طلاق کی اہمیت کا بیان

جہاں تک حمل میں حیض کے اعتبار کیسے تفریق اول فاعہ بنت ابی ذہب کی حدیث کو بنیاد بنا تے ہیں، تو اس حدیث سے حمل کے دنوں میں حیض کا اعتبار نہیں ہوتا، اس بنا پر کہ تفریق اول بھی حیض کے خون اور سیلانِ رحم کے خون کی رنگت اور صفات میں فرق

کا قائل ہے۔ یہاں سے ہمیں خون کا رنگ شروع اور سرخ ہوتا ہے، کبھی سیاہی ہو سکتا ہے کہ سیلاب رحم میں حیض والی نکتہ پائی جائے اور حیض کا خون رقیق (پتلا) ہو کر سیلاب رحم والے خون کے مشابہ ہو جائے۔ شریعت کا مقصد اس حادثہ سے معمول کے حالات میں ہر دو قسم کے خون کی نکتہ میں فرق بتا کر ہم حادثات میں حیض سیلاب رحم میں سے ایک کو پہچان کر اس کے مطابق پاک ہونے یا عادت عدم پاک کی حکم لگانا ہے۔ جب خون کا جاری رہنا معمول سے ہٹ کر ہو تو پھر قلام اہل علم حیض خون کی رنگ سے حکم مستحب نہیں کرتے بلکہ شریعت کے دوسرا حکام وطبیعی حالت کو سامنے رکھ کر حکم لگاتے ہیں۔ مثلاً کے طور پر فریق اول کے اخیر رحم میں سے اہم شافعی رحمۃ اللہ علیہ معمول کے حالات میں تہہ پٹی کی جیسے دوسرے ذرائع پر راجع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر رحم سے خون نکلنے کی مدت، ایک دن رات سے کم ہو تو وہ حیض نہیں سمجھ جائے گا۔ (اس بخیر دوسرے میں حیض کی وجہ کر جو نماز میں چھوڑ دی گئی نہیں عورت ان کی قضاء سے گی) آیام کے مختصر ہونے کی وجہ سے خون کے رنگ پر اکتفا نہیں کیا گیا خواہ وہ سیاہی، لالہ یا بدبودار ہی کیوں نہ ہو۔ مدت کم ہونے سے حالات معمول پر نہیں رہے، اس لئے نئی حکم کیلئے دوسرے ذرائع پر راجع کرنا پڑا۔ اسی طرح فریق کے نزدیک اگر ہوادار کی مدت پندرہ دنوں سے اوپر ہو جاتی ہے تو وہ اس مدت کے بعد جاری رہنے والے خون پر بھی حیض کا حکم نہیں لگاتے کیونکہ کبھی بڑی مدت ان کے ہاں حیض کیلئے معتاد (معمولی) نہیں سمجھی گئی۔

بنابراین غیر معمولی حالات کے پیدا ہونے سے خون کی صفات کا اعتبار فریق اول کے نزدیک بھی نہیں رہتا تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حیض والی حادثہ معمول کے حالات میں تو دلیل ہے لیکن ہر حال میں جبکہ حیض کی مدت گنت کر ایک دن رات سے کم ہو جائے یا بڑھ کر دوسرے پندرہ دنوں سے چلی جائے، مذکورہ بالا حدیث معمول کے آیام کیلئے آپ نے روشناس فرمائی تھی۔ اس حدیث کا اصل یا اس کے شبہ کی (جسمانی) طبی حالت سے تعلق نہیں ہے۔

جدید طبی آلات سے جو تجربات ہوئے ہیں اور جو نتائج سامنے آئے ہیں ان کی رو سے اعضاء کے ہاں یہی بات تسلیم کی گئی ہے۔ عام طور پر ایک ہزار، چارہ سو دنوں میں سے پانچ ایسی ہوتی ہیں جنہیں حمل کے پہلے ماہ میں معمولی قسم کا خون آتا ہے جو حیض سے مشابہ ہوتا ہے لیکن زیادہ بھر کے اعضاء اس قسم کے خون کو حیض نہیں کہتے۔ عورت کے رحم سے جاری ہونے والے خون کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔

(الف) عورت کے رحم میں طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جو بااوقات خون کے اخراج کا سبب بن جاتی ہیں۔  
(ب) حمل کا متعادل جگہ کی بجائے رحم سے باہر پھرنے والا ایسا حمل جان لیوا ہوتا ہے، پیٹ کے دروازہ بند پھر شریعت میں یہی حکم ہے کہ رحم سے خون کا اخراج شروع ہو جاتا ہے اور عام طور پر ایسی حالت میں فوراً اجڑا جاتی ہے۔

(ج) حمل کی دوسری جگہ جاتوں میں بھی عورت کے رحم سے خون جاری ہو سکتا ہے۔ بنابرین حمل کی حالت میں پانچ دن ہونے والے خون کو حیض ظاہری مشابہت کی وجہ سے حیض نہیں کہا جاسکتا۔

فریق اول کی دوسری دلیل: (عن المرأة اذا دلت الدم انها لا تفسل)

بھی حمل کے باب میں بین نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کی راوی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ یہی تھا کہ حمل میں جاری ہونے والا خون حیض نہیں ہوتا۔ یہ درست ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق رحم سے ایک قسم کا خون جاری ہونے کی صورت میں ترک صلوٰۃ کا حکم دیتے تھے لیکن عورت کے ترک صلوٰۃ کا سبب ہمیشہ حیض نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حاملہ کے چارے ہونے والے خون کو قبل از وقت نہ اس کا خون سمجھتی ہوں کہ کوئی ایسا سبب ان کے نزدیک ضرور رہا ہے جس کی وجہ سے وہ حاملہ عورت کے رحم سے جاری ہونے والے خون کو حیض نہیں سمجھتی تھیں۔ ان قدر رحمۃ اللہ علیہ ہے انہی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور ان کے قوفے میں تفریق کی ایک کو ترجیح اس طرح کی ہے کہ وہ۔ دت کے قریب جاری ہونے والے خون کو اہل علم اس میں شمار کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حالت حمل میں خون جاری ہونے میں نماز چھوڑنے کا قول نفاس پر محمول کیا جائے گا۔

فریقین کی آراء میں کرنے کے بعد راجع قول یہ ہے کہ حالت حمل میں رحم سے جاری ہونے والا خون، حیض کا حکم نہیں رکھتا۔ جسی اصطلاح میں ایسے خون کو مذکورہ (حیض خون) کہا جاتا ہے۔ عورت کے رحم سے خارج ہونے والے خون کے متعدد اسباب ہوتے ہیں۔ حیض کی مشابہت ہمیشہ حیض کا حکم نہیں رکھتی۔ اس بات پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔ آیام حمل میں رحم سے جاری ہونے والا خون جب حیض میں شمار نہیں ہوگا تو عورت کھر (پاک) کی حالت میں ہے۔ بنابرین وہ تمام نمازیں اپنے وقت پر ادا کرے گی جب تک کوئی اور ایسا سبب نہ ہو جو دوسرے حکم کا متقاضی ہو۔

فاسد نکاح کی منکوحہ یا موطوءہ پر شریعت کی عادت کا حکم

وَالْمَسْكُوحَةُ نِكَاحًا قَائِمًا، وَالْمُوطُوءُ لَا يَنْتَهِي عَنْهُمَا الْحَيْضُ فِي الْفَرْقَةِ وَالْمَوْتِ

لَا نَهَا لِلْعَرْفِ عَنْ بَرَاءَةِ الرَّجُلِ لَا يَقْضَى حَقَّ النِّكَاحِ، وَالْحَيْضُ هُوَ الْمَعْرُوفُ وَمَاتَ مَوْلَى أُمِّ الْوَلَدِ عَنْهَا أَوْ اغْتَفَقَا فَعِدَّتُهَا ثَلَاثٌ حَيْضٍ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: حَيْضَةً وَاحِدَةً، لِأَنَّهَا تَجِبُ بِزَوَالِ مِلْكِ الْيَمِينِ فَشَاهِدَتْ لِامْتِنَاءِ  
وَنَسَا أَنَهَا وَجَبَتْ بِزَوَالِ الْوَرَاثِ فَأَشْبَهَ عِدَّةَ النِّكَاحِ ثُمَّ إِمَامًا فِيهِ عَمُرُ فَإِنَّهُ قَالَ: عِدَّةُ  
أُمِّ الْوَلَدِ ثَلَاثٌ حَيْضٍ (۱) (وَلَوْ كَانَتْ وَمِنَ لَا تَحْبِصُ فَعِدَّتُهَا ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ) كَمَا فِي  
النِّكَاحِ .

ترجمہ

نکاح فاسد کے نتیجے میں بننے والی منکوحہ اور شہ کی وجہ سے جس عورت کے ساتھ وہی کی گئی ہو ان دنوں کی عادت میں عید کی اور موت دنوں موطوءہ میں حیض کے اعتبار سے ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ یا اس لئے ہے تاکہ رحم کا بری ہونا چاہے یا جسے وہ اس سے

نہیں ہے کہ نکاح کے حق کو ختم کیا جائے اور یہ معرفت جنس کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔ جب ام ولد کا انتقال کر جائے اور اسے آزاد کر دے تو ام ولد کی عدت تین جنس ہوگی۔ امام شافعی فرماتے ہیں۔ اس کی عدت صرف ایک جنس ہوگی، کیونکہ یہ عدت ملک بینین کے زائل ہونے کی وجہ سے لازم ہوئی ہے اس لیے یہ استبراء کی مانند ہو جائے گی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ام ولد کی عدت کہ اس لیے واجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ اب فراش نہیں دیتی اس لیے یہ عدت نکاح کے مشابہ ہوگی۔ نیز اس بارے میں ہمارے پیشوا حضرت عمر بن حنبل کا یہ ارشاد ہے۔ ”ام ولد کی عدت تین جنس ہوگی۔“ اگر ام ولد ایسی عورت ہو جسے جنس نہیں آتا تو اس کی عدت تین وہ ہوگی جیسے کہ نکاح کی عدت میں ہوتا ہے۔

شرح

علامہ والدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب اس نے اپنی عورت مظاہرہ سے عدت میں نکاح کی اور قبل طہی حلاق دیدی تو پورا مہر واجب ہوگا دوسرے سے عدت بیٹھے۔ یو ہیں اگر پہلا نکاح فاسد تھا اور دخول کے بعد تفریق ہوئی اور عدت کے اندر نکاح صحیح کر کے طلاق دیدی اور دخول کے بعد نکاح نہ ہونے کی وجہ سے تفریق ہوئی پھر نکاح کر کے حلاق دیدی یا نافہ سے نکاح کر کے طہی کی پھر حلاق دیدی اور عدت کے اندر نکاح کی اب وہ اولیٰ نافہ ہوئی اور اپنے نفس کو اختیار کیا یا نافہ سے نکاح کر کے طہی کی پھر لڑی نے نافہ ہو کر اپنے کو اختیار کیا اور عدت کے اندر پھر اس سے نکاح کیا اور قبل دخول حلاق دیدی اس سب صورتوں میں دوسرے نکاح کا پورا مہر، وطلاق کے بعد عدت واجب ہے، اگرچہ دوسرے نکاح کے بعد طہی نہیں ہوئی کہ نکاح اول کی طہی نکاح جانی جانی طہی قرار دی جا سکتی۔ کچھ پیدا ہونے کے بعد عورت کو طلاق دی تو جب تک اسے تین جنس نہ آئیں دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی یا اس ایسا کو کچھ کریمہوں سے عدت پوری کرے اگرچہ کچھ پیدا ہونے سے قبل اسے جنس نہ آیا ہو۔ (درمناہ کتاب طلاق، باب عدت)

ام ولد کی تین جنس عدت کا بیان

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر کسی عورت کے ساتھ فاسد نکاح کیا گیا ہو یا اس کے ساتھ شریک کی وجہ سے صحبت کر لی گئی ہو تو ان دونوں کی عدت جنس کے اعتبار سے ہوگی۔ خواہ اس عورت کی مہر دے طہی ہوئی ہو یا مہر کا انتقال ہو گیا ہو اس کی وجہ یہ ہے: اس عدت کو نکاح کے حق کی ادائیگی کے لئے مقرر نہیں کیا گیا بلکہ یہ جاننے کے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ مہر میں غلط موجود ہے یا نہیں۔ اور یہ واقعیت جنس کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر ام ولد کے آقا کا انتقال ہو جائے یا وہ آقا اس ام ولد کو آزاد کر دے تو اس کی عدت تین جنس ہوگی۔

اس بارے میں امام شافعی کی رائے مختلف ہے، وہ یہ فرماتے ہیں: اس کی عدت ایک جنس ہوگی اس کی دلیل انہوں نے یہ پیش کی ہے، یہ عدت ملک بینین کے زائل ہونے کی وجہ سے واجب ہوئی ہے لہذا یہ استبراء کے مشابہہ ہو جائے گی اور استبراء

ایک جنس کے ذریعے ہوتا ہے۔ احناف اپنے موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں اس عورت کی عدت فراش زائل ہوئی کی وجہ سے واجب ہوئی ہے، اس لیے یہ نکاح کی عدت کے مشابہ ہوگی اور وہ تین جنس ہے۔ اس کے بعد مصنف نے اپنے موقف کی تائید میں نقلی دلیل یہ پیش کی ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ”ام ولد کی عدت تین جنس ہوتی ہے۔“ اگر اس ام ولد کو جنس نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین جنس ہوگی، جیسے کہ نکاح کے بارے میں بھی حکم ہے۔

(۱) احمرہ ابن ابی شیبہ فی ”المصنف“ ان عمرو بن العاص اُمر ام ولد اُتفتحت أن تعد ثلاث حیض، وکتاب ابی عمر دکن بحسن رلیہ، وأمرح عن علی و ابن مسعود نحوه، فمن مات عنها سبعا انفر ”تعب الراية“ ۲۵۸/۳ و ”الدرایہ“ ۲۸۲/۳۔

تا بان شخص کی حاملہ یہ وہ کی عدت کا حکم

(وَأَذَا مَاتَ الصَّغِيرُ عَنْ امْرَأَةٍ وَبِهَا حَبْلٌ فَعِدَّتُهَا أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُحَمَّدٍ وَقَالَ أَبُو يُونُسَ: عِدَّتُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ، وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لَأَنَّ الْحَمْلَ لَيْسَ بِنَاسِئِ النَّسَبِ مِنْهُ قَصَارٌ كَالْعَادِثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَلَهُمَا إِطْلَاقٌ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَأُولَئِكَ الْأَخْمَالُ أَجْلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) وَلَئِنْهَا مُقَدَّرَةٌ بِمَدَّةٍ وَضِعَ الْحَمْلُ فِي أَوَّلِ الْأَحْمَالِ قَصُرَتْ الْمُدَّةُ أَوْ طَالَتْ لَا لِتَعَرُّفٍ عَنْ قَرَاغِ الرَّجْمِ لِشَرِّعِهَا بِأَلَا تُشِيرُ مَعَ وَجُودِ الْأَقْرَاءِ، لَكِنْ لِقَضَاءِ حَقِّ الْبُكَاحِ، وَهَذَا الْمَعْنَى يَتَحَقَّقُ فِي الصَّبِيِّ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ الْحَمْلُ مِنْهُ، بِخِلَافِ الْحَمْلِ الْعَادِثِ لِأَنَّهُ وَحَبَّتِ الْعِدَّةُ بِالْمَشْهُورِ فَلَا تَعْتَبَرُ بِمُدَّةِ الْحَمْلِ، وَلَيْسَ نَعْنُ فِيهِ كَمَا وَجَبَتْ وَجَبَتْ مُقَدَّرَةٌ بِمُدَّةِ الْحَمْلِ فَالْقَوْلُ.

ترجمہ

اور جب کوئی تا بان لڑکا اپنی بیوی کو چھوڑ کر فوت ہو جائے جو حاملہ ہو تو طہرین کے نزدیک اس کی عدت وضع نہیں ہوگی، امام ابو یوسف نے فرمایا ہے: اس کی عدت چار ماہ دن ہوگی۔ امام شافعی بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ اس حمل کی نسبت تا بان کے ساتھ ثابت نہیں ہے تو یہ اسی طرح ہوگا جیسے اس تا بان کے انتقال کے بعد عورت حاملہ ہوئی ہو طہرین کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ”حمل ولی عورتوں کی عدت کی مدد وضع ہے“ یہ حکم مطلق ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے خواہ یہ مدت کم ہو یا زیادہ ہو اور یہ اس لیے نہیں ہوئی کہ مہر کا صلہ نہ خالی ہو یا حاملہ کیا جائے کیونکہ یہ دونوں کے اعتبار سے عدت، وفات اس عورت کے لئے شرط ہے جس کو جنس آ یا کرتا ہے بلکہ یہ عدت نکاح کے حق کی

دیکھیں گے کہ بے اور نکاح کے حق کی ادائیگی یا نکاح کی صورت میں بھی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ حمل اس کے نطفے سے نہیں بھیجے۔ تاہم اس حمل کی صورت اس سے قطعاً مختلف ہے جو وقت کے بعد رونے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے مہینوں کے اعتبار سے خدمت واجب ہو چکی تھی لہذا بعد میں حمل سامنے آنے کے نتیجے میں یہ تبدیل نہیں ہوگی جبکہ یہاں خدمت آغاز ہی سے حمل کی خدمت کے ساتھ وہ ہوتی ہے تو اس کا اختتام بھی وضع حمل کے ساتھ ہی ہوگا اس لیے دونوں مکسوں کے درمیان فرق ہوگا۔

شرح

علامہ سبکی رحمہ اللہ نے بھی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر بارہویں سے کم عمر والے کا انتقال ہوا اور اس کی عورت کے چھ مہینے سے کم کے اندر پہنچے ہوں تو عدت وضع حمل ہے اور چھ مہینے یا زیادہ میں تو چھ مہینے دن اور سب بہر حال ثابت نہ ہوگا۔ ورنہ اگر شوہر مراحتی ہو تو دو سو مرتبہ وضع حمل سے عدت پوری ہوگی ورنہ چھ ماہ تک واجب الوباء ہے۔ اور جو شخص قصداً اس کا قتل ہوا اور اس کی عورت حاملہ ہے یا عمر نے کے بعد حاملہ ہو یا معدوم ہو تو عدت وضع حمل ہے اور چھ ماہ تک واجب الوباء ہے۔

(جو برہنہ، باب عدت)

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ اگر کوئی نابالغ لڑکا فوت ہو جائے اور اس کی بیوی حاملہ ہو تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس عورت کی عدت وضع حمل ہوگی۔

امام ابو یوسف کی رائے مختلف ہے وہ یہ فرماتے ہیں۔ اس عورت کی عدت بیوہ ہونے کے حوالے سے چار ماہ دن ہوگی امام شافعی بھی اس بات کے قائل ہیں۔

امام ابو یوسف اپنے موقف کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں: کیونکہ اس عورت کا مرحوم شوہر نابالغ تھا اور نابالغ لڑکے کا بیچ کی پیدائش کاسب نہیں بن سکتا اس لئے اس عورت کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کا نسب اس عورت کے مرحوم نابالغ شوہر سے ثابت نہیں ہوگا۔ لہذا یہاں بھی اس طرح ہوجائے گا جیسے اس نابالغ لڑکے کی وفات کے بعد حمل منقطع ہو۔

امام ابوحنیفہ و امام محمد نے اپنے موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مطلق ہے۔ ”حامد عورتوں کی عدت (کا اختتام) بچے کو ظہم دینا ہے۔“ اس حضرات نے دوسری دلیل یہ پیش کی ہے: حمل والی عورتوں کی عدت کی مدت وضع حمل ہے۔ خواہ یہ عدت تھوڑی ہو یا زیادہ یہ وہی ہے نہیں ہے کہ اس بات کا پتہ چل جائے کہ رحم میں کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ کیونکہ مہینے کے اعتبار سے بیوی کی عدت گزارنے کا حکم اس عورت کے لیے ہے جسے جنسی آتا ہو جبکہ یہاں بیوی کی عدت نکاح کے حق کی ادائیگی کے لئے ہے اور یہ صورت اس وقت بھی پائی جائے گی جب عورت کا مرحوم شوہر نابالغ ہوا اگرچہ عورت کا حمل اس مرحوم کے نطفے سے نہ ہو۔

جبکہ شوہر کی وفات کے بعد عورت کے حامد ہونے کا حکم اس سے مختلف ہے، کیونکہ اس کے حاملہ ہونے سے پہلے اس

پر مہینوں کے اعتبار سے بیوی کی عدت گزارنا لازم ہو چکا ہے اس لئے بعد میں وہ حاملہ ہوگئی جاتی ہے تو اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

یہاں مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: ہمارے زیر بحث مسئلہ عدت کے آغاز کے وقت عورت حاملہ تھی۔ اس لیے اس کا اختتام وضع حمل کے ساتھ ہوگا۔ لہذا دونوں مسئلوں میں فرق واضح ہو جائے گا۔

شوہر کی وفات کے بعد بڑی عمر کی بیوہ کے حاملہ ہونے کا حکم

وَلَا يَلْزَمُ امْرَأَةً الْكَبِيرَةَ إِذَا حَدَّثَتْ لَهَا الْحَبْلُ بَعْدَ الْمَوْتِ لِأَنَّ النِّسْبَ يَنْبَغِي مِنْهُ فَكُنَّا كَمَا لَقِائِمِ عِنْدَ الْمَوْتِ حُكْمًا (وَلَا يَنْبَغِي نَسْبُ الْوَلَدِ لِلْمُؤْتَمِرَةِ) لِأَنَّ الْمَصْبِيَّ لَا مَاءَ لَهُ فَلَا يَنْصَوِّرُ مِنْهُ الْعَلْقُوقُ، وَالْبَحْثُ يَقُومُ مَقَامَهُ لِيُؤْمَرُ بِمَوْضِعِ النَّصَوْرِ

ترجمہ

اور اس اصول کے پیش نظر نابالغ شخص کی بیوی کا امراض وار نہیں ہو سکے گا جب اس کا بالغ شوہر انتقال کر جائے اور حمل عدت میں خارج ہو، کیونکہ یہاں حمل کا نسب اس نابالغ شخص کے ساتھ ثابت ہوگا تو گویا وہ حمل موت کے وقت میں ہی موجود تھا۔ دونوں صورتوں میں بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ نابالغ بچے میں تو بھی نطفہ کا وجود ہی نہیں تھا لہذا اصل کو اس کی طرف منسوب کرنا ممکن نہیں ہے اور نکاح کو صحبت کے قائم مقام وہاں کیا جاتا ہے جہاں صحبت کا امکان ہو سکے۔

شرح

حضرت ابو داؤد اور کئی جہاں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے قریب سے گزرے جس کے بعد ہی وادعت ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارہویں میں دریافت فرمایا کہ یہ کوئی آزاد عورت ہے یا بوڑھی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ فلاں شخص کی بوڑھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا وہ شخص اس سے صحبت کرتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ اس شخص پر ایسی حرکت کروں جو اس کے ساتھ قبر میں بھی جائے یعنی ایسی حرکت جو ہمیشہ رہے۔ یہ دور کہ اس کا اثر اس کے مرنے کے بعد بھی رہے وہ کس طرح اپنے بیٹے سے خدمت کو پہنچا جب کہ بیٹے سے خدمت کے لیے کہنا: اس کو غلام بنانا علانیاً نہیں ہے یا اس کو کس طرح اپنا وارث قرار دے گا جب کہ غیر کے بیٹے کو اپنا وارث بنانا علانیاً نہیں ہے۔

(مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر بحث کا ارادہ اس نے فرمایا کہ جب اس نے ایک بوڑھی سے جماع کیا جو حالت حمل میں اس کی ملکیت میں آئی تو اس اعتبار اور ترک کیا حالانکہ وہ فرض ہے وہ کس طرح اپنے بیٹے سے خدمت کو کہے گا اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ ترک اعتبار پر بحث کے سبب کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ کس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی

فحش اپنی لوندی سے بغیر استبراء کے محبت کر گا اور پھر اس سے بچہ پیدا ہوگا تو اس بچہ کے بارہ میں یا بہت احتمال ہوگا کہ وہ اس شخص کے نطفہ سے جس کی ملکیت سے نکل کر پیدا ہوگا بغیر استبراء کے محبت کر لینے کی ملکیت میں آئی ہے اس صورت میں اگر وہ شخص کہ جس نے بغیر استبراء کے اس سوئی سے جماع کیا ہے اس بچہ کے نسب کا اقرار کرے گا یعنی یہ کہے گا کہ یہ بچہ میرا ہے جب کہ حقیقت میں وہ اس کے خاندان سے نہیں ہے تو وہ بچہ اس شخص کا وارث ہوگا پھر یہ صورت ہوگی کہ وہ اس بچہ کے نسب سے انکار کر دے گا جب کہ اس احتمال لازم نکاح جوڑے پر واجب استبراء کا واقعہ تھا تو اس شخص کا وارث ہوگا پھر یہ صورت ہوگی کہ وہ اس بچہ کے نسب سے انکار کر دے گا جب کہ اس احتمال کے مطابق حقیقت میں وہ بچہ اس کا بیٹا ہوگا لہذا اس طرح اسے اپنے بننے سے غلامی کرنا اور اپنا نسب متقطع کرنا لازم آئے گا ورنہ یہی لعنت کو مستحق کر لینا اس صورت ہے لہذا ثابت ہوا کہ تحقیق حل کے لئے استبراء نہایت ضروری ہے۔

اس اصول کے پیش نظر یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہوگا اگر بالغ شوہر کا انتقال ہوا اور اس بعد میں ظاہر ہوا ہوتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اصل کی نسبت اس بالغ شخص کی طرف ہوگی اور یہ اس بات کی دلیل ہوگی۔ اس کے انتقال کے وقت وہ اصل موجود تھا۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ دونوں صورتوں میں بھی اس بالغ شخص کا انتقال کے وقت اصل موجود ہوا۔ موجود نہ ہو، اس حمل کا نسب اس بالغ شخص سے ثابت نہیں ہوگا کیونکہ وہ بالغ شخص سے اپنے حمل سے نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس کی طرف اصل کی نسبت کا امکان نہیں پڑا جاسکتا جبکہ نکاح کو محبت کا قائم مقام دہا کر دیا جاسکتا ہے۔ جہاں محبت کا امکان موجود ہو۔

جس حیض میں عورت کو طلاق ہوئی وہ عدت میں شامل نہیں ہوگا

(وَإِذَا حَلَّتْ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فِي حَالِهَا الْحَيْضِ لَمْ تَعْدَ بِالنِّكَاحِ الْيَبِي وَقَعَ فِيهَا الطَّلَاقُ) لِأَنَّ الْعِدَّةَ مُقَدَّرَةٌ، بِحَالِ حَيْضٍ كَوَاقِلٍ فَلَا يَنْقُصُ عَنْهَا.

ترجمہ

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدے تو جس حیض کے دوران طلاق دی گئی ہے وہ عدت میں شمار نہیں ہوگا کیونکہ عدت تین مکمل حیضوں کے ذریعے پوری ہوتی ہے اس لیے اس میں کی گئی کی جاسکتی۔

شرح

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ اگر شوہر بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدے تاہو تو جس حیض کے دوران طلاق دی گئی ہے وہ عدت میں شامل نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ مصنف نے یہ بیان کی ہے: عدت تین مکمل حیض ہے اور جس حیض میں طلاق دی گئی ہے کیونکہ اس کا کچھ حصہ گزر چکا ہے اس لئے اس عدت میں شامل کرنے کے نتیجے میں عدت کے تین مکمل حیض نہیں ہوں گے۔

حیض خالص کا اظہار غلاظت پر قیاس نہ کرنے کا فقہی بیان

احناف کے اس موقف پر بعض شوافع و لکھنے کی طرف یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جس طرح آب نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ لفظ قزو کا زہر حیض کریں تو تین کا عدد پورا ہوتا ہے۔ جبکہ طہر حیض کرنے میں غلاظت کا خالص مکمل نہیں ہوتا ہے اور پھر اس کے بعد یہ دلیل دینا کہ جس حیض میں طلاق دی گئی تو وہ حیض عدت میں شمار نہ ہوگا اور اگر اس طرح جس حیض میں طلاق دی گئی اس کو بھی شمار نہ کریں تو تین اظہار بھی پورے ہونچ گئے ہیں اس کے اور احناف کا مکمل خالص کا حل بھی ہو جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ طہر میں طلاق دینا یہ حکم شرعی کے مطابق مشروع ہے جبکہ حیض میں طلاق دینا یہ شریعت کے مہر حق مشروع نہیں ہے البتہ واقع ہو جاتی ہے۔ اور طہر میں طلاق یہ اس کا حل طہر کا ہے جبکہ حیض میں طلاق دینا غیر شرعی طریقہ ہے۔ نیز یہ حکم رض کے ہوا تو اس کے عارضی ہونے کے سبب ہم نے اس اصلی حکم یعنی طہر میں طلاق دینے پر قیاس نہ کیا۔ کیونکہ عارضی و اصل میں جب اعتراض اک علت و ہوا تو قیاس نہ کیا جائے گا۔

دو عدتوں میں تعدیل کا فقہی بیان

(وَإِذَا وَطِئَتْ الْمُسْتَعِدَّةُ بِنِسْبَتِهِ فَلَعَنَتْ عِدَّةَ أُخْرَى وَتَدَاخَلَتْ الْعِدَّتَانِ، وَيَكُونُ مَا تَرَاهُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْحَيْضِ مُحْتَسَبًا مِنْهُمَا حَتَّى يَمُوتَ، وَإِذَا انْقَضَتْ الْعِدَّةُ الْأُولَى وَلَمْ تُكْمَلِ النَّبَاطَةُ فَلَعَنَتْ تَمَامَ الْعِدَّةِ الثَّانِيَةِ) وَهَذَا عِدَّتَانِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا تَدَاخَلَانِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ هُوَ الْعِبَادَةُ فَلِأَنَّهُمَا عِبَادَةٌ كَفِيَ عَنِ الزَّوْجِ وَالْحُرُوجِ فَلَا تَدَاخَلَانِ كَالصَّوْمَيْنِ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ وَلَكِنَّ أَمَّا الْمَقْصُودُ الْمَعْرُوفُ عَنْ قُرْآنِ الرَّجُلِ فَقَدْ حَصَلَ بِالْوَأْدَةِ فَتَدَاخَلَانِ. وَتَمَتَّى الْعِبَادَةُ تَابِعَ، أَلَا تَرَى أَنَّهَا تَنْقَضِي بِدُونِ عَلَيْهِ وَمَعَ تَرْكِهَا الْكَفَّ. (وَالْمُسْتَعِدَّةُ عَنْ وَقَعَةِ إِذَا وَطِئَتْ بِنِسْبَتِهِ تَعْدِلُ الشَّهْوَى وَتَحْتَسِبُ بِمَا تَرَاهُ مِنَ الْحَيْضِ فِيهَا) تَحْقِيقًا لِلتَّوَادُّعِ بِقَدْرِ الْإِمْتِنَانِ.

ترجمہ

اور جب عدت گزارنے والی عورت کے ساتھ شہد کی خبر سے محبت کرنی جائے تو اس عورت پر دوسری عدت گزارنا لازم ہوگا اور یہ دونوں عدتیں ساتھ ساتھ شمار ہوں گی۔ اس کی صورت یہ ہوگی۔ اس کے بعد اس عورت کو جو حیض آئے گا وہ دونوں عدتوں میں شمار ہوگا جب تک عدت مکمل ہو جائے گی تو عورت پر دوسری عدت کی لازم آجائے گی لازم ہوگی یہ حکم احناف کے نزدیک ہے امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے: وہ دونوں عدتیں ایک دوسرے کے اندر داخل نہیں ہوں گی کچھ کیونکہ عدت کا مقصد مردت اور اللہ تعالیٰ کے

اداکم کی تکمیل ہے اور یہ حکم ہے کہ عورت اپنے آپ کو دوسرا نکاح کرنے یا گھر سے باہر نکلنے سے روکے تو دو عورات ایک ساتھ ادا نہیں کی جا سکتی جیسا کہ ایک عورت دن میں دو روزے نہیں رکھ سکتے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عورت کا اصل مقصد یہ ہے کہ بیٹہ چل سکے کہ جس عمل سے خالی ہے اور اس بات کا علم ایک عورت کے ذریعہ حاصل ہو جاتا ہے لہذا دوسری عورت کو بھی اس کے ساتھ نکاح کیا جائے گا اور اس مسئلے میں عبادت کا پہلو عورت کے بنیادی مقصد کے تابع ہوگا۔ کیا آپ نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ عورت کے عم اور اپنے آپ کو روکے بغیر کسی عورت گزر جاتی ہے۔ اگر وفات کی عورت بسر کرنے والی عورت کے ساتھ شہر کی وجہ سے عورت کر لی جاتے تو وہ بیٹوں کے قبور سے ملنے والی عورت پوری کرے گی اور اس دوران جو حیض آئے گا وہ دوسری عورت میں شمار ہوگا تا مگر نہ حد تک دونوں عورتوں کو ایک ساتھ شمار کیا جاسکے۔

دو عورتوں میں عداخلت و عدم عداخلت کا فقہی بیان

حضرت سیدنا ابن ربیع کہتے ہیں کہ احول سے نکل شام میں اس وقت وفات پائی جب کہ ان کی بیوی کا تیسرا حیض شروع ہو چکا تھا اور احول نے اپنے مرنے سے پہلے ان کو طلاق دیدی تھی چنانچہ حضرت معاویہ ابن ابی سفیان نے اس مسئلہ کو رد وفات کرنے کے لئے حضرت زید بن ثابت کو خط لکھا کہ حضرت زید نے حضرت معاویہ کو جواب میں لکھا کہ جب اس عورت کا تیسرا حیض شروع ہو گیا تو وہ احول سے الگ ہو گئی اور احول اس سے الگ ہو گئے تو آحول اس کے وارث ہوئے ورنہ وہ احول کی وارث ہوگی۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 528 موطا امام مالک)

صورت مسئلہ یہ تھی کہ حضرت احول نے اپنی بیوی کو طلاق دی ورنہ جن حیض آئے نہ کہ عورت میں بیٹہ نکلیں جبکہ طلاق کی عادت کا حکم ہے پھر ابھی ان کی عادت پوری نہیں ہوئی تھی اور تیسرا حیض شروع ہوا تھا کہ احول کا انتقال ہو گیا اس صورت میں انہیں پھر مرنے والی عادت میں بیٹہ نکلتا ہے چنانچہ حضرت معاویہ نے حضرت زید بن ثابت سے یہ مسئلہ پیش کیا کہ اس صورت میں عورت خاوند کی وارث ہوگی یا نہیں؟ حضرت زید نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ جب تیسرا حیض شروع ہو گیا تو حیض تیسرے حیض کا خون دیکھتے ہی اس کا حلق منقطع ہو گیا۔ اور زوجیت کی پابندی سے آزاد ہو گئی کیونکہ اس صورت میں طلاق کی عادت یا تو اس قبور سے کہ اس کی عادت کا زیادہ مدھ گزر گیا ہے یا اس اعتبار سے کہ تیسرا حیض شروع ہو گیا پوری ہو گئی ہے اس صورت میں وفات کی عادت ساقط ہو گئی لہذا جس طرح طلاق کی عادت پوری ہونے پر اگر مرد زندہ ہوتا تو وہ عورت کا وارث نہیں ہو سکتا تھا اسی طرح اب مذکورہ مسئلہ میں جب کہ مرد حیات میں ہو تو عورت اس کی وارث نہیں ہوگی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ کا مقصد صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ وہ عورت احول کی وارث ہوگی یا نہیں؟ جبکہ یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت معاویہ کا مقصد عورت کے دوسرے میں معلوم کرنا تھا کہ آیا یہ عورت اپنی طلاق کی عادت جاری رکھے یعنی تیسرا حیض جو شروع ہو چکا ہے اس سے پاک ہو کر عادت سے نکل آئے یا اب وفات کی عادت بیٹہ جائے۔

خاصی قاری کہتے ہیں کہ اس موقع پر لمبی (شافعی) نے لکھا ہے کہ اس سے صریح یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک

میں مطلقاً عورت کی عادت کے بارے میں جو یہ حکم دیا ہے کہ آیت (والملطق یتربصن بانفسهن ثلثة افرؤء)

اور طلاق دی ہوئی عورت اس لئے آپ کو روکے رکھیں تین شہر تک ہونے تک

تو اس میں قرءہ سے مراد جہر ہیں گویا بھی کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ حدیث شوہر کی دلیل ہے کیونکہ ان کے نزدیک عادت کی عادت جن جن چیزیں سے عین عین طہر ہیں عداخلتیں کی یہ بات کہ اس حدیث سے شوہر کا سبک ثابت ہوتا ہے کو کی مذکورہ بات نہیں ہے کیونکہ اس بات کو ایک عداخلت زید بن ثابت کا مسلک ہے دوسرے یہ کہ خود راہی حضرت زید سے اس امر کے برخلاف بھی مقبول ہے چنانچہ ان سے یہ مقول ہے کہ حدیث (علیہ لامة حیضاً) یعنی کوئی عورت دو حیض ہیں پھر اس کے بعد یہ قطعاً معلوم نہیں ہوتا کہ حضرت معاویہ نے حضرت زید کے قول پر عمل بھی کیا تھا یا نہیں۔

حنیہ کے نزدیک ثلاثہ قرءہ سے مراد تین حیض ہیں چنانچہ خلفاء راشدین اور ائمہ صحابہ کا بھی یہ قول ہے نیز یہ صحابیوں سے مقول ہے کہ وہ یہ کہہ کر تھے کہ بیوی طلاق کی عادت میں جب تک تیسرے حیض سے پاک نہ ہو جائے مرد کو اپنی خاوند کے مرنے اس کو طلاق دینی ہے اس کا زیادہ حق رکھتا ہے (مطلب یہ کہ تیسرے حیض سے پاک نہ ہونے کے بعد ہی عادت کی مدت پوری ہوتی ہے اور اس بیوی سے مرد کا مکمل انحصار ہو جاتا ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قرءہ سے حیض مراد ہی طاعلی قاری نے اپنی کتاب میں اس کو حق پر تصدیق کی ہے اور حنیہ کے بہت سے دلائل ہیں۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ ایک شخص اپنی بیوی کو بائنک طلاق دیدیتا ہے۔ وہ عورت اس عادت کے دوران دوسرے شخص سے نکاح کر لیتی ہے تو یہ نکاح درست نہیں لیکن دوسرے شخص نے اس نکاح کو درست سمجھتے ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی۔ اب قاضی کی عدالت میں پہلے شخص نے مقدمہ کر دیا ہے اس عورت کی عادت تو ابھی پوری نہیں ہوئی تھی لہذا اس کا دوسرا نکاح درست نہیں ہے۔ قاضی نے معاملے کی چھان بین کرنے کے بعد دوسرے نکاح کو کالعدم قرار دیتے ہوئے یہ عورت اور اس کے دوسرے شوہر کے درمیان تفریق کر دادی۔ اب اس عورت کی پہلی شوہر سے بھی عادت باقی ہے اور دوسرے شخص سے بھی عادت باقی ہے۔ اب یہاں دو عادتیں ایک دوسرے میں داخل ہوں گی۔

اس کو صورت یہ ہوگی: پہلی شوہر کی عادت کا جو حصہ باقی ہوگا دوسرے شوہر کی عادت اس پہلی عادت کے ساتھ اس وقت تک شوہر ہوگی جب تک پہلی عادت پوری نہیں ہو جاتی جب پہلی عادت پوری ہو جائے گی تو دوسری عادت کا بقیہ حصہ پورا کر دیا جائے گا۔

اس کا آسان اظہار میں یوں واضح کیا جاسکتا ہے: پہلی شوہر کی عادت تین حیض ہو گئی عورت نے ایک حیض کے بعد دوسرا نکاح کر لیا اور دوسرا حیض آنے سے پہلے دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ صحبت بھی کر لی اور قاضی نے ان کے درمیان تفریق بھی کر دی تو اب عورت کو جو حیض آئے گا وہ پہلی عادت کا دوسرا حیض اور دوسری عادت کا پہلا حیض ہوگا۔ پھر گناہ جنس

پہلی عدت کا تیسرا حیض ہوگا۔ جبکہ تیسری عدت ختم ہو جائے گی اور وہ دوسری عدت کا دوسرا حیض ہوگا۔ اس کے بعد اگر کوئی حیض صرف دوسری عدت سے متعلق ہوگا اور کیونکہ یہ دوسری عدت کا تیسرا حیض ہوگا۔ اس لئے اس کے ساتھ ہی دوسری عدت ختم ہو جائے گی۔

یہ حکم احکام کے نزدیک ہے اور شافعی کی رائے اس بارے میں مختلف ہے وہ یہ فرماتے ہیں: دونوں عدتیں ایک دوسرے میں داخل نہیں ہوں گی اس کی وجہ یہ ہے۔ عدت کی ادائیگی لازم ہونا عبادت کے طور پر ہے جنہاں اس عدت کے دوران یہ بات عورت کے حق میں عبادت ہے۔ کہ وہ دوسری شادی کرنے اور گھر سے باہر نکلنے سے کی روک تھام ہے تو عبادت ہونے کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے میں داخل نہیں ہوں گی جیسے کوئی شخص ایک ہی دن میں دو روز سے نہیں رکھ سکتا۔ اس طرح ایک ہی حیض کو دوسری عدتوں کا حصہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس لیے وہ عورت دونوں مدتوں میں، الگ الگ، عین عین حیض تک کا حصہ عدت کے طور پر گزارے گی۔

احکام کی دلیل یہ ہے۔ عدت کا بنیادی مقصد یہ ہے۔ یہ پتہ چل جائے۔ رحم میں تعلق موجود نہیں ہے اور یہ بات ایک ہی حیض کے ذریعے پتہ چل سکتی ہے اس لیے وہ ایک حیض ان دونوں عدتوں پر مشتمل قرار کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ عدت میں عبادت کا پہلا کوئی مثبت رکھتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ عورت کو طہ نہ بھی ہو تو بھی عدت اپنے وقت پر پوری ہو جاتی ہے۔ اس طرح اگر وہ دوسری شادی کرنے یا گھر سے باہر نکلنے سے باز نہیں رہتی ہے تو بھی عدت پوری ہو جاتی ہے اگر یہ صرف عبادت ہوئی تو خلاف عدت کام کی وجہ سے یہ باطل ہو جاتی۔

یہاں مہنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے جو عورت بیوگی کی عدت گزار رہی ہو اگر اس کے ساتھ شہ کی وجہ سے محبت کر لی جائے تو بھی وہ عورت بیوگی کی عدت حیضوں کے اعتبار سے یعنی چار ماہ تک گزارے گی اور اس دوران اسے جو حیض آئے گا۔ وہ دوسری عدت کا حصہ شمار ہوگا۔ تاکہ جہاں تک ممکن ہو دونوں عدتوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیا جائے۔

عقب طلاق عدت کے آغاز کا بیان

(وَأَيُّهَا الْعِلَّةُ فِي الطَّلَاقِ عَقِيبَ الطَّلَاقِ وَفِي الْوَلَاةِ عَقِيبَ الْوَلَاةِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ بِالطَّلَاقِ أَوْ الْوَلَاةِ حَتَّى مَضَتْ مُدَّةُ الْعِلَّةِ فَقَدْ انْقَضَتْ عِدَّتُهَا) لِأَنَّ سَبَبَ وَجُوبِ الْعِلَّةِ الطَّلَاقُ أَوْ الْوَلَاةُ فَيُعْتَبَرُ ابْتِدَاؤُهَا مِنْ وَقْتِ وُجُودِ السَّبَبِ، وَمَسَائِلُهَا يُقَوَّنُ فِي الطَّلَاقِ أَنَّ ابْتِدَاءَ هَاتَيْنِ وَقْتُ الْإِقْرَارِ نَفْيًا لِهَيْمَةِ الْمُوَاضَعَةِ.  
(وَالْعِلَّةُ فِي النِّكَاحِ الْفَارِسِدِ عَقِيبَ الطَّرِيقِ أَوْ عَزْمِ الْوَاطِئِ عَلَى تَرْكِ وَطِئِهَا)

وَقَالَ زُفَرٌ: مِنْ آخِرِ الْوَلَاةِ لِأَنَّ الْوَلَاةَ هُوَ السَّبَبُ الْمَوْجِبُ.  
وَلَسَّ أَنَّ كُلَّ وَطِئٍ وَجَدَ فِي الْعَقْدِ الْفَارِسِدِ يَجْرِي مَجْرَى الْوَلَاةِ الْوَاحِدَةِ لِامْتِنَادِ الْكُلِّ إِلَى حُكْمِ عَقْدٍ وَاحِدٍ، وَلِهَذَا يُكْتَفَى فِي الْكُلِّ بِمَنْهٍ وَاحِدٍ، فَقِيلَ: الْمَتَارَكَةُ أَوْ الْعَزْمُ لَا تُنْتَفِ الْعِلَّةُ مَعَ جَوَازِ وَجُودِ غَيْرِهِ وَلَا فِي التَّمَكُّنِ عَنِ وَجْهِ الشَّبْهِةِ أَيْمِمْ مَقَامَ حَقِيقَةِ الْوَلَاةِ لِحَقْلَابِهِ وَمَسَائِلِ الْحَاجَةِ إِلَى مَعْرِفَةِ الْحُكْمِ فِي حَقِّ غَيْرِهِ.

ترجمہ

وہاں کی صورت میں عدت کا آغاز طلاق کی ابتداء کے بعد شروع ہوگا اور طلاق کی صورت میں شوهر کی فوت ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جائے گا۔ اگر عورت کو طلاق یا شوهر کے انتقال کا حکم نہ ہو یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر جائے تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی کیونکہ عدت کے واجب ہونے کا بنیادی سبب طلاق یا وفات ہے لہذا اس کا آغاز بھی سب کے موجود ہونے کے وقت سے شمار ہوگا۔ مگر فقہاء اور بزرگ کے مشائخ کا فتویٰ اس بارے میں ہے۔ عدت کا آغاز اقرار کے وقت سے ہوگا تاکہ یہی اتفاق کا الزام دور کیا جاسکے۔ فاسد نکاح میں عدت کا آغاز تقریر کے وقت سے ہوگا یہ پھر اس وقت سے ہوگا جب محبت کرنے والے شخص نے محبت نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہو۔ امام زفر فرماتے ہیں: عدت کا آغاز سب سے آخری مرتبہ محبت کرنے کے بعد سے شروع ہوگا کیونکہ وہ محبت ہی عدت کے واجب کا سبب ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے۔ قاسم مقدس چشتی مرتبہ بھی محبت کی گئی ہے وہ سب ایک ہی مرتبہ شمار ہوگا کیونکہ سب کی نسبت ایک ہی فاسد عقد کی طرف ہے اس لیے ان تمام محبتوں کے عوض میں ایک ہی ہر دیا جاتا ہے تو جب تک طہ نہ ہو جائے یا محبت ترک کرنے کا پختہ ارادہ نہ ہو اس وقت تک عدت کا واجب ہونا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ اسی محبت کا احتمال موجود ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے شہ کی وجہ سے محبت کرنے کو بھی حقیقی محبت کے قائم مقام قرار دیا جائے گا کیونکہ محبت ایک محبت ہی محبت ہے اور یہاں یہ ضرورت اور قیاس ہے کہ محبت کرنے والے شخص کے علاوہ دوسرے شخص کے حق میں اس کا حکم معلوم کیا جائے۔

وقت عدت کے شروع ہونے کا فقہی بیان

یہاں مہنف نے یہ مسئلہ واضح کیا ہے جس عدت کا تعلق طلاق سے ہو اس کا آغاز طلاق ہونے کے فوراً بعد ہو جاتا ہے اور جس عدت کا تعلق وفات سے اس کا آغاز شوہر کے انتقال کے فوراً بعد ہو جاتا ہے۔ خواہ عورت کو طلاق ہو جائے یا شوہر کے انتقال کا حکم نہ ہو سکے۔ اس عورت کی عدت پوری ہو جائے گی۔

مہنف نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ عدت کے وجود کا سبب طلاق ہونا یا شوہر کے انتقال ہے لہذا عدت کی ابتداء میں



سب کی موجودگی کے وقت کا اعتبار کیا جائے گا۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: طلاق میں عدت کا آغاز اس وقت ہوگا جب شوہر رات کرے اس کی وجہ یہ ہے: یعنی صورت میں ن میاں بیوی پر یہ الزام عائد نہیں کیا جاسکے گا انہوں نے باہمی رضامندی کے ساتھ اپنے کسی منافع کے حصول کے لئے سابقہ کسی وقت میں طلاق دیئے جانے اور موجودہ وقت میں اسی حدیث کی عدت ختم ہو جانے کا دعویٰ کیا ہے۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: جب نکاح فاسد ہو تو اس میں بھی عدت لازم ہوتی ہے اور اس عدت کا آغاز اس وقت ہوگا۔ جب اس مرد اور عورت کے درمیان طلاق طے کر دی جائے اس کا آغاز اس وقت ہوگا جب صحبت کرنے والا شخص اس بات کا پختہ ارادہ کرے کہ اب وہ صحبت نہیں کرے گا۔

مصنف نے یہاں یہ بات بیان کی ہے: اس بارے میں امام لڑکی کے لئے مختلف ہے، کیونکہ ان کے نزدیک فاسد نکاح میں سب سے آخری مرتبہ جو صحبت کی گئی تھی عدت کا آغاز اس وقت سے ہوگا۔

انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے: یہاں عدت واجب کرنے کا بنیادی سبب صحبت کرنا ہے لہذا عدت کے آغاز میں سب سے آخری صحبت کا اعتبار کیا جائے گا۔

انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ عدت میں جنسی مرتبہ بھی صحبت کی گئی ہو وہ سب ایک ہی صحبت شمار ہوں گی کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی نسبت ایک ہی عقد کی طرف ہے یہی وجہ ہے: ایسے فاسد عقد میں کی مرتبہ صحبت کر لینے کے باوجود ایک ہی مہر کی ادائیگی لازم ہوتی ہے اس لئے عیہد کی وجہ سے یا صحبت نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنے سے پہلے عدت ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ اس کے غیر کے موجود ہونے کا جواز یعنی مکان بہر حال پایا جا رہا ہے۔

یہاں مصنف نے احتاف کے مؤقف کی تائید میں دوسری دلیل پیش کی ہے: شہ کی وجہ سے کی جانے والی صحبت حقیقی دلی کی قائم مقام نہیں ہوگی، کیونکہ صحبت کرنے والے شخص کو شہ کے اعتبار سے دلی کرنے کی قدرت حاصل ہے اس لیے جب تک مرد اور عورت میں طلاق طے نہیں ہوگی۔ یا مرد جب تک صحبت نہ کرنے کا پختہ ارادہ نہیں کرے گا۔ اس وقت تک دوبارہ صحبت کرنے کا امکان موجود ہے اور جب تک صحبت کا امکان رہے گا عدت کا آغاز نہیں ہو سکے گا۔

یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے: حقیقی طور پر صحبت کا ختمی ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے: یہاں عدت کی معرفت کی ضرورت متعلقہ فریقین کے لئے اور ان کے لئے دلی کی حقیقت کوئی پوشیدہ معاملہ نہیں ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مصنف نے یہ بات بیان کی ہے: یہاں یہ امکان پایا جا تا ہے: دوسرا شخص اس بارے میں حکم کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہو۔ یعنی کوئی اور شخص اس عورت کے ساتھ صحیح نکاح کرنا چاہتا ہے تو اب اسے یہ ضرورت پیش آئے گی: وہ اس بات

سے واقف ہو کہ اس عورت کی عدت کا آغاز کب ہوا تھا اور اختتام کب ہوا؟ دوسرے کے حق کی اس ضرورت کے پیش نظر اس امر کو بھی قرار دیا جائے گا۔

عدت ختم ہونے میں عورت کے قول کے اعتبار کا بیان

(وَإِذَا قَالَتِ الْمُعْتَدَةُ انْقَضَتْ عِدَّتِي وَكَذَّبَتْهُمَا الرِّوُحُ كَانَ الْقَوْلُ قَوْلَهَا مَعَ الْيَمِينِ) لَا بَيِّنَاتٍ فِي ذَلِكَ وَقَدْ اتَّهَمَتْ بِالْكَذِبِ فَتَحْلِفُ كَالْمَوْدَعِ .

(وَإِذَا طَلَّقَ الرَّحُلُ امْرَأَتَهُ طَلَاقًا بَيِّنًا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فِي عِدَّتِهَا وَطَلَّقَهَا قَبْلَ الدُّخُولِ بِهَا فَعَلَيْهِ مَهْرٌ كَامِلٌ وَعَلَيْهَا عِدَّةٌ مُسْتَقْبَلَةٌ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ .

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: عَلَيْهِ نِصْفُ الْمَهْرِ وَعَلَيْهِ اِتِّمَامُ الْعِدَّةِ الْأُولَى، لِأَنَّ هَذَا طَلَاقٌ قَبْلَ اَلْمَسْبِسِ فَلَا يُوْجِبُ كَمَالَ الْمَهْرِ وَلَا اِسْتِنَافَ الْعِدَّةِ، وَكَامِلَ الْعِدَّةِ الْأُولَى اِنْمَا يَجِبُ بِالطَّلَاقِ الْأَوَّلِ، لِأَنَّ اَنَّهُ لَمْ يَطْهَرْ حَالُ التَّزْوِجِ الثَّانِي، فَيَذَا ارْتَفَعَ بِالطَّلَاقِ الثَّانِي طَهَرَ حُكْمُهُ، كَمَا لَوْ اشْتَرَى امْرَأَةً وَلَيْدَهُ ثُمَّ اَعْتَقَهَا .

وَلَهُمَا اِنْتِهَاءُ مَقْبُوضَةٍ فِي يَدِهِ حَقِيقَةً بِاِلْطَافِ الْأُولَى وَيَقِفُ اَثَرُهُ وَهُوَ الْعِدَّةُ، لِأَنَّ جَدَدَ الْبَيْتِ كَاحِ وَهِيَ مَقْبُوضَةٌ نَابَ ذَلِكَ الْقَبْضُ عَنِ الْقَبْضِ الْمُسْتَحَقِّ فِي هَذَا الْبَيْتِ كَاحِ كَالْعَاصِبِ يَشْتَرِي الْمَغْضُوتَ الْوَدَى فِي يَدِهِ يَصِيرُ قَابِضًا بِمُخَرَّدِ الْقَبْضِ، فَوَضَحَ بِهَذَا أَنَّهُ طَلَاقٌ بَعْدَ الدُّخُولِ، وَقَالَ زُكْرٌ: لَا عِدَّةَ عَلَيْهَا أَصْلًا، لِأَنَّ الْأُولَى قَدْ سَقَطَتْ بِالتَّزْوِجِ فَلَا تَعُدُّ، وَالثَّانِيَةِ لَمْ تَحِبْ وَخَوَالِهَا مَا قُلْنَا .

ترجمہ

اور جب عدت بسر کرنے والی عورت نے یہ بات کہی میری عدت گزر چکی ہے اور شوہر اس کی بات کو جھٹلا دے تب عورت تم اٹھا کر اپنی بات کی تصدیق کرنے کو اس کی بات کو تسلیم کیا جائے گا کیونکہ اس بارے میں وہ ایمان تصور کی جائے گی لیکن اس پر غور ہونی کا الزام لگایا گیا ہے اس لیے مودع کی طرح اسے قسم اٹھانا ہوگی اگر کوئی شخص عورت کو طلاق یا تہذیب سے اور پھر عدت کے دوران اس سے نکاح کر لے لیکن دخول سے پہلے اسے صحیح طلاق دیدے تو مکرر پوچھا اور اکرنا ہوگا اور عورت پر مستقل عدت بسر کرنا لازم ہوگا۔ یہ حکم امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے۔

نہم نے یہ بات بیان کی ہے ایسی صورت میں مرد پر نصف مہر کی ادائیگی لازم ہوگی اور عورت پر پہلی عدت کو پورا کرنا لازم

ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے اسے محبت سے پہلے طلاق دی گئی ہے اس لیے نہ مرد پر اور نہ مہر کی ادائیگی واجب اور نہ ہی عورت پر از سر نو عدت بسر کرنا لازم ہوگا۔ جہاں تک پہلی عدت کے پورا کرنے کا تعلق ہے تو وہ پہلی طلاق کی وجہ سے لازم ہوتی تھی کیونکہ دوسرے نکاح کا حال ظاہر نہیں ہو سکا۔ لیکن جب دوسرا نکاح طلاق سے زائل ہو گیا تو پہلی طلاق کا حکم ظاہر ہو جائے گا۔ جیسا کہ اگر کسی شخص اگر ام ولد پر نہ کرے اسے آزاد کر دے (تو یہی حکم ہے)۔ ام ولد بقیہ اور ام ولد بوسیہ کی دلیل ہے۔ یہ دراصل عورت پہلی عدت کی وجہ سے اپنے شوہر کے قبضے میں ہے اور پہلی عدت کا اثر پہلی عدت ابھی باقی ہے لہذا اگر شوہر اس کے ساتھ نہ سرے سے نکاح کرے اور عورت شوہر کے قبضے میں ہو تو یہ پہلا بقیہ دوسرے نکاح کے واجب قبضے کا قائم مقام ہو جائے گا۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے غلام کو بیچ کر اپنے قبضے میں لے اور پھر اس غلام کو مالک سے خرید لے جبکہ وہ غلام پہلے ہی سے اس کے قبضے میں ہے تو پہلا بقیہ ہی بقیہ خریدنے کے قائم مقام ہو جائے گا تو اس مثال سے یہ بات ظاہر ہو گئی: دوسرے نکاح کے بعد جو طلاق واقع ہوئی ہے وہ دوسرا ہے بعد طلاق کی شوہر کو تو عدت کو پورا کرنے کا اور اس پر عدت بسر کرنا لازم ہوگا۔ ام ولد زفر نے یہ بات بیان کی ہے عورت پر عدت گزارنا لازم ہی نہیں ہوگا کیونکہ پہلی عدت دوسرے نکاح کی وجہ سے ساتھ ہو گئی ہے لہذا وہ دوبارہ نہیں ہو سکتی اور طلاق کی صورت میں دوسری مرتبہ عدت واجب ہی نہیں ہوتی ہے (کیونکہ وہ زحل سے پہلے ہی دی گئی ہے)۔ لیکن اس کا جواب دی ہے جسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

انتقام عدت میں عورت پر قسم ہونے کا اعتبار

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ علیہ لرحمہم کہتے ہیں۔ اور اگر عورت کہتی ہے کہ عدت پوری ہو چکی اگر تازہ مانہ گزارے کہ پوری ہو چکی ہے تو قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے اور اگر تازہ مانہ نہیں گزارا تو نہیں۔ بیحدوں سے عدت ہو جب تو ظاہر ہے کہ اس نے دن گزارے۔ نہ پر عدت ہو چکی اور حیض سے ہو تو آزاد عورت کے لیے کم از کم دس چودھن ہیں اور لوطی کے لیے چالیس بلکہ ایک دوایت میں حرم کے لیے آٹھ دس دن کتنی چیز کی اقل مدت نو دن ہے اور دو طرح کی عین میں اور باعدی کے لیے ایکس دن کی حد جس کے چودھن واپاک طہر و میان کا پندرہ دن ہے۔

اور جب مطلقہ کہتی ہے کہ عدت پوری ہو چکی کہ حمل ساتھ ساتھ ہو گیا اور حمل کی مدت اتنی تھی کہ اعضا میں پکے تھے تو مانہ جایا اور نہیں مثلاً نکاح سے ایک مہینے بعد طلاق دی اور طلاق کے ایک ماہ بعد حمل ساتھ ہوتا بتاتی ہے تو عدت پوری ت ہوئی کہ کہنے کے اعضا چار ماہ میں پختے ہیں۔ (ردھکار باب عدتہ، ج ۵، ص ۲۱۰، بیروت)

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: عدت گزارنے والی عورت جب یہ بیان کر دے: میری عدت ختم ہو چکی ہے اور شوہر اس کی بات کی تردید کر دے تو اس بارے میں قسم کے ہمراہ عورت کا قول معتبر ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عورت اس بارے میں اطمینان ہے۔

اس پر یہ عرض کیا جا سکتا ہے: اگر وہ عورت اس بارے میں اطمینان ہے تو پھر آپ اس سے صف کیوں لے رہے ہیں تو مصنف نے اس کا جواب یہ دیا ہے: شوہر نے اس کی بات کو پھٹکا کر اس پر بھڑکتے ہوئے کا الزام لگایا ہے اس لئے وہ عورت حلف ٹھاسے گی کہ کدو چکا کھد رہی ہے۔

یہ حکم بالکل اسی طرح ہوگا جیسے کوئی شخص کسی کے اس امانت رکھوائے تو جس کے پاس امانت رکھوائی گئی ہو وہ یہ کہے میں اس امانت کو واپس کر چکا ہوں، لیکن رکھوانے والا شخص کہے: واپس نہیں کی ہے تو وہ شخص قسم اٹھائے گا جس کے پاس امانت رکھوائی تھی جی۔ ایسا اس وقت ہوگا جب امانت رکھوانے والا شخص اپنے منوف کو تائید میں کوئی شہرت پیش نہ کر سکتا ہو۔ اگر شہوت موجود ہوں تو ان کے مطابق حکم ہوگا۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: ایک شخص اپنی بیوی کو بیان طلاق دیدیتا ہے اور پھر اس عورت کی عدت کے دوران اس عورت کے ساتھ شادی کر لیتا ہے پھر اس عورت کے ساتھ محبت کرنے سے پہلے اس طلاق دیدیتا ہے تو اب مرد پر مکمل مہر کی ادائیگی لازم ہوگی اور عورت پر دوسری عدت مستقل طور پر گزارنا لازم ہوگا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے۔

اس بارے میں امام محمد کی رائے مختلف ہے: وہ یہ فرماتے ہیں: شوہر کے ذمے نصف مہر کی ادائیگی لازم ہوگی اس کی وجہ یہ ہے: شوہر نے عورت کو محبت کرنے سے پہلے طلاق دیدی ہے اور اصول یہ ہے: جب شوہر بیوی کو محبت کرنے سے پہلے طلاق دیدے تو نصف مہر کی ادائیگی لازم ہوتی ہے اور بیوی پر اس دوسرے نکاح کی کوئی عدت لازم نہیں ہوگی کیونکہ اصول یہ ہے: جب شوہر محبت کرنے سے پہلے طلاق دیدے تو یہی پر کوئی عدت لازم نہیں ہوتی لیکن کیونکہ عورت پر پہلی عدت پہلی طلاق کی وجہ سے لازم ہوتی تھی تو پہلی عدت کو پورا کرنا اس پر لازم ہے۔

اس کی مثال یہ ہے: اگر کوئی شخص اپنی ام ولد کو خرید کر آزاد کر دے۔

اس کی صورت یہ ہوگی: کوئی شخص کسی کثیر کے ساتھ شادی کر دیتا ہے اور وہ کثیر اس شخص کے بچوں کو ختم دیتی ہے۔ پھر وہ شخص اس کثیر کو خرید کر آزاد کر دیتا ہے تو اس شخص نے جیسے اپنی بیوی کو خرید کر آزاد کر دیا نکاح رکھا رکھا رکھا گا کہ نہ ملک نکاح اور ملک رقبہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ نکاح ختم ہونے کی وجہ سے عورت پر عدت بسر کرنا لازم ہو جائے گا۔

اور کیونکہ عورت کثیر ہے اس لیے اس کی عدت دو حیض ہوگی لیکن جب شوہر نے اسے آزاد کر دیا تو اب اس کی عدت آزاد عورتوں کی طرح تین حیض ہوتی چاہئے لیکن آزاد ہونے سے پہلے جب وہ شوہر کی ملک تھی اس وقت اس کے حق میں عدت ظاہر نہیں ہوگی لیکن جب شوہر کے آزاد کرنے کے نتیجے میں یہ ملکیت زائل ہوگی تو عدت کا حکم ظاہر ہو جائے گا۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف نے اپنے منوف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے: پہلی محبت کی وجہ سے وہ عورت

در تحقیق انہی شوہر کے قبضے میں ہے اور یہی صحبت کا شرعی عقد است انہی باقی ہے جب شوہر اس عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح کرتا ہے جبکہ وہ عورت پہلے ہی اس کے قبضے میں ہے تو یہ قبضہ دوسرے نکاح کے وجہ قبضے کے قائم مقام ہو جائے گا۔

اس کی مثال یہ ہے ایک شخص کسی دوسرے کی چیز غصب کر دیتا ہے اور پھر دوسرے سے وہی چیز خرید لیتا ہے جسے اس نے غصب کیا تھا تو وہ شخص صرف اس عقد کی وجہ سے اس چیز کو قبضے میں لینے والا شمار ہوگا یعنی غصب کی وجہ سے ہونے والا قبضہ خریداری کی وجہ سے ہونے والے قبضے کا قائم مقام ہو جائے گا۔

اس طرح سابقہ مسئلے میں شوہر کا پہلے نکاح کا قبضہ دوسرے نکاح کے قبضے کا قائم مقام ہو جائے گا اور اس سے یہ بات ثابت ہوگی۔ دوسرے نکاح کے بعد جو طلاق واقع ہوئی ہے وہ صحبت ہو جانے کے بعد واقع ہوئی ہے اس لئے شوہر کے ذمے پھر بیکارگی ادا نہیں لازم ہوگی اور عورت پر مکمل عدت لازم ہوگی۔

اس بارے میں ہم زفر کی رائے بالکل مختلف ہے وہ اس بات کے قائل ہیں عورت پر عدت لازم ہی نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے دوسرے نکاح کے نتیجے میں پہلی عدت ساقط ہو جائے گی اور دوسری طلاق کیونکہ صحبت سے پہلے ہوئی ہے اس لئے اس میں عدت واجب ہی نہیں ہوگی۔ مصنف فرماتے ہیں اس کا جواب دہی ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

غیر مسلم عورت پر عدت لازم نہیں ہوتی

قَالَ (وَإِذَا طَلَّقَ الذَّكَاءُ الزَّوْجَةَ فَلَا عِدَّةَ عَلَيْهِمَا وَكَذَلِكَ إِذَا عَزَّجَتْ الْحَرْبِيَّةُ الْيَمَانِيَّةَ مُسْلِمَةً، فَإِنْ تَوَزَّجَتْ جَارًا إِلَّا أَنْ تَكُونَ حَامِلًا، وَهَذَا كُلُّهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ، وَقَالَ : عَلَيْهَا وَعَسَى الذَّوْجَةُ الْعِدَّةُ) أَمَّا الذَّوْجَةُ فَلَا اخْتِلَافَ فِيهَا نَظِيرُ الْأَخْتِلَافِ فِي رِجَالِهِمْ مُحَارِبِينَ، وَقَدْ بَيَّنَّا فِي كِتَابِ الْبَحَاثِ، وَقَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ فِيْمَا إِذَا كَانَ مُعْتَقِدُهُمْ أَنَّهُ لَا عِدَّةَ عَلَيْهَا، وَأَمَّا الْمُهَاجِرَةُ فَوُجُوهٌ قَوْلُهُمَا أَنَّ الْفَرَقَةَ لَوْ وَقَعَتْ بِسَبَبٍ آخَرَ وَجَبَتْ الْعِدَّةُ لَكِنْ بِسَبَبِ النِّسَابِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا هَاجَرَ الرَّجُلُ وَتَرَكَهَا لِعَدَمِ النَّسَبِ.

وَأَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَى (لَا حَاجَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ) وَلَئِنْ الْعِدَّةَ حَبِثَ وَجَبَتْ كَانَ فِيهَا حَقُّ نِسَى آدَمَ وَالْحَرْبِيَّةِ مُلْحَقٌ بِالْمَحْرَمَةِ حَتَّى كَانَ مَحَلًّا لِلتَّمَلُّكِ إِلَّا أَنْ

تَكُونُ حَامِلًا إِلَّا أَنْ فِي نَسَبِهَا وَلَكِنْ ثَابِتِ النَّسَبِ. وَحَقُّ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَجُوزُ نِكَاحُهَا وَلَا يَنْظُرُهَا كَالْحَبْلِيِّ مِنَ الرِّمَاءِ وَالْأَوَّلِ أَصَحُّ.

ترجمہ

در جوابی ذی مرگی ذی عورت کو طلاق دینے سے تو اس ذی عورت پر عدت ہرگز لازم نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی حربی عورت مسلمان ہو کر اس کی سطوت میں آ جائے (تو یہی حکم ہے)۔ حنین نے یہ بات بیان کی ہے حربی عورت پر عدت ہرگز لازم ہوگا اور ذی عورت پر بھی لازم ہوگا۔ ذی عورت پر عدت واجب ہونے کی دلیل یہ ہے ذی عورت کے بارے میں جو اختلاف ہے وہ اس حدیث کا نتیجہ جو صحیحین کا دلائل حرام عورتوں سے نکاح کر کے کے بارے میں ہے۔ ذی عورت کے بارے میں جو اختلاف مشرکین کے بھی نکاح کے باب میں بیان کر چکے ہیں۔ اس بارے میں امام ابوحنیفہ کی رائے یہ ہے جب زمین کا یہ اعتقاد ہو کہ طلاق یا نفقہ عورت پر عدت واجب نہیں ہوتی۔ جو عورت مسلمان ہو کر اسلامی سطوت میں آئی تو اس کے بارے میں حنین کے نزدیک حکم یہ ہے۔ کہ طلاق کی دوسری وجہ سے واقع ہوئی ہے تو عدت واجب ہوگی۔ اسی طرح لکڑی سطوت کو چھوڑ کر اسلامی سطوت میں آنے کے نتیجے میں جو صحیحہ کی واقع ہوئی ہے اس سے بھی عدت واجب ہوگی اس کے برخلاف اگر شوہر مسلمان ہو کر اسلامی سطوت میں آ جائے اور بیوی کو دایرہ میں چھوڑ آئے تو عدت لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس عورت تک شرعی حکم نہیں پہنچتا۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل حدیث کی یہ کہ ان سے ”در حکم رسول کی گمان نہیں ہے کہ تم ان عورتوں کے ساتھ نکاح کر لو“ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو دایرہ خارج سے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آتی ہیں۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے: انسانوں کے حق کو نظر رکھتے ہوئے عدت واجب کی گئی ہے لیکن حربی شخص کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ وہ تو ہمدان کی، نہ تہہ یہیں تک کہ اسے ملکیت میں لے لے جائے کہ نہ لیکن اگر حربی عورت حاملہ ہو (جو حکم مختلف ہوگا) کیونکہ اس کے پیٹ میں وہ بچہ موجود ہے جس کا نسب ثابت ہے۔ امام حسن بن علی نے امام ابوحنیفہ سے آپ روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہوگا اگر ہاتھ اس کے ساتھ صحبت نہیں کی جائے گی جیسے کہ زمانہ کے نتیجے میں حاملہ ہونے والی عورت کے ساتھ نکاح کیا جاسکتا ہے لیکن صحبت نہیں کی جاسکتی تاہم یہاں سے زیادہ درست ہے۔

شرح

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَةُ مُهَاجِرَةٌ فَلَا تَنْكِحُوهُنَّ اللَّهُ أَغْلَمَ بِأَيْمَانِهِنَّ فَإِنَّ عِلْمَهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَزَوَّجُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَأَهَلَّ حِلَّ لَهُمْ وَلَا لَهُمْ يَتَوَلَّوْنَ لَكِنَّ وَالنَّوْهُمْ مَا تَقَفُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا اتَّيْمُنُوهُنَّ أُخُورَهُنَّ وَلَا تَمْسِكُوا بِعَصَمِ الْكُفَّارِ وَسَلُّوْهُمْ مَا اتَّقَفُوا وَلَا تَسْلُوْهُمْ مَا اتَّقَفُوا دَلِكُمْ حُكْمُ لِيهِ

يَذْكُرُهُمْ رَبُّنَا وَلِلّٰهِ غُلُومٌ حَكِيمَةٌ (ممتحنہ، ۱۰)

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں نکاح کرنا سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو۔ اللہ ان کے ایمان کا جان بہتر جانتا ہے پھر اگر وہ تمہیں ایمان والیں معلوم ہوں تو انہیں کا فرد کو انہیں نہ رو نہ دینا۔ انہیں عدل نہ دانیس عادل اور ان کے کافر مشرور کو دے دو جو ان کا فرج ہوا۔ اور تم پر کچھ گناہیں کر ان سے نکاح کرو۔ جب ان کے نمبر انہیں دو کافر ان کے نکاح پہنچے نہ رہو۔ اور مانگ لو جو تمہارا فرج ہوا۔ اور کافر مانگ میں جو انہیں نہ فرج کیا۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ ظالم و ستم والا ہے۔ (نکاح الزمان)

مجاہد جو عورتوں کے نکاح و فرج نکاح میں فقہی تقریحات

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ کہ اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں جب عورت نے عہد کے دن پورے کر لئے اور اب تک اس کا کافر خاوند مسلمان نہیں ہوا تو وہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے،  
ہاں بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ عہد پوری کر لینے کے بعد عورت کو اختیار ہے اگر چاہے اپنے اس نکاح کو بقیہ رکھے اگر چاہے فرج کے دوسرا نکاح کر لے اور اس پر بن عہد دانی روایت کو محمول کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان مجاہد عورتوں کے کافر خاوندوں کو ان کے فرج اخراجات جو ہوئے ہیں وہ ادا کر دیئے کہ ہر۔ پھر فرمان ہے کہ اب نہیں ان کے ہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں، عہد کا گنہہ بانی کا مقرر کا وغیرہ جو امور نکاح میں ضروری ہیں ان شرائط کو یاد کر کے ان مجاہد عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تم پر بھی اے مسلمان عورتوں کا اپنے نکاح میں باقی رکھنا حرام ہے جو کافر ہیں، اسی طرح کافر عورتوں سے نکاح کر بھی حرام ہے اس کے حکم ناز ہوتا ہے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وہ کافر بیویوں کو ذرا طلاق دے دی جن میں سے ایک نے تو معاویہ بن صفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے صلح کی اور بھی تو آپ حدیبیہ کے پیچھے گئے تھے ہی سنتے کہ یہ نیت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہہ دیا کہ جو عورت مجاہدہ آئے اس کا پالیا نہ ہونا و رطلوں نیت سے عہد کرنا ناجی معلوم ہو جائے تو اس کے کافر خاوندوں کو ان کے دیئے ہوئے نمبر پر واپس کر دو اسی طرح کافروں کو بھی یہ حکم سنایا گیا، اس حکم کی عہد و عہد تھا جو بھی ابھی حرج ہوا تھا۔

حضرت الشافعی نے اپنی جن دو کافر بیویوں کو طلاق دی ان میں سے پہلی کا نام قریب تھا یہ ابو امیہ بن مغیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری کا نام کلثوم تھا جو عمر بن حردل خزاعی کی لڑکی تھی حضرت عبید اللہ کی وادہ یہی تھی، اس سے لڑکچہ بنی صفیہ بن خازم خزاعی نے نکاح کر لیا یہی شریک تھا، اسی طرح اس حکم کے تحت حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے اپنی کافر بیوی رومی بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کو طلاق دے دی اس سے خالد بن سعید بن حارث نے نکاح کر لیا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے تمہاری بیویوں پر جو تم نے فرج کیا ہے اسے کافروں سے لے لو جبکہ وہ ان میں چلی جائیں اور کافروں کی

عورتیں جو مسلمان ہو کر تم میں آجائیں انہیں تمہارا کیا ہو، فرج دے دو۔ مسک کے بارے میں اور عورتوں کے بارے میں اللہ کا فیصلہ بہتر ہو چکا ہو اس لئے اپنی حقوق میں کر دینا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام تر مصیحتوں سے باخبر ہے اور اس کا کوئی حکم مکت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے کہلی اہ حلاق حکم ہوا ہے۔ اس کے بعد کی آیت وان فانکم الحج کا مطلب حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جن کفار سے تمہارا عہد و پیمان صحیح و ہذا نہیں، اگر کوئی عورت کسی مسلمان کے گھر سے جا کر ان میں چلے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے خاوند کا کیا ہو، فرج نہیں دیں گے تو اس کے بارے میں بھی از بد دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عورت مسلمان ہو کر تم میں چلی آئے تو تم بھی اس کے خاوند کو کچھ عہد و پیمان دے دو۔

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسلمانوں نے تو اللہ کے اس حکم کی قیام کی اور کافروں کی جو عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آئیں ان کے لئے ہوئے بہر ان کے خاوندوں کو واپس کئے تین مکرر اس کے حکم کے ماننے سے انکار کر دیا پس یہ آیت اتری اور مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ اگر تم میں سے کوئی عورت ان کے ہاں چلی گئی ہے اور انہوں نے تمہاری فرج کی ہوئی تو تم انہیں کی تو جب ان میں سے کوئی عورت تمہارے ہاں آجائے تو تم اپنا و فرج نکال کر بقیہ اگر کچھ بچے تو دے دو ورنہ معاف ختم ہوا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کا یہ مطلب مردی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جو مسلمان عورت کافروں میں چلے اور کافر اس کے خاوند کو اس کا کیا ہو، فرج نکال کر بقیہ اگر کچھ بچے تو دے دو ورنہ معاف ختم ہوا، بعد اس کے فرج کئے کہ دیں، پس فاعلم کے معنی ہوئے کہ پھر تمہیں قریش و کسی اور جماعت کا رد سے لے قیمت تھکے تو ان مردوں کو جن کی عورتیں کافروں میں چلی گئی ہیں ان کا کیا ہو، فرج نکال کر دو، یعنی مکرر اس میں کوئی تضاد مطلب یہ ہے کہ یہی صورت اگر ممکن ہو تو وہ کسی مرد نے قیمت میں سے اسے اس کا حق دے دیا جائے ورنہ یہ قول میں اختیار ہے اور حکم میں وصت ہے حضرت امام ابن جریر اس طریق کو پسند فرماتے ہیں۔

میدان جنگ سے قبضہ میں آنے والی عورتیں

یعنی خاندنوں والی عورتیں جس حرام میں، ہاں نکاح عورتیں جو میدان جنگ میں قید ہو کر تمہارے قبضے میں آئیں تو یک جہش گزاردنے کے بعد وہ تم پر حلال ہیں، مسند احمد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ اداس میں قید ہو کر اس عورتیں آئیں جو خاندنوں والیں تھیں تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بہت سوال کیا تب یہ آیت اتری ہم پر ان سے ملنا حلال کیا گیا کہ اگر کسی عورت کو یا ان کے بھائی یا بیٹے یا کسی اور صحابہ مسلمان ہو گئے ہیں تو یہ بھی یہ حدیث ہے،

طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ واقعہ جنگ خیبر کا ہے، مسلمانوں کی ایک جماعت اس آیت کے عموم سے استدلال کر کے فرقی ہے کہ دوشی کو بیچ و ابائی اس کے خاوند کی طرف سے طلاق کامل کے مترادف ہے، امیرانہم سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کوئی خاوند کو لوثی کی بیٹی بن جائے تو اس کے جسم کا زیادہ ہذا حرام اس کا نکاح ہے،

حضرت ابی بن کعب حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت ابن عباس کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ اس کا جنہ اس کی طلاق ہے، انہی جریر میں ہے کہ بوطی کی طلاق چھ ہیں، چنانچہ بھی طلاق ہے۔ زیادہ کرنا بھی بیکہ کرنا بھی برت کرنا بھی اور اس کے ساتھ کہ طلاق دینا بھی (یہ چھ صورتیں بیان ہوئیں) یعنی صورتیں تفسیر ابن کثیر میں سے نہ ان جریر میں

حضرت ابن کعب فرماتے ہیں کہ خاندان والی عورتوں سے نکاح حرام نہیں لیکن عورتوں کی حاق اب کا جب ہوتا ہے۔ حضرت عمر اور حضرت حسن بھی یہی فرماتے ہیں ان بزرگوں کا تو یہ قول ہے لیکن جہور ان کے مخالف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہی طلاق نہیں اس لئے کہ خریدہ رینچے والے کا بے اور بیچنے والا اس شخص کو اپنی ملکیت سے نکال کر بیچ دیا، ان کی دلیل حضرت ابوہریرہ والی حدیث ہے جو بخاری، مسلم وغیرہ میں ہے کہ امام الحنفیوں نے حضرت عہدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب اس شخص کو خرید کر لیا اور کہا تو ان کا نکاح مفیض سے نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نکاح کرنے اور باقی رکھنے کا حکم دیا۔ وہ حضرت ابوہریرہ سے نکاح کرنے کو پسند کیا یہ واقعہ مشہور ہے، پس اگر ایک جانا ہی طلاق ہوتا ہے تو اسے ان بزرگوں کا قول سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہ کو ان کے ایک جانے کے بعد ان کے نکاح کے باقی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار نہ دینے، اختیار دینا نکاح کے باقی رہنے کی دلیل ہے، تو آیت میں امر صرف وہ عورتیں ہیں جو پہلے نکاح سے نکاح ہوئیں اور انہیں طلاق۔

اور یہی بھی کہی گئی ہے کہ عیصمت کے امر پاک دامن عورتیں ہیں یعنی مفیض عورتیں جو ہم پر حرام ہیں جب تک کہ نکاح اور گواہ اور مہر اور ولی سے ان کی عصمت کے مانگ نہ بن جائے خواہ ایک ہو خواہ دو خواہ تین خواہ چار اور اہل عدلیہ اور طحاوی بھی مطلب بیان فرماتے ہیں۔ عمرو بن عبد فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ چار سے زیادہ عورتیں تم پر حرام ہیں ہاں کثیرہ میں ہیں یہی فتویٰ نہیں۔ پھر فرمایا کہ حرمت اللہ تو لی ہے تم پر لکھ دی ہے یعنی چار کی جہلیں تم اس کی کتاب کو لازم پکڑو اور اس کی حد سے آگے نہ بڑھو، اس کی شریعت اور اس کے فرامین سے پابند رہو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حرام عورتیں اللہ تو لی ہے اپنی کتاب میں ظاہر کر دیں۔

پھر فرمایا کہ جن عورتوں کا حرام ہونا بیان کر دیا گیا ان کے علاوہ در سب طہال ہیں، ایک مطلب یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان چار سے کم تم پر طہال ہیں، لیکن یہ قول دور کا قول ہے اور صحیح مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بھی حضرت عطا کا قول ہے، حضرت قتادہ سے اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد لوہڑا ہیں، یہی آیت ان لوگوں کی دلیل ہے جو وہ بیہوش کے کتب کرنے کی حالت کے قابل ہیں اور ان کی بھی جو کہتے ہیں کہ آیت سے اس حال کرتی ہے اور دوسری حرام۔ پھر فرمایا تم ان حال عورتوں کو اپنے دل سے حاصل کرو جو رنگ تو آزاد عورتیں اور لونڈیاں بغیر تین کے لیکن وہ یہ طریق شرع اس کے فرمایا نہ کار کی سے بچنے کے لئے اور صرف شہوت رانی مقصود نہیں ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھو ان کے اس فائدہ کے مقابلہ میں ہر ماہ دینا کہ وہ دینے اور آیت میں ہے و کیف تحللوہ وقد افصى بعضکم الی بعض یعنی تم ہر کدو عورتوں سے کیسے ہو گے تو ان کا ایک دوسرے سے لے چکے ہو اور فرمایا و اتوا النساء صدقاتھن بحسن عورتوں کے ہر بخوشی دے دو اور دیکھو فرمایا و لا یحل لکم ان تاتخذوا مما اتیتھن من شیء الا ان تم نے جو کچھ عورتوں کو دے دیا ہو اس میں سے واپس لینا تم پر حرام ہے، اس آیت سے ان کا جواب

مذہب استدلال کیا ہے و جنگ متناہدا اس میں مشروع تھا لیکن پھر منسوخ ہو گیا، وہ مثنائی اور مالک نے کہا کہ ایک جمعہ نے فرمایا کہ وہ حدیث متناہدا صحیح ہو یا پھر منسوخ ہو۔ بعض کہتے ہیں اس سے بھی زیادہ، وہ مباح اور منسوخ ہوا، اور بعض کا قول ہے کہ صرف ایک یا مباح ہوا یا پھر منسوخ ہو گیا پھر مباح نہیں ہوا۔

حضرت ابن عباس اور اس جند دیگر صحابہ سے ضرورت کے وقت اس کی اجاحت مروی ہے حضرت امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت ایسی مروی ہے کہ ابن عباس ابی بن کعب سعید بن جبیر اور سدی سے مہین کے بعد الی اجل مسمیٰ کی قرأت مروی ہے، وہاں فرماتے ہیں یہ آیت نکاح متناہدا بابت ذلول ہوئی ہے۔

لیکن جہور اس کے برخلاف ہیں اور اس کا بہترین فیصلہ زہری و مسلم کی حضرت علی والی روایت کر دیتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مالے دن نکاح جس سے اوگھر ہو گلوں کے گوشت سے منع فرما دیا، اس حدیث کے الفاظ کتب حکام میں مقرر ہیں، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کتب حکام کے غزوہ میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! میں سے تمہیں عورتوں سے حد کر کے نہ رکھو، ان کی تھی، یہ کہو، یہ ایک اب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لئے حرام کر دیا ہے جس کے پاس اس قسم کی کوئی عورت ہو تو اسے چھوٹے کما سے چھوڑ دے اور تم نے جو کچھ نہیں دے رکھا ہو اس میں سے ان سے کچھ نہ لو۔

تیسرے صحیح شریف کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے چھتہ اور اس میں یہ فرمایا تھا، یہ حدیث کی الفاظ سے مروی ہے، جن کی تحصیل ایک حکام کی کتاب میں ہیں، پھر فرمایا کہ تمہارے بعد بھی اگر تم پر یہ فرمانہندی کچھ کرے کہ کوئی کزن نہیں، اگلے دن کو کتب پر محمول کرنے والے کو اس میں مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب مدت مقررہ گزر جائے پھر مدت کو بڑھا دینا اور جو یہ ہوا اس کے علاوہ اور کچھ دینے سے کوئی گناہ نہیں،

سدی کہتے ہیں اگر چاہے تو پیچھے کے مقررہ کے بعد جو دے چکا ہے وقت کے ختم ہونے سے پیشتر پھر کہہ کرے کہ میں اتنی قتی مدت کے لئے پھر مدت کرتا ہوں جس اگر اس نے تم کی پاکیزگی سے پہلے دن بڑھائے تو جب مدت پوری ہو جائے تو پھر اس کا کوئی دہاؤ نہیں وہ عورت الگ ہو جائے گی اور میں کتب نمبر کرانے ہم کی عفتائی کرنے کی ان دنوں میں عیادت نہیں نہ یہ عورت اس مروی وارث نہ یہ مرد اس عورت کا، اور جن حضرات نے اس جملہ کو نکاح مستون کے مہر کی کے صدق کہا ہے ان کے نزدیک تو مطلب صاف ہے کہ اس مہر کی اور نکاح کا کیا بیان ہو جس سے جیسے فرمایا ہر ماہ سانی اور یہ خوشی دے دینا کہ وہ مقرر ہو جانے کے بعد وہ اسے پورے حق کو یا تھوڑے سے حق کو چھوڑ دے صاف کر دے اس سے دست بردار ہو جائے تو میاں بیوی میں سے کسی پر کوئی گناہ نہیں،

حضرت حمزہ فرماتے ہیں کہ لوگ اقرا دیتے ہیں پھر مکر ہے کہ کبھی ہو جائے تو اگر عورت اپنا حق چھوڑ دے تو جائز ہے، ابن جریر بھی ایسی قول کو پسند کرتے ہیں حضرت انس عباس فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ مہر کی رقم پوری نہ ہو اس کے حوالے کر دے پھر

سے لئے اور گہ ہونے کا پورا پورا اختیار ہوتا ہے کہ اندھ عالم دیکھ سہے ان کا احکام میں جو صحت و حرمت کے متعلق ہیں جو حد میں ہیں اور جو مصلحتیں ہیں انہیں وہی بخوبی جانتا ہے۔

اہل ظہور کے نزدیک مفقود شو پر عورت کی عدت کا بیان

اس مسئلہ فقہاء کرام کے لئے ایک اقوال ہیں کہ عورت عفتی مدت انتظار کرے تاکہ خاوند پر موت کا حکم لگایا جاسکے۔

محقق عہد کرام نے راجح یہ قرار دیا ہے کہ اس مدت کی قدر حکم کے اقتدار پر منحصر ہے، اور اس میں حالات و اوقات اور قرائن کے اعتبار سے اختلاف ہو سکتا ہے تو اس طرح کا قضی اپنے اختصار سے اس مدت کو مقرر کرے گا جو اس کے ظن غالب میں ہو کہ اس دوران اس کی موت واقع ہو سکتی ہے۔

تو اس مدت کے اختتام پر وہ عورت فوت شدہ خاوند کی عدت چارہ دن گزارے گی، اور اس مدت کے اختتام پر وہ شادی کر سکتی ہے۔

اور اگر اسے خاوند کی جگہ کا ظلم ہے اور اس نے اس مدت میں اس سے طہیہ لگائی اختیار کر رکھی ہے تو اس کا حکم ایسا ہوا کہ ہوگا، لحد، عورت، اس کا ولی اس سے رابطہ کرے گا یہ پھر اس معاملے کو حاکم تک پہنچا دے گا جو خاوند کو مجبور کرے کہ وہ بیوی کے پس واپس آئے اور اگر وہ واپس آئے نہ سکا کر دے تو حاکم اس کی چوب سے ایک طلاق دے گا یا پھر نکاح صحیح کر دے گا۔

اسقاط حمل کی صورت میں حاملہ کی عدت کا بیان

عہد کرام کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر اس نے بچے کی تخلیق کے بعد وضع حمل کر دیا تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔

(المختصر لابن قدامہ المقدسی (11 / 229)

اور حمل کے اسی (80) دن کے بعد بچے کی تخلیق یعنی شکل و صورت غنی شروع ہو جاتی ہے، اور اگر بنا توے (90) دن کی تکمیل میں تکلیف بھی مکمل ہو جاتی ہے۔ لہذا اس بنا پر جس عورت نے حمل کے پانچویں ماہ میں وضع حمل ساتھ کر دیا، سب عہد کرام کے ہاں اس کی عدت ختم ہو جائے گی، اور اس کی عدت ختم ہو جانے پر خاوند کے لیے رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن خاوند کو حق حاصل ہے کہ وہ اگرچہ بچے کو نیا نکاح کر سکتا ہے، اور اس میں نکاح کی وہ شرط پائی جاتی ضروری ہیں جو نکاح میں پائی جاتی ہیں مثلاً ہر گواہوں کی موجودگی، عورت کی رضا مندی، اور ولی کی موجودگی۔

اور اس شخص پر جو اسقاط حمل کا سبب بنے وہ پھر بقی باقی رہتی ہیں۔

اول: اس کے بعد قتل خطاء کا کفارہ ہے، چنانچہ مؤمن غلام آزاد کرنا اور اگر وہ غلام نہ پاسکے تو مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنے کیونکہ بعد نماز و قنای کا فرمان ہے: (اور جو شخص کسی مملکت کو قید ماہ مارا لے، اس پر ایک مصلحت غلام کی گردن آزاد کرنا اور مقولی کے گردن آزاد کرنا دینا ہے، ہاں یہ اور بات دیکھ دو لوگ بطور صدقہ وقف کریں۔۔۔

پھر اس آیت میں آگے فرمایا، پس چونکہ پائے اس کے ذمے دو مہینے کے لگا تا روزے ہیں، اللہ تعالیٰ سے بخشوانے کے لیے اور اللہ تعالیٰ بخوبی جانتے والا اور حکمت والا ہے) النساء (92)

دوم: اس کے ذمہ بچے کی دیت کی ادائیگی بھی ہے (اور وہ ماں کی دیت کا سواں حصہ ہے، اور مسلمان عورت کی دیت پچاس اونٹ ہیں جو انداز ساٹھ ہزار سو سو ریال بنتے ہیں) لہذا وہ دیکھو کہ بچے کے درجہ کو کچھ ہزار ریال یا پھر ان کی دیت کی دوسری کرنی کی ادائیگی کرے اور ان پر قصم کی پانے گی کیونکہ بچہ فوت ہو چکا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ والد اس دیت میں کسی چیز کا بھی وارث نہیں بن سکتا کیونکہ قاتل مقول کا وارث نہیں بن سکتا۔

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ (اور اگر مجرم بچے کو مارنے والا اس کا باپ یا اس کے درجہ میں سے کوئی اور ہو تو اس کے ذمہ غرقہ ہے۔) اور غرقہ غلام یا لونڈی کو کہا جاتا ہے جس کی قیمت پانچ اونٹ ہیں، اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ وہ انداز چھ ہزار سو سو ریال بنتے ہیں) وہ اس میں سے کسی بھی چیز کا وارث نہیں ہوگا، اور ایک غلام آزاد کر دے گا، امام احمدی اور امام شافعی وغیرہ کا یہی قول ہے) (المختصر لابن قدامہ المقدسی (12 / 81)

فقہ کرام کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ جب عورت کفשות کے بعد ورنہ قتل سے قبل طلاق دے دی جائے تو وہ باکرہ ہی رہتی ہے، اور اس طرح شادی کر لگی جس طرح باکرہ اور کنواری عورتیں کرتی ہیں درمیان احکام میں درج ہے۔

"نصفے خلوت کے بعد طلاق ہوئی ہو اور اس کی بکارت زائل نہ ہوئی ہو، پھر دخول سے قبل حد ق ہو جائے تو وہ کنواری ٹرکیوں کی طرح ہی شادی کر لگی، چاہے اس پر عدت واجب ہوتی ہے، کیونکہ وہ حقیقت میں باکرہ ہے اور اس میں حیہ موجود ہے" دیکھیں: درمیان احکام (1 / 336)

اور القادری اٹھویں میں درج ہے: "ہمارے اصحاب (حنفی مذہب پر) نے صحیح خلوت کو بعض احکام میں وطء کے قلم مقام پایا ہے۔ اور بکارت زائل ہونے میں خلوت وطء کا قائم مقام نہیں ہوتی حتیٰ کہ کنواری عورت کے ساتھ خلوت کرے اور پھر اسے طلاق دے تو اس کی شادی کنواریوں کی طرح ہی کر لگی۔ (الفتاویٰ الہندیہ (1 / 306)

اور کتاب "ملعۃ السائل للفتاویٰ (4 / 354) اور الانصاف (8 / 284) میں بھی اسی طرح کلام درج ہے۔

دوم: جب بیوی خاوند کی کسی کوتاہی اور اسے سب کے بغیر ہی طلاق کا مطالبہ کرے جو طلاق طلب کرنے کا باعث نہ بن سکتا ہو، تو خاوند کو یہ مطالبہ رد کرنے کا حق حاصل ہے، اور وہ بیوی سے طلاق کر سکتا ہے کہ وہ ہر ماہ اس کے لیے۔



## یہ فصل عورت کے سوگ کے بیان میں ہے

### فصل سوگ کی فقہی مطابقت کا بیان

عہدِ مہمانِ محمود ہر ذی حقی عیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے عورت کے احکام و بیان کیے ہیں وہ اب وہ عورت کی کیفیت اور عدت والی عورت پر کیا احکام و جب ہیں اور کیا احکام واجب نہیں ہیں ان کو بیان کر رہے ہیں۔ اس فصل میں مصنف علیہ الرحمہ بیان کریں گے عدت والی عورت پر کن امور کا نہیں رکھنا ضروری ہے اور کن افعال سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ اور عدت کا معنی منع ہے۔ چونکہ عدت میں عورت کو نہ کھانا کھانے سے منع کر دیا جاتا ہے لہذا اس کو عدت سے تیسرے یا چارے کے عتبات (غنائیہ شرط ہدایہ، ج ۲ ص ۱۳۶، ۱۳۷) (عنائیہ شرط ہدایہ، ج ۲ ص ۱۳۶، ۱۳۷)

### سوگ کا فقہی مفہوم

سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بڑا وسیلہ ترک کر دے اور خوشامد و غیرہ لگانے سے پرہیز کرے۔ چنانچہ یہ سوگ کرنا کسی دوسری میت پر تو تین دن سے زیادہ چار نہیں ہے۔ لیکن اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن تک یعنی ایامِ عدت میں سوگ کرنا واجب ہے۔

اب رہی یہ بات کہ چار مہینے دس دن یعنی عدت کی مدت کی ابتدا کب سے ہوگی تو جہور علماء کے نزدیک اس مدت کی ابتدا خداوند کی موت کے بعد سے ہوگی لیکن حضرت علی اس کے قتل کے بعد کی مدت کی ابتدا اس وقت سے ہوگی جس وقت کہ عورت کو فناء کے انتقال کی خبر ہوئی ہے لہذا اگر کسی عورت کا شوہر نہیں باہر سفر وغیرہ میں مر گیا، اس عورت کو اس کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ چار مہینے دس دن گزرے تو جہور علماء کے نزدیک عدت پوری ہوگئی جب کہ حضرت علی کے قول کے مطابق اس کی مدت پوری نہیں ہوگی بلکہ اس کو غیر ہونے کے وقت سے چار مہینے دس دن تک عدت میں بیٹھنا ہوگا۔

حضرت امام علیہ السلام کہیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے ہاں بچے شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرے اور ان یام یعنی زمانہ عدت میں عصب کے علاوہ کوئی گیلین پکڑ پینے سے مراد ہے اور نہ خوشبو لگائے البتہ بیض سے پاک ہوئے وقت تو خوشامد یا سادہ یا اھل استعمال کرے تو قحاح نہیں (بخاری و مسلم)

(وَلَا حَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَضَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ السَّاءُ أَوْ اَكْتُمْتُمْ فِيْ اَنْفُسِكُمْ عِلْمَ اللّٰهِ اَنْكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُمْ وَلٰكِنْ لَا تَقُوْا اَعْدُوْهُمْ سِرًّا اَلَا اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَلَا تَعْرِضُوْا عَقْلُكُمُ السَّكَاحَ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِصْبَ اَجَدَہُ وَاَعْمُوْا اِنَّ اللّٰهَ يَنْهٰی اَنْفُسَكُمْ فَاخْذَرُوْہُ

## وَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَبِیْمٌ (المقرہ، ۲۳۵)

اور ترجمہ کیا نہیں اس میں کہ اشارۂ عموماً ان کے نکاح کا بیف مذہب دینے میں پسند رکھوا، اللہ (عزوجل) کو معلوم ہے کہ تم ان کی زندگیوں میں ان سے خفیہ وعدہ مت کرو گھر یہ کہ قبیح بات کہ جو شرع کے موافق ہے۔ اور مفید نکاح کا چکر دہات کرو جب تک کہ تم ان کی بیوا کو نہ پائی ہو اور چاہے کہ اللہ (عزوجل) اس کو نہ بے جوہی۔ ہاں اس میں سے وہ اس سے زور اور چاہے کہ اللہ (عزوجل) بخشے والا علم والا ہے۔

حواس سے واضح فرما دیا گیا کہ عدت کے دوران ایسی عورتوں سے اشارہ و کنایہ میں نکاح کا بیفام دینے میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً یہ کہے کہ مجھے اپنے گھر میں لے کیلئے ایک شریف عورت کی ضرورت ہے، یا یہ کہ آپ مجھی کوئی بچی کا توں بخشے جاتی تو میرے گھر کا کام بہت اچھی طرح چلتا، یہ کہ مجھے کسی کا شعر و شریح کی بات کی ضرورت ہے، وغیرہ، موصول تو میں ہے کہ دورانِ عدت اس طرح کے کسی اشارہ و کنایہ کی بھی اجازت نہ ہوتی، لیکن ان فی فطرت اور اس کی طبعی میلان کی مدد سے میں اس کی اجازت دے دی تھی جس سے اور شاعر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم جب ان عورتوں کو یاد کرو گے اس کے تمہارے۔ اس فطری میلان و رجحان کی بناء پر تم کو اس کی اجازت دے دی گئی، لیکن بات صرف اشارہ و کنایہ کی ہے جبکہ رہے اس سے آگے بڑھ کر کہیں نہ کوئی ٹھیک عہدہ دینے نہ کہ کہنا کہ اس سے گئی کہ حرج فتنے ختم سے کہیں نہ ہو مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں، والعیاذ باللہ العظیم، خطبہ کا لفظ جب حرفِ خاء کے پیش کے ساتھ ہوتا اس کے معنی خطاب کے آتے ہیں جیسا کہ فقہ کا خطبہ وغیرہ اور جب یہ اس کے زیر کے ساتھ ہو جیسا کہ یہاں ہے تو اس کے معنی گفتی کے آتے ہیں۔

اس لئے اس کے یہاں صرف ظاہر وادری سے کام نہیں چل سکتا، بلکہ وہاں پر دلوں کے ارادوں اور خیالوں کو درست رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ اپنے دلوں کے ارادوں کو بھی درست رکھنا۔

### بیوہ اور متعلقہ پر سوگ کرنا لازم ہے

قَالَ (وَعَلَى الْمُسْتَوْفَىٰ عَنْهَا رَوْحُهَا إِذَا كَانَتْ بِرِلْعَةٍ مُّسَلِّمَةً الْجِدَامِ اَمَّا الْمُسْتَوْفَىٰ عَنْهَا رَوْحُهَا فَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) (لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تُوْزِنُ بِالْبَدْنِ وَالْوِزْمِ الْاَجْرَ اَنْ يُجَدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَمٰى رَوْحَهَا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا) (۱) وَمَا الْمُسْتَوْفَىٰ قَمْعُهَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَا جِدَادَ عَلَيْهَا لِاَنَّهُ وَجِبَ اِظْهَارِ النَّاسِيفِ عَلَى قَبْرِ رَوْحٍ وَفِيْ مُبْدِيهَا اَيَّامًا وَقَدْ اَحْرَسَهَا بِالْاِيَّامِ فَلَا تَأْسَفُ بِقَوْلِهِ وَلَكِنَّا مَا رَوٰى (اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى الْمُعْتَدَةَ اَنْ تَخْتَضِبَ بِالْجَبَابِ) وَقَالَ (الْحِجَاءُ طَيِّبٌ) (۲) وَلَا اَنَّهُ يَجِبُ اِظْهَارُ النَّاسِيفِ عَلَى قَبْرِ نِعْمَةِ اَيَّامٍ اَلَّذِيْ هُوَ سَتٌ

لِصُورِهَا وَكِفَايَةُ مَوْنِهَا، وَالْإِبَانَةُ أَفْطَحَ لَهَا مِنْ مَوْنِهَا مِثْلَ قَلْبِ  
الْأَسْنَةِ لَا يَبْغِهَا (وَالْحَدِّدُ) وَيُقَدَّرُ الْإِحْدَادُ وَهَذَا لِقَوْلِ الطَّبَّ وَالزَّيْنَةِ  
وَالْكُحْلُ وَالذَّهْنُ الْمُطَبَّبُ إِلَّا مِنْ عَذْرِ، وَفِي الْجَمَاعِ الصَّغِيرِ إِلَّا مِنْ  
وَجَعٍ وَالْمَعْنَى فِيهِ وَحْهَانٍ أَخَذَهُمَا مَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ أَطْهَارِ النَّاسِيفِ.  
وَالثَّانِي: أَنَّ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ ذَوَاعِي الرِّغَةِ فِيهَا وَهِيَ مَمْنُوعَةٌ عَنْ الْبِكَاحِ فَتَجَنَّبَهَا  
كُنَى لَا تَصِيبُ ذَرْبَةً إِلَى الْوُقُوعِ فِي الْمُحَرَّمَ، وَقَدْ صَحَّ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ لَمْ يَأْدَنْ لِلْمَعْنَةِ فِي الْإِثْتِحَالِ (۱)

وَالذَّهْنُ لَا يُغْرَى عَنْ نَوْعِ طَبِّبٍ وَفِيهِ زَيْنَةُ الشَّعْرِ، وَلِهَذَا يَمْنَعُ الْمُحَرَّمُ عَنْهُ قَالُ:  
إِلَّا مِنْ عَذْرِ لِأَنَّ فِيهِ ضَرُورَةً، وَالْمَرَادُ الْوَلَاءُ لَا الزَّيْنَةُ.

رحمہ

اور جس عورت کو طلاق بتدی گئی ہو یہ بیہ عورت اگر بالغ اور مسلمان ہو تو اس پر سوگ کرنا لازم نہیں تک بیوہ عورت کا قتل  
ہے اس کی دیکھ کر ہی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "الذَّهْنُ قَالِي أَوْ رَأَيْتُ بِرَأْيِي رَكْعَتَيْنِ وَالِي كَيْ يَجِي عُرْتُ كَيْ سَيَّ بَاتِ  
بِزَيْنِئِ كَيْ كَدُ كَيْ مِيتَ بِرَحْمَنِ دَنْ سَيَّ زِيَادَةُ سَوَكِ كَرَسِ الْبَتَّةِ شَوْبَرِ كَا سَوَكِ چار ماہوں دن تک کرے گی"۔ جہاں تک  
طلاق پر پانے ان عورت کا قتل ہے تو یہ مادہ ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں: ایسی عورت پر سوگ لازم نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ  
یہ ہے سوگ اس شوہر کے انتقال پر کیا جاتا ہے جو مرے دم تک عورت کی ذمہ داریاں بھجھتا ہے جبکہ اس شخص نے تو عیاشی کے  
ذریعے اسے پریشان کر دیا ہے لہذا اس سے عیاشی کی وجہ سے سوگ نہیں کیا جائے گا۔ ہر کی دلیل وہ روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم نے حدت گردنے والی عورت کا کٹھن کیا تھا کہ وہ ہمہ تنی گائے اور اسے ارشاد فرمایا تھا "ہمہ تنی ایک خوشبو ہے" اس کی ایک

(۱) رَوَى الْحَدِيثُ عَنْ عَلِيٍّ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَرَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي "الصَّحِيحَةِ" بِرَقْمِ (۳۷۲) وَ  
مَسْمُومِ فِي "الصَّحِيحَةِ" بِرَقْمِ (۶۲۸) وَ عَنْ أَبِي حَبِيبٍ وَ يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ مَرْفُوعًا عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي "الصَّحِيحَةِ" بِرَقْمِ (۵۳۴) وَ (۵۳۵) وَ  
مَسْمُومِ فِي "الصَّحِيحَةِ" بِرَقْمِ (۱۸۸) وَ (۱۸۷) (۱)

(۲) هَذَا حَدِيثَانِ: يَحْتَدِثُ الْحَدِيثُ حَبِيبٌ يَقْدُمُ فِي الْحَجِّ، وَ الثَّانِي أَمْرُهُ مَالِكٌ فِي "الطُّوَلَا" مَرْسَلًا ۶۰، ۲ بِرَقْمِ (۱۰۸) وَ ابُو دَوْدٍ فِي  
"تَسْمَةِ" بِرَقْمِ (۲۳۰) وَ السَّامِيُّ فِي "الْمَعْنَى" ۶/ ۲۰۰، ۲۰۰ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ مَرْفُوعًا وَ فِيهِ "وَلَا تَطْشِي بِالطَّبِّبِ، وَلَا بِالْحَادِ وَه  
حَضَابٍ" وَ أَمْرُهُ أَحْمَدُ فِي "الْمَعْنَى" ۶/ ۲۰۰، ۲۰۰ عَنْ أَبِي دَاوُدَ فِي "تَسْمَةِ" بِرَقْمِ (۲۲۰) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرْفُوعًا: "السَّوْنِيُّ مَعَهَا  
زَوْجَهَا لَا تَلْسِي الْمَصْفَرَّ مِنَ الْبَابِ، وَلَا الْمَشْفَلَةَ، وَلَا الْحَلِيَّ، وَلَا تَكْتَحِبُ"

توجہ یہ بھی ہے۔ کلاچ کی تخت زائل ہونے پر انیس کے اظہار کے لئے سوگ کرنا لازم ہے کیونکہ کلاچ اس خاتون کے لئے معتبر ہے  
خدا تعالیٰ کا رعبہ ہے اور اس کی ضروریات کا قائل تھا وہ یہاں شوہر کی خفایا کی صورت میں ملے والی حد تک سے زیادہ انیس نامک  
ہے۔

یہی وجہ ہے: اس جہاں سے پہلے وہ اپنے مرحوم شوہر کو غسل دے سکتی ہے جبکہ اس جہاں سے اس کے لیے نہ تو نہیں  
ہے۔ لفظ حداد کو "احداد" بھی کہا گیا ہے: یہاں تک (اس سے مراد یہ ہے) عورت خوشبو زب و زینت مرنے پر خوشبو دار مثل "غیر خوشبو  
کے مثل میں لگائے گی البتہ کسی مدد کی وجہ سے لگ سکتی ہے: یا لفظ ہیں "البتہ کسی مدد کی وجہ سے لگ سکتی ہے"۔

اس میں دو پہلو پکے جاتے ہیں۔ پہلا پہلو یہ ہے: جس کا ہم نے ذکر کیا انیس کا اظہار کرنا ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے: اس  
عورت کی ریب و زینت عورت کی حرف و ثبت دلالتی ہے جبکہ اس عورت کے لئے کلاچ کرنے کی ممانعت ہے لہذا وہ ایسی تمام  
چیزوں سے گریز کرے گی تا کہ یہ قدم چھڑے اس کے تمام میں چلا ہونے کا باعث نہ بنیں۔ صحیح روایات کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے حدت گزارنے والی خاتون کو سر دھو کر لگائے کی اجازت نہیں دی جہاں تک جس کا حلق ہے تو اس میں کوئی نہ کوئی خوشبو  
ضرور ہوتی ہے نیز اس کے ذریعے بالوں کی زینت بھی نہ ہر ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اگرچہ یہ نہ ہوتی ہے اس کے لئے کسی لگانے  
ہے۔ مصنف نے (متن میں) یہ جو کہا ہے: "البتہ کسی عورت کی وجہ سے کیا جاسکتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے بغیر چہرہ رو نہیں ہے  
اور اس سے مراد وہی ہے" آتش و زینت نہیں ہے۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں اللہ اور آرت۔ کہ دن پر لکھ کر رکھنے والی کسی  
گنہگار خاتون (یہ لفظ ظاہر) اللہ پر ایمان رکھنے والی کسی گنہگار خاتون کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ کسی بھی شخص کے مرنے پر  
تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ شوہر کی وفات کے بعد چار ماہوں دن سوگ کرے گی۔

(مسن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر ۱۴۰)  
حضرت امام حنیفہ بنت ابیسیان کے بھائی یا شاید کوئی قرہ بنی عزیزت ہو گئے تین دن کے بعد انہوں نے زرد رنگ ملگایا اور  
اسے اپنے ہاتھوں پر لیا اور فرمایا کہ کس نے اس وجہ سے ایسا کیا ہے کیونکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے  
ہوئے سنا ہے اللہ اور آرت پر ایمان رکھنے والی کسی بھی عورت کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے وہ شوہر کے علاوہ کسی اور شخص کے  
مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ شوہر کی وفات پر چار ماہوں دن سوگ کرے گی۔

نبی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں سیدہ ام سلمہ کا ذکر ہے یا شاید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور  
(۱) السَّوْنِيُّ هُوَ الْأَكْحَالُ قَدَّمَ فِي حَلَّتِ أَمَّ سَمَةَ أَوَّلَ أَبِ عَبْدِ الشَّيْخَيْنِ وَ أَمَّا السَّوْنِيُّ: فَمِنْ مَعْصِيَةِ الْإِسْلَامِ "الْبَتَّةِ" الْفَرْقُ "هَبْ الرِّبَاةُ"





مولیٰ کے مرنے کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو (۵) اور عدت جو نکاح یا سدک کی عدت میں بیٹھی ہو (۶) اور عدت جو بولی یا بصر کی عدت میں بیٹھی ہو یعنی جس سے کسی غیر مرد نے غلطی کی جس طرح اس کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو (۷) وہ عورت جو طلاق رجعی کی عدت میں بیٹھی ہو۔

جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ خاوند کے علاوہ کسی کے مرنے پر عورت کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا بڑبائیس ہے اور تین دن تک بھی صرف سوگ ہے واجب نہیں ہے چنانچہ اگر تین دنوں میں بھی جو خاوند سوگ کرنے سے منع کرے تو اس کو اس کا حق ہے کیونکہ بیوی کے بن و سنگار کا تعلق خاوند کے حق سے ہے اگر تین دنوں میں خاوند کی خواہش ہو کہ وہ سوگ ترک کر کے بڑا سنگار کرے اور بیوی خاوند کا کہنا نہ مانے تو اس بات پر بیوی کو مارنا خاوند کے لئے جائز ہے کیونکہ سوگ کرنے میں خاوند کا حق فوت ہو جاتا ہے۔

### سوگ کے فقہی احکام و مسائل

جس عورت کو طلاق رجعی ہو اس کی عدت تو فقط اتنی ہی ہے کہ وہ مقررہ مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اس کے لئے بڑا سنگار وغیرہ درست ہے اور جس عورت کو جو مکملہ سوگ یعنی پانچ دن قبل اور مسلمان جو تین عطلین مل گئیں یا یک طلاق یا تین یا دو کی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا خاوند مر گیا تو ان صورتوں میں اس کے لئے یہ حکم ہے کہ جب تک عدت میں رہے جب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے نہ اپنا دوسرا نکاح کرے ورنہ بڑا سنگار کرے یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔ اس سنگار نہ کرنے اور ایسے کچلے رہنے کو سوگ کہتے ہیں۔

جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا یا کپڑے لہانا یا زیور پہننا یا چھو پہننا یا مسرہ لگانا یا پان لکھنا اور کاسی مسلمانہ میں تیل ڈالنا کٹھنی کرنا ہنڈی لگانا اچھے کپڑے پہننا ریشمی اور سنگے ہونے بہرہ دار کپڑے پہننا یہ سب باتیں منع ہیں۔ ہاں مجبوری کی حالت میں، مگر ان میں سے کوئی چیز اختیار نہ کی گئی تو کوئی مفاد نہیں مٹلا سراسر مرد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بغیر خوشبو یا تیل ڈالنا درست ہے اسی طرح دوا کے لیے مسرہ لگانا بھی ضرورت کے وقت درست ہے۔

جس عورت کا نکاح صحیح نہیں ہوا تھا بلکہ بے عہد ہو گیا تھا اور وہ نکاح کر دیا گیا یا خاوند مرے تو ایسی عورت پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح جو عورت حق یعنی آزاد کی عدت میں ہو جیسے ام ولد کو اس کا مولیٰ آزاد کرے اور وہ اس کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو تو اس پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔

جو عورت عدت میں بیٹھی ہو اس کے پس نکاح کا بیٹا نہیں بنتا جائز نہیں ہے ہاں نکاح کا کن یہ یعنی یہ کہنا کہ میں اس عورت سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتا ہوں یا اس سے نکاح کرنے کا میں ارادہ رکھتا ہوں بے نزہت ہے مگر یہ بھی اس صورت میں جائز ہے کہ جب کہ وہ عورت وفات کی عدت میں بیٹھی ہو اگر طلاق کی عدت میں بیٹھی ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جو عورت طلاق کی عدت میں بیٹھی ہو اس کو کسی بھی وقت گھر سے نکلتا جائز نہیں ہے ہاں جو عورت وفات کی عدت میں بیٹھی ہو

وہ دن میں نکل سکتی ہے اور چکر ہر ایک تک نکل سکتی ہے عہد رات اپنے گھر سے ملے دوسری جگہ بسر نہ کرے لڑکی اپنے گھر سے کام سے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

معتدہ (عدت والی عورت) کو اپنی عدت کے دن اسی مکان میں گزارنے چاہئیں جس میں وہ طلاق یا خاوند کی موت کے وقت سکونت پر نہ ہو ہاں اگر اس مکان سے زبردستی نکال جائے اس مکان میں اپنے مال و اسباب کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اس مکان کے گرد پڑے کا خضر ہو بلور یا اس مکان کا کرایہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو ان صورتوں میں کسی دوسرے مکان میں عدت بیٹھنا جائز ہے۔

اسی طرح اس میں کوئی مفاد نہیں ہے کہ میں اپنی ایک ہی مکان میں رہیں اگرچہ وہ طلاق یا تین یا دو عطلین میں بیٹھی ہو بشرطیکہ دونوں کے درمیان پردہ حائل رہے ہاں اگر خاوند کا حق اور ناقص التاماد ہو یا مکان تنگ ہو تو عورت اس گھر سے منتقل ہو جائے اگرچہ خاوند کا منتقل ہونا اولیٰ ہے اور اگر میں بیوی کے ایک ہی مکان میں رہنے کی صورت میں وہ دونوں اپنے ساتھ کسی ایسی معتدہ عورت کو رکھ لیں جو دونوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے پر قادر ہو تو عدت ہی اچھا ہے۔

اگر مرد عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے گیا اور پھر سفر کے دوران اس کو طلاق یا تین یا عطلین طلاق دیدی یا مرد یا عورت کا شہر چھوٹی اس کا جن اس جگہ سے کہ جہاں طلاق یا عدت واقع ہوئی ہے سفر شروع یعنی تین دن کے سفر سے کم مسافت پر واقع ہو تو وہ اپنے شہر واپس آجائے اور اگر اس مقام سے جہاں طلاق یا عدت واقع ہوئی ہے اس کا شہر سفر شروع یعنی تین دن کی مسافت کے بقدر یا اس سے زائدہ صلہ واقع ہے اور وہ منزل مقصود (جہاں کے لئے سفر تھریا کر گیا تھا) اس سہل سے کہ وہ صلہ واقع ہے تو اپنے شہر واپس آنے کی بجائے منزل مقصود چلی جائے اور ان دونوں صورتوں میں خواہ اس کا دل اس کے ساتھ ہو یا ساتھ نہ ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ عدت طلاق یا عدت کے وقت کسی شہر میں ہو تو وہاں سے عدت گزارے بغیر نہ نکلے تو کسی عورت کا ساتھ ہونا ضروری ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت ام ابیوسف اور حضرت امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کا کوئی محرم اس کے ساتھ ہو تو پھر عدت سے پیچھے بھی اس شہر سے نکل سکتی ہے۔

### کاغذ عورت پر سوگ کرنا لازم نہیں

قَالَ (وَلَا حِدَادَ عَلَى كَافِرَةٍ) لَأَنَّهُمَا غَيْرُ مُحَاطَبَةٍ بِحَقِّقِ الشُّرْعِ (وَلَا عَلَى صَمِيَةٍ) لِأَنَّ الصِّخَابَ مَوْضُوعٌ عَنْهَا (وَعَسَى الْأَمَةُ الْإِحْدَادَ) لَأَنَّهُمَا مُحَاطَبَتُهُ بِحَقِّقِ اللَّهِ تَعَالَى فِيمَا لَيْسَ فِيهِ الْإِنطَالُ حَقُّ الْمَوْلَى، بِخِلَافِ الْمَنْعِ مِنَ الْخُرُوجِ لَا فِيهِ الْإِنطَالُ حَقُّهُ وَحَقُّ الْعَتِيدِ مُقَدَّمٌ لِحَاجَتِهِ. قَالَ (وَلَيْسَ لِي عِدَّةٌ أَمَ الْوَلَدُ وَلَا فِي عِدَّةِ الْبَيْتِ الْفَالِئِدِ إِحْدَادَ) لَأَنَّهُمَا فَالْتَا نِعْمَةَ الْبَيْتِ حِ لِيُظْهِرَ التَّائَسُّفَ، وَالْإِتَابَةَ أَصْلَ.



تقدیر ال فاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

یعنی عدت میں نکاح و نکاح کا نکلا ہوا یہ تو ممتنع ہے لیکن پرہیز کے ساتھ خواہش نکاح کا اظہار کرنا یا نہیں مثلاً یہ کہے کہ اگر بہت تک عورت ہو یا اپنا ارادہ دل میں رکھے اور زبان سے کسی طرح نہ کہے۔ اور تمہارے دلوں میں خواہش ہوگی اسے اے تمہارے اسے تصریح میں نہ کی گئی۔ (خزان العرفان، اقرہ ۲۳۳)

### حالت عدت میں نکاح کی ممانعت میں فقہی بیان

حافظ عیادہ نے لکھتے ہیں مصطبہ یہ کہ صراحت کے بغیر نکاح کی چہیت کا اظہار کسی ایسے طریق پر عدت کے اندر کرنے میں گنہگار نہیں مثلاً یہ کہنا کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں، میں ایسی ایسی عورت کو پسند کرتا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرا بیوہ کر دے، واللہ میں تیرے ساتھ دوسری عورت سے نکاح کا ارادہ نہیں کروں گا، میں کسی عینک ویدار عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ اسی طرح اس عورت سے جسے طلاق یا تائید مل چکی ہو عدت کے اندر ایسے ہمہ الفاظ کہنا بھی جائز ہیں۔

جبکہ اگر کسی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بن قیس سے فرمایا تھا جبکہ ان کے خاندان ابوہریرہ بن حصص نے انہیں آخری قیصری حلاق دے دی تھی کہ جب تم عدت ختم کرو تو مجھے خبر کر دو، عدت کا زمانہ حضرت ابن کثوم کے پاس گزار دو، جب حضرت فاطمہ سے عدت نکل جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید سے جن کا کام کاغذ کا نکاح کر دیا، یہ رضی عنہ کی عدت کے زمانہ میں بیوہ اس کے خاندان کے کسی کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ ارشاد نہ کرے یہ بھی چلی رخصت کر دے واللہ اعلم۔

یہ فردن کرتے ہیں کہ میں پچھو یعنی منکلی کی خواہش، ایک جگہ ارشد ہے تیرا رب ان کے سینوں میں پوشیدہ کر دیا اور ظاہر باتوں کو اجاتا ہے۔ دوسری جگہ ہمارے بطل ظاہر کا سامنے والا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا تھا کہ تم پہلے دونوں میں ضرور ذکر کر کے اس واسطے اسے بھی بتا دی، لیکن ان عورتوں سے پوشیدہ وعدے نہ کر، یعنی نہ کاری سے بچو، ان سے یوں نہ کہو کہ تم میں عاشق ہوں، تم بھی وعدہ کر دو کہ میرے سوا کسی اور سے نکاح نہ کروں وغیرہ۔ عدت میں ایسے الفاظ کا کہنا حلال نہیں، نہ یہ جائز ہے کہ پوشیدہ طور پر عدت میں نکاح کر لے اور عدت گزر جانے کے بعد اس نکاح کا اظہار کرے،

پس یہ سب اقوال اس آیت کے عہد میں آئے ہیں اس لیے فرمان ہوا اگر میرے کہ تم ان سے اچھی بات کرو مثلاً وہی کہ کہہ دیا کہ جدی نہ کرنا، عدت گزارنے کی مجھے خبر نہ کرنا وغیرہ۔ جب تک عدت ختم نہ ہو جائے تب تک نکاح منع نہ ہو کہ وہ عداوت اجازت ہے کہ عدت کے اندر کوئی منع نہیں۔ اگر کسی نے فرمایا اور دخل بھی ہو گیا تو بھی ان میں جہاد کی کارڈی جانے گی، اب آیا یہ عورت اس پر ایسے کیسے حرام ہو جائے گی یا پھر عدت گزرنے کے بعد نکاح کر سکتا ہے؟

اس میں اختلاف ہے جمہور تو کہتے ہیں کہ اگر اسے نکاح کر لے، مگر فرماتے ہیں کہ وہ میسجہ کیلئے حرام ہوگئی، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عورت کا نکاح عدت کے اندر کر دیا جائے گا اگر اس کا خاندان اس سے نہیں ملتا تو ان دونوں

میں جہاد کی کارڈی پڑے گی اور جب اس کے پہلے خاندان کی عدت گزر جائے تو یہ شخص مجھ سے ملے اور لوگوں کو اس کے نکاح کا پیغام دے، اہل مسکن ہے اور اگر دونوں میں مدد بھی ہو گیا ہے جب بھی جہاد کی کارڈی جانے کی اور پہلے خاندان کو عدت گزار کر پھر اس دوسرے خاندان کی عدت گزارے گی اور پھر یہ شخص اس سے ہرگز نکاح نہیں کر سکتا، اس فیصلہ کا ماخذ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس شخص نے جہاد کے اندر تہنکی کے مقرر کردہ وقت کا لحاظ نہ کیا تو اسے اس کی خلاف مزادی مٹی کر وہ عورت اس پر ہمیشہ کیسے حرام کر دی گئی جیسا کہ قاضی اپنے مختل کے درجہ سے محرم کر دیا جاتا ہے۔ امام شافعی نے اسے مائل سے بھی یہ اثر روایت کیا ہے،

امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہاں تو ام صاحبہ کا بیکہ تھیں کہ یہاں تک کہ آپ کا یہ ہے کہ اسے بھی نکاح کرنا حلال ہے کیونکہ حضرت علی کا بیکہ تو یہی ہے۔ حضرت عمرو دلا یہ اثر شافعی سے ہے بلکہ حضرت سرور فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس بات سے رجوع کر کے یہ فرمایا ہے کہ میرا ارادہ ہے کہ عدت کے بعد یہ دونوں آپس میں گھر جائیں تو نکاح کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، اس کا لحاظ اور خوف رکھو پہلے وہ میں عورتوں کے متعلق فرمان باری مختلف نہیں کرتا ہے۔ وہ بیٹھوں کو صاف رکھو، برے فیلات سے اسے پاک رکھو، ڈر، خوف کے حکم کے ساتھ ہی اپنی رخصت کی طبع اور باغ بھی دلائی اور فرمایا کہ اس العائن خطا کو کوٹھنے والا درجہ کم کر دالا ہے۔ (تسبیحان کثیر، اقرہ ۲۳۳)

### معتدہ سے بطور اشارہ کلام کرنے کا بیان

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: عدت گزارنے والی عورت کو نکاح کا پیغام نہیں دیا جاسکتا، اہل بیت شام سے کہ عورت پر اپنی خواہش کا اظہار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مصنف نے دلیل کے طور پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: "اور تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بارے میں جو تم اشارے کے طور پر عورتوں کو نکاح کا پیغام دیتے ہو۔" یہ آیت یہاں تک ہے: "تم ان کے ساتھ کوئی پوشیدہ وعدہ نہ کرو بلکہ صرف مناسب بات کرو۔" نبی کریم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: "(پوشیدہ وعدے سے مراد) نکاح کرنا ہے یعنی تم ان کے ساتھ نکاح کا وعدہ نہ کرو۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: اس آیت میں استعمال ہونے والے لفظ (اشارے کے طور پر کوئی بات کہنے) سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص یہ کہے: میں شادی کرنا چاہتا ہوں یعنی وہ نہ کہے کہ میں تمہارے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں! اشارے کے طور پر یہ کہہ دے میں شادی کرنا چاہتا ہوں ظاہر یہ کہنا کہ تمہارے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں۔

مصنف بیان کرتے ہیں: سعید بن جبیر نے یہ وضاحت کی ہے کہ وعدہ الہ آیت میں استعمال ہونے والے لفظ "مناسب بات" سے مراد آدمی کا یہ کہنا ہے: مجھے تم میں دلچسپی ہے یا یہ کہنا کہ تم اچھے ہو جائیں وغیرہ وغیرہ۔

### طلاق یا نہ عورت گھر سے یا نہیں نکل سکتی

(وَلَا يَجُوزُ لِلْمُطَلَّقَةِ الرَّجْعِيَّةِ وَ لَمَبْعُوتَةِ الْحَوْجِ مِنْ بَيْتِهَا لَيْلًا وَلَا نَهَارًا، وَالْمُتَوَلَّى

عَنْهَا وَوُجْهَهَا تَخْرُجُ نَهَارًا وَتَعُصُ اللَّيْلَ وَلَا تَبِيتُ فِي غَيْرِ مَنْزِلِهَا) أَمَّا الْمُطَلَّقَةُ فَلَقِيلَ لَهُ  
تَعَالَى (لَا تَخْرُجُ جَوْشَنَ مِنْ بَيُوتِهِمْ وَلَا تَخْرُجَنَّ إِلَّا أَنْ تَلْبِثِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ) قِيلَ  
الْفَاحِشَةُ نَفْسُ الْخُرُوجِ، وَقِيلَ الزَّيْنُ، وَيَخْرُجُ لِإِقَامَةِ الْحَدِّ، وَأَمَّا الْمُتَوَكَّلِيُّ عَنْهَا  
زَوْجُهَا فَلَا تَلَا تَقَعُ لَا تَقَعُ تَحْتَ حُجَّ إِلَى الْخُرُوجِ نَهَارًا وَلِطَلَبِ الْمَعَاشِ، وَقَدْ يَمْتَدُّ إِلَى أَنْ  
تَلْجُمَ اللَّيْلَ، وَلَا كَذَلِكَ الْمُطَلَّقَةُ لِأَنَّ النَّفَقَةَ دَارَةٌ عَلَيْهَا مِنْ مَالِ زَوْجِهَا، حَتَّى لَوْ  
اخْتَلَعَتْ عَلَى نَفَقَةِ عَدْلِيَّاهُ قِيلَ: إِنَّمَا تَخْرُجُ نَهَارًا، وَقِيلَ لَا تَخْرُجُ لِأَنَّهَا اسْقَطَتْ حَقَّهَا  
فَلَا يَطْلُبُ بِهَ حَقٌّ عَلَيْهَا.

ترجمہ

اور جس عورت کو رجعی طلاق دی گئی ہو یا جس کو طلاق بصدی گئی ہو اس کے لئے رات کے وقت یا دن کے وقت گھر سے نکلتا  
جہ نہیں ہے۔ البتہ جو عورت دن کے وقت بہر گھر نکلتی ہے اور رات کے کچھ حصے میں بھی باہر برہ نکلتی ہے لیکن وہ اپنے گھر سے  
بہر نکلتی رات نہیں بسر کرے گی۔ جہاں تک حلق یا نفقہ عورت کا حلق ہے تو اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ”تم انہیں کن کے  
گھروں سے نہ نکالو اور وہ بھی نہ نکلیں“ سو اس کے بعد واضح طور پر برائی کا ارتکاب کریں۔ ایک قول کے مطابق یہاں  
”فاحشہ“ سے مراد گھر سے نکلتا ہے اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد زنا کرنا ہے۔ اہم امت اگر ان پر حاکم کی ہے تو وہ بہر گھر  
گی۔ جہاں تک یہ عورت کا حلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے۔ اس کا خرچ کا کوئی بندوبست نہیں ہوتا اس لیے وہ دن کے وقت بہر گھر  
کی محتاج ہوتی تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور بعض وقت ادی گھر واپس آتے ہوئے رات وہ جاتی لیکن طلاق یا نفقہ  
عورت کا حلق مختلف ہے اس کی وجہ یہ ہے: اس کا خرچ اس کے شوہر کے مال میں سے ادا کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس نے اپنی مدت کے  
دوران کے خرچ کے عوض شمع حاصل کر لیا ہو تو ایک قول کے مطابق وہ دن کے وقت بہر گھر نکلتی ہے اور ایک قول کے مطابق پھر بھی  
نہیں نکلتی، کیونکہ اس نے خود اپنے حق کو ساقط کیا ہے لہذا اس کی وجہ سے وہ حق پل نہیں ہوگا جو اس کے ذمہ ہے۔

شرح

سعد ابن ابی حمزہ بھی نضب بنت کعب کا یہ بیان نقل کرتے ہیں فریاد بنت ماکہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے نبی اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ اسے اجازت دیں کہ وہ اپنے خاندان میں واپس چلی جائیں کیونکہ اس کا شوہر اپنے مفرو  
غلاموں کو تلاش کرنے کے لیے نکلا جب اس نے قدم کے پاس انہیں پایا تو ان کے غلاموں نے ان کو کڑی کر دی اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم نے ارشاد فرمایا جب تک عدت ختم نہیں ہو جاتی ہے تو چنے گھر میں رہو۔ میں نے عرض کی میرے شوہر نے ایسا کوئی گھر نہیں چھوڑ  
جس کی مالک میں ہوں نہ کوئی خرچ چھوڑا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہیں رہو جب تک عدت ختم نہیں ہو جاتی راوی

یاد کرتے ہیں تو اس عورت نے اس گھر میں چارہ دن دن عدت بسر کی۔ نضب بنت کعب یوں کرتی ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ  
عہ کے عہد حکومت میں انہوں نے کسی کو چھوڑا کہ مجھ سے یہ مسئلہ پایا تو قیاس میں اس بارے میں بتایا تو انہوں نے کس چیز کی  
کرتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ دیا۔ (مسند دارمی، جلد دوم: حدیث نمبر 143)

معتدہ کے انتقال مکان میں فقہی مذاہب

حضرت نضب بنت کعب قربانی ہیں کہ فریاد بنت ماکہ بن سنان نے جو حضرت ابو سعید خدری کی بہن ہیں مجھے بتایا کہ وہ  
فریاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئیں کہ کیا وہ اپنی عدت گزارنے کے لئے اپنے میکہ کی  
خود میں شخص ہو سکتی ہیں کیونکہ ان کے شوہر اپنے بھائے کے ہونے غلاموں کی شمش میں گئے تھے کہ ان غلاموں نے انہیں، رؤا  
چنانچہ فریاد بنت ماکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنے میکہ میں آ جاؤں کیونکہ میرے شوہر نے مجھے جس  
مکان میں چھوڑا وہ اس کے، لگ نہیں تھے (یعنی میں جس مکان میں رہتی ہوں وہ ان کی ملکیت میں نہیں تھی) اور نبی میرے  
پس کا خانے پہنچنے کے خرچ کا کوئی انتظام ہے۔ فریاد بنت ماکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ بہتر ہے کہ تم اپنے  
میکہ چلی جاؤ چنانچہ میں نے اجازت حاصل کر کے دیں ہوئی اور جب حجر و مہاجر کے جن میں یہ مسجد نبوی میں پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے مجھے بھر پور اور فرمایا تم اپنے اس گھر میں عدت میں بیٹھو جس میں تمہارے شوہر کے مرنے کی خبر آئی ہے اگرچہ وہ تہہ رے  
شوہر کی ملکیت میں نہیں ہے تا کہ یہ نضب بنت ماکہ یعنی عدت اپنی مدت تک پہنچ جائے فریاد بنت ماکہ میں ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
اس حکم کے مطابق چار ماہیں دن دن تک اسی مکان میں عدت میں بیٹھی رہی۔

(ماکہ ترمذی ابو داؤد و نسائی ابن ماجہ دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 526)  
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتدہ (یعنی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت) کو بلا ضرورت ایک مکان سے دوسرے مکان میں  
اٹھا کر نہ سار سکتی ہیں۔

شرح الحدیث میں لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جو عورت اپنے خاندان کے مرد کی وجہ سے عدت  
میں بیٹھی ہو اس کے لیے کتنی چیزیں ضروری ہیں کہ ان میں ضروری ہے وہ نہیں چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت امام شافعی  
کے رد قول ہیں جس میں مذکور آدھ گھنٹہ تو یہ ہے کہ اس کے لیے کتنی ضروری ہے۔

حضرت عمر حضرت عثمان حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر کی اسی کے قائل تھے ان کی طرف سے یہی حدیث  
بالور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا فریاد کو مکان منتقل کرنے کی اجازت دے دی مگر پھر آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ان کو منتقل ہونے سے منع کر دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر کے اسی مکان میں عدت کے دن گزاریں اس سے ثابت ہوا  
کہ فریاد کو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث (احکمی فی بیہت) سے قطعاً تم اپنے اسی  
گھر میں عدت میں بیٹھو) کے ذکر پر منحوس ہو گیا۔

حضرت امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ عتدہ وقت کے لئے سبکی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ جہاں چاہے عتدہ میں بیٹھ جائے اور بیگ قول حضرت سی حضرت ابن عباس اور حضرت عیسیٰ کا قول کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کو مکان میں منتقل ہونے کی جارت عطا فرمادی تھی اور پھر بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہی مکان میں عتدہ گزارنے کا جو حکم فرمایا وہ احتساب کے طور پر تھا اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا جو حکم ہے وہ ان شاء اللہ سبب انصاف کے بتداء میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاسکے گا۔

عتدہ گزارنے والی عورت اپنے گھر میں قیامت پڑ رہی ہے

(وَعَلَى الْمُعْتَدَةِ أَنْ تَعْتَدَ فِي الْمَسَلِ الَّذِي يَصَافُ إِلَيْهَا بِالسُّكْنَى حَالٍ وَفُورِ الْفَرْقَةِ وَالْمَوْتِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ) وَالْبَيْتُ الْمُصَافُ إِلَيْهَا هُوَ الْبَيْتُ الَّذِي تَسْكُنُهُ، وَلِهَذَا لَوْ رَأَتْ أَهْلَهَا وَطَلَّقَهَا زَوْجَهَا كَانَ عَلَيْهَا أَنْ تَعُوذَ إِلَى مَنَازِلِهَا فَتَعْتَدَ فِيهِ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَيْتَنِي فِيمَا زَوْجَهَا (أَسْكُنِي فِي بَيْتِهِ حَتَّى يَنْتَعِلَ الْكِتَابَ أَجَلَهُ) (۱) (وَأَنْ كَانَ نَصِيْبُهَا مِنْ ذِي الْقَمْتِ لَا يَكْفِيْهَا فَخَرَجَتْهَا الْوَزْنَةُ مِنْ نَصِيْبِهِمْ) انْتَقَلَتْ: لِأَنَّ هَذَا الْبَيْتَ بَعْدُ، وَالْبَيْتُ الَّذِي تَوَزَّوْا فِيهِ الْآغْدَارُ فَصَارَ كَمَا إِذَا حَانَتْ عَلَى مَتَاعِهَا أَوْ حَانَتْ سُفُوْطُ الصَّنَوِيْلِ أَوْ كَانَتْ فِيمَا يَجِبُ وَلَا تَجِدُ مَا تَوَدُّهُ.

ترجمہ

اور عتدہ گزارنے والی عورت کے لئے یہ بات لازم ہے کہ وہ اسی گھر میں عتدہ بسر کرے جو بیعتیگی کی شوہر کے انتقال کے وقت اس کا رہائشی گھر تھا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ "اور تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو"۔ یہاں گھر کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے یعنی وہ گھر جس میں وہ عورت رہتی کی نسبت جبکہ وہ اپنے باپ کے گھر گئی ہو تو اس دوران اس کا شوہر اسے طلاق دینے کو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے گھر واپس آ کر وہاں عتدہ بسر کرے۔ جس خاتون کا شوہر قتل ہو گیا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ فرمایا تھا "تم اپنے گھر میں رہو یا یہاں تک کہ تمہاری عتدہ پوری ہو جائے" اگر مرد کے گھر میں عورت کے لئے جگہ اس کے لئے کافی نہ ہو اور دوسرے دروازے اسے اپنے گھر سے نکال دیں تو وہ عورت وہاں سے منتقل ہو سکتی ہے اس کی وجہ یہ ہے۔ یہ منتقلی مذکور کی وجہ سے ہے اور عبادت جہیں عدا راً آغاز ہوتا ہے۔ یہ بالکل ایسی طرح ہوگا جیسے اسے اپنے ماز و سامان کے بارے میں خوف ہو یا گھر کے گر جانے کا خوف ہو یا وہ کہے یہ گھر کرانے کا ہے اور اس کے پاس کرانے کی ادائیگی

(۲) أخرجه أبو داود في "سننه" (رقم ۲۳۰۰)، والترمذی، في "جامعه" (رقم ۱۲۲۴) وفتاویٰ فی "المصنوع" (رقم ۲۰۳۱) و ابن ماجہ فی "سننه" (رقم ۲۰۳۱) من حديث رفاعة.

کے لئے (تم نہ ہو)

دوران عتدہ ازواج کو گھر لانے کا بیان

بِأَهْلِ الْبَيْتِ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَقُوهُنَّ يَعْتَدِيْنَ وَ حَصُوا الْعِدَّةَ وَ اتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ وَ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا (طلاق ۱)

اے نبی (ﷺ) جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عتدہ کے وقت پر انہیں طلاق دو اور عتدہ کا شمار کوہو رہا ہے۔ اب اللہ نے ازواج عتدہ میں انہیں اس کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ اپنے گھر سے کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور نہ لبت کی حد میں ہیں اور جو امت کی حدوں سے آگے بڑھا دینا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ نہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ (کنز الدین)

عتدہ کی حفاظت کرو اس کی ابتداء انتہا کی دیکھ یہاں لکھو ایسا نہ ہو کہ عتدہ کی لمبائی عورت کو دوسرا خاوند کرنے سے روک دے، اور اس بارے میں اپنے ابتداء کو انتہا کی دیکھ یہاں لکھو ایسا نہ ہو کہ عتدہ کی لمبائی عورت کو دوسرا خاوند کرنے سے روک دے اور اس بارے میں اپنے مجموعہ طلاق پروردگار عالم سے ڈرتے رہو عتدہ کے زمانہ میں مطلقہ عورت کی رہائش مکان کا خاوند کے ذمہ ہے و اسے نکال نہ دے اور نہ خود اسے نکالنا جائز ہے کیونکہ وہ اپنے خاوند کے حق میں رکی ہوئی ہے

زمانہ کو بھی مثل ہے اور اسے بھی کہ عورت اپنے خاوند کو تنگ کرے اس کا خلاف کرے اور ایذا پہنچائے یا بزدلی کو فتح طلق شروع کر دے اور اپنے کاموں سے اور اپنی زبان سے سسرال والوں کو تکلیف پہنچے تو ان صورتوں میں بیعت کا خاندان بڑے سے کہ اسے اپنے گھر سے نکال باہر کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اس کی شریعت اور اس کے جائزے ہونے کا حکم ہیں۔ جو شخص پر عمل نہ کرے انہیں جو حق کے ساتھ توڑ دے ان سے آگے بڑھ جائے وہاں پابندی برائے کرنے والا اور اپنی جان پر ظلم ڈھانے والا ہے تاہم یہ کہ اللہ تعالیٰ بات پوری کر دے اللہ کے ارادوں کا اور روئے والی کو تو سب کوئی نہیں جاسکتا، عتدہ کا زمانہ مطلقہ عورت کو خاوند کے گھر گزرنے کا حکم دینا اس صحت سے ہے کہ ممکن ہے اس مدت میں اس کے خاوند کے خیالات بدل جائیں، طلاق دینے پر نام ہو دل میں لوٹا لینے کا خیال پیدا ہو جائے اور پھر جو جس کے دوستوں میں بیوی اس واد میں گزرتے ہیں، نیک کام پیدا کرنے سے روکنی رجحت ہے،

اسی بنا پر بعض سلف اور ان کے تابعین مثلاً حضرت امام محمد بن ظہیر و کاغذیہ یہ کہ متیو یہ یعنی وہ عورت جس کی طلاق کے بعد وہ دنگ رجعت کا حق باقی نہ رہا ہوا اس کے لئے عتدہ گزرنے کے زمانے تک مکان کا زینا خاوند کے ذمہ نہیں، اسی صریح



اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا (وہ ایک گھر میں رہیں) اس کی وجہ یہ ہے مرد اس کی حرمت کا محرف ہوگا البتہ اگر وہ بے گھر ہو کر رہے ہو یا ایک ہو اور عورت کو اس کی طرف سے اندیشہ ہو تو اس صورت میں وہ عورت گھر سے نکل سکتی ہے کیونکہ یہ بھی ایک عذر ہے لیکن وہ اس گھر سے نہیں نکلے گی جس میں وہ منتقل ہو گئی ہے یہ وہ بہتر ہے کہ وہ اس گھر سے نکل جائے اور عورت کو رہا نہ دے بلکہ اگر وہ دونوں میاں بیوی اپنے درمیان ایک قائل اختراع عورت کو پسائیں جو برائی سے روکنے پر قادر ہو تو یہ مناسب ہوگا اور اگر وہ گھر دونوں کے لئے تنگ ہو تو عورت کے لئے کھانا جائز ہوگا تاہم مناسب یہی ہے مرد وہاں سے نکل جائے۔

عدت یا نہ وقتا میں زوجین مثل انہی ہیں

طلاق بائن واقع ہوتے ہی زوجین کے درمیان بعض نواح ختم ہو جاتا ہے اور دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہو جاتے ہیں، البتہ ایک طلاق بائن یا دو طلاق بائن کی صورت میں ہر جہد کے ساتھ نکاح کرنے کی گنجائش راقی ہے، عدت گزارنے تک مطلقہ خاتون کو شوہر کے گھر میں رہنا زور سے شریعت لازمی ہے۔

مذکورہ صورت میں شوہر نے جب اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دی ہے تو اب وہ مرد اس کا شوہر نہیں اور یہ خاتون اس کی بیوی نہیں دونوں ایک دوسرے کے لئے جتنے فیقر قرار پائے لہذا اس مطلقہ خاتون کے لئے ضروری ہے کہ اسے شوہر سے جس نے اسے طلاق بائن دی ہے پرودہ کرے۔

درمختار ج 2، کتاب الطلاق، باب بعدہ، فصل فی الرداء جس 675 میں ہے۔

(ولا بد من سترة یبھیما فی البائن) لتلا یحتلی بالاجنبیة ومفادہ ان الحائل يمنع الخلوة المحرمہ۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: جب وہ دونوں میاں بیوی بڑے کے ساتھ اس گھر میں زور دے سکتے ہوں یعنی دو مکان تنگ اور چھوٹا ہو تو کسی صورت میں وہ عورت وہاں سے نکل کر دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے تاہم زیادہ بہتر یہی ہے۔ مرد وہاں سے کسی اور جگہ منتقل ہو جائے۔

اگر سفر کے دوران عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جائے؟

(وَإِذَا عَزَمْتَ الْمَرْءُ مَعَ زَوْجِهَا إِلَى مَحْطَةٍ فَطَلَّقَهَا تَلَاثًا أَوْ مَاتَ عَنْهَا فِي غَيْرِ مَضَرٍّ فَإِنَّ كِتَابَ بَيْتِهِ وَبَيْنَ مَضَرِّهَا أَقْلٌ مِنْ تَلَاثَةِ أَيَّامٍ رَجَعَتْ إِلَى مَضَرِّهَا) لِأَنَّهُ لَيْسَ بِإِعْدَاءٍ الْخُرُوجُ مَعْنَى هُوَ لَبَّاءُ (وَإِنْ كَانَتْ مَسِيرَةً تَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِنْ شَاءَتْ رَجَعَتْ وَإِنْ شَاءَتْ مَضَتْ سَوَاءً كَانَتْ مَعَهَا وَلَوْ أَلَمْ يَكُنْ مَعَهَا إِذَا كَانَ إِلَى الْمَقْصِدِ تَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَيْضًا لِأَنَّ الْمُسْكُ فِي ذَلِكَ الْمَسْكَانِ أَحْوَفُ عَلَيْهَا مِنَ الْخُرُوجِ، إِلَّا أَنَّ الرُّجُوعَ أَوْلَى يَكُونُ لِإِعْتِدَادِ فِي مُنْزِلِ الزَّوْجِ.

قَالَ (إِلَّا أَنْ يَكُونُ عِلْقُهَا أَوْ مَاتَ عَنْهَا زَوْجُهَا فِي مَضَرٍّ فَإِنَّهَا لَا تَخْرُجُ حَتَّى تَعْتَدَّ ثُمَّ تَخْرُجُ إِنْ كَانَ لَهَا مَحْرَمٌ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ (وَقَالَ أَبُو يُونُسَ وَمُحَمَّدٌ) إِنْ كَانَ مَعَهَا مَحْرَمٌ فَلَا بَأْسَ بِأَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَضَرِّ قَبْلَ أَنْ تَعْتَدَّ) لَيْمَّا أَنَّ نَفْسَ الْخُرُوجِ مَبَاحٌ دَفْعًا لِأَدَى الْغُرْبَةِ وَوَحْشَةِ الْوَحْدَةِ فَيُذَوُّ، وَرَأْمًا الْخُرْمَةَ لِلْسَفَرِ وَقَدْ ارْتَفَعَتْ بِالْمُحْرَمِ.

وَلَوْ أَنَّ الْعِدَّةَ أَمَعَ مِنَ الْخُرُوجِ مِنْ عَدَمِ الْمُحْرَمِ، فَإِنَّ لِلْمَرْءِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى مَا دُونِ السَّفَرِ بِغَيْرِ مُحْرَمٍ وَلَيْسَ لِلْمُعْتَدَّةِ ذَلِكَ، فَلَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهَا الْخُرُوجَ إِلَى السَّفَرِ بِغَيْرِ الْمُحْرَمِ فَقَبِلَ الْعِدَّةَ أَوْلَى.

ترجمہ

اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر کو کہہ کر مری طرف روانہ ہوئی تھی اور ستے میں ایسی جگہ جہاں کوئی آدمی نہیں تھی اس مقام پر اس مرد نے اسے تین طلاقیں دیدی کہ اس کا انتقال ہو گیا تو اگر اس جگہ سے اس عورت کا شوہر تین دن سے کم حصے پر ہوا تو وہ بے گھر رہیں چلی جائے گی کیونکہ یہ ابتدائی طور پر اس کا نکاح نہیں ہوگا بلکہ پہلے سفر پر ہی مری شوہر ہوگا۔ لیکن اگر تین دن کا فاصلہ ہو تو عورت کا اختیار ہے، اگر وہ چاہے تو وہیں چلی جائے اور اگر چاہے تو کہیں کی طرف سفر جاری رکھے خواہ اس کے ساتھ اس کا کوئی بوجھ ہو۔

اس مسئلے کا مطلب یہ ہے، جہاں تک وہ جانا چاہا رہی ہو وہاں تک بھی تین دن کی مسافت ہونی چاہئے کیونکہ آگے چنا وہاں رہنے کی نسبت کم خطرہ ہوگا۔ بہتر صورت یہ ہے، وہ اپنے گھر واپس چلی جائے تاکہ شوہر کے گھر میں ہی عدت بسر کرے۔ فرما ہے: البتہ اگر شوہر نے اسے طلاق دی یا اسے چھوڑ کر فوت ہو گیا اور یہ کسی شہر میں ہوا تو وہ عورت شہر سے باہر نکلے گی جب تک اس کی عدت پوری نہیں ہو جاتی پھر وہ اس کے جد شہر سے اس وقت نکلے گی اگر اس کے ساتھ کوئی محرم موجود ہو یا یہ محرم امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد یہ فرماتے ہیں اگر اس کے ساتھ کوئی محرم موجود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس شہر سے عدت پوری ہونے سے پہلے نکل جائے۔

شرح

علامہ علاء الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب سفر میں شوہر نے طلاق بائن دی یہ اس کا انتقال ہوا اب وہ جگہ شہر ہے یا نہیں اور وہاں سے جہاں جانا ہے مدینہ سفر ہے یا نہیں، وہ بہر صورت مکان مدینہ سفر ہے یا نہیں اگر کسی طرف مسافت سفر ہو تو عورت کو القیادہ وہاں جائے یا گھر واپس آئے اس کے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو مگر بہتر یہ ہے کہ گھر واپس آئے اور اگر ایک طرف مسافت سفر ہے



اور دوسری طرف نہیں تو چارھ مراتب سزاؤں کو اختیار کرے اور اگر دونوں طرف مساوات سزاؤں سے ہوا اور اس آبادی نہ ہو تو  
 ہے جائے یا واپس آئے اسے تھیں محرم ہوئے ہوا اور بہتر کہ واپس آئے ہوا اگر اس وقت شریعہ ہے تو یہ عدت پوری کرے بغیر  
 بغیر محرم نہ دھرا سکتی ہے اور اگر جانکی اور اگر اس وقت جنگلی میں ہے مگر راست میں گاؤں یا شہر سے لگا ہوا رہا شہر سستی ہے کہ  
 آمد کو اندیشہ نہیں اور ضرورت کی چیزیں واپس آتی ہیں تو یہ عدت پوری کرے پھر محرم کے لیے وہاں سے سفر کرے۔

(در مختار، باب عذر)

صہبہین کی دلیل اور اس کے جواب کا بیان

لَيْمَّا أَنْ نَفَسَ الْخُرُوجُ مَبَاحٌ دُفِعَ إِلَى الْعُرْبَةِ وَوَحْشَةِ الْوَحْدَةِ فَهَذَا عَذْرُ، وَأَمَّا  
الْحُرْمَةُ لِلْسَفَرِ وَقَدْ انْتَفَعَتْ بِالْمُحْرِمِ. وَلَوْ أَنَّ الْعِدَّةَ أَمَّتْ مِنَ الْخُرُوجِ مِنْ عَدَمِ  
الْمُحْرِمِ، فَإِنَّ لِلْمُؤَاظَّةِ أَنْ تَخْرُجَ إِلَى مَا دُونَ السَّفَرِ بِغَيْرِ مُحْرِمٍ وَكَيَسَّ لِلْمُتَعَدِّ  
ذَلِكَ، فَلَمَّا حُرِّمَ عَلَيْهَا الْخُرُوجُ إِلَى السَّفَرِ بِغَيْرِ الْمُحْرِمِ فِي الْعِدَّةِ أَوَّلَى .

آرجمہ

صاحبین کی دلیل یہ ہے۔ نفس خروجِ مباح ہے تاکہ غریب انوفی کی اذیت اور تہائی کی وحشت کو دور کیا جاسکے اور یہ چیز مذہب ہے اصل حرمت سفر کے لئے ہے جبکہ وہ عمر کم کی وجہ سے غصہ نہ ہو سکتی ہے۔

ام ایضاً یہ دیکھ لیں کہ حرم کی عدم موجودگی کی بائست عدت یا برائے سے زیادہ روکتی ہے، کیونکہ عورت کے لئے یہ بات جو کہ نہ کہ سزا ہے، صرف حلال حرم کے بغیر طے کر سکتی ہے، لیکن عدت گزارنے والی عورت کے لئے ایسا کرنا ناجائز نہیں ہے، ورنہ جب حرم کے بغیر سزا پر لکھا جائے اس کے لئے حرام ہے تو عدت میں سزا کرنا جائز اور حرام ہوگا۔

حرمت سفر بہ سبب محرم کے ختم ہونے کا بیان

یہاں مصنف نے پسندیدہ بیان کیا ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے ساتھ کھانا کھانے کی بجائے اور اس دوران وہ شوہر سے بچے لگائیں یا بچے نہ لگے، عورت کا شوہر سفر کے دوران راستے میں انتقال کر جاتا ہے تو اگر اس جگہ اور عورت کے شوہر کے درمیان تین دن کے کم کا سفر ہو تو عورت اپنے شوہر واپس آ جائے گی۔ مصنف فرماتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے: جتنی اعتبار دیکھ کر دیکھا جائے تو یہ گھر کے کھانے کا آنا نہیں ہے بلکہ گھر کے دو دروازے کی نکل ہوئی تھی۔ وہ اب اس بنیاد پر واپس آ رہا ہے۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: عورت اس وقت جب شوہر نے اسے طلاق دی یا جب شوہر کا انتقال ہوا اور اس کے مکے میں دن کی مسافت پر ہے تو وہ عورت اصل وطن ستین دن کی مسافت کی دوری پر ہو تو اس بارے میں عورت کو اعتقاد

ہر گرجا کو اپنے وطن واپس چل جانے اور جا بے تو اپنی منزل تقود یعنی مکہ مکرمہ چل جانے خواہ اس کے بعد ان کے ساتھ اس کا دی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ جس جگہ پر حادثہ پیش آیا ہے اس جگہ تک حکومت کا اپنی پورے عدت گزارنا یہ اس سے زیادہ خطرناک ہے کہ حکومت وہاں سے چل کر اپنی منزل کی طرف چلی جائے یا اپنے وطن واپس آ جائے۔

تاہم حکومت کے لیے یہ دو بہتر میں ہے وہ وہاں اپنے وطن آ جائے تاکہ اپنے شہر کے گھر میں عدت گزار سکے کیونکہ یہاں وہ زیادہ محفوظ ہوگی۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر دوسرے شہر میں شوہر کی کوئین طلاق دے دے تاہم شوہر کا انتقال ہو جائے تو  
 ۱۔ دوسرے شہر میں قیام کے دوران وہ مدت پوری ہونے سے پہلے نہیں نکاح کرے پھر وہ کھلی گئی ہو کسی وقت جب اس کے ساتھ کوئی  
 عزم ہوگا یہ حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما اس بات کے قائل ہیں۔ اگر اس عورت کے ساتھ کوئی حرم منسوب ہو تو وہ عدت پوری ہونے سے پہلے بھی اس شہرے سے نکل سکتی ہے۔

امام ابو یوسف، واما محمد رحمۃ اللہ علیہ اسے متعلق کسی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے: غریب الوقف کو دودر کرنے سے اس عورت کے لیے شرع سے فائدہ نہ ہوتا۔ صحیح ہے۔ بات عذر کی حیثیت رکھتی ہے البتہ رکازات صرف عسر کے اعتبار سے ہے کہ وہ ایک کسٹم نہیں کر سکتی ہے، لیکن جب اس کا عزم اس کے ساتھ ہوگا تو اس کی حرمت بھی ختم ہو جائے گی، پس لیے اس عورت کو اس بات کا اختیار ہوگا، وہ عورت کچل کر اپنے وطن واپس آ جائے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں: مجرم کی عدم موجودگی سے زیادہ عدت گھر سے باہر نکلنے میں رکاوٹ ہوتی ہے، کیونکہ عورت کو اس بات کا حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ سفر کی شرعی مسافت سے کم سفر مجرم کے بغیر کر سکتی ہے، لیکن عدت کے دوران اس بات کی بھی اجازت نہیں ہوتی کہ وہ سفر کر سکے۔

تو جب اس عورت کے لیے محرم کے بغیر سفر پر نکلنا حرام ہو گا تو عدت گزارنے والی عورت کے لیے جدوجہد اولیٰ سفر کے لیے نکلنا حرام ہونا چاہیے۔

ذکر جاہلیت کے نکاح و عدت کے احکام

درج جاہلیت کے نکاح و عدت کے احکام

[illegible]

اور بعض ملف کے نزدیک یہ آیت اس حدیث کی تاخیر ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں، ان کے دونوں بھائی عمو اور ولید بن ابی اسد کے پاس گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہہ سناں یہ آیت اتحان نازل ہوئی اور مسنونہ عورتوں کو ان کے لئے سے سخت کر لی گئی، حضرت ابن عباس سے سوال ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کا اتحان کس طرح لینے لے فرمایا اس طرح کہ اللہ کی قسم کھا کر کچھ کچھ کھائے کہ وہ اپنے خاوند کی ناپاکی کی وجہ سے نہیں چلی آئی صرف آب و ہوا اور زمین کی تہلیل کرنے کے لئے بطور برسیاحت نہیں آئی کسی دین وطنی کے لئے نہیں آئی بلکہ صرف اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم میں سلام کی خاطر ترک وین ہے اور کوئی غرض نہیں، قسم کے دن سوالات کا کرنا اور خوب آڑہ لیتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا اور روایت میں ہے کہ اتحان اس طرح ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مجوزہ ہجرت و ولایت شریک ہونے کی گواہی دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے بندے اور اس کے پیچھے ہوئے رسول ہونے کی شہادت دیں، اگر آڑہ لیاں میں کی غرض دنیوی کا چل چلتا جاتا تو انہیں وہیں کوٹا دینے کا حکم تھا۔ مثلاً یہ معلوم ہوا ہے کہ یہاں تک کہ ان کی ہجرت سے پہلے کسی اور شخص کی محبت میں جلی آئی ہے وغیرہ اس آیت کے اس حصہ سے اگر کہیں معلوم ہوا ہے کہ یہ ایمان گورت ہے تو پھر اسے کافر نہ کہہ کر طرف مت ہونا دعوت ہے کہ ایمان پر بھی یقینی طور پر مطلع ہوا جائے، پھر ارشاد دہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں کافر لوں پر کافر مرد مسلمان عورتوں کے لئے حلال نہیں،

اس آیت نے اس رشتہ کو حرام کر دیا اور اس سے پہلے مسنونہ عورتوں کا نکاح کافر مردوں سے جائز تھا، جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا حالانکہ یہ اس وقت کافر تھے اور بنت رسول اللہ علیہ وسلم نہیں تھیں، بدد کی لڑائی میں بھی کافروں کے ساتھ تھے اور جو کافر زندہ چکے گئے تھے ان میں بھی گرفتار ہو کر آئے تھے حضرت زینب نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بارن کے اندھے میں بھیجی تھی کہ یہ آزاد کرانیں انہیں جسے دیکھا حضرت صبی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر میری بیٹی کے قیدی کو چھوڑ دینا تو یہ نہ کہتے ہوتے اسے رہا کر دو مسلمانوں نے خوشی بغیر غریب کے انہیں چھوڑ دینے منظور کیا پتا چھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا ورنہ یہ کہا کہ آپ کی صاحبزادی کو آپ کے پاس مدینہ میں بھیج دیں انہوں نے اسے منظور کر لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رکھ بھی دیا۔ یہ واقعہ سن 2 ہجری کا ہے، حضرت زینب نے مدینہ میں اقامت نہ کی اور یوں مدینہ رہیں یہاں تک کہ سن 8 ہجری میں ان کے خوند حضرت ابوالعاص کو اللہ تعالیٰ نے فوٹیک اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے تو حضور نے پھر ان کے نکاح بغیر سے ہمر کے اپنی صاحبزادی کو ان کے پاس رکھتے کر دیا اور روایت میں ہے کہ دو سال کے بعد حضرت ابوالعاص مسلمان ہو گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پہلے نکاح پر حضرت زینب کو لوٹا دیا تھا یہی صحیح ہے اس لئے کہ مسلمان عورتوں کے ساتھ شریک مردوں پر حرام ہونے کے دو سال بعد یہ مسلمان ہو گئے تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے اسلام کے بعد سے

سے نکاح ہو اور نیا مہر بندھ،

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید سے فرمایا ہے پہلی روایت کے راوی حضرت ابن عباس ہیں اور وہ روایت از روئے ائمہ کے بہت اعلیٰ اور دوسری روایت کے راوی حضرت عمرو بن شیبہ ہیں اور اعلیٰ ہے، لیکن یہ یہود ہے کہ عمرو بن شیبہ راوی روایت کے ایک راوی تاجاج بن ارطاط کا حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ضعیف بتاتے ہیں،

حضرت ابن عباس کی والدی حدیث کا جواب، جمہور یہ دیتے ہیں کہ یہ شیعی واقعہ ہے ممکن ہے ان کی عدت ختم ہی نہ ہوئی ہو، اکثر حضرات کا جذبہ یہ ہے کہ اس صورت میں جب عورت نے عدت کے دن پورے کرنے اور اب تک اس کا کافر خاوند مسلمان نہیں ہو تو وہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے، بعض حضرات کا جذبہ یہ بھی ہے کہ عدت پوری کر لینے کے بعد عورت کو اختیار ہے کہ اگر چاہے اپنے اس نکاح کو بھی لے سکے گا چاہے صحیح کر کے دوسرا نکاح کر لے اور اس کی برائے ابن عباس کی روایت کو قبول کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان جمہور عورتوں کے کافر خاوندوں کو ان کے خراج اخراجات جو ہوں ہیں وہ ادا کر دو چھوٹے کہہ رہے۔

پھر نرمان ہے کہ اب انہیں ان کے ہمدے کران سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں، عدت کا گذر جانا تو ان کا مقرر کرنا وغیرہ جو امور نکاح میں ضروری ہیں ان شرائط کو اپنا کر کہ ان مہاجر عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تم پر بھی اے مسلمانوں ان عورتوں کا اپنے نکاح میں باقی رکھنا حرام ہے جو کافرہ ہیں، اسی طرح کافر عورتوں سے نکاح کرنا بھی حرام ہے اس کے حکم نازل ہوتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دو کافر بیویوں کو آزاد کر دے دی جن میں سے ایک نے تو اسامہ بن زید بن سفیان سے نکاح کر لیا اور دوسری نے صفوان بن امیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے نکاح کی اور اسی تو آپ حدیبیہ کے چنے کے حصے میں ہی تھے کہ یہ عدت نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہہ دیا گیا کہ جو عورت مہاجرہ آئے اس کا بایمان ہونا اور ظلم نہایت سے ہجرت کرنا بھی معلوم ہو چکا ہے تو اس کے کافر خاوندوں کو ان کے دینے ہوئے مہر واپس کر دو اسی طرح کافروں کو بھی یہ حکم بتا دیا گیا، اس حکم کی وجہ و عہد نامہ تھا جو اعلیٰ بھی مرتب ہوا تھا۔

حضرت الفاروق نے اپنی جن دو کافرہ بیویوں کو طلاق دی ان میں سے پہلی کا نام قریبہ تھی یہ ابوسہیم بن مخیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری کا نام ام کلثوم تھی جو محمد بن حویرہ بن خزاعی کی لڑکی تھی حضرت عبید اللہ کی ولدہ یہی تھی، اس سے ابوجہم بن عبد اللہ بن عمر غزنی نے نکاح کر لیا یہی شریک تھا، اسی طرح اس حکم کے تحت حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے اپنی کافر بیوی اور لی بنت ربیعہ بن صرث بن عبدالمطلب کو طلاق دے دی اس سے خالد بن سعید بن عاص نے نکاح کر لیا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے تمہارا یہ بیویوں جو تم نے خراج کیا ہے اس کافروں نے لے لو جبکہ وہ ان میں چھاپا ہے نہیں اور کافروں کی عورتیں جو مسلمان ہو کر تم میں آجائیں انہیں تم ان کا کیا ہوا خراج دے دو صلے کے بارے میں اور عورتوں کے بارے میں اللہ کا فیصلہ بیان ہو چکا جو اس نے اپنی خلق میں کر دیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی تمام مصلحتوں سے باخبر ہے اور اس کا کوئی حکم نکت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے کہ علی الاطلاق حکم دیا ہے۔ اس کے بعد کہ آیت دان فانکم انج کا مطلب حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جن کفار سے تمہارا عہد و پیمان صحیح و مضامین نہیں،

کافر مسلمان کے گھر سے جا کر ان میں چلے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کے خاوند کا کیا سو خرچ نہیں دیں گے تو اس کے لئے ضرورت دی جاتی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی عورت مسلمان ہو کر تم میں چلی گئی تو تم بھی اس کے خاوند کو کچھ ضرور دینا ہو۔

۱۔ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسلمانوں نے تو اللہ کے اس حکم کی تعمیل کی اور کافروں کی جو تحریم مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مسلمان ہوئے تو مسلمانوں کے خاوندوں کو وہاں کے لیکن شرکوں نے اس حکم کے ماننے سے انکار کر دیا اس پر آیات قرآنیہ و احادیثہ کو جو ذلت دیتی گئی کہ اگر تم میں سے کوئی عورت ان کے ہاں چلی گئی ہے اور انہوں نے تمہاری خرچ کی ہوئی رقم ادا نہیں کی تو آپ ان میں سے کوئی عورت تمہارے ہاں آجائے تو اہم اور خرچ نکال کر باقی اگر کچھ بچے تو وہ دو درود معاف فرم کر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا یہ مطلب مروی ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ جو مسلمان عورت کافروں میں چلے اور کافروں کا کیا ہو خرچ ادا نہ کرے تو مال غنیمت میں سے آپ اس مسلمان کو بقدر اس کے خرچ کے دے دیں، پس فقہم کے معنی یہ ہوئے کہ پھر تمہیں قریش یا کسی اور جماعت کے ظار سے مال غنیمت یا تھہ کے ان مردوں کو جن کی عورتیں کافروں میں چلی گئی ہیں ان کا کیا ہو خرچ، ان کے درود، یعنی بھر شمس، ان اقوال میں کوئی تضاد نہیں مطلب یہ ہے کہ کبھی عورت گمراہ نہ ہو تو وہ کسی درندہ مال غنیمت میں سے اسے اس کا حق دے دیا جائے دونوں باتوں میں اختیار ہے اور حکم صحیح ہے حضرت امام ابن جریر اس تفسیر کو پسند فرماتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، متحدہ ۱۰۷)

۲۔ اختلاف فی دار کے سبب احوال

۱۔ مسلمانوں نے اس قانون کو چار بڑے بڑے عنوانات کے تحت مرتب کیا ہے: ایک، وہ حالت جس میں زوجین دار کا حصہ میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا کافر ہے۔ دوسرے، وہ حالت جس میں زوجین دار الکلک میں ہوں جن میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا کافر ہے۔ تیسرے، وہ حالت جس میں زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو کر دار میں ہجرت کر کے آجائے اور دوسرا دار الکلک میں کافر ہے۔ چوتھے، وہ حالت جس میں مسلم زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے دار میں ان کا چاروں حالات کے متعلق فقہاء کے مسلک الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

۲۔ اس کتاب ازواج کے نکاح میں رہنے پر فقہی مذاہب اور

۱۔ مسلمانوں میں اسلام شوہر نے قبول کیا ہو اور اس کی بیوی عیسائی یا یہودی ہو اور وہ اپنے دین پر قائم رہے تو دونوں کے نکاح باقی رہے گا کیونکہ مسلمان مرد کے لیے اہل کتاب بیوی جائز ہے۔ یہ امر تمام فقہاء کے درمیان علیہ ہے۔

اور اگر اسلام قبول کرنے والے مرد کی بیوی غیر اہل کتاب میں سے ہو اور وہ اپنے دین پر قائم رہے تو حنفیہ کے متفق کہتے ہیں کہ اسلام قبول کیا جائے گا قبول کرنے کو نکاح باقی رہے گا، نہ قبول کرے تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے

۱۔ اس صورت میں اگر زوجین کے درمیان غصوت ہو تو عورت مرد کی سختی ہوگی اور غصوت نہ ہوگی ہو تو اس کو صبر کرنے کا حق نہ ہوگا کیونکہ قدرت اس کے انکار کی وجہ سے واقع ہوئی ہے (المصنوع، دہلیہ، فتح القدیر)

۲۔ مام شامی اور احمد کہتے ہیں کہ اگر زوجین کے درمیان غصوت نہ ہوگی ہو تو کر کے مسلمان ہوں کرستے ہی عورت اس کے نکاح سے مبرا ہو جائے گی۔ اور اگر غصوت ہو چکی ہو تو عورت تین مرتبہ مام شامی کے مطابق آئے تک اس کے نکاح میں رہے گی اس دوران میں وہ خود اپنی مرضی سے اسلام قبول کرے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ تیسری بار مام سے ملنا نہ ہوتے ہی آپ سے آپ فتح ہو جائے گا۔ ان مشافہی بھی فرماتے ہیں کہ ذمہ کو ان کے مذہب سے تعرض نہ کرنے کی جو عہدہ ہماری طرف سے دی گئی ہے اس کی بنا پر یہ درست نہیں ہے کہ عورت کے سامنے اسلام پیش کیا جائے لیکن درحقیقت یہ ایک کمزور بات ہے، کیونکہ ایک ذمی عورت کے مذہب سے عرض تو اس صورت میں ہوگا جس کا اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اس سے صرف یہ کہنا کوئی ہے کہ تعرض نہیں ہے کہ وہ اسلام قبول کر لے تو اپنے شوہر کے ساتھ رہے گی ورنہ فقہی اسے الگ کر دیا جائے گا۔

۳۔ حضرت عائشہ کے زمانے میں اس کی نظیر پیش بھی ہوئی تھی۔ عراقی کے ایک مجتہد زین الدار نے اسلام قبول کیا اور اس کی بیوی کافر رہی۔ حضرت عائشہ نے اس کے سامنے اسلام پیش فرمایا۔ اور جب اس نے انکار کیا تب آپ نے دونوں کے درمیان تفریق کرادی (المصنوع)

۴۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اگر غصوت نہ ہو چکی ہو تو مرد کے مسامحہ سے ہی اس کی کافر بیوی اس سے فوراً جدا ہو جائے گی اور اگر غصوت ہو چکی ہو تو عورت کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا اور اس کے انکار کی صورت میں جدائی واقع ہو جائے گی۔

(المعنی لابن قدامہ)

خاوند کے عدم قبول اسلام پر تفریق میں مذاہب اربعہ

۱۔ اگر اسلام عورت نے قبول کیا ہو اور مرد کافر رہے خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہو یا غیر اہل کتاب میں سے تو ختیہ کہتے ہیں کہ دونوں میں غصوت ہو چکی ہو یا نہ ہوگی ہو، برصورت میں شوہر کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا قبول کر لے تو عورت اس کے نکاح میں رہے گی، انکار کرے تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا۔ اس دوران میں جن تک مرد اسلام سے انکار نہ کرے عورت اہل بیوی تو رہے گی مگر اس وقت کہ عورت کا حق نہ ہوگا۔ شوہر کے انکار کی صورت میں تفریق طلاق یا نکاح میں ہوگی۔ اگر اس سے پہلے غصوت نہ ہوگی ہو تو عورت نصف میراث کی حق دار ہوگی، اور غصوت ہو چکی ہو تو عورت پورا میراث پائے گی اور عدالت کا نفع بھی (المصنوع، دہلیہ، فتح القدیر)

۲۔ امام شافعی کے نزدیک غصوت نہ ہونے کی صورت میں عورت کے اسلام قبول کر تے ہی نکاح فتح ہو جائے گا اور غصوت ہونے کی صورت میں مدت ختم ہونے تک عورت اس مرد کے نکاح میں رہے گی۔ اس مدت کے اندر وہ اسلام قبول کر لے تو نکاح باقی رہے گا ورنہ مدت گزرتے ہی جدائی واقع ہو جائے گی۔ لیکن مرد کے معطلہ میں بھی امام شافعی نے وہی رائے نہ ہو کر ہے جو عورت

کے معامد میں اوپر متفق ہوئی کہ کس کے سامنے اسلام پیش کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ مسلک بہت کمزور ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں متعدد واقعات ایسے پیش آئے ہیں کہ عورت نے اسلام قبول کر لیا اور مرد سے اسلام لانے کے لیے کہا گیا اور جب اس نے انکار کر دیا تو دونوں کے درمیان تفریق کرادی گئی۔ مثلاً بنی قریظہ کے ایک یہودی کی بیوی کا جو طہان کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے مرد سے کہا تو خود اسلام قبول کر لے ورنہ ہم تفریق کر دوں گے۔ اس نے انکار کیا اور سب نے تفریق و فکرمردہ دلی۔ نیز البتہ ایک کی ایک خواہش مسلمہ و معیاری کا متعدد امان کے پاس سمجھا گیا اس کے معاملہ میں بھی انہوں نے حکم دیا کہ اس کے شوہر کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، اگر وہ قبول کر لے تو بہتر و درودوں میں تفریق کرادی جائے۔ یہ واقعات صحابہ کرم کے سامنے پیش آئے تھے اور کسی کا اختلاف متفق نہیں ہے۔ (احکام القرآن ج ۱، المصوطہ طبع القدیر)

امام بکھ کے زمانے اس معاملے میں یہ کہ اگر عورت سے پہلے عورت مسلمان ہو جائے تو شوہر کے سامنے اسلام پیش کر جائے، وہ قبول کر لے تو بہتر و درود فوراً تفریق کرادی جائے۔ اور اگر عورت ہو چکی ہو اور اس کے بعد مرد اسلام لائی ہو تو زمانہ عدت ختم ہونے تک انتظار کیا جائے، اس مدت میں شوہر اسلام قبول کر لے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ عدت مگر رہے ہی فرقت واقع ہو جائے گی۔ امام احمد کا ایک قول امام شافعیؒ کی تائید میں ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ زواجین کے درمیان اختلاف دین واقع ہو جائے بہر حال فوری تفریق کا موجب ہے خواہ غلط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو (یعنی مسائل نکاح وطہار)

دارالکفر میں اگر عورت مسلمان ہو جائے اور مرد کافر رہے، یا مرد مسلمان ہو جائے اور اس کی بیوی (جو عیسائی یا یہودی نہ ہو) بلکہ کسی غیر کربنی مذہب کی ہو) اپنے مذہب پر قائم رہے تو خلیفہ کے نزدیک خواہ ان کے درمیان غلط ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تفریق واقع نہ ہوگی جب تک عورت کو تین مرتبہ یا ہواوری نہ آجائیں، یا اس کے غیر کا حلف ہوئے کو صورت میں تین مہینے نہ مگر آجائیں۔ اس دوران میں اگر دوسرا فریق بھی مسلمان ہو جائے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ بدعت گزرتی ہی فرقت واقع ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ اس معاملہ میں بھی غلط اور عدت غلطی کے درمیان تفریق کرتے ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اگر غلط نہ ہوئی ہو تو زواجین کے درمیان دین کا اختلاف واقع ہوتے ہی فرقت ہو جائے گی، اگر عورت ہو جائے ان کے بعد دین کا اختلاف رونم ہو، وہو عدت کی مدت ختم ہونے تک ان کا نکاح باقی رہے گا۔ اس دوران میں اگر دوسرا فریق اسلام قبول نہ کرے تو عدت ختم ہونے کے ساتھ ہی نکاح بھی ختم ہو جائے گا (المصوطہ طبع القدیر، احکام القرآن ج ۱، المصاحف)

اختلاف دارین کے سبب فتح نکاح میں مذاہب اربعہ

جس صورت میں زواجین کے درمیان اختلاف دین کے ساتھ اختلاف دار بھی واقع ہو جائے، یعنی ان میں سے کوئی ایک دار الکفر میں کافر رہے اور دوسرا دارالاسلام کی طرف ہجرت کر جائے، اس کے متعلق حنفیہ کہتے ہیں کہ دونوں کے درمیان نکاح کا تعلق آپ سے آپ ختم ہو جائے گا۔ اگر ہجرت کرنے والی عورت ہو تو اسے فوراً دوسرا نکاح کر لینے کا حق حاصل ہے، اس پر کوئی عدت نہیں ہے، البتہ مقدار بت کے لیے اس کے شوہر کا استبراء، جم کی نہ طر ایک مرتبہ یا ہواوری نہ جانے تک انتظار کرنا ہوگا، اور اگر دار

دارالہدایت بھی نکاح ہو سکتا ہے مگر مقدار بت کے لیے وضع صل تک انتظار کرنا ہوگا۔ امام ابو یوسف اور امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ سے صرف اتنا اختلاف کیا ہے کہ ان کے نزدیک عورت پر عدت لازم ہے، اور اگر وہ حاملہ ہو تو وضع صل سے پہلے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ (المصوطہ ج ۱، ج ۲، احکام القرآن ج ۱، المصاحف)

امام شافعیؒ امام احمد اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اختلاف دار کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ اصل چیز صرف اختلاف دین ہے۔ یہ اختلاف اگر زواجین میں واقع ہو جائے تو احکام وحی میں جو دارالاسلام میں زواجین کے درمیان یہ اختلاف واقع ہونے کے احکام ہیں (یعنی)

امام شافعیؒ اپنی مذکورہ بالا رائے کے ساتھ ساتھ ہجرت کر کے آنے والی مسلمان عورت کے معاملہ میں یہ رائے بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے کافر شوہر سے لڑ کر اس کے حق زوجیت کو نقد کرنے کے ارادے سے آئی ہو تو اختلاف دار کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے اس تھک کی بنا پر فوراً فرقت واقع ہو جائے گی (المصوطہ طہار)

لیکن قرآن مجید کی زیر بحث آیت پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں صحیح ترین رائے دینی ہے جو امام ابو حنیفہؒ نے ظاہر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں ہی کے بارے میں نازل فرمائی ہے، اور انہی کا حق میں فرما دیا ہے کہ وہ اپنے ان کافر شوہروں کے لیے طلاق نہیں رہیں جنہیں وہ دارالکفر میں سمجھتی ہیں، اور دارالاسلام کے مسلمانوں کی اپنا عدت دینی ہے کہ وہ ان کے ہر ادا کر کے ان سے نکاح کریں۔ دوسری طرف ہمارے مسلمانوں سے خطاب کر کے یہ فرمایا ہے کہ اپنی ان کافریوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے کچھ جو دارالکفر میں رہ گئی ہیں اور نکاح سے اپنے وہ میرا نہیں، مگر جو جو تم نے ان عورتوں کو اپنے ساتھ خاہے کہ یہ صرف اختلاف دین ہی کے احکام نہیں ہیں بلکہ احکام کا جو جس چیز سے یہ خاص ملک دے دی ہے وہ اختلاف دار ہے۔ اگر ہجرت کی بنا پر مسلمان عورتوں کے نکاح ان کے کافر شوہروں سے طوت نہ گئے ہوتے تو مسلمانوں کو ان سے نکاح کر لینے کی اجازت کیسے دی جاتی تھی، اور وہ بھی اس طرح کہ اس اپنا عدت کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ یہ اس طرح اگر کہ لا تفسیگوا ببعضکم الذکر الذکر حکم دیا جانے کے بعد بھی مسلمان مہاجرین کی کافریوں ان کے نکاح میں دینی روکی ہوگی تو ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دیا جاتا کہ ان کی طرف بھی کوئی اشارہ نہیں۔ بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ اور بعض دوسرے مہاجرین نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تھی۔ مگر یہ اس وقت کا ثبوت نہیں ہے کہ ان کے لیے یہاں ضروری تھا، اور ان بیویوں کے ساتھ تعلق زوجیت کا انقطاع ان کے طلاق دینے پر موقوف تھا، اور اگر وہ طلاق نہ دیتے تو وہ بیویاں ان کے نکاح میں باقی رہ جاتیں۔

اس کے جواب میں ہم یہی کہتے ہیں کہ ان بیویاں جن کو اس امر کا ثبوت قرار دیا جاتا ہے کہ ان آیت کے نزول کے بعد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف دار کے وجود میں اور کافر زواجین کے درمیان نکاح کا تعلق برقرار رکھا۔ بسلا اقل یہ ہے کہ فتح کے ذریعہ پہلے ابوعبید بن جراحؓ نے ان کے ساتھ نکاح کیا (موجودہ راوی فی طہار) کے مقام پر فقہ اسلام میں آئے اور یہاں



## باب نسب

یہ باب ثبوت نسب کے بیان میں ہے

باب ثبوت نسب کی فقہی مطبقت کا بیان

عند مران محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے باب عدت کے بعد ثبوت نسب کا باب کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عدت کا مقصد یہی اعتبار ہے کہ مہر کا ہونا کیونکہ اگر کسی خود نکاحی طلاق کے دوہ یا تین وہ بعد ہی کسی طرح چھو جائے پسے اور اسی طرح عدت کا حکم کی صورت میں فاسخ، وعدت و نفث میں عدت پوری ہونے سے پہلے اگر طلاق نے پچ کو ختم کر دیا تو ان کو رتوں میں اسی کا نسب ثابت ہوگا جس سے وہ مطہقہ ہوئی ہے۔ عدت کا تحقق نسب کے ساتھ مربوط ہے۔ کیونکہ عدت سے قبل یعنی جب کوئی عورت حاملہ کے وقت میں، تو نسب کا بٹھرا پیدائی نہیں ہوگا۔ اور یہ تمام میں حسب یہی ہو سکتا ہے جب کوئی عورت مطہقہ کسی طرح بھی تفریق ہو جائے تو ان صورتوں میں نسب کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو عدت کے بعد ذکر کیا ہے تاکہ عدت کے احکام اور عدت کی مدت سے معلوم ہو جائے کہ بعد ثبوت نسب کے احکام کو کھینچ کر دے آسان ہوگا بعد لایب ثبوت نسب کو ضرور ذکر کیا ہے۔ (معنی شرح الہدایہ، تحریف، ج ۲، ص ۱۵۲، میراث)

نسب بدلنے والے کیلئے وعید کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حان ولی آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس عورت نے اپنے بچے کو اس قوم میں داخل کیا جس میں سے وہ نہیں ہے تو وہ عورت اللہ کی (رحمت کی) چیز اس میں سے کسی چیز میں داخل نہیں ہے اور اللہ اس کو ہرگز اپنی جنت میں داخل نہ کرے گا۔ وہ جو مردایں ہو کہ بچہ کو اپنا بچہ ماننے سے انکار کرے اس حال میں کہ وہ بچہ اس کی طرف (پیدا ہو کر نہ ہو تو قیامت کے دن اس کو اللہ تعالیٰ کا بڑا رشتہ بن ہوگا اور شدتوں اس کو تمام قتلوں کے سامنے رسوا کرے گا۔ (سنن ابوداؤد، جلد دوم، حدیث نمبر 497)

قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارا جائے گا

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ. (ابو داؤد، قَالَ أَبُو دَاوُدَ ابْنُ أَبِي زَكْرِيَّا كَمْ يَدْرُكُ أَهْلَ الْبَرْدَاءِ، بَابُ فِي تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ، حَدِيثٌ لِمَعْبُورٍ ۳۹)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اپنے ناموں اور

اپنے باپوں کے نام کے ساتھ بلائے جائے گے؛ لہذا تم اپنے نام اچھے رکھو۔

حضرت محمد تقی بن عمرو بن الحارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب اس معاملہ میں فیصلہ کرنا چاہا جو بچہ اپنے باپ کے خوجانے کے بعد اس سے ملایا جائے یعنی اس باپ سے جس کے نام سے پکارا جاتا ہے اور باپ کے وارث اس کو ملا چاہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا اگر وہ بچہ اس باندی سے ہے جس کا یوقت جراح اس کا، باپ مالک تھا تو اس کا نسب ماننے والے سے مل جائے گا لیکن جو ترک اس کے ملائے جائے ہے پہلے تقسیم ہو چکا ہے اس میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا البتہ جو ترک کرے گا جب تک تقسیم نہیں ہو اس میں اس کا حصہ ہوگا مگر جب وہ باپ جس سے اس کا نسب ملایا جا رہا ہے اپنی زندگی میں اس کے نسب سے نکار کر رہا ہو تو وارثوں کے مرنے سے اس کا نسب نہیں ملے گا اور اگر وہ بچہ کسی باندی سے ہو جس کا لکھ اس کا باپ نہ تھا یا وہ بچہ زنا و زور سے پیدا ہو جس سے اس کے باپ نے زنا کیا تھا تو اس کا نسب نہ ملے گا اور نہ وہ اس کا وارث ہوگا اگرچہ اس کے باپ نے اپنی زندگی میں اس کا دعویٰ کیا ہو کہ یہ بچہ میرا ہے کیونکہ وہ دلالتا ہے خواہ آزاد و غور سے ہو یا باندی کے بیٹے سے۔ (سنن ابوداؤد، جلد دوم، حدیث نمبر 499)

فیہ سنن ابوداؤد میں، بیچ مقدم پر یہ حدیث انہی اصناد اور راویوں کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ درست یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے باپوں ہی کے نام سے پکارا جائے گا، دس کے نام سے نہیں جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے بلکہ جیسے عہد بھی اس طرف ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب رادب میں ایک باب یوں قائم کیا ہے، باب ما یعدی الناس ما یتاہم یعنی یہ بیان کہ لوگوں کو ان کے آباء کے ناموں سے پکارا جائے گا۔ اس باب کے تحت وہ محمد بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ذیل حدیث لائیں۔ ان الغادر یصنعب لہ لواء یوم القیامۃ فیقال: ہذہ عدلۃ فلان بن فلان (شرح بخاری لابن بطال، 9/354، ابی داؤد، ج ۱، ص 105/6)

خائن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا جو کہ جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ہے۔

قیامت کے مال باپا پ کے نام سے پکارنے میں بحث ونظر

عند مران بن عدل اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سقران، ہذہ عدلۃ فلان بن فلان میں ان لوگوں کے قول کا رد ہے جن کا خیال ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی دس کے نام سے پکارا جائے گا کیوں کہ اس میں ان کے پاس پروردگار کی شانور یہ حدیث ان کے اس قول کے خلاف ہے۔

اس حدیث کی بنا پر دیگر محدثین بھی اس قول کے قائلین کا رد کیا ہے۔ اس کے بارے میں ایک صریح حدیث بھی ہے مگر وہ اسنادی اعتبار سے ضعیف ہے اور وہ حدیث ابودرداء رضی اللہ عنہ سے پاس الظاہروں کی ہے: انکم تدعون یوم القیامۃ باسمائکم واسماء آبائکم فاحسوا اسمائکم۔ یقیناً تم قیامت کے دن اپنے اپنے اور اپنے آباء کے نام سے بلائے جاؤ گے چنانچہ تم اپنے اپنے اچھے نام رکھو (اس حدیث کو امام احمد 5/194، ابوداؤد 4948، ابن حبان 7/528) اور بخاری

(شرح السنۃ 12/32): عبد اللہ بن ابی ذر گریا کرتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اس کی سند ضعیف اس لیے ہے کہ ابن زبیر نے لاورداد رضی اللہ عنہ کا زانیہ نہیں پایا ہے جب کہ امام ابو یزید اور حافظ ابن جریر نے ابی ذر رضی اللہ عنہ (10/577) کو کہا ہے اور حفصہ منذری نے مختصر السنن (7/571) میں کہا ہے کہ اس کا لاورداد رضی اللہ عنہ عین مباح نہیں ہے۔

جب بعض علماء نے کہا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کو اس کی ماں کے ناموں سے پکارا جائے گا پھر اس کے نام سے نہیں۔ نہ درج ذیل روایتیں ہیں۔

بہل دہلی: قولہ صحابہ و تعالیٰ، یوم ندعو کل اناس باہمہم (الاسراء: 7) جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔ مگر ابن کعب نے (باہمہم) کی تفسیر میں کہا ہے: قبل یعنی: باہمہم کہہ لیا جائے یعنی ان کی ماں کے ناموں سے۔ ان کے اس قول کو امام بخاری و امام ترمذی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں کئی تفسیریں ہیں جس میں صحیح اسلامی وجہ سے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے شرف کی بنا پر اولاد و زکا کی عدم رسوائی کی وجہ سے۔ (معالم التنزیل للہدوی: 5/110 اور الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: 5/628)

بیرونی: قولہ ملک باطل ہے۔ صحیح میں ابن عمر کی حدیث ہے: ہاں کہ بعد انہوں نے ابن عمر کی مذکورہ حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح دیکھتے ہیں کہ امام کی تفسیر اصحاحات سے کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: و من بدع التفسیر ان الامام جمع اہم وان الناس یدعون باہمہم۔ (تفسیر الکشاف: 2/369) انوکھی تفسیروں میں سے ایک تفسیر یہ ہے کہ امام کی ماں کے ناموں سے پکارا جائے گا۔

دیکھتے ہیں کہ اس انوکھی تفسیر کا رد کرنے ان الفاظ میں کیا ہے۔

ولقد استبعد بدعا لفظا ومعنی، فان جمع الام المعروف الامہات، اما رعاۃ عیسیٰ (علیہ السلام) بلذکر امہات الغلات الذکر ہامہ فیستدعی ان خلق عیسیٰ (علیہ السلام) من غیر اب شمیذۃ فی مصبہ، وذلك عکس الحقیقۃ، فان خلقہ من غیر اب کان لہ آیۃ، و شرفا فی حقہ واللہ اعلم (الانصاف فیما تضمنہ الکشاف من الاعتزال: 2/369) بہامش الکشاف۔

دیکھتے ہیں کہ لفظی اور معنوی بدعت ایجاد کی ہے کیوں کہ امام کی معروف جمع اصحاحات ہے۔ رہا عیسیٰ (علیہ السلام) کی رعایت کی خاطر لوگوں کو ان کی ماں کے ساتھ ذکر کرنا تاکہ ان کی (جیسی علیہ السلام) کی ماں کا ذکر کیا جائے تو یہ امر اس بات کا متقاضی ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کی بغیر باپ کے ولادت کے ان کے منصب پر حرف آتا ہے اور یہ حقیقت کے برخلاف ہے کیوں کہ ان کا خیر باپ کے پیدا کیا ہوا، ان کے لیے معجزہ اور ان کے حق میں شرف ہے۔ بعض دیگر علماء نے مذکورہ تمام مستحسن کاروبار سے اور بعض نے اس رد کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ (تفسیر روح المعانی لابی لوی، ج 15، ص 221)

واضح رہے کہ امام کی متبصر تفسیریں نے جو تفسیریں کی ہیں مگر ان میں سے سب سے معتبر تفسیر یہ ہے۔ کہ امام سے مراد

آدمی کا عمل تارے سے کیوں کہ (یوم ندعو کل اناس باہمہم) کے بعد اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ (نہم اولیٰ کتاب نبیہ) حافظ ابن کثیر نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے اور علامہ شافعی نے ان کی تائید کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 5/127) واضوا البیان: 2/322

فائدہ: امام کی تفسیر بھی اور پیشوا کی بھی کی گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: فقال بعض السلف: هذا اکبر خسوف لاصحاب الحدیث لان امامہم الانبیاء (تفسیر ابن کثیر: 5/126) بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ امامیہ حدیث کے لیے بہت بڑا شرف ہے کیوں کہ ان کے امام انبیاء ہیں۔

دوسری دلیل: بعض اہل حق و باطل نے یہ حدیث ضعیف قسم کی روایات میں جو درج ذیل ہیں۔

1۔ حدیث میں اس میں جس کے الفاظ یہ ہیں: یدعی الناس یوم القیامۃ باہمہم سترامن اللہ عزوجل علیہم (ابن عدی: 1/336) اور اس نے ابن جوزی نے الموضوعات (3/248) میں روایت کیا ہے اور اس کو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال (1/177) میں ابن عدی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور اس میں بدھانہم کی بجائے باسماء امہاتہم ہے (ابن عدی: 1/336)

روز قیامت لوگوں کو اللہ عزوجل کی طرف سے ان پر پردہ پوشی کی وجہ سے ان کی ماں کے ساتھ پکارا جائے گا۔ مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے (اس حدیث کی سند اسحاق بن ابراہیم کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کا اس حدیث کی تقویت کی طرف رجحان ہے چنانچہ انہوں نے اس حدیث پر ابن جوزی کا تعقب کرتے ہوئے لکھا ہے:

قلت: صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع، ولہ شاهد من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اخرجہ الطبرانی (التعلیقات علی الموضوعات: 51)

میں کہا ہوا کہ ابن عدی نے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔ چنانچہ یہ موضوع نہیں اور اس کا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ایک شاہد ہے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔ قلت: اس حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں: بان اللہ تعالیٰ یدعو الناس یوم القیامۃ باسمائہم سترامن اللہ علی عبادہ (طبرانی نے المعجم الکبیر: 11/122) میں روایت کیا ہے)

یقینہً کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ان پر پردہ پوشی کی خاطر ان کے ناموں سے پکارے گا مگر یہ حدیث درج ذیل دو وجوہ کی بنا پر شہینہ کے قابل نہیں۔ اس میں لوگوں کو ان کے ناموں سے پکارنے کا ذکر ہے مگر ان کے ناموں سے بلانے کا ذکر نہیں اس کی سند سخت ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے۔ (کیوں کہ اس کی سند میں اسحاق بن شیر ابو ہریرہ بخاری ہے جو جرأت کا جگہ کذاب ہے۔ البانی نے اس کو ضعیف: 434) میں موضوع کہا ہے)

تیسری: حافظ ابن جریر نے (10/563) میں ابن عدی کا یہ قول نقل کیا: فی هذا الحدیث رد لقول من زعم انہم لا یدعون یوم القیامۃ الا باہمہم سترامن اللہ علی ابائہم۔ (شرح البخاری لابن بطال: 9/354)





جب کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو روایات ہیں وہ انتہائی ضعیف قسم کی ہیں۔ نیز اصل یہ ہے کہ آدمی کو اس کے باپ کی کے نام سے پکارا جائے گا، ماں کا نام بھلا لگتے ہیں:

والد بعدء بالآباء اشد فی التعریف وأبلغ فی التمييز وبذلك نطق القرآن والسنة۔ (شرح البخاری 9: 354)؛ چوں کہ نام سے بلا ناچین میں زیادہ واضح اور تیسرے زیادہ بیخ ہے اور قرآن و سنت بھی کی پرشہ ہے۔

ثبوت نسب سے متعلق فقہی حکام

(وَمَنْ قَالَ إِنَّ تَزَوَّجْتَ فَلَانَةَ فِیْهِ طَالِقٌ فَتَزَوَّجَهَا فَوَکَلْتُ وَلَکَذَا لَیْسَتْ أَزْهَبُ مِنْ یَوْمٍ تَزَوَّجَهَا فَهَؤُلَاءِ وَغَلِیْهِ الْمَهْرُ) أَمَّا النَّسَبُ فَلَانَهَا فِرَاشُهُ، لِأَنَّهَا لَمَّا جَاءَتْ بِالْوَلَدِ لَیْسَتْ أَزْهَبُ مِنْ وَفَّیَتْ النِّکَاحَ فَقَدْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقْلٍ مِنْهَا مِنْ وَفَّیَتْ الطَّلَاقَ فَكَانَ الْعُلُوقُ قُلَّةً فِی حَالَةِ النِّکَاحِ وَالتَّصَوُّرِ ذِیَّتْ بَانَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ يُخَالِطُهَا فِافَقَ الْإِنْزَالِ النِّکَاحَ وَالنَّسَبُ یُعْتَاطُ فِی ابْتِیَاقِهِ، وَأَمَّا الْمَهْرُ فَلَانَهُ لَمَّا نَسَبَ النَّسَبُ مِنْهُ جُوعٌ وَإِطْلَاقٌ حُكْمًا فَكَانَ الْمَهْرُ بِهِ (وَيَنْتُ نَسَبٌ وَلِیْدِ الْمُطْلَقِ الرَّجْعِیَّةُ إِذَا جَاءَتْ بِهِ لَیْسَتَيْنِ أَوْ أَكْثَرَ مَا لَمْ یَقَرَّ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا) لِاحْتِمَالِ الْعُلُوقِ فِی حَالَةِ الْعِدَّةِ لِخَوَافِ أَنَّهَا تَكُونُ مُنْتَدَّةَ الظُّهْرِ (وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَقْلٍ مِنْ سَتَتَيْنِ بَانَ مِنْ زَوْجِهَا بِانْقِضَاءِ الْعِدَّةِ) وَكَسَبَتْ نَسَبَهُ لِوُجُودِ الْعُلُوقِ فِی النِّکَاحِ أَوْ فِی الْعِدَّةِ فَلَا یَصِحُّ مَوَاجَعًا لِأَنَّهُ یَحْتَمِلُ الْعُلُوقَ قَبْلَ الطَّلَاقِ وَیَحْتَمِلُ بَعْدَهُ فَلَا یَصِحُّ مَوَاجَعًا بِالنِّسْبِ (وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لِأَكْثَرِ مِنْ سَتَتَيْنِ كَانَتْ رَجْعَةً) لِأَنَّ الْعُلُوقَ بَعْدَ الطَّلَاقِ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ مِنْهُ لَا یَنْقَاضُ الزَّیْنُ مِنْهَا فِیَصِحُّ بِالْوُطْءِ مَوَاجَعًا.

ترجمہ

اور اگر کوئی شخص کہے: میں نے اگر فلاں عورت کے ساتھ شادی کی تو اسے طلاق ہوئی اور پھر وہ شخص اس عورت کے ساتھ شادی کرے اور نکاح کے چھ ماہ بعد عورت ایک بچے کو جنم دے تو وہ بچہ اس نکاح کرنے والے کا بیٹا نہ ہوگا اور اس شوہر پر ہرگز ادائیگی لازم نہیں۔ نسب کا ثبوت اس بنیاد پر ہوگا وہ عورت اس مرد کی قریش (نسکودہ) تھی کیونکہ جب اس نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا اور طلاق کے چھ ماہ سے کم عرصے میں بچے کی پیدائش ہوئی تو بچے کا تلفظ حالات نکاح میں موجود تھا۔ اس کی صورت یہ

سکتی ہے۔ مرد نے اس عورت کے ساتھ محبت کی حالت میں نکاح کیا اور نکاح ہو جانے کے ساتھ ہی انزال کے نتیجے میں حمل ظہر گیا۔ تو حقیقاً یہی ہے: نسب کو ثابت کیا جائے جس کو ہم کہہ سکتے ہیں تو اس وقت تک لازم ہوگا جب مرد کو نسب ثابت ہو گیا تو علم کے اعتبار سے اسے محبت کرنے والا قرار دیا جائے گا۔ گئی انحال اس کے نتیجے میں مہر مذکور ہو جائے گا۔ جس عورت کو حتی حدق دی گئی ہو اگر وہ طلاق کے دو سال یا اس سے زیادہ عرصے کے بعد بچے کو جنم دے تو بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا جب تک کہ اس عورت نے عدت گزار جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ نہ احتمال موجود ہے کہ عدت کی حالت میں تلفظ نہ ہوا ہو، کیونکہ عدت کے طہر کا زمانہ بہت طویل بھی ہو سکتا ہے۔ جس عورت کو حتی طلاق دی گئی اور اس کے ہاں دو برس سے کم عرصے میں بچے کی پیدائش ہوئی تو وہ اپنے شوہر سے باندھ ہو جائے گی، کیونکہ بچے کی طلاق کے ساتھ ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی اور بچے کا نسب بھی ثابت ہو جائے گا کیونکہ بچے کا تلفظ نکاح کی حالت میں یا عدت کی حالت میں ظہر ہے۔ لیکن یہی صورت میں مرد کا رجوع کرنا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ یہاں دو صورتوں کا احتمال موجود ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ حمل طلاق سے پہلے ظہر ہوا ہو یعنی نکاح کی حالت میں ظہر ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ طلاق کے بعد ہو تو شک کی بنیاد پر شوہر کو رجوع کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ اگر دو سال کے بعد بچے کی پیدائش ہو تو رجوع ثابت ہو جائے گا کیونکہ حمل ظہر نہ طلاق کے بعد ہوا ہے اور بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ حمل اس مرد کا ہوگا کیونکہ نکاح کوئی ثبوت نہیں ہو سکا لہذا وہ محبت کرنے کے ذریعے رجوع کرنے والا شمار ہوگا۔

شرح

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ زوجہ کی باندی کے بچے کے سلسلہ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زعنفہ بیٹھ کر آیا۔ سعد کہتے تھے کہ میرے بھائی حذیفہ نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب میں مکہ جائوں زوجہ کی باندی کے بچے کو نکلیں اور اسے اصل کر دوں کیونکہ وہ میرا بچہ ہے اور عبد بن زعنفہ کہہ رہے تھے کہ وہ میرا بھائی ہے کیونکہ وہ میرے کی باندی کا بیٹا ہے جو میرے کے گھر میں پیدا ہوا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بچے کو دیکھ کر توداعی طور پر عقیدہ کش پیڑ۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سودہ سے فرمایا تو اس سے پردہ کیا کہ ہر چند کہ سودہ عدت گزار رہی تھی مگر بھائی قرار پایا مگر چونکہ وہ جبکہ کا تلفظ نکاح میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا اور سودہ نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے عبد بن زعنفہ سے پتھر بھائی ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 507)

(۲) حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے روایت ہے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور یوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں بچہ میرا ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں نے اس کی ماں سے زنا کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلام میں (زنا کے سبب نسب کا) دعویٰ نہیں ہے۔ جاہلیت کے تمام طریقے ختم ہو چکے ہیں۔ اب تو بچہ اس کا ہے جس کے گھر میں ابو داؤد زنا کا رے لیے، تک ساری کی سزا ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 508)

(۳) حضرت رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ میرے گھر والوں نے گھر ہی کی ایک باغی میں سے میرے نکاح کر دیا، پھر میں نے اس سے جماع کیا تو مجھ جیسا ہی ایک کالہ بچہ پیدا ہوا جس کا نام کالہ تھا۔ میں نے اس کا نام مہیہ اللہ رکھا۔ پھر ابی ہوا کہ میرے ہی گھر کے یکے اور غلام نے اس پر چا لیا جس کا نام جوحد تھا یا اس سے اپنی زبان میں اس سے نکلتا کرتا (میں تو ہم نہیں سمجھتے تھے) پھر اس کے کب لڑکا پیدا ہوا گویا کہ وہ گمراہ تھا (یعنی اس کا رنگ دیریں کی طرح سرخ تھا) میں نے اس سے جو چھاپا کیا ہے؟ (یعنی یہ کس کا خلع ہے؟) وہ بولی یہ جوحد کا ہے جس ہم نے یہ مقدمہ حضرت عثمان کے سامنے پیش کیا۔ انھوں نے عذر اف کر دیا اور اس سے بچا کر کہ تم اس فیصد پر راضی ہو جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اور وہ فیصد یہ تھا کہ بچہ صاحب فراش کا ہے روای کا یہاں ہے کہ میرا گمان ہے حضرت عثمان نے ان دونوں غلام اور باندی کو (زنا کی سزا میں) کوڑے لگائے تھے۔

(سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 509)

حق الامکان نسب کی حفاظت میں شرعی تحفظ

شرعی ضابطہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے بچہ کو حرامی نہ کہے، اس لیے پورے چھ مہینہ میں اس سے زیادہ میں جو بچہ پیدا ہوا یا کما ہوئے کے بعد فرضی سے پہلے پیدا ہوا اور اس پر شہ جو تو حرامی نہ کہیں گے اور اگر شوہر یا نکاح کرے تو پیسے جان ہوگا (شرعیہ اسلامی ملک ہو) پھر حکم کیا جائے گا۔

وقد دل ظاهر الحديث على أن الولد إنما يلحق بالأب بعد ثبوت الفراش، وهو لا يثبت إلا بعد إمكان الوطء في الزواج الصحيح أو الفاسد. وهو رأي الجمهور.

وروى عن أبي حنيفة أنه يثبت بمجرد العقد؛ لأن مجرد المظنة كافية

(الفقيه الاسلامي وادلته غايه الشرع بالنسب ونحریم التبنی والإلحاق من طریق

غير مشروع، ج ۱۰ ص ۳)

مطلقہ بت کے بچے کا نسب ثابت ہوگا

وَالْمُتَوَكِّفَةُ يَكُونُ نَسَبٌ وَلَكِنَّا إِذَا جَاءَتْ بِهَذَا لَقَدْ مِنْ سَتَيْنِ) لِأَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْوَلَدُ قَائِمًا وَقَدْ طَلَّقَ فَلَا يَتَقَيَّنُ بِزَوَالِ الْفَرَاشِ قَبْلَ الْعُلُوقِ فَيَكُونُ النِّسْبُ اخْتِيَامًا، (فَإِنْ جَاءَتْ بِهَذَا لَقَدْ مِنْ سَتَيْنِ مِنْ وَقْتُ الْفَرْقَةِ لَمْ يَكُنْ) لِأَنَّ الْحَمْلَ حَدِثَ بَعْدَ الطَّلَاقِ فَلَا يَكُونُ مِنْهُ لَاقٌ وَطَافًا حَرَامًا. قَالَ (لَا أَنْ يَدْعِيَهُ) لِأَنَّهُ التَّرْمِمْ. وَلَهُ وَحْدَانٌ وَطَافًا

بِسُكُونِهِ فِي الْعِدَّةِ (فَإِنْ كُنْتُ الْمُتَوَكِّفَةُ صَغِيرَةً يُجَامَعُ مِثْلَهَا قَبْلَ أَنْ يَكُونَ لَهَا نِسْبَةٌ أَشْهَرُ لَمْ يَلْزَمَهُ حَتَّى تَأْتِيَ بِهِ لَاقٌ مِنْ نِسْبَةِ أَشْهَرٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَحَمَّدٌ وَرَحِمَهُمَا اللَّهُ وَقَالَ أَبُو يُونُسَ: يَكُونُ النِّسْبُ مِنْهُ إِلَى سَتَيْنِ) لِأَنَّهُ مُعْتَدَّةٌ يَحْتَمِلُ أَنْ تَكُونَ حَامِلًا وَلَمْ تَكُنْ بِالنِّقْضِ الْعِدَّةَ فَانْصَهَتْ الْكَبِيرَةُ.

وَلَهُمَا أَنْ لَانْقِصَاءِ عِدَّتِهَا جِهَةً مَعْنِيَةً وَهِيَ الْأَشْهَرُ فَيَمُضِيهَا يَحْكُمُ الشَّرْعُ بِالْانْقِصَاءِ وَهُوَ فِي الذَّلَالَةِ فَوْقَ إِفْرَاقِهَا لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ الْخِلَافَ، وَالْإِفْرَاقُ لَا يَحْتَمِلُهُ وَإِنْ كَانَتْ مُطْلَقَةً طَلَاقًا رَجْعِيًّا لَكَذَلِكَ لِحُجُومِ عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَهُ يَكُونُ إِلَى سِتْنَةٍ وَعِشْرِينَ شَهْرًا لِأَنَّهُ لَا يَحْتَمِلُ وَاطْنًا فِي آخِرِ الْعِدَّةِ وَبَعْدَ الثَّلَاثَةِ الْأَشْهُرِ لَمْ تَأْتِيَ بِهَذَا لَقَدْ مِنْ سَتَيْنِ لَكُنْ مَلَّةَ الْحَمْلِ وَهُوَ سِتْنَانِ، وَإِنْ كَانَتْ الصَّغِيرَةُ أَكْثَرَ الْحَمْلِ فِي الْعِدَّةِ فَالْحُجُومُ فِيهَا وَفِي الْكَبِيرَةِ سَوَاءٌ، لِأَنَّ يَأْفَرُاقُهَا يَحْكُمُ بِمُلُوعِهَا.

ترجمہ

اور وہ عورت ہے ایک بچہ یا تین بچہ طلاق دی گئی ہو اگر وہ دو سال سے پہلے بچے کو جنم دے تو بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا یہاں یہ احتمال موجود ہے کہ طلاق کے وقت حمل موجود ہو اور اس بات کا یقین نہیں ہے کہ جب حمل ختم ہوا تھا اس وقت نکاح ناسخ ہو چکا تھا یا نہیں۔ اس لئے احتیاط کے پیش نظر نسب ثابت ہوگا۔ جس عورت کو یا بچہ طلاق دی گئی ہو وہ عہد کی وقت سے پورے دو سال بعد بچے کو جنم دے تو نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ اس صورت میں حمل طلاق کے بعد وجود میں آیا ہے لہذا وہ اس کے شوہر کا نہیں ہوگا کیونکہ اس کے لئے اس عورت کے ساتھ محبت کا حرام تھا۔ اب اگر وہ شوہر خود ہی نکاح کر دے تو بچہ میرا خلع ہے اس کی وجہ یہ ہے: اس نے نسب کو خود اپنے اوپر لا کر لیا ہے۔ اس کی ممکن صورت یہ ہو سکتی ہے مرد نے محبت کے دوران شہ کی وجہ محبت کر لی ہو۔ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو اگر وہ باقی تھی لیکن اس عورت کو بچہ چکی تھی۔ اس کی محبت عورتوں کے ساتھ محبت کی جاسکتی ہو اور پھر وہ طلاق کے نو ماہ گزرنے سے پہلے بچے کو جنم دے تو نسب ثابت ہو جائے گا یہ طریقہ نیک کا قول ہے۔

امام ابو یوسف سے فرماتے ہیں طلاق کے آٹھ سال سے لے کر دو سال تک مرد کا یا نسب ثابت ہوگا اور وہ عورت حدت گزارنے والی شوہر ہوگی۔ اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ وہ حاملہ ہو وہ اس نے حدت گزارنے کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو بڑی عمر کی عورت سے مشابہ ہو جائے گی۔ طریقہ نیک کی دلیل یہ ہے: اس عورت کی حدت پوری ہونے کے صحن وقت کے بارے میں پتہ ہے اور وہ مہینے کے اعتبار سے ہے اور وہ وقت گزرنے کے بعد شریعت حدت ختم ہونے کا حکم دیتی ہے اس لئے شریعت کا حکم اس عورت کے اقرار

سے زیادہ واضح ہوگا۔ کیونکہ شرعی حکم میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پیدا ہوتا لیکن قرآن میں اس بات کا احتساب موجود ہے۔ اگر ماہِ ربیع الاول کی جنسی طلاق لگی، لیکن ذی قعدہ کے نزدیک مسکن کی یہی صورت ہوگی۔ امام ابو یوسف کے نزدیک ستائیس دن تک نسب ثابت ہو سکتا ہے جو کہ بہت کم مکان موجود ہے۔ مرد نے عدت کے آخر میں یعنی تیسرے ماہ کے آخر میں صحبت کر لی ہو اور عدت کے حکم کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہوتی ہے۔ اگر ماہِ ربیع الاول کی عدت کے دوران حمل پھرنے کا کوئی کر دیا تو اس بارے میں مبالغہ اور بالغ کا حکم ایک ہی ہے کیونکہ تا بالغ لڑکی کے حمل کا اقرار کرنے کے نتیجے میں بالغ تصور کیا جائے گا۔

شرح

حضرت عبداللہ بن یزید بن زکاء شافعی والدہ اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو بتردد دی آپ نے پوچھا اس سے آپ کی کیا مراد ہے کئی عاقل مرد ہیں میں نے کہا کہ ایک۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ میں آپ نے فرمایا وہی ہوگی جو تم نے نیت کی۔ اس حدیث کو مفسر اسی سند سے جنتے ہیں علماء و صحابہ اور دوسرے علماء کا قضاہ بہت سے استہام میں اختلاف ہے کہ اس سے کتنی عاقل مراد ہوتی ہیں حضرت عمر سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی طلاق ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس سے تین حد قیں واقع ہو جاتی ہیں بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ طلاق دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک اگر تین کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوتی ہیں لیکن اگر مرد کی نیت کی ہو تو ایک ہی واقع ہوتی ہے۔ سفینہ توری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

امام مالک ان فرماتے ہیں اگر لفظ اہلوت کے ساتھ طلاق دے اور عدت سے صحبت کرے تو تین حد قیں واقع ہوں گی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک واقع ہوگی اور جو عاقل اختیار ہوگا اگر مرد کی نیت کی ہو تو دو اگر عین کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوں گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول، حدیث نمبر 1185)

امام ترمذی کے قول بعض اہل علم سے مراد

مواہمہ بارگاہی پوری لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اہل کوفہ سے وہ حضرات مراد لیے ہیں جو اہل علم وہاں رہتے تھے مثلاً امام ابو یوسف رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ وغیرہ اور بعض اہل کوفہ سے بعض مراد لیے ہیں امام ترمذی رحمہ اللہ نے اہل کوفہ یا بعض اہل کوفہ سے صرف امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہی مراد نہیں لیے۔ (مقدمہ تہذیب الاحادیث ص 209)

دو سال گزرنے کے بعد ثبوت نسب کا بیان

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے جس عورت کو طلاق بتدی گئی ہو اسے طلاق ہونے کے بعد دو سال گزرنے سے پہلے اگر وہ بچے کو جنم دیتی ہے تو بچے کا نسب اس عورت کے سابقہ شوہر سے ثابت ہوگا اس کی وجہ یہ ہے جب بچے کی پیدائش اور طلاق کے گزرنے کے درمیان دو سال سے کم عمر ہو جو ہے تو اس بات کی دلیل ہوگا طلاق کے وقت حمل قرار پکا تھا اس لیے اعتقاد کے

یہاں نظر سبب کو ثابت قرار دیا ہے۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے جس عورت کو طلاق بتدی گئی ہو اگر وہ طلاق ہونے کے ٹھیک دو سال بعد بچے کو جنم دیتی ہے تو بچے کا نسب اس عورت کے سابقہ شوہر سے ثابت نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے ایسی صورت میں حمل طلاق ہونے کے بعد قرار دیتے ہیں لہذا وہ اس شخص کا نہیں ہوگا کیونکہ طلاق بتدی ہو جائے کے بعد اس شخص کے لیے اس عورت کے ساتھ صحبت کرنا حرام ہو گا۔

امام احمد عورت کا سابقہ شوہر اس بچے کا باپ ہونے کا دعویٰ کر دے تو اس صورت میں بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ اس شخص نے سب خواہنے سے منع کیا ہے۔

یہاں مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے اس صورت میں سب ثابت ہونے کی ممکنہ صورت یہ ہو سکتی ہے شوہر نے عورت کی عدت کے دوران شبہ کی وجہ سے عورت کے ساتھ صحبت کر لی ہو۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کسی عورت کو طلاق بتدی گئی ہو اور وہ ابھی ماہِ ربیع الاول کی ہم عمر لڑکی کے ساتھ صحبت کی جا سکتی ہو اور پھر وہ عورت کو بیٹے گزرنے کے بعد بچے کو جنم دے اور وہ اس دوران عدت گزار جائے گا اعتراض نہ کرے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ صحیحہا بات کے قائل ہیں اس بچے کا نسب کا پانا عورت کے سابقہ شوہر کے ذمے نہیں ہوگا بہت زیادہ عورتوں کا عمر گزرے سے پہلے بچے کو جنم دیتی ہے تو شوہر پر یہ بات لازم ہوگی وہ بچے کا نسب کا تسلیم کرے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی رائے اس بارے میں مختلف ہے وہ اس بات کے قائل ہیں اگر وہ لڑکی طلاق ہونے کے بعد دو سال گزرنے سے پہلے بچے کو جنم دیتی ہے تو اس بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنے موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے: کیونکہ وہ عورت عدت گزار رہی ہے اور اس نے عدت گزارنے کا قرائن بھی نہیں کیا تو اس لیے اس بات کا احتمال موجود ہے کہ طلاق کے وقت وہ حاملہ ہو تو اس کی مثال بھی بڑی عمر کی عورت کی طرح ہو جائے گی اور بڑی عورت کا حکم وہی ہے جو عیسان کر کے ہیں۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ صحیحہا اپنے موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے: کیونکہ لڑکی بچہ سے اور ماہِ ربیع الاول کی عدت میں حکم یہ ہے اس کی عدت میں عیوں کے اعتبار سے ہوتی ہے بعض کے اعتبار سے نہیں ہوتی کیونکہ تا بالغ ہونے کی وجہ سے اسے حیض نہیں آتا اس لیے مذکورہ بالا مسئلے میں اس بات کا لڑکی کی عدت میں، وگرنہ عدت کے بعد جو جنم ہو جائے گی خواہ اس نے عدت گزارنے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ شریعت کے حکم کے تحت عورت کی عدت ختم ہو چکی ہے اس لیے یہ شرعی عدت عورت کے اقرار پر ہی قائم رہتی ہے کیونکہ شرعی دولت میں خلاف واقع ہونے کا اعتبار نہیں ہے جبکہ عورت کے اقرار میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ وہ امر واقع کے خلاف ہو۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر اس عورت کو کبھی اس بات کا لڑکی کو رجعی طلاق دی گئی ہو تو امام ابو یوسف اور امام محمد

معدہ اللہ پہلے کے نزدیک ہیں گوگام بیکہ ام ابوسف رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں اگر وہ طلاق ہونے کے بعد نکاح میں گزرنے سے پہلے بچہ کو جنم دیتی ہے تو اس نکاح میں سے بچہ نہیں دوسروں کے ہوں گے ورہیں میں سے اس نابالغ کوئی کی عدت کے ہوں گے تو نکاح میں گزرنے سے پہلے اگر وہ بچہ کو جنم دیتی ہے تو بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ عدت کی عدت حین وہ ہے تو شوہر کو عدت کے آخری حصے میں محبت کرنے والا قرار دیا جائے گا اور پھر یہ تصور کیا جائے گا کہ عدت کے حمل کے زیادہ سے زیادہ حصے یعنی دوسرا بعد بچہ کو جنم دیا۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر وہ نابالغ لڑکی عدت گزرنے کے دوران یعنی طلاق ہونے کے بعد تین ماہ گزرنے سے پہلے حاملہ ہونے کا دعویٰ کر دیتی ہے تو اس بار سے میں اس کا دعویٰ ہوگا وہ بڑی عمر کی عورت کا حکم ہوتا ہے اس کی جہ سے اس کے حاملہ ہونے کا اقرار اس کا بالغ ہونے کا حکم جاری کرنے کا باعث بن جائے گا۔

یہ عورت کے بچہ کا نسب کب ثابت ہوگا؟

(وَيَبْتِئُ نَسَبٌ وَلَدِ الْمُتَوَكِّفِ عَنْهَا رَوْجُهَا مَا بَيْنَ الْوَقَاةِ وَبَيْنَ السَّتِينِ) وَقَالَ زُفَرٌ:  
إِذَا جَاءَتْ بِهَ بَعْدَ انْقِضَاءِ عِدَّتِ الْوَقَاةِ لَيْسَتْ أَشْهَرُ لَا يَبْتِئُ النِّسَبُ لِأَنَّ الشَّرْعَ  
حَكَمَ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا بِالْمَشْهُورِ لِيَتَّحِينَ الْجِهَةُ قَصَارًا إِذَا أَقْرَبَتْ بِالْانْقِضَاءِ كَمَا  
يَتَنَاءَى فِي الصَّغِيرَةِ إِلَّا أَنَّا نَقُولُ لَا يَنْقِضُ عِدَّتِهَا جِهَةٌ أُخْرَى وَهِيَ وَضَعُ النِّحْنِ،  
يَخْلُفُ الصَّغِيرَةَ لِأَنَّ الْأَصْلَ فِيهَا عَدَمُ الْحَمْلِ لَيْسَتْ بِمَحَلٍّ قَبْلَ الْبُلُوغِ وَفِيهِ  
ضَلٌّ.

ترجمہ

اور جس خاتون کا شوہر انتقال کر جائے اس خاتون کے بچے کا نسب شوہر کی وفات کے دو سال بعد تک بچے کی پیدائش کی صورت میں ثابت ہوگا۔ امام زفرین کہتے ہیں: اگر اس نے وفات کے بعد بچہ کو جنم دیا تو نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ شریعت نے بیٹوں کے حساب سے اس کی عدت کی تکمیل کا حکم دیا ہے تو گو یا اس نے عدت کے انقضام کا اقرار کر لیا ہے جیسا کہ ہم نابالغ لڑکی کے بارے میں یہ بات پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ یہ یہ کہتے ہیں: یہ عہد کے عدت گزارنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے اس عورت کی عدت بچے کی پیدائش ہو جس کی عدت بچے کی پیدائش کے ساتھ ختم ہو لیکن نابالغ لڑکی کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ نابالغ میں اصل تو یہ ہے وہ حاملہ نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ بالغ ہونے سے پہلے وہ حمل کا عمل اور اس کے بالغ ہونے کے بارے میں شک پایا جاتا ہے۔

### ثبوت نسب میں عدت حمل کا فقہی بیان

حاضر ملاؤ اللہ بن علی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے ورنہ وہ سے زیادہ دوسرا پیدا ہو جیسا کہ عدت رجلی کی عدت میں ہے اور عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار نہ کیا ہو اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا ہو اور وہ مدت تھی ہے کہ اس میں عدت پوری ہو سکتی ہے اور وقت اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب بھی ثابت ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ عورت کا اقرار غلط تھا دوران دوسرے صورتوں میں ولادت سے ثابت ہوا کہ شوہر نے رجعت کر لی ہے جبکہ وقت طلاق سے پورے دو برس یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا اور وہ برس سے کم میں پیدا ہوا تو رجعت ثابت نہ ہوئی ممکن ہے کہ طلاق دینے سے پہلے کا حمل ہو اور اگر وقت اقرار سے چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں۔ یوں طلاق یا نکاح کی مدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے، ورنہ نہیں۔ جس عورت کو بچہ طلاق دی اور وقت طلاق سے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہوا تو نہیں مگر جبکہ شوہر اس بچہ کی نسبت کہے کہ یہ میرا ہے یا ایک بچہ دو برس کے اندر پیدا ہوا اور اس بعد میں تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائیگا۔ (الدر المختار، کتاب الطلاق، فصل فی ثبوت النسب، ج ۵، ص ۵۷، ۲۳ بیروت)

### ثابہ حلالہ کے بچے کے ثبوت نسب کا بیان

حاضر ملاؤ اللہ بن علی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب بائنا کو اس کے شوہر نے بعد از طلاق رجعی دی اور اس نے حاملہ ہونا نہ کیا تو اگر تین مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے ورنہ طلاق یا نکاح میں دو برس کے اندر ہوگا تو ثابت ہے ورنہ نہیں اور اگر اس نے عدت پوری ہو کر اقرار کیا ہے تو وقت اقرار سے چھ مہینے کے اندر ہوگا تو ثابت ہے ورنہ نہیں اور اگر حاملہ ہونا نہ کیا کی عدت پوری ہوئے کا اقرار کیا بلکہ سکوت کیا تو سکوت کا دعویٰ حکم ہے جو عدت پوری ہونے کے اقرار کا ہے۔ شوہر کے مرنے کے وقت سے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوگا تو نسب ثابت ہے، ورنہ نہیں۔ یہی حکم شوہر کا ہے جبکہ حمل کا اقرار کر لیا ہو اور اگر عورت صغیرہ ہے جس نے حمل کا اقرار کیا، نہ عدت پوری ہونے کا اور اس میں دن سے کم میں پیدا ہوا تو ثابت ہے ورنہ نہیں اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وقت اقرار یعنی چھ مہینے دن سے بعد اگر چھ مہینے کے اندر پیدا ہوا تو ثابت ہے، ورنہ نہیں ہوگا۔ (در مختار، کتاب طلاق، باب ثبوت نسب)

عدت ختم ہونے کا اقرار کرنے کے بعد بچے کی پیدائش کا حکم

(وَإِذَا اعْتَرَفَتْ الْمُعْتَدَّةُ بِانْقِضَاءِ عِدَّتِهَا ثُمَّ جَاءَتْ بِالْوَلَدِ لَاقِلٍ مِنْ سِتَةِ أَشْهُرٍ يَبْتِئُ نَسَبُهُ) لِأَنَّهُ طَهَّرَ كَذِبُهَا بِتَقْيِينِ قَبْطَلِ الْإِفْرَارِ (وَإِنْ جَاءَتْ بِهَ لَيْسَتْ أَشْهَرُ كَمْ يَبْتِئُ) لِأَنَّهُ لَمْ تَعْلَمْ بِطُلَانِ الْإِفْرَارِ لِاحْتِمَالِ الْحُدُوثِ بَعْدَهُ، وَهَذَا اللَّفْظُ بِحِلَاقِهِ يَتَنَاوَلُ

کُلُّ مُعْتَدَةٍ

ترجمہ

اور عدت گزارنے والی عورت اگر عدت پوری ہونے کا اعتقاد کرے اور پھر چھ ماہ سے کم عرصے میں اس کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ عورت کی غلط بیانی ظاہر ہوگئی ہے لہذا اس کا اعتقاد باطل قرار دیا جائے گا۔ اگر وہ چھ مہینے کے بعد بچہ کو جنم دے تو پھر اس بچہ کا نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ ہم اس کے اقرار کے باوجود اس کے علم نہیں رکھتے اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے یہ حمل قرار کرنے کے بعد خیر ہو۔ یہاں پر مشفق طور پر عدت گزارنے والی عورت کا ذکر سوا اس میں ہر قسم کی عدت شامل ہوگی۔

شرح

شیخ غلام الدین حنفی طلیہ ارجمہ لکھتے ہیں۔ کہ وقت نکاح سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں اور چھ مہینے یا زیادہ پر ہوا تو ثابت ہے جبکہ شوہر اقرار کرے یا سکوت اور اگر کہتے ہیں کہ بچہ میری نہ ہو تو ایک عورت کی کہانی سے وراثت ثابت ہو جائیگی اور اگر شوہر نہ کہے کہ جب تو اپنے نکاح کو طلاق دے دے عورت بچہ پیدا ہوا تو یقین کرتی ہے اور شوہر نہ نکارتا ہے تو دوسرا یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوگی جو جن کی ک شادت کا کافی ہے۔ یہی اگر شوہر نے حمل کا اقرار یا گواہی حاصل خاہا تو جب بھی طلاق ثابت ہے اور نسب ثابت ہونے کے لیے فقط جن کی شادت کافی ہے۔ ورا گروا یعنی پیر ہوئے ایک چھ مہینے کے اندر دوسرا چھ مہینے پر یہ چھ مہینے کے بعد تو دونوں میں کسی کا نسب ثابت نہیں۔ نکاح میں چھ ماہ نسب ثابت ہونا کہا جاتا ہے ہاں کچھ یہ ضرور نہیں کہ شوہر دو گے کرے تو نسب ہوگا بلکہ سکوت سے بھی نسب ثابت ہوگا اگر ان کا کرے تو نفی نہ ہوگی جب تک ایمان نہ ہو اور اگر کسی وجہ سے حال نہ ہو سکے جب بھی ثابت ہوگا۔ (عالمگیری کا باب ثبوت نسب)

جب جھوٹ یقین سے ثابت ہو جائے قاعدہ فقہیہ

اذا ظهر كذبه يثبت فبطل الاقرار (ماخوذ من الهدایہ ج ۲ ص ۳۱۱)

جب کسی کا کذب یقین سے ساتھ ظاہر ہو جائے تو اس کا قرار باطل ہو جائے گا۔

بہت سے احکام ہیں جہاں اقرار کو شرط قبول کر لیا جاتا ہے لیکن جب کسی قرار کا جھوٹا ہونا یقین سے ساتھ ظاہر ہو جائے تو اس وقت وہ سابقہ قرار باطل ہو جاتا ہے کیونکہ ظاہر ہونے والی حقیقت ثبوت اقرار سے قوی ہوتا ہے۔

اس کا ثبوت اس حکم سے مستطاب ہے۔

ترجمہ: عمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے۔ (الاحکاف ۱۵)

اس آیت مبارکہ میں جس اور دودھ چھڑانے کی مدت کو بیان کیا گیا ہے جو اڑھائی سال ہے جبکہ دوسری آیت میں دودھ چھڑانے کی

مدت حیض کا تین، یعنی دو ماہ یا بیس گنتی ہے۔

ترجمہ: اور تیس ماہ یا بیس گنتی کو چھ ماہ سے دو ماہ یا دودھ چھڑانے کا تیس ماہ۔ (النفقہ ۲۳۲)

اس سے فقہاء نے یہ سب طے کیا ہے کہ حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ ہے۔ اگر کسی عورت نے یہ اقرار کیا کہ اس کی عدت تین مہینے کے پھر چھ ماہ سے پہلے ہی اس نے بچہ کو جنم دیا تو نسب ثابت ہوگا (حدیث ۳۱۱۱) اس مسئلہ کی دلیل سن کا قاعدہ ہے کہ جب اس کا اقرار اٹھا رہی یقین و دلیل کی وجہ سے باطل ہوا تو اثبات نسب کا حکم بھی ثابت ہو جائے گا۔

اس عرصے وراثت پر بھی عدت سے عورت پر حدیث ثابت ہو جائے گی کیونکہ یہ اس قدر قوی قرینہ ہے کہ وہیں نفی سے بھی یہ نذر کر دیتا ہے۔

عدت گزارنے والی عورت کے ہاں بچہ کی پیدائش کا ثبوت

(وَأَدَاكَ الْمُعْتَدَةُ وَلَكَمْ يَثْبُتُ نَسَبُهُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ إِلَّا أَنْ يَشْهَدَ بَوْلًا ذَهَبًا

رَحْلَانِ أَوْ رَحْلٍ وَأَمَّا نَسَبُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ هُنَاكَ حَيْضٌ ظَاهِرٌ أَوْ اغْتِرَافٌ مِنْ قَبْلِ

الرَّوْحِ قَبْلُ النَّسَبِ مِنْ غَيْرِ شَهَادَةٍ.

وَقَالَ أَبُو يُونُسَ وَمُحَمَّدٌ: يَثْبُتُ فِي الْحَمِيمِ بِشَهَادَةِ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ لِأَنَّ الْفَرَّاشَ

قَالَهُمْ بِقِيَامِ الْعِدَّةِ وَهُوَ مُؤْمَرٌ لِلنَّسَبِ وَالْحَاجَّةُ إِلَى تَعْيِينِ الْوَلَدِ أَنَّهُ مِنْهَا فَيَتَعَيَّنُ

بِشَهَادَتِهَا كَمَا فِي خَالِ قِيَامِ النِّكَاحِ.

وَلَا يَحِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْعِدَّةَ تَنْقُضِي بِإِفْرَاقِهَا بِوَضْعِ الْحَمْلِ، وَالْمُنْقَضَى لَيْسَ بِحُجَّةٍ

فَمَسَّتِ الْحَاجَّةُ إِلَى إِبْهَاتِ النَّسَبِ ابْتِدَاءً فَيُشْتَرَطُ كَمَالُ الْحُجَّةِ بِخِلَافِ مَا إِذَا

كَانَ ظَهَرَ الْحَبْلُ أَوْ بَصُلُوا لِإِغْيَارِثِ مِنَ الزَّوْجِ لِأَنَّ النَّسَبَ ثَابِتٌ قَبْلَ الْوِلَادَةِ

وَالْعَمَلُ يَثْبُتُ بِشَهَادَتِهَا (فَإِنْ كَانَتْ مُعْتَدَةً عَنْ وَقَاةٍ فَصَدَّقَهَا الْوَرْدُ فِي الْوِلَادَةِ

وَلَمْ يَشْهَدْ عَلَى الْوِلَادَةِ أَحَدٌ فَهُوَ ابْنُ أَبِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا) وَهَذَا فِي حَقِّ الْإِرْثِ

ظَاهِرٌ لِأَنَّهُ خَالِصٌ حَقِيقٌ قَبْلُ فِيهِ تَصْدِيقُهُمْ، أَمَّا فِي حَقِّ النَّسَبِ هَلْ يَثْبُتُ فِي

حَقِّ غَيْرِهِمْ.

قَالُوا: إِذَا كَانُوا مِنْ أَهْلِ الشَّهَادَةِ يَثْبُتُ لِقِيَامِ الْحُجَّةِ وَلِهَذَا قِيلَ: تُشْتَرَطُ لَفْظَةُ

الشَّهَادَةُ، وَقِيلَ لَا تَشْعُرُ طَلَّكَ الْقُبُوتُ فِي حَقِّ غَيْرِهِمْ تَبَعَ لِقُبُوتٍ فِي حَقِّهِمْ  
يُاقِرُ اِرْهِمَ، وَمَا كُنْتَ تَبَعًا لَا يُرَاعَى فِيهِ الشَّرُّ لَطُ.

ترجمہ

جب کوئی عدت گزارنے والی عورت بچے کو جنم دے تو اس کا نسب اس شرد پر ثابت ہوگا ایک مرد یا دو عورتیں اس بات کی گواہی دیں البتہ گمطل خیر ہو جائے یا خوشی پر اقرار کرے تو گواہی کے بغیر بھی نسب ثابت ہو جائے گایہ حکم امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے۔ طریقے نے یہ بات بیان کی ہے: تہ مصروف میں ایک عورت کی گواہی سے ہی نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ عدت قائم ہونے کی بنا پر وہ عورت اپنے شوہر کا فراش شہر ہوگی اور نسب کے ثبوت کے لئے فراش کی موجودگی کافی ہے۔ البتہ اس بات کی ضرورت ہوگی کہ اس بچے کو واقعی اس خاتون سے جنم پایا جائے تو اس کے لئے ایک خاتون کی گواہی کافی ہی ہوگی جیسا کہ اس کی موجودگی میں (اس طرح سے) نسب ثابت ہو جائے۔ امام ابوحنیفہ نے یہ دلیل دی ہے: جب خاتون بچے کی پیدائش کو اقرار کرے تو اس کی عدت قتم ہو جائے گی، وگرنہ یہی چیز دیکھ لیں، ہو سکتی ہے بھانڈے سرے سے نسب ثابت کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور اس کے لئے پوری گواہی اور کار ہوگی اس کے برخلاف جب حمل ظہر ہو جائے یا شوہر کی طرف سے اعتراف پایا جائے تو ان صورتوں میں ولادت سے پہلے ہی نسب ثابت ہو گیا ہے البتہ جن کے لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہوگی۔

اگر کوئی عورت عدت وفات گزار رہی ہو (اور دو سال سے پہلے بچے کو جنم دے) اور وہ اس بات کی تصدیق کر دے کہ یہ بچہ اس کے مرحوم شوہر کا ہی ہے اور اس بچے کی پیدائش پر کوئی ایک شخص بھی گواہ نہ ہو تو اس بارے میں اتفاق ہے کہ وہ اس بارے میں مرحوم شوہر کا بیٹا شمار ہوگا۔ درہم بات وراثت کے حق میں ظہر ہوگی، کیونکہ یہ خالص ان کا حق ہے تو ان کا تصدیق کرنا مقبول ہوگا۔ یہاں یہ سوال ہے: وہ اس کے اقرار کے نتیجے میں نسب ثابت ہو اس کے علاوہ دوسروں کے حق میں بھی ثابت ہوگا یا نہیں ہوگا فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: تصدیق کرنے والے دو یا چھ عورتیں جن کی گواہی قابل اعتماد ہو تو سب کے حق میں نسب ثابت ہو جائے گا بشرطیکہ شہادت کے موجود ہونے کے نتیجے میں سب دوسروں کے حق میں بھی حجت ہو جائے۔ بعض فقہاء نے یہ بات بیان کی ہے: شہادت (گواہی) کا لفظ شرط ہے۔ بعض فقہاء نے اسے شرط قرار نہیں دیا ہے۔ دوسروں کے حق میں نسب ثابت ہونا تابع کے طور پر ہے جو چیز تابع کے طور پر ثابت ہوتی ہے اس میں شرائط کا ذکر نہیں رکھا جاتا ہے۔

عدت وفات میں پیدا ہونے والے بچے میں وراثت کی تصدیق

علامہ ابن عابدین آقادی نقلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب عدت وفات میں بچہ پیدا ہوا اور بعض روزے نہ تصدیق کی تو اس کے حق میں نسب ثابت ہوگا پھر اگر یہ وہ ہے اور اس کے ساتھ کسی اور وراثت کا بھی شہادت نہ ہوگی تصدیق کی کہ کسی انجینی کے شہادت دی تو درہم غیر سب کے حق میں نسب ثابت ہوگا یعنی مثلاً اگر اس لڑکے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے لڑاں شخص پر اسے

مرا ہے، زمین میں تو کوئی کھنے کے لیے کسی حاجت نہیں کہ وہ اپنا نسب ثابت کرے اور اگر تہ ایک وارث تصدیق کرتا ہے یا چند ہوں مگر وہ عادل نہ ہوں تو فقہان کے حق میں ثابت ہے اور اس کے حق میں ثابت نہیں یعنی مثلاً اگر دیگر ورثہ اس صورت میں انکار کرتے ہوں تو اولاد ہونے کی وجہ سے ان کے حصوں میں کوئی کمی نہ ہوگی، وراثت اگر تصدیق کریں تو ان کے لیے اقرار کرنے میں لفظ شہادت اور مجلس قاضی وغیرہ پختہ شرط نہیں مگر اور اس کے حق میں ان کا اقرار اس وقت مانا جائیگا جب وہ اس ہوں ہاں اس اس وراثت کے ساتھ کوئی غیر وراثت ہے تو اس کا لفظ یہ کہدینہ کافی نہ ہوگا کہ یہ فساد کا لڑکا ہے بلکہ لفظ عدت اور مجلس حکم وغیرہ وہ سب امور جہاں شہادت میں شرط ہیں اس کے لیے شرط ہیں۔ بچہ پیدا ہوا عورت کتنی ہے کہ نکاح کو چھ مہینے یا زیادہ کا عرصہ گزارا اور مرد کہتا ہے کہ چھ مہینے میں ہوئے تو عورت کو قسم کھلاں، قسم کے ساتھ اس کو قول محتر ہے اور شوہر یا اس کے در شوہاد پیش کرنا چاہیں تو گواہ نہ سے جائیں۔ (مختار فصل فی ثبوت نسب، ج ۵، ص ۲۳۳، بیروت)

شادی کے بعد چھ ماہ سے پہلے بچے کی پیدائش کا حکم

(وَإِذَا تَوَرَّجَ الرَّجُلُ امْرَأَةً لَعَلَّ مِنْ بَيْتِهِ أَشْهُرٌ مِنْهُ يَوْمَ تَوَرَّجَهَا لَمْ يَنْتِ نَسَبُهُ) لِأَنَّ الْعُلُوقَ سَابِقَ عَلَى النِّكَاحِ فَلَا يَكُونُ مِنْهُ (وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ لَيْسَتْ أَشْهُرٌ فَصَاعِدًا يَنْتِ نَسَبُهُ مِنْهُ اعْتَرَفَ بِهِ الرُّوحُ أَوْ سَكَتَ) لِأَنَّ الْفِرَاشَ قَائِمٌ وَالْمُدَّةَ ثَامَةً (فَإِنْ جَحَدَ الرِّوَادَةُ يَنْتِ بِشَهَادَةِ امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ تَشْهَدُ بِالْوَلَادَةِ حَتَّى لَوْ نَفَاهُ الرُّوَجُ يَلَاغِيَنَّ) لِأَنَّ النِّسْبَ يَنْتِ بِالْفِرَاشِ الْقَائِمِ، وَالْيَمَانَ إِنَّمَا يَجِبُ بِالْفُتُفِ وَكَسْرٍ مِنْ صُرُوبِهِ وَجُودَ الْوَلَدِ فَإِنَّهُ يَصْحُ بِدُونِهِ (فَإِنْ وَلَدَتْ ثُمَّ اخْتَلَفَا فَقَالَ الرُّوَجُ: تَوَرَّجْتُكَ مِنْهُ أَرْبَعَةً وَقَالَتْ هِيَ: مُنْذُ بَيْتَةِ أَشْهُرٍ فَلَقُولَ لِقَوْلِهَا وَهُوَ إِنَّهُ) لِأَنَّ الظَّاهِرَ شَاهِدٌ لَهَا فَإِنَّهَا تَلِدُ ظَاهِرًا مِنْ نِكَاحٍ لَا مِنْ سِفَاحٍ وَلَمْ يَكُنْ اِلْتِمَاحًا خِلَافٌ وَهُوَ عَلَى الْإِخْلَافِ.

ترجمہ

اور جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرے اور وہ عورت نکاح کے بعد چھ مہینے گزارنے سے پہلے بچے کو جنم دے تو اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہوگا کیونکہ حمل نکاح سے پہلے نہیں ہو سکتا لہذا وہ شوہر کا لفظ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ چھ ماہ کے بعد یا اس سے زیادہ عرصے کے بعد بچے کو جنم دے تو اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا خواہ وہ مرد اس کا اعتراف کرے یا خاموش رہے کیونکہ



لیکن اگر وہ اس کا اعتراف کرے کہ وہ بچہ اس کا بیٹا ہے، اور نہ کہے کہ وہ بچہ نہ ہے، لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ میرے زنا سے ہی پیدا ہوا ہے تو اس طرح نہ تو نسب ثابت ہوگا اور نہ ہی وہ اس کا وارث بنے گا۔

اور حافظ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے "المعنی" میں ذکر کیا ہے کہ جو مرد عدا کے قول کے مطابق لعان کرنے والی عورت کے بچے کو لعان کرے نہ والا جب اپنے خاندان میں مدعا ہے تو اسے اس کے ساتھ ہی مخلوق کیا جائے گا لیکن دلہن کا زانی سے نفی کرنا جائے گا یعنی جب زانی دلہن کا نواسہ نہ ہو تو اسے زانی کے ساتھ نفی نہیں کیا جائے گا۔

اور راجح تو یہ ہے کہ دلہن کا زانی سے نسب ثابت نہیں ہو سکتا چاہے وہ رانیہ عورت سے شادی کر لے اور شادی کے بعد سے قبل بچہ پیدا ہو یا پھر شادی نہ کرے اور بچہ پیدا ہو جائے تو یہ نسب کے ثبوت کا باعث نہیں لیکن اگر وہ اپنے خاندان میں مدعا ہے تو اور نہ کہے کہ وہ اس کے زنا کا بیٹہ ہے تو اسے اس کا حکام دینا میں اس کو نسب ثابت ہو جائے گا اور اسی طرح اگر وہ زانیہ عورت سے حمل کی حالت میں شادی کرے اور بچہ ہوا ہے تو اسے اس کے ساتھ شادی میں پختہ ہو کر بچہ یا پھر اس کا زانیہ کرے لیکن یہ نہ کہے کہ وہ زنا سے ہے تو اس کا حکام دینا میں اس کا نسب ثابت ہوگا۔ (المعنی فی الکام المرأة 9 / 381)

### بچہ کے نسب الی الودائع بیان

ماہر کرام کا فیصلہ ہے کہ حمل کی کم مدت چھ ماہ ہے، اگر عورت کے ہاں رخصتی اور خاندان کے دخول کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو یہ بچہ خاندان کی طرف منسوب کی جائیگا، اور صرف لعان اور احتمال کی بنا پر بچے کی والدہ کی طرف سے نفی نہیں کی جائیگی کیونکہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے۔

ایک شخص نے عوامی عورت سے شادی کی اور اس کے دخول کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا تو کیا اس بچے کی نسبت والدہ کی طرف کی جائیگی؟

اگر دخول کے چھ ماہ کے بعد چاہے ایک لمحہ بعد ہی بچہ پیدا ہو تو سب آزمائش کا اتفاق ہے کہ بچہ والدہ کی طرف منسوب ہوگا اس طرح کا واقعہ جو فطرت بنی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی پیش آیا اور سب پر کرام نے چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہونے کے امکان استعمال اس فرمان باری تعالیٰ سے کیا: اور اس کا صلہ اور دودھ پھرانے کی مہینہ ماہ ہیں۔ (الاحکام ۱۵۰)

اور اس فرمان باری تعالیٰ سے بھی۔ اور انہیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلانے کی اجازت (۲۳۳) اگر عین مدت رضاعت کی مدت دو برس ہو تو پھر حمل چھ ماہ ہوگا تو اس طرح اس میں کم از کم حمل کو اور رضاعت کی پوری مدت کو جمع کیا گیا ہے حافظ ابن کثیر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مسئلہ پر استنباط کے متعلق کہتے ہیں: یہ ایک قوی استنباط ہے اور عین اولاد۔

کرام کی ایک جماعت نے بھی موافقت کی ہے۔ (تقریر القرآن العظیم 4 / 158)

:"حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے، اور یہ قرآن مجید کی دلالت مقتضی ہے قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اور اس کا صلہ اور دودھ پھرانے کا عرصہ مہینہ ماہ ہے، اور یہ فرمان: اور اس کا دودھ پھرانے دو برسوں میں۔

جب ہم دودھ پھرانے کی ضرورت برسر لینے ہیں تو حمل کے لیے باقی چھ ماہ رہ جاتے ہیں، اور یہ واضح ہے۔

### لعان و حلف میں فقہی اختلاف کا بیان

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: چھ ماہ گزرنے کے بعد یا اس سے زیادہ مدت گزرنے کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے اور شوہر اس کی پیدائش سے انکار کرتا ہے تو بچے کی پیدائش کے لیے ایک ایسی عورت کی گواہی کافی ہوگی جو پیدائش کے وقت بچے کی من کے پاس ہو، جو جرح اس کے ہے یا نہ کسی اضافی گواہ کی ضرورت نہیں ہوگی، لیکن اگر اس کے ہاں جو شوہر بچے کی اپنی اولاد ہونے کی نفی کرتا ہے تو اس صورت میں اس پر لعان کرنا واجب ہو جائے گا اس کی وجہ یہ ہے: جب فراش درست ہے تو نسب کے ثبوت کے لیے کسی مزید عورت کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن کیونکہ شوہر نے انکار کر دیا ہے تو اس پر انکار کے نتیجے میں اس پر لعان کا لازم ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے: بچے کے نسب کا انکار کر کے شوہر نے براہ راست عورت پر زنا کا الزام لگا دیا ہے اور اس وجہ سے لعان کا لازم ہو جاتا ہے۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ شادی کرتا ہے اور پھر عورت بچے کو حمل دیتی ہے اور پھر عین بیوی کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہو جاتا ہے شوہر یہ کہتا ہے میں نے چارہ پہلے تمہارے ساتھ شادی کی تھی جبکہ عورت یہ کہتی ہے تم نے چھ ماہ پہلے شادی کی تھی تو اس بارے میں عورت کا قول معتبر ہوگا اور وہ بچہ اس شخص کی اولاد ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے: ظاہری صورت حال عورت کے قول میں گواہی دے رہی ہے کیونکہ خاتون یہ کہتی ہے عورت نے نکاح کے نتیجے میں بچے کو حمل دیا ہوگا نہ کہ اس کے نتیجے میں حمل نہیں دیا ہوگا۔

یہاں مصنف نے یہ بات واضح کی ہے: امام محمد رحمہ اللہ نے یہ بات ذکر نہیں کر اس بارے میں کسی سے قسم کی جائے گی حالانکہ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف یہ جاتا ہے، یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک شخص میں یا چارے گا جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک اس سے حلف لیا جائے گا۔

بچے کی پیدائش کے ساتھ طلاق مشروطہ کرنے کا حکم

﴿وَأَن قَالَا لَمَّا تَرَاهُ إِذَا وَكَلَتْ وَلَكِنَّا قَاتِلٌ فَشَهِدَتْ أُمُّهُ عَلَى الْوَلَدَةِ لَمْ تَطْلُقْ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ. وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ: تَطْلُقُ لِأَنَّ شَهَادَتَهَا حُجَّةٌ فِي ذَلِكَ.

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (شَهَادَةُ النِّسَاءِ جَائِزَةٌ فِيمَا لَا يَسْتَطِيعُ الرَّجُلُ النَّظَرَ إِلَيْهِ) وَلَا تَهَا لَمَّا قِيلَتْ فِي الْوَلَدَةِ تَقْبَلُ فِيمَا يَمْتَنِي عَلَيْهَا وَهُوَ الطَّلَاقُ وَلَا يَنْبِي



حَبِطَةً اَنْهَا اَدْعَتْ الْحَيْضَ فَلَا يَنْسُقُ اِلَّا بِحُجَّةٍ تَامَةٍ، وَهَذَا لِانَّ شَهَادَتَهُنَّ صَرُورَةً فِي حَقِّ الْوِلَادَةِ فَلَا تَطْهَرُ فِي حَقِّ الطَّلَاقِ لِانَّهُ يَنْقُضُ عَنْهَا (وَإِنْ كَانَ الزَّوْجُ قَدْ اَقْرَبَ بِالسَّحْلِ طَلَّقَتْ مِنْ غَيْرِ شَهَادَةِ عَدْلٍ اَبَى حَيْفَةً وَعِنْدَهُمَا تَشْتَرَطُ شَهَادَةُ الْقَائِلَةِ) لِانَّهُ لَا بُدَّ مِنْ حُجَّةٍ لَدَعْوَاهَا الْحَيْضَ، وَشَهَادَتُهَا حُجَّةٌ فِيهِ عَلَيَّ مَا بَيَّنَّا. وَلَمْ اَنْ الْاِقْرَارَ بِالسَّحْلِ اِقْرَارًا بِمَا يَفْصِلُ اَيْنَهُ وَهُوَ الْوِلَادَةُ، وَلِانَّهُ اَقْرَبُ بِحُكْمِنَا مُؤْتَمَةً فَيُفْضَلُ قَوْلُهَا فِي رَدِّ الْاَمَانَةِ.

ترجمہ

اور جب کوئی شخص بی بی کی کہے کہ تہہ رے ہاں بچے کی پیدائش ہو تو ہمیں طلاق ہے اور عورت نے اس کے بچے کی پیدائش کی گواہی دیدی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک طلاق نہیں ہوگی، بلکہ صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی۔ صاحبین نے یہ دلیل دی ہے کہ بچے کی پیدائش کے بارے میں ایک خاتون کی گواہی اثر انداز ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے "اور امور جن کا مردوں کو دیکھنا پڑتا نہیں ہے اس بارے میں خواتین کی گواہی پڑ ہوگی"۔ صاحبین نے یہ دلیل بھی دی ہے کہ جب بچے کی پیدائش کے بارے میں خاتون کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے تو ان امور کے بارے میں بھی قبول کی جائے گی جو پیدائش سے متعلق ہوں اور زیر بحث صورت میں طلاق بھی اسی پیدائش سے متعلق ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے اس خاتون کے شوہر نے نہ نث ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دعویٰ نہیں شرک گواہی کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ بچے کی پیدائش کے مسئلے میں عورت کی گواہی ضرورت کی وجہ سے پڑ ہوتی ہے، لیکن اس کا اثر طلاق کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا چونکہ طلاق تو پیدائش کے علاوہ بھی دی جاسکتی ہے، اگر شوہر مسلسل ٹھہرنے کا اقرار کر چکا ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی گواہی کے بغیر طلاق واقع ہو جائے گی۔

صاحبین کے نزدیک یہاں بھی ایک خاتون کی گواہی شرط ہوگی، کیونکہ قسم توڑنے کا دعویٰ کرنے کے لئے شرعی شہادت کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ ہم پہلے یہ بات بیان کر چکے ہیں اور اس بارے میں خاتون کی گواہی کافی ہوگی۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے عورت کے مدعی ہونے کا اقرار ایسی چیز کا اقرار ہے جو اس محل کا نتیجہ ہو اور وہ بچے کی پیدائش ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے شوہر نے بی بی کے اہتمام ہونے کا اقرار کر لیا ہے تو اب نہ واپس کرنے میں عورت کا قول معتبر ہوگا۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کس شخص نے اپنی عورت سے کہا اگر تو نے تو مجھ کو طلاق ہے اس کے بچہ پید ہوا طلاق ہوگی مجھ پر، مینے یا نہ دیں اور اس پر پید ہوا تو رجعت ہوگی اگرچہ دوسرا دوسرے سے زیادہ میں پید ہوا کہ اکثر مدت محل

اور اس سے اور اس صورت میں مدت جنس سے تو ہو سکتا ہے کہ زیادہ یا دونوں کے بعد جنس، یا اور مدت قسم ہوتے ہیں بشرط شوہر نے بھی کہہ دیا اگر عورت رجعت کرنے کا اقرار کر چکی ہو تو مجبور ہے۔ اور اگر دوسرا بچہ پہلے سے چھ مہینے سے کم میں پید ہوا تو بچہ پید ہونے کے بعد رجعت نہیں۔ (روایت کتاب طلاق)

دو مسائل جن میں صرف عورت ہی کی گواہی معتبر ہے

دو مسائل جن سے مرد کا گواہ نہیں ہو سکتا ان میں صرف عورت ہی کی گواہی معتبر ہوگی چاہے گواہی دینے والی ایک ہی عورت ہو تصور شہادۃ المرأة الواحد فیما لا یطلع علیہ الرجل۔ جن امور سے مرد مطلع نہیں ہو سکتا ان میں ایک عورت کی گواہی معتبر ہوگی۔ (عبدالرزاق، المصنف، 484، 7، 13978)

تصور شہادۃ المرأة الواحدة فی الوضاع۔ بچے کی رضاعت میں ایک عورت کی گواہی بھی معتبر ہے۔ عبد الرزاق، المصنف، 335، 8، 15408

و یقبل فی الولادة والکسارۃ والعیوب بالنساء فی موضع لا یطلع علیہ الرجال شہادۃ امرأة واحد۔ ولادت اور عورتوں کے وہ معاملات جن سے مرد کا گواہ نہیں ہو سکتا وہاں ایک عورت کی گواہی قبول کی جائے گی۔ (مروغیانی، ہدایہ، 154، 2)

بہم بیان من معات اور مسل کو بیان کریں گے جن میں مردوں کی گواہی معتبر نہیں، بلکہ صرف عورت کی گواہی معتبر ہے ان مسائل میں علماء کا اتفاق ہے اور کوئی اختلاف رائے نہیں پائی جاتی۔

ولادت اور بچے کے رونے پر گواہی

اگر بچہ کی ولادت اور بچے کے رونے کے سسٹے میں کوئی نزاع واقع ہو جائے تو یہاں صرف عورت کی گواہی معتبر ہوگی مرد کی نہیں اس لئے کہ ان امور میں سے بچہ پر اکثر اوقات مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔ اس معاملے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلیلی گواہی یا زکوٰۃ ارادی ہے۔

رضاعت پر عورت کی گواہی کا بیان

ای طرح اگر رضاعت کے معاملے پر اختلاف ہو جائے اور معاملہ قاضی تک پہنچ جائے تو عورت کو یہ حق ہے کہ وہ گواہی دے کیونکہ یہ وہ مسئلہ ہے جو عورت کے ساتھ خاص ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کی شہادت گواہی قبول کی جائے گی۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچوں کو اپنی اہلبیت کا کھانا کرایا تو سودا، نوکری کے آکر کھائے، ان دونوں کو میں نے دودھ پلایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وہم نے ارشاد فرمایا۔

کیف وقد قبل فلفها ومکحت روح عبودہ۔ نکاح کیے (قائم رہ سکتا ہے) اور گواہی دینی گئی ہے۔ تو مقربین سے سے تندرستی اختیار کر لی اور بنت الہی آپ نے کسی اور سے نکاح کر لیا۔ (بخاری، 934 : 2، رقم 2497)

ماہواری پر عورت کی گواہی کا بیان

ماہواری (ضلع) کے کسی بھی اہل خاندان پر بھی گواہی عورت ہی دے سکتی ہے۔ اسلام میں عورتوں کے حقوق اور عزت و احترام کے ساتھ رکھنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی تہذیب کے اس مرحلے پر جب عورت کو جانوروں سے بھی بہتر تصور کیا جاتا تھا۔ اور کسی عزت و تکریم کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو وہ حقوق عطا فرمائے جس سے اسے تقدس اور احترام میں پہنچی سبھی معاشرتی مقام غیب ہوا۔ اور آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی یہ صرف مسلم کا عطا کردہ ضابطہ حیات ہے جب عورت کو تکریم اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت میسر آ سکتی ہے۔

معلق بہ دول سے متعلق طلاق احناف کا اختلاف

بیہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ جو شخص اپنی بیوی کو یہ کہتا ہے تم نے بچہ کو ختم دیا تو تمہیں طلاق ہے اور پھر ایک عورت اس بات کی گواہی دیتی ہے وہ عورت بچہ کو ختم دے چکی ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس شخص کی بیوی کو طلاق نہیں ہوگی۔ امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہا یہ موقف اختیار کرتے ہیں: عورت کو طلاق ہو جائے گی کیونکہ ایسی صورت حال میں دوسری عورت کی گواہی ثبوت کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہا اپنے موقف کی تائید میں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں ”جس صورت حال کو مرد دیکھ سکتے ہوں اس بارے میں عورت کی گواہی درست ہوتی ہے۔“

صالحین نے اپنے موقف کی تائید میں دوسری دلیل یہ پیش کی ہے جب بچہ کی پیدائش میں ایسی عورت کی گواہی قبول کی جا سکتی ہے تو اس بارے میں بھی قبول کی جائے گی جس حکم کی بنیاد دیکھ کر پیدائش پر ہوا اور وہ حکم طلاق ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اس بات کے قائل ہیں: عورت نے یہاں حاشہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس لیے اس کے لیے مکمل شرک گواہی درکار ہوگی۔

مصنف نے اس مسئلے کی حکمت یہ بیان کی ہے بچہ کی پیدائش کے بارے میں صرف عورتوں کی گواہی کو قبول کرنا مجبوری کی وجہ سے ہے لیکن یہ مجبوری طلاق دینے کے حق میں ظہر نہیں ہوتی ہے کیونکہ طلاق گواہی کے بغیر بھی ہو سکتی ہے اسی طرح طلاق بچہ کی پیدائش کے علاوہ بھی ہو سکتی ہے۔

بیہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اگر شوہر عورت کے حمل ہونے کا اقرار کرتا ہے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ

کے نزدیک گواہی کے بغیر عورت کو طلاق ہو جائے گی جبکہ صالحین اس بات کے قائل ہیں یہاں یہ بات شرط ہوگی بچہ کی پیدائش کے وقت کوئی عورت موجود ہو اور اس بات کی گواہی دے کہ اس نے گواہی عورت نے ختم دیا ہے۔

ان حضرات نے اس بات کی دلیل یہ دی ہے جب عورت نے قسم توڑنے کا دعویٰ کیا تو اس کے لیے ثبوت ضروری ہے اور اس بارے میں ثبوت اس عورت کی گواہی ہوگی جو بچہ کی پیدائش کے وقت وہاں موجود ہوگی جیسا کہ اس بارے میں پہلے بیان کر چکے تھے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اپنے موقف کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں حمل ہونے کا اقرار اس بات کا اقرار ہے کہ جو اس حمل کے نتیجے میں سامنے آئے گی اور جب شوہر بیوی کے امانت دار ہونے کا اقرار کر لیتا ہے یعنی اس کے حمل ہونے کا اقرار کر لیتا ہے تو اس بات کی واپسی کے نتیجے میں بھی عورت کے قول کو قبول کیا جائے گا اس کا مطلب یہ ہے جب شوہر نے یہ اقرار کر لیا کہ عورت حاملہ ہے تو یہ بات ہے اس عورت نے اس حمل کو ختم دیا ہے تو اب واسطہ طور پر شوہر جب حمل کے بارے میں عورت کو کچھ قرار دے یا بے تو حمل کی پیدائش کے بارے میں بھی وہ اس کو کچھ قرار دے گا حمل چونکہ عورت کے پاس شوہر کی امانت ہوتا ہے تو اس بارے میں جب عورت کو کچھ قرار دے رہا ہے تو اس کی واپسی یعنی بچہ کی پیدائش میں شوہر اس کی بات کی تصدیق کر دے گا لہذا عورت کا قول یہی کافی اضافی گواہی کے بغیر قابل قبول ہوگا۔

گواہی کیلئے شرائط کا فقہی بیان

علمائے امت نے اعدادیث اور قیاس کی روشنی میں گواہ کی کچھ شرطیں بتائی ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) شہد گواہ، (۲) آزاد ہو، غلام نہ ہو۔ (۳) بالغ ہو۔

مسلمان ہو، جیسا کہ منکرین پر کلمہ سے سمجھا جاتا ہے۔ کافر نہ ہو، البتہ کافرستان کی گواہی کافرستان پر درست ہو سکتی ہے نہ کہ مسلمان پر۔ واضح رہے کہ مندرجہ بالا تینوں شرطیں بھی باتوں کی گواہی میں مستحب ہیں جو دین سے متعلق ہیں اور معاملات میں تو صرف بالاعتبار تینوں کو قبول سمجھنا ہوگا اور آزاد ہو یا غلام، کافر ہو یا مسلم، عقیدہ تیز والا یا لاکڑا لپکے کے معاملات کثیر الاتوقع ہیں۔ چنانچہ ہدایہ کتاب منکر ابیہ میں لکھا ہے۔

ورسقل فی المعاملات قول الفاسق ولا یقبل فی المبادیات الا قول العدل ووجه الفرق ان المعاملات یکتو وجودھا فیما بین الناس فلنوشطنا شروطاً زائداً یدوی الی الحرج لیقبل قول الواحد فیھا عدلاً کان او لفساقاً کان او مسلماً عیداً کان او حراً ذکراً کان او انثی دھلاً للحر۔

معاملات کی مثال شراء، اذن تجارت اور وکیل بناؤ وغیرہ اور دیانات کی مثال نجات آپ کی خبر دینا یا اور کوئی حل و حرمت کے تحقق خورد غنا۔

(۴) عدل ہو فاسق نہ ہو۔ (۵) جس چیز کی گواہی دے رہا ہو اس کو خوب پتا ہو۔ (۶) اس گواہی سے اس کا کوئی نفع نہ ہو۔

(۷) اس سے کسی کوئی حضرت دفع نہ ہو۔ (۸) خط اور نسخے میں مشہور نہ ہو۔ (۹) بے صورت اور پائی نہ ہو۔ (۱۰) بکر، مکر، عادت نہ ہو۔

مذکورہ حدیث کے دیگر ایسے ہوں تو اس سے ایک مرد اور دو عورتوں کا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ جو تکلیف ہے کہ مرد سے حدیث کا انتخاب نہ ہو، وہاں دو عورتوں سے بھی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت میں موجود ہوں۔ اس لیے یہ صحیح ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں کا انتخاب کر کے اس سے یہ معلوم ہوا کہ دو عورتوں کی واثق ایک مرد کے برابر ہے۔ مرد کے بغیر صرف ایک عورت کی یا بھی کسی بڑھئیوں سے اس وحدت کے جن پر عورت کے علاوہ کوئی اور عمل نہیں ہو کر حدیث کی بابت، اولاد اور عورتوں کے خاص کیوں وغیرہ اس امر میں اختلاف ہے کہ حدیث کی ایک قسم کے ساتھ دو عورتوں کو ایسی پر فیصلہ کرنا چاہئے ہے یا ناچ کر؟ جس طرح ایک مرد گواہ کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے تو بے حدیث کہ وہ مرد گواہ کی حدیث کو نہ سمجھے۔ فقہاء اختلاف کے نزدیک یہ کرنا ہی نہیں جب کھد تین اس سے قائل ہیں۔

عورت کیلئے دو کے علاوہ حکمت و علت

ان نصل احمدہما فنذكر احمدہما علی الاخری یہ آیت ایک مرد سے متابہ میں دو عورتوں کو مقرر کرنے کی حدیث و حکمت ہے۔

حمل کی زیادہ سے زیادہ اور کم از کم حد کا بیان

قَالَ (وَكَثُرَ مَذَّةُ الْحُمْلِ سِتَانِ لِقَوْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا الْوَلَدُ لَا يَنْفِي فِي الْطَّنِ أَكْثَرُ مِنْ سِتَيْنِ وَلَوْ بَطِلَ مَغْزِلٌ<sup>(۱)</sup> (وَافَلَّهُ سِتَّةُ أَشْهُرٍ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَحُمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا) ثُمَّ قَالَ (وَفِصَالُهُ فِي عَمَيْنِ) فَبَيَّنَ لِلْحَمْلِ سِتَّةَ أَشْهُرٍ وَالشَّاهِدِيُّ يَقُولُ الْأَكْثَرُ بَارِعَ سِتِينَ، وَالْحُجَّةُ عَلَيْهِ مَا رَوَيْنَاهُ، وَالطَّاهِرُ أَنَّهُ قَالَتْهُ سِتْمَا عَادَ الْعَقْلُ لَا يَهْتَدِي إِلَيْهِ ۱

ترجمہ

فردی و اس کی زیادہ سے زیادہ حد دو سال ہے اس کی دلیل یہ ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول۔ "بچہ دو سال سے زیادہ عرصہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا خواہ نکلے کے ساتھ کی ہی طرح کیوں نہ ہو"۔ حمل کی کم از کم حد چھ ماہ ہے۔ حدیث میں نے رد فرمایا ہے۔ "ان کا حمل اور دو سال چھ ماہ تک نہیں ہوگا"۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔ "ان

"بچہ چھ ماہ دو سال میں ہوگا"۔ تو حمل کی مدت چھ ماہ تک باقی رہ جائے گی۔ امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے۔ ہمارے پیش کردہ روایت امام شافعی کے خلاف ہے۔ یہ بھی بات ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی ارشاد فرمائی ہوگی کیونکہ یہ موطر پر ہے امور کے بارے میں پر محض اللہ زبے کی پیروی پر بات نہیں کی جا سکتی۔

حمل کی مدت کا فقہی بیان

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحُمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَتِي وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَاصْلِحْ لِي فِى ذُرِّيَّتِي اِنِّى نَسِيتُ اَلَيْكَ وَالِىَّ مِنَ الْمُنْذِرِينَ (الاحقاف، ۱۵)

اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔ اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور بھی اس کو تکلیف سے اور سے اٹھائے پھر تا اور اس کا دودھ پھر تا تیس مہینے میں ہے۔ یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہنچا۔ اور چھ ماہ برس کا ہوا۔ عرض کیا اسے میرے دپ میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی۔ اور میں دو کام کروں جو تجھے پسند آئے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح رکھ۔ میں تیری طرف رجوع پایا۔ اور میں مسکن ہوں۔

"اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اقل مدت یہ حمل چھ ماہ ہے کیونکہ جب دودھ چھڑنے کی مدت دو سال ہوئی جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "خو کون کا طبعی"۔ تو حمل کے لئے چھ ماہ باقی رہے، یہی قول ہے امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا اور حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس آیت سے رضاع کی مدت دو سال ثابت ہوتی ہے۔ مسئلہ کی فصل مع دارکن ٹپ اصل میں مذکور ہیں۔ (خزانة العرفان) ۱۰۰

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔

یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے انسان کو حکم کیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کروان سے تو اس سے پیش گوئی ہو کہ دوسری کسی حدیث کے حضرت سعد کی والدہ نے آپ سے کہا کہ کیا ماں باپ کی اطاعت کا حکم اللہ نہیں؟ اس میں شک نہ تھا اس کی نہ پائی ہوں نہ جب تک تو اللہ کے ساتھ کفر نہ کر حضرت سعد کے انکار پر اس نے یہی کیا کہ کھانا چھڑا دیا یہاں تک کہ لکڑی سے اس کا منہ کھول کر جبرانی وغیرہ چھوڑا دیتے اس پر یہ آیت اتری یہ حدیث مسموم شریف وغیرہ میں بھی ہے ماں نے حالت حمل میں کسی بچہ تکلیفیں برداشت کی ہیں؟ اس طرح بچہ ہونے کے وقت کسی کسی مصیبتوں کا وہ حکم کیا ہے؟ حضرت علی کریم اللہ وجہ نے اس آیت

سیر کے ساتھ شادی کر کے اُسے خریدتے اُس کے ہاں بچے کی پیدائش کا حکم

مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَلَقَّهَا ثُمَّ اشْتَرَاهَا، فَإِنْ جَاءَتْ بِوَلَدٍ لِأَقْلٍ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مُنْذُ يَوْمِ  
اشْتَرَاهَا لِرَمَةٍ وَلَا تَلَمْ يَلْزَمُهُ، لِأَنَّهُ فِي الْوَجْهِ الْأَوَّلِ وَلَدَ الْمُعْتَدَةِ فَإِنَّ الْعُلُوقَ سَابِقَ  
عَلَى الْبِشْرَاءِ، وَفِي الْوَجْهِ الثَّانِي وَلَدَ الْمَمْلُوكَةِ لِأَنَّهُ يَصُفُّ الْحَادِثَ إِلَى أَقْرَبِ  
وَقَبِهِ فَلَا يَلْزَمُ دَعْوَةً، وَهَذَا إِذَا كَانَ الطَّلَاقُ وَاحِدًا بِلَا نِهَايَةٍ أَوْ خُلْعًا أَوْ رَجْعًا، أَمَّا إِذَا  
كَانَ الثَّانِي يَبْتُ السَّبَّ إِلَى سَتَيْنِ مِنْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لِأَنَّهَُا حَرُمَتْ عَلَيْهِ حُرْمَةً  
غَلِيظَةً فَلَا يَصُفُّ الْعُلُوقَ إِلَّا إِلَى مَا قَبْلَهُ، لِأَنَّهُ لَا تَحِلُّ بِالْبِشْرَاءِ.

(وَمَنْ قَالَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَهُوَ عَلَىٰ عِدَّتِي فَسُحْرَتُهُ عَلَىٰ الْوِلَادَةِ أَمْرَةً قِيَّتِي أُمُّ وَلَدِهِ) لِأَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى تَعْيِينِ الْوَلَدِ، وَيُبَيِّنُ ذَلِكَ بِشَهَادَةِ الْقَائِلَةِ بِالْإِجْمَاعِ.

ترجمہ

اور شخص کسی کینسر کے ساتھ نکاح کر لے اور پھر اسے طلاق دیدے اور پھر اسے خرید لے۔ اب اس کینسر کے ہاں خریدنے سے چھ ماہ پہلے کی چیز آئیں ہو جائے تو وہ اس مرد کا تار ہوگا ورنہ اس کے ذمے کوئی نہیں آئے گا پہلی صورت کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے نکاح کے بعد اپنے شوهر کو کینسر کا شکار نہیں بننے سے پہلے ہی نکاح ختم کر دیا تھا۔

دوسری صورت میں صحت گزار کے ان کوٹ کا پتہ رکھنا ضروری ہے۔ یہ وقت کی نسبت قریب ترین وقت کی طرف ہوگی تو اس صورت میں مہولی کہنا ضروری ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے جب کینسر کو ایک یا چند راجع حلاق دی گئی ہو یا قطع کیا گیا ہو لیکن اگر وہ علاقہ قس دی گئی ہو تو وقت طلاق سے دو برس تک ناسب ہوگا کیونکہ وہ علاقوں کی صورت میں وہ کینسر شہر کے قس میں حرمت غلطیہ کے تحت حرام ہو جاتی ہے اس لئے اصل مضرہ ناطق ہے کہ پہلی وقت کی طرف منسوب ہوگا کیونکہ کرنے کے بعد سے یہ کینسر اس کے لئے خطر نہیں ہو سکتا ایک شخص اپنی کینسر سے کہتا ہے: اگر تمہارے پیٹ میں بچہ ہوگا تو وہ مجھ سے ہوگا۔ پھر ایک گورت بچے کی پیدائش کی گواہی دے جاتی ہے تو یہ کینسر اس ام ولد میں جائے گی۔ کیونکہ اس صورت میں بچے کی تعین کی ضرورت تھی اور یہ تعین اتفاقاً طور پر ایک ماہ کی شہادت سے پوری ہو جائے گی۔

سے اور اس کے ساتھ سوزہ اتھان کی آیت (وفصالہ فی عامین) اور الشرح وعل کرمان آیت (والوالدات یحقرن  
اولادھن حولین کاملین لمس اراد ان یم الربعه) یعنی: تمہیں اپنے بچوں کو دو سال کا دل دھو، چار مہینے کے  
جودھ دے، پلے کے مدت پوری کرتا چلے مل کر استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم ہے کہ مدت چھ ماہ ہے۔ یہ استدلال بہت قوی اور باطل  
صحیح ہے۔

حضرت عثمانؓ اور ہر کسی پر کم کی بات تھی اس کی تائید کی ہے حضرت عمر بن عبداللہؓ بھی فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے ایک شخص نے جینیہ کی ایک عورت سے نکاح کیا ہے جیسے چارے ہوتے ہی اسے بچہ دودھ ہوا اس کے خاوند نے حضرت عثمانؓ سے ذکر کیا آپ نے اس عورت کو پاس آئی بیچیدہ تیار ہو کر آئی تھی تو ان کی بہن نے گریہ و زاری شروع کر دی اس یوزی صاحبہؓ نے بہن کو تسکین دی اور فرمایا کہیں روٹی ہوائے کشم اس کی مخلوق میں سے کسی سے میں نہیں میں نے بھی کوئی راضی نہیں کیا تو کچھ اندھا گھبراہٹ سے میرے بارے میں کیا ہوتا ہے۔ جب حضرت عثمانؓ کے پاس یہ آئیں تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت علیؓ کی بات معلوم ہوئی تو آپ نے غلطیۃً المسلمین سے دریافت کیا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ عورت کو نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچہ ہوا ہے جو نامکمل ہے۔ یہ سن کر علیؓ مرتضیٰ نے فرمایا کیا آپ نے قرآن میں پڑھا؟ فرمایا پڑھا ہے فرمایا کیا یہ نہیں پڑھی؟ (وہ حملہ و فسادات فتنوں شہرا) اور ساتھ ہی یہ آیت بھی (حولین کاملین) (نہ مہر نہ حمل اور مدت دودھ پلانی دونوں کے مل کر تین مہینے اور اس میں سے جب دودھ چھائی کی کل مدت دوسال کے چوتھیں وضع کرنے جائیں تو باقی چھ مہینے رواج سے ہیں تو قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور اس یوزی صاحبہؓ کو بھی آیت میں بیچیدہ بچہ اس پر نہانا کا لازم کیسے قائم کر رہے ہیں؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا واللہ یہ بات بہت ٹھیک ہے انفسوس یہ ایشیال نے عمرؓ اس شخصؓ میں لگا دیا اس عورت کو لے آؤ پس لوگوں نے اس عورت کو اس حد پر لے کر اسے فراغت ہو چکی تھی۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں واللہ ایک کو دوسرے کو سے اسے اور ایک اعضا دوسرے اعضے سے بھی اتنا مشابہ نہیں ہوتا جتنا عورت کا یہ پچھلے پچھلے سے مشابہ تھا خود اس کے دام نہ بھی اسے دیکھ کر کہہ سکتے تھے کہ اس کا بچہ کے بارے میں مجھے اب کوئی شک نہیں رہا اور اسے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے ساتھ پہلا کیا جو اس کے چہرے پر تھا وہی اسے گھلوا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا (انہر) (انی) (قرم)

حالت حمل کے دھکے در دھکی جا کر سب کا معصوم ہے پھر دوسرا تک اسے دودھ پانی رہتی ہے اور اس کی پرورش میں لگ جاتا ہے۔ چنانچہ آراء میں سے (۱) والوالدات یرضعن الاولادھن حولین کاملین لمن اودان یتیم الرضاعة (الح) جو لوگ اپنی اولاد کو پرہا پر اور دودھ پلاتا چاہے ان کے لئے آخری انتہائی سبب یہ ہے کہ دوسرا تک اس کی بچوں کو ان بچوں کو ان کی دودھ پلاتی ہیں۔ چونکہ ایک آراء میں سے فرمایا گیا ہے (و حملہ و فصالہ ثلاثون شهرا) یعنی حمل و دودھ چھ ماہ تک تھیں۔ اس لئے حضرت ابن عباس اور دوسرے بڑے عالموں نے استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہے۔

باندی کے بچے کا نسب اقرار سے ثابت ہونے کا بیان

علامہ ابن عابدین آنکھ کی غشی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی کنیز سے دلی کرتا ہے اور بچہ پیدا ہوتا تو اس کا نسب اس وقت ثابت ہوگا کہ یہ اقرار کرے کہ میرا بچہ ہے اور وہ لونڈی ام ولد ہوگی اس کے بعد جو بچہ پیدا ہوئے اس میں اقرار کی وجہ نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ کوئی شخص جو بچہ پیدا ہو جائے گا مگر کسی سے اس وقت منگی ہوگا کہ زیادہ زمانہ نہ گزرا ہو نہ کسی نے اس کے نسب کا حکم دیا ہو اور ان میں کوئی بات پائی گئی تو دل نہیں ہو سکتی۔ اور وہ برہ کے بچہ کا نسب بھی اقرار سے ثابت ہوگا۔ لیکن وہ بچہ کے بچہ کا نسب ثابت ہونے کے لیے اقرار کی وجہ نہیں بلکہ نکاح کی صورت میں اقرار کرنا ہوگا اور جہاں اعلان نہیں وہاں انکار سے بھی کام نہ لیے گا۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۱، بیروت)

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی کنیز کے ساتھ شادی کرے اور پھر محبت کرنے کے بعد اسے صدقہ دیدتا ہے پھر اس کے بعد وہ اس کی کنیز کو اس کے مکہ سے خرید لیتا ہے اب اگر وہ کنیز اس شخص سے خریدنے کے بعد چھ ماہ گزرنے سے پہلے بچہ کو جنم دیتی ہے تو اب اس خریدار کے لیے اس بچے کے نسب کو قبول کرنا لازم ہوگا لیکن اگر وہ چھ ماہ گزرنے کے بعد بچہ کو جنم دیتی ہے تو اب اس خریدار پر اس بچے کے نسب کا اختیار نہ رہتا۔ زمینیں ہوگا۔

یہاں دو صورتیں ہیں جن میں سے پہلی صورت کی دلیل یہ ہے اگر اس عورت نے چھ ماہ سے کم عرصے میں بچہ کو جنم دیا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی یہ شخص اس عورت کے بیٹے میں اس شخص کی کنیز کو خریدنے سے پہلے قرار پا چکا تھا اب اس شخص سے پہلے کیونکہ وہ عورت عدت کی حالت میں تھی تو وہ بچہ عدت گزارنے والی عورت کا بچہ ہوگا اور اس لیے یہ عورت اس بچے کے نسب کو قبول کرے۔ جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے منی جب وہ عورت چھ ماہ گزرنے کے بعد بچہ کو جنم دیتی ہے تو اس صورت میں یہ بات لازم آئے گی شوہر کے اس عورت کو خریدنے کے بعد ملک یحییٰ کی حالت میں وہ نصف قرار پائے اور کیونکہ وہ اس کی کنیز کا بچہ بنے اس لیے اصول یہ ہے کہ بھی پیش آنے والے دس دنوں کے بعد اس وقت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور جب کوئی کنیز کسی کی ملکیت ہو تو اس کے بچے کا نسب مالک کے دعوے کے بغیر ثابت نہیں ہوتا اس لیے یہاں ہم نے یہ حکم دیا ہے اس شخص کا دعویٰ کرنا ضروری ہو گا۔

یہ تمام احکام اس صورت میں ہوں گے جب اس کنیز کو ایک یا کچھ یا ایک رجعی طلاق دی گئی ہو یا اس کنیز نے طلع حاصل کر لیا ہو لیکن اگر شوہر نے اس سے دو طلاق دی ہوں تو کیونکہ کنیز کو دو طلاق دی جاسکتی ہیں اس لیے طلاق ہونے کے وقت تک کے بعد سے دو سال گزرنے تک اس کنیز کے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ دو طلاق ہوجانے کے نتیجے میں وہ کنیز حرمت خطیہ کے طور پر شوہر سے ملحدہ ہو جائے گی اور اب شوہر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس کنیز کے ساتھ محبت کر سکے نہ تو دو طلاق کے بعد اس سے اس کے ساتھ محبت کر سکتا ہے اور نہ ہی ملک یحییٰ کے اعتبار سے محبت کر سکتا ہے اس لیے اب طلاق ہوجانے کے بعد کے دینی طرف

اس خطے منسوب نہیں کیا جاسکتا بلکہ اسے طلاق ہونے سے پہلے کی طرف منسوب کیا جائے گا اور طلاق ہوجانے کے بعد دوسرے گزرنے سے پہلے اگر وہ عورت بچہ کو جنم دیتی ہے تو اس کا نسب اس کے سابقہ شوہر سے ثابت ہو جائے گا۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اگر کوئی آقا یا کنیز سے کہتے ہیں کہ تمہارے بیٹے میں بچہ موجود ہے تو میرا نصف ہے اور پھر ایک عورت اس کنیز کے ہاں بچہ پیدا ہونے کی گواہی دیدیتی ہے تو اب اس بچے کا نسب اس آقا سے ثابت ہو جائے گا وہ کنیز اس شخص کی ام ولد قرار پائے گی کیونکہ یہاں اس صورت میں صرف بچہ کی پیدائش کے تین کی ضرورت تھی اور پیدائش کے وقت عورت کو دانی پائی گئی ہے اس لیے اس عورت کی گواہی کی وجہ سے اس عورت کے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔

کسی بچے کے اولاد ہونے کے اقرار کا حکم

وَمَنْ قَالَ لِعَلَامٍ هُوَ ابْنِي ثُمَّ مَاتَ فَجَاءَتْهُمُ الْعِلَامُ وَقَالَتْ آتَا امْرَأَتَهُ فَيَبِيْ امْرَأَتِهِ وَهُوَ ابْنُهُ يَوْمَئِذٍ وَيَلِي الْمَوَارِدِ جُعِلَ هَذَا جَوَابَ الْإِسْتِحْسَانِ وَالْفَقِيسِ أَنْ لَا يَكُونُ لَهَا الْجِمَارَاتُ لِأَنَّ النَّسَبَ كَمَا يَنْبَغُ بِالنِّكَاحِ الصَّحِيحِ يَنْبَغُ بِالنِّكَاحِ الْقَائِدِ وَاللَّوْطِ عَنْ شُكْهِهِ وَيَمْلِكُ الْيَمِينِ فَلَمْ يَكُنْ قَوْلُهُ إِفْرَارًا بِالنِّكَاحِ وَخُذْهُ الْإِسْتِحْسَانُ أَنَّ الْمَسْأَلَةَ فِيمَا إِذَا كَانَتْ مَعْرُوفَةً بِالْحَرِيَةِ وَبِحُرِّيَّتِهَا أَمَّ الْعِلَامُ وَالنِّكَاحُ الصَّحِيحُ هُوَ الْمُتَمِّعُ لِلذَّكَاءِ وَصُعَا وَعَادَةً (وَلَوْ لَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّهَا حُرَّةٌ فَقَالَتْ الْوَرْتَةُ أَنْتِ أُمُّ وَلَدٍ فَلَا مِيرَاثَ لَهَا) لِأَنَّ ظُهُورَ الْحَرِيَةِ بِغَيْرِ الْبَدَارِ حُجَّةٌ فِي دَفْعِ الرَّقِّ لَا فِي اسْتِحْقَاقِ الْجِمَارَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

ترجمہ

اور ایک شخص ایک لڑکے کے بارے میں کہتا ہے یہ میرا بیٹا ہے اور پھر وہ شخص فوت ہو جاتا ہے اور پھر اس لڑکے کی ماں آئے کہتی ہے میں اس (مرجوم شخص) کی بیوی ہوں تو یہ عورت اس کی بیوی نہیں ہوگی اور وہ لڑکا اس کا بیٹا نہیں ہوگا اور دونوں راجعت میں حصہ نہ ہوں گے۔ امام محمد نے نوادر یہ بات بیان کی ہے یہ حکم انحصار سے پیش نظر ہے۔ کیا اس کا بقصد یہ ہے اس عورت کو راجعت میں حصہ نہ ملے کیونکہ جس طرح نسب صحیح نکاح کے ذریعے ثابت ہوتا ہے اور فاسد نکاح کے ذریعے بھی ثابت ہو جاتا ہے بلکہ کتبہ کے ذریعے کی گئی دلی کے ذریعے بھی ثابت ہو جاتا ہے اور عورت کا مالک بن جانے کے نتیجے میں بھی ثابت ہو جاتا ہے تو مرد کا لڑکے کے بارے میں یہ کہنا یہ میرا بیٹا ہے نکاح کرنے کے مترادف نہیں ہوگا۔

انحصار کی وجہ یہ ہے جب کسی کی صورت ایسی ہو کہ جس میں عورت سے متعلق یہ بات مشہور ہو۔ وہ آزاد عورت ہو اور لونگوں

کو یہ بھی معلوم ہو کہ یہاں سے تو ایسا نسبت ثابت ہونے میں عادت اور شریعت دونوں کے لحاظ سے کس طرح کا صحیح ہوگا، جو جسے گناہ گار یہ بات ثابت نہ ہو سکے کہ وہ عورت آزاد ہے اور وراثہ نہیں یہاں والد سے تو عورت کو وراثت میں حصہ نہیں ملے گا کیونکہ اسلامی مسکنیت کے اعتبار سے آزادی کا بخود خدائی کے ذمے کے معتبر ہو سکتا ہے لیکن وراثت کے حق کو ثابت نہیں کرنا ہے۔

میرا بیٹا کہنے سے ثبوت نسب کا بیان

شیخ امام ندین خلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے کسی کے نسب کہا یہ میرا بیٹا ہے، وہ اس شخص کا انتقال ہو گیا اور اس کے لڑکے کی ماں جس کا مردہ ہو یا معلوم ہے یہ کتنی ہے کس کس کی عورت ہوں اور یہ اس کا بیٹا تو دونوں وارث ہونگے اور اگر عورت کا آزاد ہونا مشہور نہ ہو یا پیدہ نہ ہو یا باندی تھی اور بہ آزاد ہے اور یہ نہیں معلوم کہ علق کے وقت آزاد کی یا نہیں اور وراثت کہتے ہیں تو اس کی ام و لد تھی تو وراثت نہ ہوگی۔ لیکن اگر وراثت کہتے ہیں کہ تو اس کے مرتے کے وقت غنائی تھی اور اس وقت اس عورت کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے، جب بھی وراثت نہ ہوگی۔ عورت کا بچہ عورت کے قبضہ میں ہے شوہر کے قبضہ میں نہیں اس کی نسبت عورت یہ کہتی ہے کہ یہ لڑکا میرے پہلے شوہر سے ہے اس کے بعد میرے ہونے کے بعد میں نے تجھ سے نکاح کیا اور شوہر کہتا ہے کہ میرا ہے میرے نکاح میں پیدا ہوا تو شوہر کا قول معتبر ہے۔ (فادائی عالمگیری، کتاب طلاق)

علامہ عذاردین خلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی کے باپ چھ پیدا ہوا عورت کہتی ہے کہ نکاح کو چھ مہینے یا زائد کا عرصہ گزرا اور مرد کہتا ہے کہ چھ مہینے نہیں ہوئے تو عورت کو قسم کھلائیں، قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے اور شوہر یا اس کے وراثہ گواہ پیش کرنا چاہیں تو گواہ نہ سنے جائیں۔ (رد المحتار، کتاب طلاق، باب ثبوت نسب)

### بَابُ الْوَلَدِ مِنَ الْحَقِّ بِهِ

یہ باب پرورش بچہ کے حقدار کے بیان میں ہے

باب بچہ کی پرورش کے حق کی فقہی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے ثبوت نسب کے باب کے بعد حق حضانت کے باب کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ کسی بچہ کے نسب کے ثابت ہونے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ حق حضانت بچہ کے باپ کو دیا جائے یا چچا اس کی والدہ کو دیا جائے تو نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ کے مطابق حق حضانت ماں کو حاصل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضانت کا دار و دار شفقت کے پیش نظر متعین کیا گیا ہے اور شفقت کا بپ کے نسبت ماں زیادہ ہوا کرتی ہے۔ اسی سبب کے پیش نظر ماں زیادہ حقدار ہوئی۔ اور اسی طرح حدیث مبارکہ میں حکم مرتبہ اس کے حق تقدم کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جبکہ چچا مرتبہ بپ کے حق کو تاخر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

حضانت کا فقہی مفہوم

جب پروردگار نے بچوں کے لیے چچا کو حاکم بنایا ہے تو عربی زبان میں اس کو چچا جاتے ہیں۔ حضن الطائف بھید عورت کا پرورش کرنا، تحکیم اس امت کا مطلب ہے جو ایک بے زبان مادہ کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اندوں یا چھوٹے بچوں کو اپنی آغوش محبت میں سمیٹ لے۔

حَقُّنَ الطَّائِفِ بِنِسْبَةِ حَقِّنَ مِنْ تَابِ قَتْلٍ وَحَقُّنَ بِالْكَفْرِ أَيْضًا ضَمُّهُ تَحْتَ جَنَاحِهِ (المعراج، المجلد ۲، ص ۴۷)

حق حضانت کے ثبوت شرعی کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور یولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرا بیٹا ہے۔ زمانہ صل میں میرا بیٹ اس کا خلاف تھا اور زمانہ رضاعت میں میری چچی اس کے مہینے کا برتن اور میری گود اس کا ٹھکانا۔ اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی اور چاہتا ہے کہ اس بچہ کو مجھ سے چھین لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا تو ہی اس کی زیادہ حقدار ہے جب تک کہ لڑکے کی اور سے نکاح نہ کرے۔

(مسند ابوداؤد، جلد دوم، حدیث نمبر 510)

امام بخاری حضرت براہ بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ صلحد بیدہ کے بعد دوسرے سال میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرہ فقہ سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عاجز ادوی چچا پہنچ گئے تھے، انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھیں لے لیا اور ہاتھ پکڑا لیا چچا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عار و







بہن کی پرورش میں نہ صرف خصوصاً جبکہ مشیت ہو اور اگر عصبیت بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی پرورش میں دین شانہ اخلاقی ہونا اس کا چٹا پھر اس کا چٹا پھر حقیقی ماموں۔ چچا اور چچو بھی اور ماموں اور خال کی بیٹیوں کو لڑکے کی پرورش کا حق نہیں۔

اگر چند شخص ایک درجہ کے ہوں تو ان میں جو زیادہ بہتر ہو پھر وہ کہ زیادہ پرہیزگار ہو پھر وہ کہ ان میں بڑا بڑا ہے۔ (دوختار، باب حضانت، ج ۵ ص ۷۵، بیروت)

### حق حضانت میں والدہ کے استحقاق کا بیان

پرورش کا حق عمر کی ایک حد تک عورتوں کو اور اس کے بعد مردوں کو حاصل ہوتا ہے، البتہ حق پرورش کے معاملہ میں شریعت عورتوں کے طبعی رفق، شفقت اور چھوٹے بچوں کی طبعی صلاحیت، نیز خود مائیں کی ممتا اور اس کے جذبات، دور کی رعایت کہ ہوئے عورتوں کو اولیت دے گی۔

علامہ کاسانیؒ کے الفاظ میں: وَالْأَصْلُ فِيهَا النِّسَاءُ؛ لِأَنَّهِنَّ أَشْفَقُ وَأَرْذَقُ وَأَخْذِي إِلَى تَرْبِيَةِ الصَّغَارِ. (بدائع الصنائع، فصل: فِي تَيَّانٍ مِنْ لَهِ الْحَضَانَةِ)

اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ حق پرورش میں ماں سب سے پہلے اور مقدم ہے، اس کے بعد پھر جوشہ کے اعتبار سے باقی قریب ہونے پر، چنانچہ ماں کے بعد نانی جو ہے وہ باری پست کی ہوتی نہ ہو تو دادی اور دادی میں بھی جی تہ تہیب ہے، کہ دادی نہ ہو تو دادی بہن سے زیادہ مستحق ہے، دادی کے بعد بہن، بہن کے بعد خالہ، خالہ کے بعد چچو بیوں کا درجہ ہے، بہن، خال، چچو بیوں سب میں یہ ترتیب بھی ہے کہ ماں، باپ، دادی کی شرکت کے ساتھ جوشہ ہو وہ مقدم ہے اس کے بعد ماں شریک اور اس کے بعد باپ شریک کا درجہ ہے۔

اگر خواتین میں کوئی نہ ہو تو پھر حق پرورش ان مردوں کی طرف لوٹے گا جو صغیر رشتہ دار ہوں اور ان رشتہ داروں میں وارث ہونے کے اعتبار سے مقدم ہوگا وہی حق پرورش کا بھی ذمہ دار ہوگا، فقہاء نے مردوں میں حق پرورش کی ترتیب یوں لکھی: باپ، دادا، پردادا، پردادا، اس کے بعد حقیقی بیٹی، پھر باپ شریک، بیٹی، پھر حقیقی بھتیجہ، پھر باپ شریک، بھائی کا لڑکا، پھر حقیقی چچا، باپ شریک، چچا، پھر حقیقی چچا، پردادا، اس کے بعد باپ شریک، چچا کا لڑکا، بشرطیکہ جس کی پرورش کی جاسی ہو وہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ ان کے بعد باپ کے چچا اور دادا کے چچا وغیرہ کا حق ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عبد الله بن عمرو أن امرأة قالت يا رسول الله إن ابني هذا كان يطيني له وعاء وكذبي له سقاء وججري له جواء وإن أمه تطلقني وأراد أن يسنن عه يميني فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم أنت أحق به ماله تنجحي (ابوداؤد باب من أحق بالوليد: عن أبي أيوب قال سمعت رسول الله صلى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَيْهِ وَوَلَدَيْهِ فَرَّقَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحِبَّتَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (ترمذی باب فی کراهية التفريق بين السبي السبي: عن سعيد بن المسيب أن عمر بن الخطاب طلق أم عاصم، ثم أتى عليها، وفي حجرها عاصم، فأراد أن يأخذ منها، فتجاذبا بينهما حتى نكح العلام، فانطلقا إلى أبي نكر فقال له أبو بكر: يا عمر، مسخها وجبرها وبيعها خير له منك حتى يئيب الصبي فاحتار (مصنف ابن أبي شيبة ما قالوا: في الرجل يطلق امرأته ولها ولد صغير وللرجل من العصباء مذهب في الحضانية، وأولاهم الأب، ثم الجد أبو الأب وإن علا، ثم الأخ من الأبوين، ثم الأخ من الأب، ثم بؤهم وإن سفلوا، على ترتيب النيساب، ثم العمومة، ثم بؤهم كذلك، ثم عمومة الأب، ثم بؤهم).

(المعنى كتاب التفقات).

### حق حضانت کا ماں کی طرف ہونے میں قاعدہ فقہیہ

ولاية الحضانة تستفاد من قبل الامهات، (ہدایہ اولین ج ۲ ص ۴۱۳)

حضانت کی روایت ماؤں کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب شہرہ برادر بیوی کے رسمیت بدلتی ہو جائے تو صورت میں بچے کی پرورش کا زیادہ حقدار اور اس پر شفقت کی زیادہ حقدار رکھی ہے۔ یہ کیونکہ حق حضانت یعنی پرورش کا حق ماں کو ہے اور وہی زیادہ شفقت و رحم کرنے والی ہوتی ہے۔

نہایت یہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ: یہ میرا بیٹا ہے جس کیسے میرا بیٹن طاعت، یہ میری چھاتی نے اس کو سرباب کیا اور میری گودا سی کیلئے پرورش گا وہی، اور اب اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور مجھ کو سے چھینا چاہتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا تو اس کی زیادہ حقدار ہے جب تک کہ تو کسی دوسرے سے

نہ لے کر لے۔ (سنن ابوداؤد، ج ۳ ص ۳۲۸، دارالحدیث عمان)

نہ لے کر لے گا۔ (سنن ابوداؤد، ج ۳ ص ۳۲۸، دارالحدیث عمان)

اس سے بھی یہ استنباط ہوتا ہے کہ پیداواری کا نفع ذمہ داری کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا اس حکم کا تقاضہ یہی بھی ہے کہ حضانت کی ابتدا سے کو حاصل ہے۔ (قواعد فقہیہ مع فوائد رضویہ، شریعہ روزنامہ دور)

بچے کو کب اختیار دیا جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے <sup>میں سے</sup> روایت ہے کہ بچے کو اس کے باپ اور اس کی ماں کے درمیان  
مقرر کیا جائے۔ (جامع ترمذی ج ۳ ص ۱۱۲۳ فاروقی کتب خانہ لاہور)

اس حدیث کا مکمل یہ ہے کہ جب بچہ بالغ ہو جائے تو اسے اختیار دیا جائے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہے یا  
کے ساتھ رہنا چاہتا ہے لیکن یہ حدیث اب انھوں سے بالکل نہیں ہے۔ (قوت المستندین ص ۱۶۲، فاروقی کتب خانہ لاہور)  
اگر خاتون عزیز موجود نہ ہو تو کون سا مرد پرورش کا حقدار ہوگا؟

(فَلَا تَكُنْ لِلنِّسَاءِ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِهِ فَاصْخَمْ فِيهِ الرِّجَالُ فَلَا لَهُمْ أَقْرَبُهُمْ نَعِيبًا) لَا  
الرِّبَايَةَ لِلْأَقْرَبِ وَقَدْ عُوِفَ التَّرْتِيبُ فِي مَوْضِعِهِ، غَيْرَ أَنَّ الصَّغِيرَةَ لَا تَدْفَعُ إِلَى عَصَا  
غَيْرِ مُحَرَّمٍ كَمَوْلَى الْعَتَاةِ وَابْنِ النِّمَةِ تَحَرُّزًا عَنِ الْفِتْنَةِ

ترجمہ

اور اگر بچے کی کوئی رشتہ دار خاتون موجود نہ ہو اس بارے میں مردوں کے درمیان اختلاف ہو جائے تو ان میں سے  
زیادہ حقدار وہ مرد ہوگا جو صبر ہونے میں زیادہ قریبی ہوگا کیونکہ یہ حق زیادہ قریبی عزیز کو ملتا ہے۔ اس حوالے سے ترتیب  
مخصوص مقام پر بیان کی جائے گی تاہم تا باغ پکی کو تا محرم عصبہ کے پرورش کیا جائے گا جیسے مولیٰ عتار یا چچا زاد ہے  
آزاد نہیں ہے بچا جائے۔

شرح

محمد بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے سنا کہ کہہ رہے تھے کہ حضرت عرب بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
بیوی (ایک انصاری گورت تھی جس سے ان کے بیٹے عرب بن عامر پیدا ہوئے، پھر بعد میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس گورت  
کو ایک انصاری عورت سے عتبا لگے تو اپنے بیٹے عامر کو مسجد کے گوشے میں کھیلنے والے پایا تو اسے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ  
برسوا کر لیا اپنی دیر میں بچے کی مائی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آ پہنچی اور بچے کو لینے کی کوشش کرنے لگی حتیٰ کہ دونوں ابوہریرہ رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: میرا بیٹا ہے، اور گورت کہنے لگی: یہ میرا بیٹا ہے تو ابوہریرہ رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ اسے اس گورت کو دے دیں تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کوئی بات بھی نہ کی۔ تاہم مالک رحمہ  
نے اس حدیث کو سوط میں روایت کیا ہے (2 / 767) سنن بیہقی (8 / 5)

ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع اور متصل دونوں طریق سے مشہور ہے اور اہل علم نے اسے قبول کیا۔

اور رضی روایات میں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ماں زیادہ مہربان اور نرم کرنے والی اور نرم دل، زیادہ محبت  
کرنے والی، زیادہ لائق اور جب تک شادی نہ کرے وہ بچے کی زیادہ حقدار ہے۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا تھا کہ ماں زیادہ مہربان اور نرم دل ہوتی ہے، اسی علت اور سبب سے ماں چھوٹے بچے  
کی زیادہ حقدار ہے،

حق حضانت کے بعد بچے کے رہنے میں فقہی مذاہب

مذہب حضانت پوری ہونے کے بعد بچہ کس کے پاس رہے گا؟ اس مسئلے میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں۔ عہد نبوی کے بعض  
واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اخص روایا تھا کہ وہ ماں باپ، جس کے ساتھ چاہے رہے۔  
حضرت عمر، حضرت علی اور عائشہ رضی اللہ عنہن نے بھی بعض مقدمات میں یہی فیصلہ کیا تھا، ان باپ شوافع اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے۔ امام  
ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مذہب حضانت ختم ہونے کے بعد باپ کو اپنے پاس رکھنے کا زیادہ حق رہتا ہے۔ اس لیے کہ اسی کو اس کی  
کفالت اور تقسیم و تربیت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ باپ کی یہ ولایت بچے کے بالغ ہونے تک ہے۔ اس کے بعد اسے اختیار ہوگا کہ وہ  
جس کے ساتھ رہنا چاہے رہے۔ غلط رہے کہ بچے کی بیچ ڈھنگ سے تعلیم اور دینی و اخلاقی تربیت کس کے پاس ہو سکتی ہے۔ اگر  
باپ رہا ہی ہو، یا کسی بنا پر بچے کی تعلیم و تربیت سے قاصر ہو اور اس کام کو بہتر طریقے سے انجام دے سکتی ہو تو بچے کو اس کے پاس  
رہنے دینا چاہئے گا۔

بچے کی پرورش کا حق کب تک برقرار رہے گا؟

(وَالْأُمُّ وَالْجَدَّةُ أَحَقُّ بِالصَّبِّغِ بِالنِّسَاءِ حَتَّى يَأْكُلَ وَخَدَهُ وَيَسْرُبَ وَخَدَهُ وَيَلْبَسَ وَخَدَهُ  
وَيَسْتَبِيحَ وَخَدَهُ. وَلِلنِّسَاءِ الْجَامِعِ الصَّغِيرِ: حَتَّى يُسْتَعْنَى فَيَأْكُلَ وَخَدَهُ وَيَسْرُبَ وَخَدَهُ  
وَيَلْبَسَ وَخَدَهُ) وَالْمَعْنَى وَاحِدًا لِأَنَّ تَمَامَ الْإِسْتِعْنَاءِ بِالْقُدْرَةِ عَلَى الْإِسْتِجَاءِ. وَوَجْهُهُ  
أَنَّهُ إِذَا اسْتَعْنَى يَخْتَارُ إِلَى التَّادِبِ وَالتَّخَلُّقِ بِآدَابِ الرِّجَالِ وَأَخْلَاقِهِمْ، وَالْأَبُ أَقْدَرُ  
عَلَى التَّادِبِ وَالتَّقْيِيفِ، وَالْحَصَافُ قَدَرُ الْإِسْتِعْنَاءِ يَسْتَعِينُ بَيْنَ اخْتِيَارِ اللَّغَالِبِ (وَالْأُمُّ  
وَالْجَدَّةُ أَحَقُّ بِالْجَارِيَةِ حَتَّى تَحْفِظَ) لِأَنَّ بَعْدَ الْإِسْتِعْنَاءِ تَخْتَارُ إِلَى مَعْرِفَةِ آدَابِ  
النِّسَاءِ وَالْمَرْأَةُ عَلَى ذَلِكَ أَقْدَرُ وَبَعْدَ الْبُلُوغِ تَخْتَارُ إِلَى التَّحْفِظِ وَالْجَفِظِ وَالْأَبُ  
فِيهِ أَقْوَى وَأَهْدَى. وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهَا تَدْفَعُ إِلَى الْآبِ إِذَا بَلَغَتْ حَدَّ الشَّهْوَةِ لِتَحْفِظِ  
الْحَاجَةِ إِلَى الصِّيَاغَةِ. (وَمَنْ سَوَى الْأُمِّ وَالْجَدَّةِ أَحَقُّ بِالْجَارِيَةِ حَتَّى تَبْلُغَ حَدَّ تَشْتَهِي،

وَقَسَى الْخَائِمِ الصَّغِيرِ: حَتَّى تَسْتَعْرِجَ: لَمْ يَلْهَآ لَا تَقْصُرْ عَلَى اسْتِحْدَامِهَا، وَلِهَذَا لَا تَوَاجِرُهَا لِلْجِدْمَةِ فَلَا يَحْضِلُ الْمَقْصُودُ، بِخِلَافِ الْإِمَامِ وَالْجَدَّةِ لِقَدْرِهِمَا عَلَيْهِ شَرُّهَا.

ترجمہ

دوسرا اور تائی بیٹے کی پرورش کرنے کی اس وقت تک ہتھ پڑے گی جب تک وہ خود کھانے پینے کی چیزیں اپنے ہاتھ پر نہ لے کرے گا۔ قابلِ غرض ہو جاتا۔ الجامع الصغیر میں یہ الفاظ ہیں جب تک وہ بچہ یا نرس ہو جائے تو کھانے پینے کے لیے خود اپنے ہاتھ سے کھائے پئے۔ خواہ وہ بچہ ہو یا نرس ہو۔ مطلب ایک ہی ہے کیونکہ عمل سے یہی نرس اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ خود ہتھ پڑے۔ کہنے کے قابل ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے جب وہ اس حوالے سے (ماں اور تائی) سے بے نیاز ہو جائے گا تو اب اسے مردوں کی خصوصیت، اور اخلاق کیلئے کی ضرورت پیش آئے گی۔ اور یہ ادب کھانے میں باپ زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ مگر نصف نہ بچہ صوبہ (یعنی عمومی تجربے) کے پیش نظر عمر کی حد سات برس مقرر کی ہے۔ ماں اور تائی بچی کی پرورش کی اس وقت تک ہتھ پڑے گی جب تک اسے جیش نہیں آ جاتا۔ کیونکہ بے نیاز ہو جانے کے بعد بھی اسے خود کھانے پینے کے حوالے سے زیادہ قدرت رکھے گی۔ جبکہ بالغ ہونے کے بعد اس کی پاکدامنی اور حفاظت کی ضرورت ہوگی اس حوالے سے باپ زیادہ قدرت رکھتا ہوگا۔ اور زیادہ بہتر ثابت ہوگا۔ امام محمد سے یہ روایت منقول ہے جب بچی کی عمر شصت کی حد تک پہنچ جائے تو اس کی حفاظت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ماں اور تائی کے علاوہ دیگر خواتین بچی کی پرورش کی اس وقت تک ہتھ پڑے گی جب تک وہ شہوت کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ جبکہ الجامع الصغیر میں یہ الفاظ ہیں جب تک وہ بچہ یا نرس ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے خواتین اس بچی سے اپنی ذاتی خدمت نہیں لے سکتی ہیں۔ اس لیے یہ خدمت کے حوالے سے اس کی تربیت بھی نہیں کر سکیں گی اور مقصود حاصل نہیں ہو پائے گا۔ جبکہ ماں اور تائی کا حکم مختلف ہے۔ کیونکہ شرعی طور پر خدمت لینے کا حق رکھتی ہیں۔

شرح

حضرت ابو یوسف نے بیان کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس میں موجود تھا کہ ایک خاتون ان کے پاس آئی اور عرض کی میرا شیر بہہ جاتا ہے کہ میرے بچے کو اپنے ساتھ لے جائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لو کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ ایک عورت آئی اور بولی کہ میرا شیر بہہ جاتا ہے کہ میرے بچے کو اپنے ساتھ لے جائے حالانکہ اس نے کچھ بھی نہ دیا ہے اور مجھے اب بعد کے کنوئیں سے سیراب بھی کی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم دونوں حصہ مت لے کر۔ شاید یہ الفاظ ہیں قرعہ اندازی کر لوائی دوران اس کا شیر بھی آ گیا اور بولا کہ میری اولاد کے بدلے میں کون سے خیرا کر سکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے فرمایا کہ اسے لڑکے کی تہناری ای ہے اور یہ تہناری ای ہی تم ان دونوں میں سے جس کا پوہا تھو تم دو۔ روانی بیان کرتے ہیں تم ان میں سے جس کے ساتھ چاہو چلے جاؤ تو ذکر کے لڑکی والدہ کا ہاتھ

تمام لیا اور اس کے ساتھ چلا گیا۔ (سنن دارمی، جلد دوم: حدیث نمبر 149)

حق پرورش میں عرفی احوال سے متعلق فقہی بیان

امام ہدایت کا حق خلی علیہ الرحمہ کہنے میں کس صورت کے لیے حق پرورش ہے اس کے پس لڑکے کو اس وقت تک رہنے دینا کہ اسے اس کی حاجت نہ رہے یعنی اپنے آپ کھانا پینا، پہنتا، استنجہ کرے، وہ اس کی مقدار سات برس کی عمر ہے اور اگر عمر میں خنق ہو جائے یا سب کام خود کر لیتا ہو تو اس کے پاس سے مسجد دکر لیا جائے ورنہ نہیں اور اگر باپ بیٹے سے انکار کرے تو جہز اس کے حوالے کیا جائے اور لڑکی اس وقت تک عورت کی پرورش میں رہے گی کہ حیض نہ آئے گا کچھ جائے اس کی مقدار دس برس کی عمر ہے اور اگر اس عمر سے کم میں لڑکی کا نکاح کر دیا گیا جب بھی اس کی پرورش میں رہے گی جس کی پرورش میں ہے نکاح کر دینے سے حق پرورش باطل نہ ہوگا، جب تک مرد کے قابل نہ ہو۔ (قادیانی، خاص فی مضامین، ج ۵، ص ۱۹۶، بیروت)

علیہ السلام والدین حق علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔

سات برس کی عمر سے بالغ تک لڑکا اپنے باپ دادا یا کسی اور ولی کے پاس رہے گا پھر جب بالغ ہو گیا اور کچھ دے کر فتنہ لیا نہ تائی کا لائش نہ ہو اور تادیب کی ضرورت نہ ہو تو جہاں چاہے وہاں رہے اور اگر ان باتوں کا لائش نہ ہو اور تادیب کی ضرورت ہو تو باپ دادا وغیرہ کے پاس رہے گا خود فتنہ نہ ہو گا مگر بچہ ہونے کے بعد باپ پر ہفتہ واجب نہیں اب اگر خراجات کا تکفل ہو تو تخرج و احسان ہے۔

یہ حکم فقہی ہے مگر نظر بحال زمانہ خود بخود نہ رکھا جائے، جب تک بچہ چل چلن اچھی طرح درست نہ ہو میں اور پرورش تو نہ ہوے کہ اس کی وجہ سے فتنہ و عار نہ ہو گا کہ اس کی تعلیم و تربیت میں غائب اخلاق ہوتی ہیں اور نو عمری میں مفاد بہت حد میں آتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حق علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔

لڑکی نو برس کے بعد سے جب تک کواری ہے باپ دادا یا بیانی وغیرہ کے پاس رہے گی مگر جبکہ عمر رسیدہ ہو جائے اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اسے اختیار ہے جہاں چاہے رہے اور لڑکی شیب سے مشل بیوہ ہے اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اسے اختیار ہے، ورنہ باپ دادا وغیرہ کے پاس رہے اور یہ پہلے بیان کر چکے کہ بچہ کے لیے کواری کے لیے حق پرورش نہیں بلکہ حکم عام بھی ہے کہ وہ عمر نہیں بلکہ ضرور ہے کہ عمر کے پاس رہے اور عمر نہ ہو تو کسی شہدائے ذمہ دار عورت کے پاس رہے جو اس کی عفت کی حفاظت کرے اور اگر لڑکی لکھی ہو کہ شہاد کا اندیشہ نہ ہو تو اختیار ہے۔ (دھکار، کتاب طلاق، باب حضانت)

لڑکا چل نہ ہو مگر کام کے قابل ہو گیا ہے تو باپ اسے کسی کام میں لگا دے جو کام کھانا چاہے اس کے چنے والوں کے ہاں بھیج دے کہ ان سے کام کھانے کو لڑکی یا مرد کی کے قابل ہو اور باپ اس سے نوکری یا مزدوری کرنا ہے تو نوکری یا مزدوری اسے اور جو کھائے اس پر صرف کرے اور بچہ تو اس کے لیے جمع کرے اور اگر باپ جانتا ہے کہ میرے پاس خرچ ہو جائے تو کسی اور کے پاس امانت رکھ دے۔ مگر سب سے مقدم یہ ہے کہ بچوں کو قرآن مجید پڑھائیں اور دین کی ضروری باتیں

سکائی چائیں روز و نماز و طہارت اور صبح و جاہ و دیگر معاملات کے مسائل جن کی روزمرہ حاجت پڑتی ہے اور ناواقعی سے غور شرع عمل کرنے کے جزم میں مبتلا ہوں ہیں ان کی تعلیم ہوا کر دیکھیں کہ کچھ کلمہ کی طرف رجحان ہے اور سمجھ دار ہے تو علم کی خدمت سے بڑھ کر کیا کام ہے اور اگر استطاعت نہ ہو تو صحیح و تعلیم عطا اور ضروری مسائل کی تعلیم کے بعد جس جائز کام میں کام لے اختیار ہے۔

لڑکے پر پرورش کرنے وان کا حق اس وقت تک ہے جب تک وہ غور و فکر کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہو جاتا جس کا اندازہ سو سال عمر سے اوپر ہی پڑھ کر دیا جائے گا ورنہ کسی پر اس کا حق لڑکی کے مشہدات ہونے تک ہے جس کا اندازہ نو سال کی عمر سے اوپر پڑھ کر دیا جائے گا۔ (ردکار باب الحضانۃ مطبع مجتہدی دہلی)

کنیز اور ام ولد آزاد ہونے پر بچے کی پرورش کی حقدار ہوں گی

قَالَ (وَالْأَمَةُ إِذَا اُعْتَقَهَا مَوْلَاهَا وَأُمُّ الْوَلَدِ إِذَا أُعْتِقَتْ كَالْحُرَّةِ فِي حَقِّ الْوَلَدِ) لِأَهْلِهَا حُرَّتَانِ أَوْ أَنْ تُبَوِّتَ الْحَقَّ (وَكَيْسَ لَهُمَا قَبْلَ الْحَقِّ فِي الْوَلَدِ لِعَظَمِهِمَا) عَنْ الْحَضَانَةِ بِإِلَّا شَغَالٍ بِخِدْمَةِ الْمَوْلَى (وَالْيَدِيَّةُ أَحَقُّ بِوَلَدِهَا الْمُسْلِمِ مَا لَمْ يَعْقِلِ الْآذِنَانِ أَوْ يَخْفَ أَنْ يَأْتِيَ الْكُفْرَ) لِلنَّظَرِ قَبْلَ ذَلِكَ وَاجْتِمَاعِ الضَّرَرِ نَعْدَهُ (وَلَا خِيَارَ لِلْعَلَامِ وَالْحَارِثَةِ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهُمَا الْخِيَارُ لِأَنَّ النَّسَبَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَبَرٌ (۱) وَلَكِنَّهُ لِفُضُولِهِ عَقْلُهُ بِخَيْرٍ مَنْ عِنْدَهُ الدَّعَاةُ لِتَحْلِيلِهِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّعِبِ فَلَا يَتَحَقَّقُ النَّظَرُ، وَقَدْ صَحَّ أَنَّ الصَّحَابَةَ لَمْ يَخَيَّرُوا، أَمَّا الْخِيَارُ فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (اللَّهُمَّ اهْدِهِ (۲) فَوَيْفَ لَا خِيَارَ لَهُ إِلَّا نَظَرَ بِدُعَائِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَوْ يُخَمَّلَ عَلَى مَا إِذَا كَانَ بَالِغًا.

ترجمہ

اور جب کسی کنیز کو اس کا آقا آزاد کرے یا ام ولد جب آزاد ہو جائے تو بچے کی پرورش کے حق کے مسئلے میں ان کی حیثیت آزاد عورت کی طرح ہوگی کیونکہ جس وقت انہیں یہ حق حاصل ہوگا اس وقت پر دونوں آزاد ہیں۔ آزاد ہونے سے پہلے انہیں بچے کی پرورش کا حق حاصل نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں پرورش کرنے سے عاجز ہوں گی کیونکہ یہ اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہوں گی۔ ذی عورت اپنے مسلمان بچے کی پرورش کی اس وقت تک حقدار ہوگی جب تک بچے کو کوئی معامات کی سمجھ بوجھ حاصل نہیں ہو جاتی یا اس بات کا اندیشہ پیدا نہیں ہو جاتا کہ بچہ کفر سے مانوس ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے اس صورت میں بچے کے لیے اس

وقت سے پہلے شفقت پائی جاتی ہے اور اس کے بعد ضرر کا پہلو پایا جاتا ہے۔

اس بارے میں بچے یا بچی کو کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ ام شافعی نے فرماتے ہیں ان دونوں کو اختیار ہوگا کیونکہ نبی اکرم نے (اسی صورت حال میں) اختیار دیا تھا۔ ہماری دلیل یہ ہے بچے میں عقل، نفس ہوتی ہے اس کے وہ (ب) باپ میں ہے (اے ترجیح دے گا جس کے پاس اسے کھینے کے موقع زیادہ دیر ہو جس کے تو اس صورت میں بچے کے لیے شفقت نہیں پائی جائے گی۔ پھر صاحب کرم کے بارے میں بھی یہ بات مستند طور پر ثابت ہے کہ وہ کسی صورت حال میں بچے کو اختیار نہیں دیتے تھے۔ جب تک حدیث کا حقیق ہے تو ہم اس کے بارے میں یہ کہتے ہیں، نبی اکرم نے اس بچے کو بوجھ دی تھی، "اے خدا! اسے ہدایت نصیب کر" تو نبی اکرم کی وہ کی برکت سے اس بچے کو اسے اختیار کرنے کی توفیق ملی جس کے ساتھ میں اس کے لیے زیادہ بہتری تھی۔ یا پھر اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ بچہ بالغ تھا۔

شرح

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے جب کسی کنیز کو اس کا آقا آزاد کر دیتا ہے جب کوئی ام ولد آزاد ہو جاتی ہے تو بچے کی پرورش کے حق میں ان کا حکم آزاد عورت کی طرح ہوگا اس کی وجہ یہ ہے وہ دونوں اب آزاد ہیں لیکن جب تک یہ دونوں آزاد نہیں ہوں تھے اس وقت تک انہیں بچے کی پرورش کا حق نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے یہ اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے بچے کی حساب طور پر دیکھ کر بدل کرنے کے قابل نہیں ہوں گی۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اگر کوئی مسلمان کسی اہل کتاب عورت کے ساتھ عہد کر لیتا ہے تو وہ عورت اس مسلمان کے بچے کی اس وقت تک پرورش کرنے کی حقدار ہوگی جب تک بچے کو کوئی معاملات میں سمجھ بوجھ حاصل نہیں ہو جاتی یہ جب تک بچہ یا بچی نہیں ہوتا کہ بچہ صغیر ہے، نوس نہ ہو جائے اس وقت کے جانے کے بعد بچہ کو اس کے زیر پرورش رکھنے میں اس کے لیے ضرر کا احتمال ہے اس لیے اس وقت کے بعد اس کی اہل کتاب اس کی پرورش کرنے کی حقدار نہیں ہوگی۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے لڑکا ہو یا لڑکی انہیں ذی عہد پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہوگا کہ وہ باپ یا پسر سے جس کے ساتھ جانا چاہیں اس کے ساتھ چلے جائیں۔

ام شافعی رحمہ اللہ کی رائے اس بارے میں مختلف ہے وہ یہ فرماتے ہیں لڑکا ہو یا لڑکی اسے یہ اختیار حاصل ہوگا اگر وہ اس یا باپ میں سے کسی ایک کے ساتھ جانا چاہے تو وہ اس کے ساتھ رہے۔

(۱) أخرجه أبو داود في "سننه" برقم (۲۲۵۵) والترمذي في "جامعه" برقم (۱۳۸۱) والنسائي في "المجتبى" برقم (۳۲۵۱) وابن ماجه في "سننه" برقم (۲۳۵۰) (۲) أخرجه أبو داود في "سننه" برقم (۲۴۴۳) والنسائي في "المجتبى" برقم (۳۲۵۰) والحاكم في "المستدرک" برقم (۲۰۲/۲) وصححه والدارقطني (۳۲/۲) عن رافع بن سنان: أنه أسلم وأبت امرأته أن تسلم، فباع ابن لبسا صغيرا لم يبلغ فيه خبره، فقال: اللهم ابده، فذهب الي أبيه

امام شافعی نے اپنے مؤلف کی تائید میں یہ دس فقرے کی ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ایسی صورت حال میں بچے کو اختیار دیا تھا۔ مصنف یہ فرماتے ہیں: احتساب اس بات کے قائل ہیں: بچے میں عقل کیونکہ کم ہوتی ہے اس لیے وہ ماں باپ میں سے اس کے ساتھ رہنے کو ترجیح دے گا جس کی طرف سے اسے زیادہ جھوٹ حاصل ہوگی، تجھ کو نہ کے زیادہ مواقع ملیں گے پابندیں اور روک ٹوک نہ ہونے کا امکان ہوگا لیکن دوسری طرف یہ نئی اس بچے کے اخلاق کی خرابی کا باعث بن سکتی ہے اور یہ جھوٹ بچے کے حق میں شفقت شمار نہیں کی جاسکتی اس لیے اس حوالے سے بچے کو اختیار نہیں دیا جاسکتا۔

اس کے بعد مصنف نے نقلی طور پر بات نقل کی ہے: صحابہ کرام کے بارے میں یہ بات حنفیہ طور پر ثابت ہے: وہ ایسی صورت حال میں بچے کو اختیار نہیں دیتے تھے اگر کیا مسنون ہوتا تو صحابہ کرام بھی اس طرح کی صورت حال میں بچے کو یہ اختیار دیتے کہ وہ ماں باپ میں سے جس کے ساتھ جانا چاہے اس کے ساتھ چلا جائے۔

اب یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے: جب نبی اکرم ﷺ نے ایسی صورت حال میں اختیار دیا تھا تو پھر صحابہ میں بہ کرام کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

مصنف نے اس کا جواب یہ دیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے اس بچے کے لیے بطور خاص یہ دعا کی تھی: "اے اللہ! اسے ہدایت عطا کر"۔ نبی اکرم ﷺ کی اس دعا کی برکت کے نتیجے میں اس بچے کو وہ صورت حال اختیار کرنے کی توفیق ملی جو اس کے حق میں زیادہ شفقت والی تھی، لیکن یہ صرف نبی اکرم ﷺ کی دعا کی برکت کی وجہ سے تھا، جبکہ بعد میں چونکہ ایسی کوئی صورت حال نہیں پائی گئی اس لیے صحابہ کرام نے ایسی ہی صورت حال میں بچے کو کوئی اختیار نہیں دیا۔

یہاں ایک اعتراض یہ بھی ہو سکتا ہے جس وقت نبی اکرم ﷺ نے اس بچے کو یہ اختیار دیا تھا اس وقت وہ بچہ بالغ ہو چکا تھا۔ ہدایہ کے شریعتیہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے: "صاحب ہدایہ کا بیان کردہ دوسرا احتمال درست نہیں ہے، کیونکہ احادیث کی کتابوں سے یہ بات واضح ہے: اس بچے کی عمر کم تھی۔

بچے کے حق حفاظت میں مذاہب اربعہ

جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اسے والدین میں سے کسی کے ساتھ رہنے کا اختیار دیا جائیگا، اور وہ جسے زیادہ پسند کرے گا اسے اختیار کر کے اس کے ساتھ رہے گا لیکن بچی سات برس کی ہو جائے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسے بھی اختیار دیا جائیگا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "ماں زیادہ ہمدار ہے حتیٰ کہ بچی کی شادی ہو جائے یا حیض آجائے"

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اس کی ماں زیادہ ہمدار ہے حتیٰ کہ بچی کی شادی ہو جائے اور خاندان دخل کرے" اور امام احمد کہتے ہیں: "اس بچی کا باپ زیادہ ہمدار ہے، کیونکہ باپ اس کی حفاظت زیادہ کر سکتا ہے۔

کافر کیلئے حق پرورش نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ حنفی مقدس علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی، امام احمد، امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے قول میں بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کا فرض کر سکتا۔ (امتی 412 / 11)

اس لیے اگر کسی کے مسلمان رشتہ دار بہت زیادہ دور رہیں چاہیں تو بچوں کو ان کے پاس بھیج دیا جائے گا، اگر باپ کرنا ممکن نہیں تو پھر ان بچوں کو کسی مسلمان گھرانے کے پروردگار دے جائے تاکہ وہ ان کی دیکھ بھال اور پرورش کر سکے۔

پرورش کرنے والے کی بعض شرائط: اسلام: کافر پرورش نہیں کر سکتا۔ عقل: مجنون اور بالکل بوشخص کو پرورش کا حق نہیں۔ دولت: چھوٹی عمر والا بھی پرورش نہیں کر سکتا۔ حسن تربیت: یعنی وہ تربیت بھی اچھی کر سکتا ہو اس لیے گندی تربیت کرنے والے کو بھی پرورش کا حق حاصل نہیں۔

ابن قیم کا کہنا ہے: مسلمان کی کافر دو وجوہات سے پرورش نہیں کر سکتا۔

پہلی: اس لیے کہ پرورش کرنے والا اپنے دین کے مطابق بچے کی پرورش کرنے پر جریں ہوتا ہے، وہ یہ چاہتا ہے کہ بچہ اس کے دین پر بڑا ہو اور تربیت حاصل کرے تو اس طرح اس کے لیے بڑا اور عقل مند ہونے کے بعد اس دین سے ٹکنا مشکل ہو جائے۔ اور ایضاً اوقات تو وہ اس بچے کی فطرت ہی تبدیل کر دے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا فرمایا ہے تو اس طرح وہ اس فطرت کی طرف سے کبھی بھی نہیں ٹوٹا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

(برہنہ ہونے والا بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، لیکن) اس کے والدین اسے عیسوی یا پھر یھودی یا پھر مجوسی بنانا چاہتے ہیں) تو اس لیے حدیث ہے کہ مسلمان بچے کو کبھی وہ عیسوی یا پھر یھودی بننا ڈالے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ: یہ حدیث تو والدین کے بارے میں خاص ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ: حدیث میں غالب چیز کا ذکر ہے اس لیے کہ اکثر اور غالب طور پر بچہ اپنے والدین کے درمیان ہی پرورش پاتا ہے، لیکن اگر اس کے والدین نہ ہوں یا پھر ان میں سے کوئی ایک نہ ہو تو ان کی جگہ اس کے رشتہ دار بچے کے ولی بنتے ہوئے پرورش کرتے ہیں۔

دوسری: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور کفار کے مابین دو قسمی اور موالا کا قسم کر دی ہے، اور مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کا دوست اور دینا ہے، اور اسی طرح کفار بھی آپس میں ایک دوسرے کے دوست ولی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی قسم کردہ موالات کے اسباب میں سے سب سے قوی سبب پرورش ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریقوں کے مابین قسم کیا ہے۔

## فصل

فیصل مطاقہ کا بچے کو شہر سے باہر لے جانے کے بیان میں ہے ﴿

فصل خروج الولد الى القرى التي في مطلق

طحاوان محمود باہر تہی عنہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ باب حضانہ کے بعد اس کو الگ فصل کے طور پر بیان کرنا یہ حضانہ میں فرق کرنے کی غرض سے ہے۔ تاکہ حق حضانہ وقت خروج میں فرق واضح ہو جائے۔ اور الگ کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ حق حضانہ عورت اس کو اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کو نقصان نہ پہنچے جبکہ حق خروج ان کی غری میں باپ کو نقصان پہنچا کر اس کو اس لیے دیا گیا ہے۔ (عن فی شرح البدر، بحرف، ج ۶، ص ۱۹۲، میرات)

کوئی حق حضانہ اپنے حق سے دست بردار ہوتا ہے تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن اگر وہ اپنا حق استعمال کرنا چاہے تو اسے اس سے محرم نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً تجارتی ہو اسے بچے کی پرورش کی ذمہ داری اٹھانے میں دشواری ہو تو وہ اس سے معذرت کر سکتا ہے۔ اس صورت میں بچہ کو اس شخص کی پرورش میں دیا جائے گا جو اس کے بعد مستحق حضانہ ہو۔ اسحق حق حضانہ کی بنیاد حریث میں اس بات پر نہیں رکھی گئی ہے کہ باپ اس کے لیے تیار ہے یا نہیں اور بچے کے کسی دوسرے کے پاس رہنے کو وہ اپنی حق تلفی سمجھتا ہے یا نہیں۔ ہنہ فقہاء نے اسحق حق حضانہ کے لیے بعض شرائط بیان کی ہیں، مثلاً یہ کہ حق حضانہ مسلمان ہو، با شہ عاقل ہو، دین و رہو اور اس کا فسخ و رجوع عام نہ ہو، وہ بچے کی پرورش کرنے پر قادر ہو، وہ باپ سے مرضی کی معر فیت کی بنا پر اس سے معذرت نہ ہو، اسے کوئی متعدی مرض نہ ہو، جہاں اس کا قیام ہو وہ جگہ محفوظ و مومن ہو، وغیرہ۔ ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کا حق حضانہ ساقط ہو جائے گا۔

طریق فیہ عورت اپنے بچے کو شہر سے باہر لے جاسکتی ہے؟

(وَإِذَا أَرَادَتْ الْمُسْلِمَةُ أَنْ تَخْرُجَ بِوَلَدِهَا مِنَ الْمِصْرِ فَلَيْسَ لَهَا ذَلِكَ، لِمَا فِيهِ مِنَ الْإِضْرَابِ بِالْأَبِ (أَلَا أَنْ تَخْرُجَ بِهِ إِلَى وَطَنِهَا، وَقَدْ كَانَ الزَّوْجُ نَزَّوَجَهَا فِيهِ) لِأَنَّهُ النِّزَمُ الْمَقَامُ فِيهِ عَرُفًا وَسَرْعًا، قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (مَنْ تَاهَلَ بِلَدَةٍ فَهُوَ مِنْهُمْ) (۱) وَلِهَذَا يَصِيرُ الْحَرَبِيُّ بِهِ ذِمِّيًّا، وَإِنْ أَرَادَتْ الْخُرُوجَ إِلَى مِصْرٍ غَيْرِ وَطَنِهَا، وَقَدْ كَانَ

(۱) أخرجه ابن أبي شيبة وأبو يعلى من حديث عثمان و في مسندهما عكرمة بن ابوالبراء الأزدی و ابو ضعیف۔ بلطخ: "إذا تزوج الرجل ببلد فهو من أهلها" وأحمد في "مسند" ۲/۱، بلطخ: "من تأهل في بلد فله في صلته أهل البلد"۔

النَّزُوحُ فِيهِ أَشَارٌ إِلَى الْكِتَابِ إِلَى أَنَّهُ لَيْسَ لَهَا ذَلِكَ، وَهَذَا وَإِنَّ كِتَابَ الطَّلَاقِ، وَقَدْ ذَكَرَ فِي الْخَوَاصِ الصَّغِيرِ أَنَّ لَهَا ذَلِكَ لِأَنَّ الْعَقْدَ مَتَى وَجَدَ فِي مَكَانٍ يُوجِبُ أَخْطَاؤَهُ فِيهِ خَمًا يُوجِبُ النِّجَاحَ التَّسْلِيمَ فِي مَكَانِهِ، وَمِنْ جُمْلَةِ ذَلِكَ حَقُّ امْتِسَاكِ الْأَوْلَادِ وَخُذِ الْأَوَّلَى أَنَّ النَّزُوحَ فِي دَارِ الْغُرَبَاءِ لَيْسَ الْإِسْرَافًا لِلْمُكْتَبِ فِيهِ عَرُفًا، وَهَذَا أَصَحُّ وَالْحَاصِلُ أَنَّهُ لَا يَنْبَغُ مِنَ الْأَمْرَيْنِ جَمِيعًا: الْوُطَنُ وَوُجُودُ الْيَتَامَى،

## ترجمہ

اور اہد حق فیہ عورت یہ ارادہ کرے کہ وہ اپنے کو شہر سے باہر لے جائے تو اسے اس کا حق نہیں ہوگا کیونکہ اس کے نتیجے میں باپ کو ضرر۔ حق ہوگا البتہ وہ اس بچے کے ساتھ اپنے آپ کی وطن چا سکتی ہے جہاں مردنے اس کے ساتھ شادی کی تھی کیونکہ مردنے ہمہ رواج اور شریعت کے حساب سے اس بات کا التزام کیا تھا کہ وہ وہاں قیام کرے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے: "جو شخص کسی شخص سے ملے میں شادی کرے تو وہ وہاں کا حصہ شمار ہوگا"۔ یہی وجہ ہے اس کے نتیجے میں حربی نہیں بن جاتا ہے۔ اگر وہ عورت اپنے آپ کی وطن کے علاوہ کسی اور جگہ چاہے جاتی ہو اور اس کی شادی بھی اسی جگہ ہوئی تھی تو (مختصر القدوری) میں اس بات کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ اسے اس بات کا حق حاصل نہیں ہوگا کہ اس سے تہا تہا کی روایت یہی ہے: "ابن مع العقیق" میں یہ بات ذکر کی گئی ہے۔ عورت کو اس بات کا حق حاصل ہوگا کیونکہ جس جگہ پر عقد پایا گیا عقد کے احکام اس جگہ میں پائے جائیں گے جیسے کہ مرد اس جگہ منعقد ہوتا ہے فرقت شدہ چیز اسی جگہ حوالے کی جاتی ہے۔ عقد کے دیگر احکام میں یہ بات بھی شامل ہے۔ اول دیکھ پرورش اپنے ساتھ رکھ کر لے جائے۔ پہلے قول کی وجہ یہ ہے۔ جبھی جگہ پر شادی کرنا اس میں عام رواج کے مطابق اپنے اوپر یہ بات لازم کرنے کا مشیوم نہیں پیدا تا کہ مرد مرد قیام بھی کرے گا اور یہی روایت زیادہ مستند ہے۔ اصل کلام یہ ہے عورت اس صورت میں کو ساتھ لے جاسکتی ہے جب وہ باپ کی وطن چاہے جاتی ہو اس لیے یہ عورت اسے اپنے وطن لے کر جا رہی ہو اور دوسری یہ ہے اس وطن میں اس کی شادی ہوئی ہو۔

قریبی شہر میں حق حضانہ والے کے رہنے میں مذاہب اربعہ

عام حالات میں بچے کو جن کھن ضروری ہے جہاں اس کے باپ کا قیام ہو۔ اس لیے کہ شریعت نے باپ کو بچے کی تعیم و تربیت و رجوعی خبر گیری کا ذمہ دار بنایا ہے اور اسے بچہ کو دیکھنے کا بھی حق حاصل ہے۔ اس لیے ماں باپ میں سے کوئی بھی اگر دوسری جگہ منتقل ہو جائے تو ماں کا حق حضانہ ساقط ہو جائے گا۔ یہ لکھ، شوافع اور حنابلہ کا مسلک ہے۔ احناف کے نزدیک ماں بچے کے ساتھ کسی دوسرے قریبی شہر رہ سکتی ہے، جہاں باپ کی بچہ سانی آمد و رفت ہو سکتی ہو اسی طرح وہ اسے کسی دوسرے شہر لے جاسکتی ہے اگر وہ شہر اس کا وطن ہو۔ (الموسوۃ الفقہیہ، نکبت)

بچے کے ماں باپ میں سے کوئی ایک دوسری جگہ بچہ اور بھوت بچہ کس کے پاس رہے اس سلسلے میں یہ دیکھا جائے گا کہ کس کے پاس رہنا زیادہ بہتر اور مفید ہے اور کس کے پاس وہ زیادہ محفوظ رہے گا۔ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اس کی دوسرے شہر منتقل کیں دوسرے شہر فریق کو پریشان کرنے اور اس کو بچے سے محروم کرنے کے مقصد سے تو نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو بچے کو اس کے ساتھ نہیں بھیج دیا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ)

جب خاندان اور بڑی کٹنگ علیحدہ علیحدہ ہو اور بچہ بھی پرورش کی عمر (یعنی سات برس کی عمر سے چھوٹا) میں ہو تو صحیح اور اس کیلئے بہتر ہے کہ پرورش کا حق ماں کو ہے۔

اس کی دلیل علمی علی التبعیہ وسم کا مندرجہ ذیل فرمان ہے۔ (جب تک نکاح نہ کر لے تو اس کی زیادہ مقدار ہے)

سُئِنَ ابْنُ ابْنِ مَرْجَانٍ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ (1938)  
یہ تو اس کے اعتبار سے ہوا، لیکن یہاں ایک اور اصل اور قاعدہ ہے کہ پرورش بچے کی مصلحت پر مبنی ہے۔ تو اگر ماں یا چچا باپ کے ساتھ سفر میں بچے کو ضرر اور تکلیف ہو تو بچے کی پرورش کا مسئلہ واد سے حق میں ہوگا کہ بچے کو سفر کی وجہ سے تکلیف نہ ہو اور اگر ماں کے ساتھ ایک ملک سے دوسرے ملک سفر میں بچے کو ضرر اور تکلیف نہیں ہو تو اصل پرورش کا حق ماں کو ہی حاصل رہے گا۔

### حق حضانت والے بچے کی مسافت کا بیان

علمہ ملاؤ والدین حتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمانہ پرورش میں باپ یا چچا ہے کہ عورت سے بچے لے کر کہیں دوسری جگہ چلا جائے تو اس کو یہ اختیار حاصل نہیں اور اگر عورت چاہتی ہے کہ بچے کو لے کر دوسرے شہر کو چلی جائے اور دونوں شہروں میں اتنا فاصلہ ہے کہ باپ اگر بچہ کو دیکھنا چاہے تو دیکھ کر رات آنے سے پہلے واپس آسکے تو لے جا سکتی ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ ہے تو خود بھی نہیں جا سکتی۔ لیکن حکم ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں یا گاؤں سے شہر میں جانے کا ہے کہ قریب ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور شہر سے گاؤں میں بغیر اجازت نہیں لے جاسکتی۔ ہاں اگر جہاں جانا چاہتی ہے وہاں اس کا میکا ہے اور وہاں اس کا نکاح ہوا ہے تو لے جا سکتی ہے اور اگر اس کا میکا ہے مگر وہاں نکاح نہیں ہوا بلکہ نکاح نہیں اور وہاں ہے تو نہ لے جا سکتی ہے، نہ وہاں جہاں نکاح ہوا، نہ اس کے علاوہ کوئی اور پرورش کرنے والی ہے نہ جانا چاہتی ہو تو باپ کی اجازت سے لے جا سکتی ہے۔ مسلمان یا ذمی عورت بچہ کو دارالخربہ میں مطلقاً نہیں بھیج سکتی، اگر چہ وہاں نکاح ہوا ہو۔ عورت کو طلاق دے دی اس نے کسی اجنبی سے نکاح کر لیا تو باپ بچہ کو اس سے لے کر سفر میں لے جا سکتا ہے جبکہ کوئی اور پرورش کا حقدار نہ ہو ورنہ نہیں۔ جب پرورش کا زمانہ پورا ہو چکا اور بچہ باپ کے پاس آ گیا تو باپ پر یہ واجب نہیں کہ بچہ کو اس کی ماں کے پاس بھیجے نہ پرورش کے زمانہ میں ماں پر باپ کے پاس بھیجنا لازم تھا ہاں اگر ایک کے پاس ہے اور دوسرا اسے دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاسکتا۔ (روحی، باب حضانت، ج ۵ ص ۷۷، بیروت)

دو شہروں کے درمیان کتنا فاصلہ معتبر ہوگا؟

وَهَذَا كُلُّهُ إِذَا كَانَ بَيْنَ الْمِصْرَيْنِ تَفَاوُثٌ، أَمَّا إِذَا تَقَارَبَا بَحِثْ يُمَكِّنُ لِلْوَالِدِ أَنْ

يُطَالِعُ وَلَكَ وَبَيْتَ فِي بَيْتِهِ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَكَذَا الْجَوَابُ فِي الْقَرَوَيْنِ، وَلَوْ انْتَقَلَتْ مِنْ قَرْيَةِ الْمِصْرِ إِلَى الْمِصْرِ لَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّ فِيهِ نَظَرًا لِلصَّغِيرِ حَيْثُ يَتَخَلَّقُ بِأَخْلَاقِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَلَيْسَ فِيهِ ضَرَرٌ بِالْأَبِ، وَفِي عَكْسِهِ ضَرَرٌ بِالصَّغِيرِ لِتَخَلُّقِهِ بِأَخْلَاقِ أَهْلِ السَّوَادِ فَلَيْسَ لَهَا ذَلِكَ.

### ترجمہ

اور یہ اب اس صورتوں میں ہے جب دونوں شہروں کے درمیان دو صد یا دو لیکن اگر دونوں شہروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ باپ جب چاہے وہاں جا کر اپنے بچے سے مل کر رات تک واپس آسکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ پھر دو گاؤں کے درمیان اگر بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر شہر پرانے بچے کو چھوٹی بستی سے بڑے شہر کی طرف منتقل کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی مضرت نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں بچے کی بہتری کا مفہوم پورا ہوتا ہے اور وہ اس صورت میں شہریوں کے آداب و اخلاق سیکھ سکتا ہے اور باپ کا بھی اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ لیکن شہر سے گاؤں لے جانے کا حکم اس سے مختلف ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں بچے کے حق میں نقصان پایا جا رہا ہے۔ کیونکہ وہ دیہاتیوں کے اخلاق سیکھے گا، اس لیے عورت کو اسے وہاں لے جانے کا اختیار نہیں ہوگا۔

### شرح

مصنف نے فرماتے ہیں: یہ تمام احکام اس صورت میں ہیں جب اب اور دوسرا یعنی جس شہر سے دوسرے شہر میں عورت اس بچے کو لے جا چاہتی ہے، حق ہے ان دونوں شہروں کے درمیان کافی فاصلہ ہو لیکن اگر وہ دونوں شہر ایک دوسرے سے اتنے قریب ہوں کہ بچے کے والد کے لیے یہ بات ممکن ہو کہ وہ اپنے بچے کے لیے لے جا کر وہاں اس سے مل کر اپنے گھر میں آ کر رات بسر کر سکا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مصنف فرماتے ہیں: اسی طرح دو بستیوں کے بارے میں بھی جواب یہی ہوگا۔ یہیں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اگر عورت اس بچے کو شہر کی قریبی بستی سے اٹھ کر شہر لے جا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں بچے کے لیے شغف کا پہلو پایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ شہریوں کے آداب و اخلاق سیکھ لے گا اور اس میں باپ کے لیے کوئی ضرر بھی نہیں ہے۔ لیکن اس کے برعکس صورت حال میں یعنی جب وہ عورت بچے کو شہر سے گاؤں لے جا چاہتی ہو تو اس میں بچے کے لیے بھی ضرر ہے۔ کیونکہ اس میں دیہاتیوں کے آداب و اخلاق پیدا ہو جائیں گے تو ایسی صورت میں عورت کو اس بات کا اختیار نہیں ہوگا کہ وہ اس بچے کو شہر سے لے جا کر گاؤں میں آ کر رہے۔

## بَابُ النِّفَقَةِ

﴿یہ باب بیوی کو خرچ دینے کے بیان میں ہے﴾

باب نفقہ کی فقہی مطابقت کا بیان

علماء میں یہ تصور باہر قحطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جب باب حضانت کو بیان کیا ہے تو قحطی دھندل چوکتا ہے تو حاصل ہے تو حضانت بھی نفقہ کی محتاج ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ اس چیز کو بیان کیا جائے جس میں نفقہ کا بیان ہوا، نفقہ کا معنی خرچ ہے۔ یعنی بیوی کے اخراجات کا وہ حق جو اس کے شوہر کے ذمہ واجب ہے اس کو نفقہ کہتے ہیں۔ کسی شخص پر نیکری کی طرف سے وجوب نفقہ کے اسباب تین ہیں (۱) زوجیت (۲) نسب (۳) ملک و زوجیت کو مقدم کرنے کا سبب یہ ہے کہ نسب میں اصل زوجیت ہے کیونکہ شوہر نسب کا سبب وہی ہے۔ اور نسب کا سبب ہونا ملکیت سے افضل ہے کیونکہ نسب میں جس پر اتفاق ہے وہ باقی کے حکم کا حصہ ہے۔ جبکہ ملکیت یعنی غلامی میں ایسا نہیں ہے۔ لہذا ملک پر نسب کو مقدم کیا ہے۔

(عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۱۹۷، میر و ت)

نفقہ کا غرضی و فقہی مفہوم

نفقہ نفقہ کی جمع ہے اور نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو خرچ کی جائے جب کہ شرعی اصطلاح میں طعام لباس اور سنی مکان و نفقہ کہتے ہیں چونکہ نفقہ کی کئی لغتیں اور قسمیں ہوتی ہیں جیسے بیوی کا نفقہ والدین کا نفقہ اور عزیز و اقارب کا نفقہ وغیرہ اس لئے نفقہ کی ان اقسام کے اعتبار سے عین میں نفقہ یعنی جمع کا مفہود استعمال کیا گیا ہے نیز یہاں نفقہ سے اس کا عام مفہوم مراد ہے خواہ واجب ہو یا غیر واجب ہو۔

لوٹری غلام کے حقوق کا مطلب ہے ان کو کھلنا پینا اور ان پر ایسے کاموں کا بوجھ نہ ڈالنا جو ان کی طاقت و ہمت سے باہر ہوں۔

بیوی کے نفقہ کے احکام و مسائل کا بیان

مرد پر اپنی بیوی کا نفقہ یعنی کھانا پینے کا خرچ لباس اور مکان دینا واجب ہے چاہے مرد عمر میں اپنی بیوی سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافر وہ خواہ بالغ ہو یا اسکی باپہ نفقہ ہو جس سے جماعت نہ کیا جاسکتا ہو لیکن نفقہ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس بیوی نے اپنے آپ کو شوہر کے گھر میں شوہر کے سرکردہ ہو کر رہنے کی ہر سہر نہ کی ہو تو اس کی وجہ یا تو اس کا کوئی حق ہو کہ جس کو ادا کرنے سے انکار کیا گیا ہو یا خود شوہر پر مرد کرنے کا مطالبہ نہ کرنا ہو۔

بہتر یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنا تمام پیالہ و ہم نوالہ بنائے دونوں ایک ساتھ رہیں اور حیثیت کے مطابق جو کچھ میسر ہو اس میں

دونوں برابر رہیں اور جیسا کہ شریف گھراؤں کا قاعدہ ہے شوہر یا ہر کسب معاش کرے اور بیوی گھر کے انتظامات کی ذمہ دار رہے شوہر جو کچھ کھائے اس کے مطابق جنس و سامان گھر میں بیٹا کرے اور بیوی اپنی سلیقہ شعاری کے ذریعہ اس جنس و سامان کو پورے گھر اور خلیق میں ضرورتوں میں صرف کرے اور اگر کسی وجہ سے شوہر بیوی کا اس طرح ہم پیالہ و ہم نوالہ رہ نہ سکیں نہ شوہر اور بیوی قحطی و ہاکم کے یہاں یہ درخواست کرے کہ میرے لئے شوہر پر نفقہ مقرر کر دیا جائے تو حکم و قاضی کی طرف سے بیوی کے لئے ماہانہ نفقہ دینے کا خرچ مقرر کر دیا جائے گا۔ اور وہ مقرر مقدار اس کے سپرد کر دیا جائے گا اس طرح ایک سال میں دوسرے پکڑا دینا مقرر ہونے کا اور وہ مقرر پکڑا ہر ششماہی پر اس کے خواہ کر دیا جائے گا اگر قاضی وجہ نہ سمجھتے تو عورت کے لئے ماہانہ نفقہ مقرر کر دیا تو شوہر اس کو بلائے اور کرے گا اور اگر شوہر نے ماحول نہ دیا اور عورت نے روزانہ تنہا کی تو شہم کے وقت عورت کو مطالبہ کرنے کا اختیار ہو گا۔

نفقہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں اس مقدار کا یہ قدر رکھنا ہے کہ گاہ بیوی کے لئے کافی ہو اور بغیر کسی اسراف و تکلیف کے اپنا گزارہ کر سکے۔ دوسری معیار یہ بات تو اس میں مہیاں بیوی دونوں کی حالت و حیثیت کا اعتبار ہوگا اگر وہ دونوں، طوری پر یا انجمنی حالت و حیثیت کے، ملک میں یا انجمنی حیثیت کا نفقہ بھی واجب ہوگا اور اگر وہ دونوں تنگ دست و مفلس ہوں تو نفقہ بھی اسی کے اعتبار سے واجب ہوگا اور اگر یہ صورت ہو کہ مہیاں خوش حال ہو اور بیوی تنگ دست ہو یہاں تنگ دست ہو اور بیوی خوش حال ہو تو پھر دوسری حیثیت کا اعتبار ہوگا۔ نفقہ دینا چاہئے کہ جو خوشی کے درجہ سے کم ہو اور تنگ دستی کے درجہ سے زیادہ بعض حضرات نے فرماتے ہیں کہ ہر صورت شوہر ہی کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا وہ جس حالت و حیثیت کا ہو اس کے مطابق نفقہ مقرر کر دیا جائے گا خواہ بیوی کبھی تنگ دست کی حالت میں ہو۔

اگر شوہر بیوی کے درمیان خوشحال و تنگ دستی کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے یعنی شوہر تو کہے کہ میں تنگ دست ہوں، اس لئے تنگ دستی کا نفقہ دوں گا اور بیوی کہے کہ نہیں تم خوشحال ہو اس لیے میں خوشحالی کا نفقہ لوں گی اور پھر یہ معاملہ حکم و قاضی کی عدالت میں پہنچے رہ بیوی اپنے دعوے کی گواہ پیش کر دے تو ان گواہوں کا اعتبار کر کے بیوی کے لئے خوشی کا نفقہ مقرر کر دیا جائے گا اور اگر گواہان نے گواہی پیش نہ کی تو پھر شوہر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

اگر بیوی کے ساتھ کچھ خدام یا خدام بھی ہے اور شوہر خوش حال ہے تو عورت کے نفقہ کے ساتھ اس خدام یا خدام کا نفقہ بھی شوہر کا واجب ہوگا اور اگر شوہر تنگ دست ہو تو اس خدام یا خدام کا نفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوگا۔

اگر حکم و قاضی نے شوہر کی تنگ دستی کی وجہ سے اس کی بیوی کے لئے تنگ دستی کا نفقہ مقرر کر دیا اور پھر شوہر خوش حال ہو گیا اور تانے خوش حالی کے نفقہ کا دعویٰ کر دیا تو اس کے لئے خوشی کا نفقہ مقرر کیا جائے گا اور اگر شوہر کی خوش حالی کی وجہ سے بیوی کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کر دیا گیا تھا اور پھر شوہر تنگ دست ہو گیا تو اب تنگ دستی کا نفقہ مقرر کر دیا جائے گا۔

جو عورت شوہر کی وفات کی بعد میں ہو اس کو نفقہ نہیں ملنا خواہ وہ ملہ یا غیر ملہ ہو اسی طرح جو بیوی تافران ہو جائے یعنی



شوہر کی اجازت کے بغیر دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ وہ اس کے غصے سے چلنے لگے تو اس کا غصہ بھی شوہر پر دروازہ نہیں ہوگا۔ نیز جو بیوی کی دینی یعنی قرض وغیرہ کا امداد دینا چاہیگی کہ جسے قید خانہ میں ڈال دی گئی ہو یا اپنے گھر میں اسکی بہرہ کو شادی کے بعد شوہر کے گھر نہ بھی گئی ہو یا اس کو کوئی خاص بے گھر بھائی گئے ہو یا وہ اپنے گھر کو اس کے ساتھ چلے جائے کہ اس کا شوہر یا بیوہ شوہر کے گھر کو چلی جائے اور اس کا غصہ بھی شوہر پر دروازہ نہیں ہوگا یا جو بیوی شوہر کے ساتھ گھر کو چلے جائے کہ اس کا غصہ کا غصہ شوہر پر دروازہ ہوگا مگر اس کا حق اور سواہری کا کریم اور اجنب نہیں ہوگا۔

اگر بیوی اپنے میکس میں بیمار ہوئی اور کلاچ کے بعد ہی شوہر کے گھر پہنچی گئی تو اس کا فلفل بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا البتہ جو بچہ اپنے شوہر کے گھر آ کر بیمار ہوئی ہے اس کا فلفل شوہر پر واجب ہوگا۔

شوہر کو جانے کے یہودی کے رہنے کا ٹھکانہ اور مکان شرعی مقصد کا کارڈ رکھتے ہوئے اپنی حیثیت واستقامت کے مطابق خود مقررہ مہیا کرے اور وہ مکان ایسا ہونا چاہئے جو خواس کے اہل و عیال اور اس یہودی کے اہل و عیال سے خالی ہو اور اگر خود یہودی اہل و عیال کے ساتھ رہتا جائے تو پھر اس طرح کا مکان بنانا واجب نہیں رہے گا۔

اگر شوہر کے گھر میں کبھی کبھار نہیں ہوں اور ان میں سے ایک کہہ کہ جس میں گواڑ اور تالہ کھینچی وغیرہ ہو خالی کر کے بیوی کو دیدے۔ یہ کافی ہے بیوی کو دوسرے کمرے کا مٹا لے کر نہ کا حق نہیں ہوگا۔

اگر شوہر چاہے کہ گھر میں بیوی کے پاس اس کے عزیز و اقارب کو اگرچہ دوسرے شوہر سے اس بیوی کا تعلق ہی کیوں نہ ہو) آنے سے منع کر دے تو اس کو اس کا حق ہے ہاں اگر بیوی کے وہ عزیز و اقارب اس کے محرم ہوں تو ان کو بیوی کا سرنامہ کرنے یا اس سے بات چیت کرنے سے روکنے کا حق اس کو نہیں ہے اس طرح شوہر کو یہ بھی حق نہیں ہے کہ وہ مہینہ میں ایک بار بیوی کو اپنے والدین کے پاس جانے یا والدین کو اس کے پاس آنے سے روکے یعنی جتنے میں ایک بار سے زائد آنے جانے سے روک سکتا ہے) اور والدین کے علاوہ دوسرے ذمہ محرم رشتہ داروں کے پاس سال بھر میں ایک مرتبہ بیوی کے جانے یا بیوی کے پاس ان کے آنے پر پابندی عائد کر کے حق نہیں ہے یعنی سال بھر میں ایک بار سے زائد ان کے آنے پر پابندی عائد کر سکتا ہے۔

جو عورت طلاق کی عدالت میں ہو وہ شوہر سے نفقہ اور رہنے کے لئے مکان پانے کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ کا  
مخلفہ ہو اور خواہ عورت حامد ہو یا غیر حامد ہو، ایسے طرح جو عورت ایسی خیر خجانی کی عدالت میں ہو جو کسی مصیبت کی وجہ سے نہیں  
بلکہ کسی شرعی حق کی وجہ سے واقع ہوئی ہو تو اس کا نفقہ و کفالت بھی شوہر کے ذمہ ہوگا، مثلاً کوئی ام ولد یا مدہر کسی کے نکاح میں تھی اور پھر  
خیار حق کی بناء پر اس نے شوہر سے جدائی اختیار کر لی ہے یا کسی نکاح کا نکاح اس کے دل کی کسی شخص سے کر دیا ہو اور پھر اس نے بائنہ  
ہونے کے بعد خیر بدلولغ کی بناء پر اس شوہر سے جدائی اختیار کی تو ان صورتوں میں بھی عورت نفقہ اور کفالت پانے کی مستحق ہوگی۔  
اگر عورت کسی ایسی تفریق (جدائی) کی عدالت میں ہو جو کسی مصیبت کی بناء پر واقع ہوئی ہو اور اس کا نفقہ کسی شوہر کے ذمہ نہیں ہوگا،  
مثلاً عورت نفوذ بے ثبوت ہوگئی یا اس نے شوہر کے سنے سے کوئی ایسا پر فعل کر لیا جس سے شوہر پر حرام ہوگئی جس سے اسے ہم بستری  
مطلوبہ ہو۔

کری یا اس کو شہوت سے چھو لیا یا اس کا پوسلایا اور اس کی وجہ سے میں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو گئی اور وہ عدت میں بیٹھ گئی تو ان ہفت روزوں میں دوشہرے کھانے پینے کا خرچہ اور رہنے کے لئے مکان پانے کی مستحق نہیں ہوگی۔

اگر کسی عورت کو تین طلاقیں دی گئیں اور وہ عدت میں بیٹھ چکی ہو تو غرضہ و کسکی کا قصد ارادی لیکن بجز زمانہ عدت میں خود، بلکہ مرد جو کئی تو اس کا غرضہ و کسکی کا حق حاصل ہو جائے اور اگر عدت نہ اپنے زمانہ عدت میں شوہر کے لئے یا شوہر کے باپ سے ناجائز تعلق قائم کر لیا، بلکہ شوہر سے بے طلاق عدت طلاق رجعی کا نہ ہو بلکہ طلاق بائن مغلطہ کی ہو۔

بیوی کا خرچ شوہر پر لازم ہونے کا بیان

قَالَ (النَّفَقَةُ وَاجِبَةٌ لِلزَّوْجَةِ عَلَى زَوْجِهَا مُسْلِمَةً كَانَتْ أَوْ كَافِرَةً إِذَا سَلِمَتْ نَفْسُهَا إِلَى مَنْزِلِهِ لِعَلِّهِ تَقَعُّهَا وَيَكُونُهَا وَسْكَانَهَا) وَالْأَصْلُ فِي ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (لِيُفِضَ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعِيهِ) وَقَوْلُهُ تَعَالَى (وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ) وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي حَدِيثِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ (وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ) وَلَئِنْ النَّفَقَةَ جَزَاءُ الْإِحْيَاسِ فَكُلُّ مَنْ كَانَ مُحَوَّسًا بِحَقِّ مَقْصُودٍ لِعَمَلِهِ كَانَتْ نَفَقَتُهُ عَلَيْهِ أَصْلَهُ الْقَاضِي وَالْعَامِلُ فِي الصَّدَقَاتِ. وَهَذِهِ الدَّلَالَةُ لَا فَضْلَ فِيهَا فَتَسَوَّى فِيهَا الْمُسْلِمَةُ وَالْكَافِرَةُ (وَيُتَبَيَّنُ فِي ذَلِكَ خَالَهُمَا جَمِيعًا) قَالَ الْعَدُوُّ الضَّعِيفُ: وَهَذَا اخْتِيارُ الْحَصَافِ وَعَلَيْهِ الْقَوِيُّ، وَتَفْسِيرُهُ أَنَّهُمَا إِذَا كَانَا مُوسِرَيْنِ تَرَجَّبَ نَفَقَةُ الْيَسَارِ، وَإِنْ كَانَا مُعْسِرَيْنِ فَتَفَقَّ الْإِعْسَارُ، وَإِنْ كَانَتْ مُعْسِرَةً وَالزَّوْجُ مُوسِرًا فَتَقَعَّتْهُ دُونَ نَفَقَةِ الْمُوسِرَاتِ وَفَوْقَ نَفَقَةِ الْمُعْسِرَاتِ.

وَقَالَ الْكُرْمِيُّ: يُعْتَبَرُ حَالُ الزَّوْجِ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ) وَجِهَ الْأَوَّلُ قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِهَذِهِ امْرَأَةُ أَبِي سُبْيَانَ (خُذِي مِنْ مَالِ زَوْجِكَ مَا يَخْفِيكَ) وَلِذَلِكَ بِالْمَعْرُوفِ (١) اغْتَسَرَ حَالُهَا وَهُوَ الْيَقْفُ فَإِنَّ الْفَقْرَةَ تَحِبُّ بِطَرِيقِ الْكِفَايَةِ، وَالْفَقْرَةَ لَا تَقْتَضِي إِلَى كِفَايَةِ الْمُوسِرَاتِ فَلَا مَعْنَى لِلزَّيَادَةِ، وَتَحْتَمِلُ تَقُولُ بِمَوْجِبِ النَّصِّ أَنَّهُ يُخَاطَبُ بِقَدْرِ وَسْعِهِ وَبِالْبَاقِي ذَيْنَ فِي ذِمَّتِهِ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ بِالْمَعْرُوفِ الْوَسْطَ وَهُوَ الْوَاجِبُ وَبِهِ يَبَيِّنُ أَنَّهُ لَا مَعْنَى لِلتَّغْيِيرِ كَمَا ذَهَبَ إِلَيْهِ

الشَّامِعِي نَأْتِي عَلَى الْمُوْبِرِ مَدَانٍ وَعَلَى الْمُعْبِرِ مَذًى وَعَلَى الْمُتَوَسِّطِ مَذًى وَبَصْفٌ مُبْدٍ  
لَا تَأْتِي مَا وَجَبَتْ كِفَايَةُ لَا يَنْقَدِرُ شَرْعًا فِي نَفْسِهِ.

ترجمہ

فرمایا: اور بیوی کا خرچ شوہر کے ذمے لازم ہے خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافر جو بوجہ وہ اپنے آپ کو شوہر کے گھر حاکم ہے  
دے تو اس کا خرچ اس کا پاس اور بائیں شوہر کے ذمے ہوگی۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بنیادی حکم ہے۔ "خوشحال شخص  
اپنی حیثیت کے ساتھ بقیہ خرچ کرے گا۔" نیز ارشاد ہر کی توفی ہے "بچے کا والد اس کی ماں کا ساتھ اور باپ اس مناسبت طور پر دے  
گا۔" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت اوداع کے خطبے میں یہ بات رشاد فرمائی تھی۔ "ان خواتین کی خوراک اور لباس کی مناسبت  
طور پر فراہمی تم پر لازم ہے۔" اس کی وجہ یہ ہے، نفقہ دراصل اس بات کا عوض ہے جو عورت کو مرد کے رکھنے کا اختیار مرد کو حاصل ہے  
ہے اور جو بھی شخص کسی دوسرے کے حق کے لئے رکھے گا پھر وہ اس کا خرچ روکنے والے کے ذمے ہوگا۔ اس کی مثال قاضی عاقل  
کی فتوا کا حکم ہے۔ ان تمام دلائل میں کوئی فصل نہیں ہے اس لیے خرچ کی ادائیگی کے بارے میں مسلمان اور کافر بیوی کی حیثیت  
کیساں ہوگی۔ خرچ کی مقدار کے بارے میں مرد اور عورت دونوں کی حیثیت کا خیال رکھا جائے گا۔ فرماتے ہیں: یہ امام ترمذی کی  
راے ہے اور امام خفاف نے بھی اس کا اختیار کیا ہے اور توفی بھی اس کے مطابق دیا جاتا ہے۔

خفاف کے قول سے مراد یہ ہے، جب میل بیوی دونوں خوشحال ہوں گے تو خرچ بھی خوشحالی کے حساب سے واجب ہوگا،  
اگر دونوں تنگدست ہوں گے تو خرچ بھی اسی حیثیت کے مطابق ہوگا لیکن، رشوہر خوشحال ہو اور بیوی غریب ہو تو اس کا خرچ بے  
غریب عورتوں سے زیادہ ہوگا اور مالدار عورتوں سے کم ہوگا۔

امام کرنی اور امام شافعی کے نزدیک مقام ہا میں مرد کی حیثیت کا خیال رکھا جائے گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان  
ہے "خوشحال شخص اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے"۔

امام خفاف کے توفی کی وجہ یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کی بیوی ہندرضی اللہ عنہا سے یہ فرمان  
تھا "تم اپنے شوہر کے مال میں سے اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے مناسب طور پر کافی ہو"۔ تو اس میں نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندرضی اللہ عنہا کا اختیار کیا تھا اور نفقہ کا تقاضا بھی کیا۔ "کیونکہ خرچ کفایت کے اعتبار سے لازم ہوتا ہے  
اور غریب عورت کے لئے خوشحال عورتوں جیسی کفایت ضروری نہیں ہے اس لیے اسے زیادہ ادائیگی کی کوئی ضرورت نہیں  
ہوگی۔" جہاں تک نفس کا تعلق ہے تو ہم بھی اس کے مطابق ہیں کیسے ہم مرد کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ اپنی تنہائش کے مطابق خرچ  
کرے اور جو باقی ہوگا وہ اس کے ذمے فرض ہوگا۔ قرآن پاک میں "معروف" سے مراد میانہ روی ہے "کیونکہ واجب بھی کی

(۱) حرجہ لیساری فی "صحیحہ" برقم (۵۳۶۶) و مسند فی "صحیحہ" برقم (۱۷۱۶) و دیلمی فی "سنن" برقم (۳۵۳۲) و سنن  
فی "مسند" برقم (۵۰۱۰) و ابن ماجہ برقم (۱۸۵۷)۔

ہے۔ یہ جہت سے کہ میں یہ بات تحقیق یا یہ تکلیف پہنچ چکی ہے کہ نفقہ کے مسئلے میں کوئی معین مقدم نہیں کی جاسکتی۔ جبکہ امام شافعی نے یہ  
بات بیان کی ہے خوشحال شخص نصف صاع کی ادائیگی لازم ہوگی اور غریب شخص پر چوتھی صاع کی اور درمیانے درجے کے شخص  
پر پڑھ دھک کی ادائیگی لازم ہوگی۔ کیونکہ جو بھی چیز کفایت کے طور پر واجب ہوگی وہ شرعی طور پر مستعین نہیں کی جاسکتی۔

نفقہ ولد کے والد پر ہونے میں شرعی بیان

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارُّ  
وَالِدَةٌ بَوْلًا لَهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ يَوْلَدُهَا ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِنْ ذَلِكَ. (البقرہ ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے۔ اس پر عورتوں کا کھانا پینا ہے حسب دستور۔ کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدمہ پر بوجھ نہ ہو  
ضرر نہ دیا جائے اس کے بچے سے اور نہ اولاد والے کو اس کی اولاد سے۔ یا مال ضرر نہ دے اپنے بچہ کو اور نہ اولاد والے کو۔  
اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی واجب ہے۔ (کنز الایمان)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

یعنی والد اس اعزاز میں سے معلوم ہوا کہ نسب یا پ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ بچہ کی پرورش اور اس کو دودھ پینا باپ کے  
ذمہ واجب ہے اس کے لئے دودھ پلانے والی مقرر کی گئی لیکن اگر ماں اپنی رغبہ سے بچہ کو دودھ پلانے سے قاصر ہو جائے

شوہر اپنی زوجہ پر بچہ کے دودھ پلانے کے لئے جبر نہیں کر سکتا اور نہ شوہر سے بچہ کے دودھ پلانے کی جبر طلب راسخی  
ہے جب تک کہ اس کے نکاح یا عدت میں رہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور عدت نہ گزر چکی ہو تو وہ اس سے بچہ کے  
دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے۔

اگر باپ نے کسی عورت کو اپنے بچہ کے دودھ پلانے پر اجازت مقرر کیا اور اس کی مال کی جبرت پر یا بے معوضہ دودھ  
پلانے پر راضی ہوئی تو اس بیوی دودھ پلانے کی ذمہ دہ مستحق ہے اور اگر ماں نے زیادہ اجرت طلب کی تو باپ اس سے دودھ پلانے  
پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (تفسیر احمد کی مدارک) (العروف سے مراد یہ ہے کہ حسب حیثیت ہو بغیر تنگی اور فضول خرچی کے۔

یعنی اس کو اس کے خلاف مرضی دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے۔ زیادہ اجرت طلب کر کے۔ یا بچہ کو ضرر دینا یہ ہے کہ اس  
کو دہت پر دودھ نہ دے اور اس کی عمر ان قدر رکھے کہ اپنے ساتھ رکھنے کے لئے اس سے بچہ کو ضرر دینا یہ ہے کہ  
ماں بچہ کو ماں سے جھین لے یا اس کے حق میں کوتاہی کرے جس سے بچہ کو نقصان پہنچے۔ (تزان العرفان، بقرہ ۲۳۳)

بیوی اور اولاد کا بقدر ضرورت نفقہ خواوند پر واجب ہے

امام ابوہریرہ حضرت عائشہؓ ہیں کہ ہندہ بنت عتبہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! امیر اشبراہیل بنیامین بہت  
بخش اور رخصت ہے وہ مجھ کو تنہا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے البتہ اگر میں اس کے مال

میں سے خود کچھ نکال لوں، اس طرح اس کو خبر نہ ہو تو ضرورت پوری ہو جاتی ہیں تو کیا یہ بڑے کم میں شریک کو خبر کے بغیر اس کے مال میں سے اپنی ادوار کی ضروریات کے بقدر کچھ نکال لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی ادوار اپنی اور ضروریات کے بقدر جو ضروریات کے مطابق ہو یعنی اوسط درجہ کا خرچ اس کے مال میں سے لے لیا کرو (بخاری و مسلم)

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفقہ بقدر ضرورت واجب ہے۔ چنانچہ حق ۴۰، ۵۰، ۶۰ کا مال پر جماع و انفاق ہے مامونہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں (۱) مرد پر اس کی بیوی اور نالغ اولاد (حسرت) کی ذاتی ملکیت میں مال نہ ہو (۲) نفقہ ضرورت و حاجت کے بقدر واجب ہوتا ہے (۳) نفقہ کی دینے وقت کوئی شرط نہیں ہر وقت اس عورت کی حاجت سے لے کر اس مسئلہ پر بڑے (۴) شخص شخص کے بارے میں اسکی کوئی بات بیان کرنا کرنا کرنا اگر دوسرے تو باوجود اس کی عورت کا کلا مسئلہ پر بڑے (۵) اگر کسی شخص پر کسی دوسرے شخص کا کوئی مالی مطالبہ ہو اور وہ اس کی ادائیگی نہ کرے گا تو مطالبہ والے کے لئے بڑے کر وہ اس شخص کی اجازت سے بغیر اس کے وہ میں سے اپنے مطالبہ کے بقدر لے لے (۶) بیوی بھی اپنے شوہر کے مال کے ذریعہ اپنی اولاد پر خرچ کرنے اور ان کی نکاحات کرنے کی ذمہ دار ہے (۷) بیوی کو اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلتا جائز ہے خواہ شوہر نے اس کی صریح اجازت دے دی ہو یا بیوی کو اس کی رضامندی کا ظلم ہو (۸) قاضی اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ کسی معاملہ میں مناسب سمجھے تو شخص اپنے امور اپنی مصومات کی بنیاد پر حکم جاری کرے جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہذا سے گواہ طلب نہیں کئے بلکہ اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم دے دیا۔ (شرح مسلم نووی)

### وجوب نفقہ میں فقہی مذاہب کا بیان

حافظ ابن کثیر دمشقی لکھتے ہیں۔ بچوں کی ماں کا نان نفقہ بچوں کے والد پر ہے۔ اپنے اپنے شہروں کی عدت اور دستور کے مطابق اگر کریں، مثلاً زیادہ ہو سکے بلکہ حسب طاقت و وسعت درمیانی خرچ دے دیا کر دیکھ کر فرمایا آیت (لیسلفق ذو سعة من سعته) یعنی بکثرت دے۔ لے لے پائی نہ دے گی کے مطابق اورنگی والے پائی طاقت کے مطابق دیں، اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا و غریب اللہ تعالیٰ بخشنے کے بعد آسانی کر دے گا۔

ضی کہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کے ساتھ بچہ بھی ہے تو اس کی دودھ پانی کے زمانہ تک کا خرچ اس کی مرد پر واجب ہے۔ پھر ارشاد باری ہے کہ عورت اپنے بچے کو دودھ جانے سے انکار کرے اس کے والد کو لگائی میں نہ ڈال دے بلکہ بچے کو دودھ پلاتی رہے اس لئے کہ یہی اس کی گران کا سبب ہے۔ دودھ جس بچہ سے نیاز ہو جائے تو بچہ بچہ کر دے دے لیکن پھر بھی نقصان رہائی کا ارادہ نہ ہو۔ اس طرح خاندان اس سے جبراً اپنے کو الگ نہ کرے جس سے غریب دیکھ میں پڑے۔ وارث کو بھی یہی چاہئے کہ بچے کی والدہ کو خرچ سے تنگ نہ کرے، اس کے حقوق کی نگہداشت کرے اور اسے ضرورت پہنچائے۔

حنیف اور رضویہ میں سے جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ رشتہ داروں میں سے بعض کا نفقہ بعض پر واجب ہے انہوں نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب اور جمہور ملاف صالحین سے یہی مروی ہے۔ سرمدی مرفوع حدیث سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے جس میں ہے کہ جو شخص اپنے کسی عمر مرشد دار کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ یہ بھی یہ درجہ کے دو سال کے بعد دودھ پلانا عموماً بچہ کو نقصان دیتا ہے، یا تو جسمانی و دماغی۔ حضرت علقمہ نے ایک عورت کو دوسل سے بڑے بچے کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھ کر متحسّر فرمایا۔ پھر فرمایا کہ یہ اگر یہ رضامندی اور مشورہ سے دوسل کے اندر اندر جب بھی دودھ پھرانچا چیں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہاں بیک کی بہت دوسرے کی رضامندی کے بغیر یہ کافی ہوگی اور یہ بچے کے بچاؤ کی اور اس کی نگرانی کی ترکیب ہے۔ خیال فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کس درجہ درجہ و کرم ہے کہ چھوٹے بچوں کے والدین کو ان کاموں سے روک دیا جس میں بچے کی بربادی کا خوف تھا، اور وہ حکم دیا جس سے ایک طرف بچے کا بچاؤ ہے دوسری جانب مال باپ کی (اصلاح) ہے۔

سورہ حدق میں فرمایا آیت (فان ارضعن لکم فاطونہن اجورھن) اے اگر عورتیں بچے کو دودھ چلا کر میں تو تم ان کی اجرت بھی دی کرو۔ وہاں میں محمدی کے ساتھ معاملہ کھو۔ یہ ارشاد ہے بچے کے دیکھنے کے وقت کسی اور سے دودھ پلوا دینا بچہ یہاں بھی فرمایا اگر والدہ اور والدہ متفق ہو کر کسی غرض کی بنا پر کسی اور سے دودھ شروع کر لیں اور پیلے کی اجازت کال طور پر والدہ والدہ کو دے دے تو بھی دونوں پر کوئی گناہ نہیں، اب دوسری کسی دایہ سے اجرت چکا کر دودھ چلا دیں۔ لگو اللہ تعالیٰ سے ہر امر میں ڈرتے رہا کرو اور یاد رکھو کہ تمہارے اقوال و افعال کو وہ بخوبی جانتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۹، ص ۲۳۳)

### مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ میں مذاہب کا بیان

حضرت قسمی کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس نے فرمایا میرے شوہر نے رسول اللہ کے زمانے میں مجھے تین طلاق دیں تو آپ نے فرمایا تیرے لیے نہ تو گھر ہے اور نہ نفقہ۔ غور کیے کہ میں نے جب ابراہیم سے اس حدیث کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمر نے فرمایا ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے جس کے متعلق میں سے بھی معلوم نہ ہو کہ اسے یا دھمکی ہے یا بھول گئی ہے حضرت عمر تین طلاق والی کو گھر اور کپڑا دیتے تھے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1189)

حضرت قسمی سے روایت ہے کہ میں فاطمہ بنت قیس کے پاس گیا اور ان سے یہ پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے معاملے میں کیا فیصلہ فرمایا تھا؟ کہا کہ میرے خاندان نے مجھے لفظ "ابتد" کے ساتھ طلاق دی تھی تو میں نے ان سے نان نفقہ اور گھر کے لیے جھگڑا کیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر اور نان نفقہ نہ دیا۔ واکوئی حدیث میں یہ بھی ہے پھر مجھے حکم دیا کہ کام کو کم کے گھر عدت کے دن گزار دوں۔ یہ حدیث صحیح ہے، بھری، عطاء، ابی رباح، احمد اور اسحاق وغیرہ کا بھی قول ہے کہ شوہر کے پاس رجوع کا اختیار باقی نہ رہے تو برائش اور نان نفقہ بھی اس کے ذمہ نہیں رہتا لیکن علماء کا یہاں جن میں عمر بن

خطاب اور عبد اللہ بن مسعود بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ تین مذاق کے بعد بھی عدت پوری ہوئے تک ہر اور تان فقہ سب کا شمار کے ذمہ ہے، سفیان اور ابی کوفہ کا یہ قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ شوہر کے ذمے صرف رابض کا بندوبست رہ جاتا ہے نہ ان کی ذمہ داری نہیں۔ ہاں لیث بن سعد اور شافعی کا بھی یہی قول ہے، مہر شافعی اپنے قول کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا ﴿لَا تُحِبُّوهُمْ مِنْ بَنَاتِهِمْ وَلَا يُحِبُّوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَكُنَّ حُرًّا مَحْضَةً﴾، مہر شافعی کہتے ہیں کہ یہی اصل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو اس سے گھر نہیں دلایا کہ وہ اپنے شوہر سے سخت لڑائی کرتی تھیں۔ اہم شافعی فرماتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس کے واقعہ پر مشتمل حدیث کی رو سے اس کی گورت کے لیے نفقہ بھی نہیں (جامع ترمذی: جداول: حدیث نمبر 1190)

نفقہ والد کا باپ پر ہونے میں اہل علم کا اجماع

علامہ ابن قدامہ مقدسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابن منذر کہتے ہیں: ہمیں اہل علم میں سے جتنے بھی یاد ہیں ان سب کا اس پر اجماع ہے کہ ان بچوں کا خرچہ جن کے پاس یاں نہیں والد کے ذمہ ہے، اور اس لیے بھی کہ والدہ انسان کا ایک حصہ ہے اور والد کے بچہ کا کھانا ہے۔

لہذا جس طرح اس کا اپنے آپ اور گھر والوں پر خرچ کرنا واجب ہے اسی طرح اپنے بعض یعنی اولاد اور اپنی اصل یعنی باپ پر خرچ کرنا بھی واجب ہے۔ (المغنی (8 / 171))

بچوں پر خرچہ کرنے میں کتاب وصنت اور اجماع دلیل اور اصل ہے۔

کتاب اللہ کے دلائل: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اگر تمہارا سے کہنے سے وہی دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے دو) (الطلاق (6))

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رضاعت کی اجرت والد کے ذمہ واجب کی ہے۔

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور جن کے سینے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو دستور کے مطابق ہے) (البقرہ (233))

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حندرض اللہ تعالیٰ علیہ کفرمایا: (جتنا تمہیں اور تمہارے اولاد کو اپنے گھر پر خرچہ سے کفایت کرے وہ لے لیا کرو) (صحیح بخاری: حدیث نمبر (5364)) صحیح مسلم: حدیث نمبر (1714)

اور اجماع کی دلیل اور پر بیان کی جا چکی ہے۔ علماء کرام کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ چھوٹے بڑے بچوں کا خرچہ اس وقت تک والد کے ذمہ ہے جب تک وہ مستحق نہیں ہو جاتا ہے۔

علامہ کرام اس پر متفق ہیں کہ والد پر اس بچے کا کوہ خرچہ لازم نہیں جس کے پاس یاں ہو اور وہ مستحق ہو اگرچہ وہ عمر میں چھوٹی کیوں نہ ہو۔ اور اس پر بھی متفق ہیں کہ بیٹا جب بالغ ہو جائے اور کمانے پر قادر ہو تو والد پر اس کا خرچہ لازم نہیں۔ علامہ کرام کا اہل علم مختلف ہے کہ اگر بیٹا فقیر اور بالغ ہو لیکن کمانے کی قدرت نہ رکھے تو اگرچہ علامہ کرام کا خیال ہے کہ والد کے ذمہ اس کا خرچہ نہیں اس

لیے کہ وہ کما کر کرنے کی قدرت و طاقت رکھتا ہے۔

اور کچھ علماء کرام کہتے ہیں کہ بیٹا اگر فقیر اور بالغ ہو جائے وہ کمزور کی قدرت و طاقت رکھے والد پر اس کا خرچہ واجب ہے۔

اس میں دو دلیل ہیں: صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمان ہے: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حندرض اللہ تعالیٰ علیہ کفرمایا: اپنے درپے بچوں کی کنڈے بنتے دل لے لیا کرو)۔ تو یہی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں بالغ اور مستحق نہیں کیا، اور اس لیے کہ وہ بیٹا فقیر ہے جس کی بنا پر وہ خرچ کا مستحق ہے کہنی والد اس پر خرچ کرے جیسا کہ اگر بیٹا امیر ہو وہ مستقل مرضی ہو۔ اور اس لیے سے پوچھا گیا: واللہ نبی! اور والدہ اور اس کا بیٹا تنگ دست ہو تو کیا بھی وادارے تنگ دست بنے پر خرچ کرے گا؟ ابن تیمیہ کا جواب تھا: جی ہاں اگر بیٹا فقیر ہو اور کمزور کیوں نہ ہو تو بیٹے پر بہتر اور اتنے خرچے سے کہ خرچہ کرنا لازم ہے۔ اہ یہ مختصر لکھا گیا ہے

علامہ کرام کا اس پر بھی اختلاف ہے کہ اگر بیٹا بالغ ہو جائے تو کیا والد کے ذمہ اس کا خرچہ ہے کہ نہیں؟ اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ شریک ایک اس پر خرچہ لازم ہے، اور دیگر قول اقرب الی الصواب ہے اس لیے کہ وہ کما کر کرنے سے عاجز ہے، واللہ اعلم۔

علامہ کرام کے کلام کا مجمل طور پر مفہوم یہی ہے، آپ کچھ نفوس اور ان کے دلائل جن سے علماء کرام نے استدلال کیا ہے مندرجہ ذیل کتاب میں دیکھ سکتے ہیں

(علامہ شافعیہ: کتاب الام (8 / 340) علماء مالکیہ: المدوۃ (2 / 263) اور تینوں المسک شرح ترمذی المسک (3 / 244) - علاء حنفیہ: المصوب (5 / 223) - علماء حنابلہ: المغنی ابن قدامہ (8 / 171))

کس صورت میں عورت کو خرچ ملے گا؟

(وَأَنَّ امْتَنَعَتْ مِنْ تَسْلِيمِ نَفْسِهَا حَتَّى يُعْطِيَهَا مَهْرَهَا فَلَهَا النِّفَقَةُ) لِأَنَّهُ مَنَعَ بِحَقِّ فَكَّانٍ قُوَّتِ الْإِخْتِيَارِ لِمَعْنَى مِنْ قِبَلِهِ فَيُحْمَلُ كَلَّا فَإِنِ تَبَيَّنَ أَنَّ نَشْرَتَ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا حَتَّى تَعُوذَ إِلَى مَنَزِلِهِ) لِأَنَّ قُوَّتِ الْإِخْتِيَارِ مِنْهَا، وَإِنَّ عَادَتَ بَجَاءِ الْإِخْتِيَارِ فَتَجِبُ النِّفَقَةُ، بِخِلَافِ مَا إِذَا امْتَنَعَتْ مِنَ التَّمَكُّنِ فِي بَيْتِ الزَّوْجِ لِأَنَّ الْإِخْتِيَارَ قَائِمٌ وَالزَّوْجُ يَقْدِرُ عَلَى الْوُطْءِ كَرَّهَا.

ترجمہ

اور اگر عورت اپنے آپ کو اس وقت تک مرد کے حوالے کرنے سے انکار کر دے جب تک مرد اس کا مہر نہیں دیدیتا تو اس دوران عورت کو خرچ ہمارے گائیگا اس نے اپنے حق کی وجہ سے انکار کیا ہے لہذا عورت کا مجبور نہ ہونا اس وجہ سے ہے جو شوہر کی طرف سے پائی جا رہی ہے گویا اس عورت نے منع نہیں کیا۔ اگر عورت ناراضی سے کام لے تو اسے اس وقت تک خرچ نہیں ملے گا

جب تک وہ شوہر کے گھر واپس نہیں آتی کیونکہ اس صورت میں محسوس ہونے کا وقت ہونا عورت کی طرف سے پایا جا رہا ہے جب وہ واپس آ جائے گی تو محسوس ہونے کا مفہوم آجائے گا لہذا خراج کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔ اس کے برعکس جب وہ شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے محبت کرنے سے انکار کر دیتی ہے تو اس وجہ سے خراج ساقط نہیں ہوگا کیونکہ احتساب موجود ہے اور شوہر اس کی رضامندی کے بغیر بھی اس کے ساتھ صحبت کر سکتا ہے۔

شرح

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جب نان و نفقہ ادا نہ کرنے کے باوجود بیوی رہنے پر راضی ہو جائے تو بیوی پر لازم نہیں کہ وہ خاوند کو اپنے نزدیک آنے دے کیونکہ خاوند اس کا عوض نہیں دے رہا اس لیے بیوی پر اپنا آپ خود دے کے سپرد کرنا لازم نہیں، بالکل اسی طرح عورت کوئی خریدار کی خریدی ہوئی چیز کی قیمت ادا نہ کر سکے تو خریدی ہوئی چیز خریدار کے سپرد کرنا واجب نہیں۔ اس بنا خاوند کو چاہیے کہ وہ بیوی کا راستہ چھوڑ دے تاکہ وہ اپنے نان و نفقہ کا بندوبست کر سکے، کیونکہ اسے نفقہ کے بغیر روکے رکھنا اس کے لیے نقصان دہ ہے۔

اور اگر بیوی لدا رہی ہو تو خاوند کو اسے روکنے کا حق نہیں کیونکہ اسے روکنے کا حق تو اس صورت میں ہوگا جب وہ اس کے اخراجات برداشت کرے، اور جس کے بغیر وہ نہیں رہ سکتی اس کی ضروریات پوری کرے، اور اس سے استعینا کی اپنی ضرورت کی وجہ سے اہل اہل واجب یہ دونوں چیزیں نہ پانی چائیں تو خاوند اسے روکنے کا حق نہیں رکھتا۔ (المنی 8)۔ (165)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور بیوی آنے سے انکار کرے اور خاوند اس پر ناراضگی کی حالت میں ہی رات بسر کر دے تو اس عورت پر بیع ہونے تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں) (صحیح بخاری ہدایہ المصنف ج 2 ص 2998)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب عورت اپنے خاوند کا بستر چھوڑ کر رات بسر کرے تو اس کے واپس آنے تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں) صحیح بخاری کتاب النکاح حدیث نمبر (4795)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے جو شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور اس کی بیوی آنے سے انکار کر دے تو آسمان والا اس پر ناراض رہتا ہے حتیٰ کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو جائے) صحیح مسلم کتاب النکاح حدیث نمبر (1736)

طلاق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب خاوند اپنی بیوی کو اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے بلائے تو اسے آنا چاہیے، اگرچہ وہ خود پر ہی کھڑ نہ ہو) سنن ترمذی کتاب الرضا حدیث نمبر (1080)

اور جب عورت اپنے خاوند کے ساتھ رات گزارنے اور اس کے بستر میں جانے سے رک جائے تو اس کا حق نفقہ اور تنہیم کا حق

بھی ختم ہو جاتا ہے کیونکہ نفقہ تو استعینا کے بدلے میں ہے، اور ایسی عورت کو اپنے خاوند کی نافرمانی کہا جائے گا۔

ابو ہریرہ کا کہنا ہے: نشوز یہ ہے کہ عورت اپنے خاوند کو اپنے استعینا سے منع کر دے یا اس کی بات رنج ہو کر تسلیم کرے، مثلاً جب وہ اسے بلائے تو تسلیم و حجت سے کام لے، یا پھر اس کی بات اس وقت تک تسلیم نہ کرے جب تک خاوند اسے مجبور نہیں کرتا (شرح منہجی الارادات للہوتی 3 / 55)

اور جب بیوی نافرمانی کرنے لگے تو اس کا نفقہ ختم اس لیے کہ نفقہ تو اطاعت اور اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرنے کے عوض

میں تھا۔

اور نشوز یہ ہے کہ بیوی پر جو خاوند کے حقوق میں سے واجب ہیں وہ ان میں خاوند کی نافرمانی کرنے لگے تو اسے نشوز کہہ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی خاوند کے لیے یہ بیان کیا ہے کہ اسے بیوی کی نافرمانی کی حالت میں کیا کرنا چاہیے اسی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(اور میں عورتوں کی نافرمانی اور بد مافی کا تمہیں ڈر اور خدشہ ہوا نہیں نصیحت کرو، اور انہیں الگ بستر دوں پر چھوڑ دو، اور انہیں روک کر سزا دو، پھر اگر وہ تمہاری بات تسلیم کر لیں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، ہر شب اللہ تعالیٰ کی بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے) (النساء 34)

فقیرا رحمہم اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ اگر نافرمانی کرنے والی بیوی وعظ و نصیحت اور اسے بستر میں علیحدگی یعنی جب تک وہ اپنی نافرمانی پر قائم ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے (اور انہیں الگ بستر دوں میں چھوڑ دو) مضاہجت اور تمہن دان تک کام نہ کرنے کے باوجود وہ اپنی نافرمانی پر مصر ہے تو اسے کسی سزا دی جائے گی لیکن بار میں کسی نہیں ہونی چاہیے۔

اور خاوند کے لیے اس حالت میں اسے طلاق دینا جائز ہے، المراد ای رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: بیوی کے برے اخلاق اور اس کی سوء معاشرت وغیرہ کے سبب سے ضرورت کے وقت طلاق دینا مباح ہے، اور ای طرح اس سے بچنے کے لیے وہ غرض پوری نہ ہونے کے وقت، ان کا کہنا ہے کہ اس حالت میں بغیر کسی اختلاف کے طلاق مباح ہے۔ (الانصاف 8 / 430)

اور اگر وہ آپ سے نفرت کرنے لگی اور آپ سے کراہت کرنے لگی ہے جس کا آپ حل نہیں نکال سکتے تو اس وقت طلاق دینا مستحب ہے، اس لیے کہ اس حالت میں نکاح باقی رکھنے سے بیوی کو نقصان ہے، اور ای کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

(شوکی کو نقصان دو اور نہ ہی خود نقصان اٹھاؤ) (المصلح الفقہی 2 / 305)

اور ایسی حالت میں طلاق دینے میں کوئی گناہ نہیں، اور آپ کی مالی مشکلات کے بارہ میں گزارش ہے کہ آپ کے لیے جائز ہے کہ آپ ایسی عورت سے نکاح کر لیں جو اپنا خوجہ برداشت کر سکی ہو یا پھر آپ کی کچھ مالی سہولیت سے ہی گزارے کرنے پر راضی ہو جائے۔

اور ای طرح یہ بھی جائز ہے کہ آپ اپنی پہلی بیوی سے کچھ معاملات پر صلح کر لیں اور بیوی کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ اپنے کچھ

حقوق نہ دے گا چھوڑ دے جس میں خفقہ و رقتہ وغیرہ شامل ہو تاکہ وہ اسے طلاق نہ دے اور اپنے پاس ہی رکھے۔

اس لیے کہ انتہی تک وہ حق کی کارفرما ہے: (اور اگر عورت اپنے خاوند کی تافرنی سے ڈرے یا پھر اسے اس کے اعراض کا ڈر ہو تو نہ دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ صبح کر لیں اور صبح کرنا ہی بہتر ہے) علامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان ہے کہ: یہ اس طرح ہے کہ عورت کی شخص کے پاس ہو اور اس کا خاوند اسے طلاق دینا چاہے وہ بیوی اسے کہے کہ نبھاسے پاس ہی رکھو اور طلاق نہ دو مجھ پر نفقہ اور تقسیم میں تجھے آزاد کی ہے۔ (الملخص الفقہی 2 / 296)

نابالغ بیوی کے نفقہ کا بیان

(وَأَنْ كَانَ نَسَبُهَا فَلَا تَفَقَّهُ لَهَا) لَأَنْ أَمْسَاَعَ لِإِسْتِمَاعٍ لِمَعْنَى فَيْقَهَا، وَإِلَّا خُيَّسَ الْمَوْحُودُ مَا يَكُونُ وَبَسَلَةً إِلَى مَقْصُودٍ مُسْتَحَقٍّ بِالنِّكَاحِ وَلَمْ يَوْحِذْ، بِخِلَافِ الْمَرْبُوضَةِ عَلَى مَا تَبَيَّنَ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: لَهَا النِّفَقُ لِأَنَّهَا عَوَّضٌ مِنَ الْمَنَاقِلِ عِنْدَهُ كَمَا فِي الْمَمْلُوكِ نَحْوَ مَمْلُوكِ الْيَمِينِ. وَلَكِنْ أَنَّ الْمَهْرَ عَوَّضٌ عَنْ الْمَنَاقِلِ وَلَا يَجْتَمِعُ الْعَوَّضَانِ عَنْ مَوْضِعٍ وَاحِدٍ فَلَهَا الْمَهْرُ دُونَ النِّفَقَةِ.

ترجمہ

اور اگر عورت نابالغ ہو اور اتنی کم سن ہو کہ اس کے ساتھ صحبت نہ کی جاسکتی ہو مگر اس کا خرج واجب نہیں ہوگا کیونکہ صحبت میں رکاوٹ ایک ایسی علت ہے جو عورت میں پائی جا رہی ہے اور خرج اس اعتبار سے کہ وجہ سے واجب ہوتا ہے جو کچھ اس کے مطلوب تک رسائی کا ذریعہ بن سکا ہو لیکن یہ اعتبار اس نوعیت کا نہیں ہے اس لیے اس میں خرج بھی واجب نہیں ہوگا۔ تاہم یہ بیوی کا حکم اس سے مختلف ہے اس کا خرج کاغذ نہیں ہوگا بلکہ غیر عیسائی کی وضاحت کریں گے۔ اس میں شامل ہے یہ بات بیان کی ہے: نابالغ بیوی کو بھی خرج ملے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے امام شافعی کے نزدیک خرج شوہر کی ملکیت کے عوض میں ہوتا ہے جیسا کہ کثیر کا خرج اس کے، لگ کے ذمے ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ہر ملک کا عوض ہوتا ہے اور ایک ہی چیز کے دو عوض نہیں ہو سکتے ہیں اس لیے نابالغ لڑکی ہر ملک کا خراج کاغذ ہوگی خراج کی مقدار نہیں ہوگی۔

شرح

اختیاس

عربی زبان سے اس مشتق ہے، غنائی خریدنے کے باب افعال سے مصدر ہے اردو میں بطور حاصل مصدر مستعمل ہے۔ اردو میں 1874ء کو انہیں کے مجموعے "سرائی" میں مشتمل ہوتا ہے۔

اگر خاوند نابالغ فقیر یا پانچ ہو تو اس کی بیوی کا نفقہ نابالغ کے والد کے ذمہ ہے۔ (رد المحتار، باب النفقة مطبع الجہانگیر دہلی)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

ہر دو عورت جس کا خراج کاغذ خاوند پر لازم نہیں مثلاً جس عورت کی رخصتی نہیں ہوئی اور خاوند کے سپرد نہیں کی گئی، اور وہ چوٹی فری پائی جس سے استماع کرنا ممکن نہیں ہو اس کا خراج خاوند کے ذمہ لازم نہیں، اور نہ ہی اس کا نفقہ خاوند کے ذمہ ہے، کیونکہ وہ اس میں شامل نہیں ہوتی جن کی صحبت خاوند کے ذمہ ہے۔ (الحنفی 2 / 361)

اور جو بیوی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جس کا خفقہ خاوند کے ذمہ لازم نہیں ان کا نفقہ انہی خاوند پر لازم نہیں آتا، مثلاً وہ بیوی جس سے خبر نہیں ہوا اور اس نے اپنا آپ خاوند کے سپرد نہیں کیا۔ (کشاف القناع 2 / 252)

گزرے ہوئے دنوں کا نفقہ

نصف کے باب میں ایک قائل ذکر مسئلہ یہ ہے کہ اگر مرد نے ایک عرصے تک نفقہ ادا نہیں کیا، حالانکہ بیوی نے نفقہ معافی نہیں کیا، تو اس سوال میں ہے کہ گزرے ہوئے دنوں کا خفقہ شوہر پر واجب ہوگا یا نہیں؟ اس مسئلے میں فقہاء احناف کا عمومی رجحان یہ ہے کہ نفقہ اصل میں تبرع ہے نہ کہ عوض۔ اس لیے گزرے ہوئے دنوں کا خفقہ دوسری صورتوں میں واجب ہوگا یا تو سپسے سے قاشی نے لے کر فیصلہ کر دیا ہو اور فیصلے کے وجود شوہر نے نفقہ ادا نہ کیا ہو تو گزشتہ ایام کا خفقہ بھی واجب ہوگا۔ یہ زوجین کے درمیان سپسے لفظ کی آہنی کے مسئلے میں کوئی معاہدہ ہو یا اور شوہر نے اس معاہدے کے مطابق عمل نہ کیا ہو، اگر تقاضا چاہی جی یا صلح، تو رضی سپسے سے موجود نہ ہو تو گزرے ہوئے دنوں کا خفقہ واجب نہیں ہوگا۔ (رد المحتار، مجمع الامہور) دوسرے فقہاء خفقہ شوہر کو حاصل حق اعتبار اس کا عوض قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک گزرے ہوئے وقت کا خفقہ بھی واجب ہوگا۔

(حاشیۃ النسوی: روضة الطالبین: ۱، المعنی)

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ اگر بیوی اتنی کم سن ہو کہ اس کے ساتھ صحبت نہ کی جاسکتی ہو تو احناف ان بات کے قائل ہیں: ایسی صورت میں بیوی کو خراج نہیں ملے گا اس کی وجہ یہ ہے: یہاں جتنے میں رکاوٹ عورت کی طرف سے پائی جا رہی ہے اس لیے اگرچہ یہاں پر پٹہ ہر طور پر اعتبار اس کی صورت موجود ہے لیکن کیونکہ وہ ناقص ہے اس وجہ سے وہ عورت خراج کی مقدار نہیں ہوتی کیونکہ خراج اسی اعتبار سے کہ وجہ سے لازم ہوتا ہے جو اصل مقصود کا وسیلہ بن سکا ہو اس میں کراہ کے اصل مقصد یعنی صحبت کرنے کی قہر، نہ تہ حاصل ہو اور یہاں اعتبار اس کا نہیں ہے کیونکہ اس نابالغ لڑکی کے ساتھ صحبت نہیں کی جاسکتی اس لیے اس وجہ سے اس کا خراج لازم نہیں ہوگا۔

اس پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے: اگر بیوی بیمار ہو جاتی ہے اور اس وجہ سے اس کے ساتھ صحبت نہیں کی جاسکتی تو یہاں بھی رکاوٹ عورت کی طرف سے پائی جا رہی ہے تو پھر آپ بے پایے عالم میں عورت کو خراج کا مقدار کیوں قرار دیتے ہیں؟ مصنف نے فرماتے ہیں: بناوڑت کا حکم اس سے مختلف ہے اس کی اہم مزید وضاحت آگے چل کر کریں گے۔

امام شافعی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں: نابالغ بیوی کو خراج ملے گا اس کی وجہ یہ ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک خراج کی ادائیگی

”محقق“ کی ملکیت کے عوض میں ہوئی ہے اور کیونکہ شوہر اپنے شوہر سے بیوی سے ”محقق“ کا مالک بن چکا ہے اس لیے اس پر خرج کی ادائیگی بھی لازم ہوگی بالکل اسی طرح جیسے اگر کوئی شخص کسی کینز کے خرید لیتا ہے تو وہ کینز اگر چہ تابع ہو اس کینز کے خرج کی ادائیگی اس پر لازم ہو جاتی ہے کیونکہ اسے ”محقق“ کا حق حاصل ہو چکا ہے۔

امناصف یہ دلیل پیش کرتے ہیں اس ملکیت کا عوض مہر ہوتا ہے اور کیونکہ ایک چیز کے دو عوض نہیں ہو سکتے اس لیے آپ اس ملکیت کا عوض مہر اور خرج دونوں کو قرار نہیں دے سکتے اگر آپ خرج کی ادائیگی کو اس ملکیت کا عوض قرار دیتے ہیں تو پھر آپ مہر کو کس چیز کا عوض قرار دیں گے؟ تو کیونکہ مہر اس ملکیت کا عوض ہے لہذا خرج کی ادائیگی اس ملکیت کا عوض نہیں ہوگی اس لیے بالکل بیوی کو مہر مل جائے گا لیکن خرج نہیں ملے گا۔

نابالغ شوہر کی بالغ بیوی کے نفقہ کا بیان

(وَأَنَّ تَحْنَانَ الزَّوْجِ صَغِيرًا لَا يَقْدِرُ عَلَى الْوُطْءِ وَهِيَ كَبِيرَةٌ فَلَهَا النَّفَقَةُ مِنْ مَالِهِ)  
لَآنَ التَّسْلِيمِ قَدْ تَحَقَّقَ مِنْهَا، وَأَمَّا الْعَجُزُ مِنْ قِبَلِهِ فَصَارَ كَالْمَحْجُوبِ وَالْعَبِيْنِ.

ترجمہ

اور اگر شوہر اتنا حسن ہو کہ صحبت کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور بیوی اس سے عمر میں بڑی ہو تو اس بیوی کو اس شوہر کے مال میں سے خرج ملے گا کیونکہ عورت کی طرف سے اپنے آپ کو کپور کرنا ثابت ہو گیا ہے اور عذر شوہر کی طرف سے پایا جا رہا ہے لہذا وہ محبوب یا عین کی مانند شمار کیا جائیگا۔

حق تسلیم کے سبب نفقہ ہونے کا بیان

حامد علی والدین علی بنی الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے عورت مسلمان ہو یا کافرہ آزاد ہو یا مکاتبہ حج ہو یا لداہرہ دخول ہو یا بیہوش، بالغ ہو یا نابالغ مگر نابالغ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مشہوما ہو۔ اور شوہر کی جانب کی شرط نہیں خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اس پر نفقہ واجب ہے اس کے مال سے دیا جائے گا۔ اور اگر اس کی ملک میں مال نہ ہو تو اس کی عورت کا نفقہ اس کے باپ پر واجب نہیں ہاں اگر اس کے باپ نے نفقہ کی خدمت کی ہو تو باپ پر واجب ہے شوہر عین ہے یا اس کا عضو متعلق کتا ہوا ہے یا مریض ہے کہ جماع کی طاقت نہیں رکھتا یا حج کو گیا ہے جب بھی نفقہ واجب ہے۔ نابالغ جو قاطل جماع نہ ہو اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں، خواہ شوہر کے یہاں ہو یا اپنے باپ کے گھر جب تک قاطل ولی نہ ہو پھر ہاں اگر اس قاطل کو خدمت کر سکے یا اس سے انس حاصل ہو سکے اور شوہر نے اپنے مکان میں رکھا تو نفقہ واجب ہے اور انس رکھا تو نہیں۔ (رد المحتار باب نفقہ زوجہ، ج ۵، ص ۲۸۰، بیروت)

مجسوز زوجہ کے نفقہ کا بیان

(وَإِذَا حُبِسَتْ الْمَرْأَةُ فِي دِينٍ فَلَا نَفَقَةَ لَهَا) لِأَنَّ قُوْتَ الْإِحْتِسَابِ مِنْهَا بِالْمَمْلُوكَةِ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْهَا بِأَنْ كَانَتْ عَاجِزَةً قَلْبًا مِنْهُ، وَكَذَا إِذَا عَصَبَهَا وَجُلَّ كُرْهَا فَلَذَهَبَ بِهَا.

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ لَهَا النَّفَقَةَ، وَالْقَتَوَى عَلَى الْأَوَّلِ لِأَنَّ قُوْتَ الْإِحْتِسَابِ لَيْسَ مِنْهُ لِيُحْمَلَ بِأَقْبَا تَقْدِيرًا، وَكَذَا إِذَا حَبَّتْ مَعَ مُحْرَمٍ لِأَنَّ قُوْتَ الْإِحْتِسَابِ مِنْهَا.

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّ لَهَا النَّفَقَةَ لِأَنَّ إِقَامَةَ الْفَرَضِ عُذْرٌ، وَلَكِنْ تَجِبُ عَلَيْهِ نَفَقَةُ الْحَضَرِ دُونَ السَّافِرِ لِأَنَّهَا هِيَ الْمُسْتَعْقَّةُ عَلَيْهِ، وَلَوْ سَافَرَ مَعَهَا الزَّوْجُ تَجِبُ النَّفَقَةُ بِالْإِتِّفَاقِ لِأَنَّ الْإِحْتِسَابَ قَائِمٌ لِقِيَامِهِ عَلَيْهَا وَتَجِبُ نَفَقَةُ الْحَضَرِ دُونَ السَّافِرِ، وَلَا يَجِبُ الْكِزَاءُ لِمَا قُلْنَا (لَإِنْ مَرَضَتْ فِي مَنْزِلِ الزَّوْجِ فَلَهَا النَّفَقَةُ) وَالْقِيَاسُ أَنَّ لَا نَفَقَةَ لَهَا إِذَا كَانَ مَرَضًا يَمْنَعُ مِنَ الْجِمَاعِ لِقَوْتِ الْإِحْتِسَابِ لِلِاسْتِمَاعِ.

وَجِبَ الْإِسْتِحْسَانُ أَنَّ الْإِحْتِسَابَ قَائِمٌ فَإِنَّهُ يَسْتَأْذِنُ بِهَا وَيَمْسُهَا وَتَحْفَظُ الْبَيْتَ، وَالْمَانِعُ بِعَارِضٍ قَانَسَةِ الْحَيْضِ.

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ أَنَّهَا إِذَا سَلِمَتْ نَفْسَهَا ثُمَّ مَرَضَتْ تَجِبُ النَّفَقَةُ لِتَحْقِيقِ التَّسْلِيمِ، وَلَوْ مَرَضَتْ ثُمَّ سَلِمَتْ لَا تَجِبُ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ لَمْ يَصِحَّ قَالُوا هَذَا حَسَنٌ.

وَفِي لَفْظِ الْكِتَابِ مَا يُبَشِّرُ إِلَيْهِ.

ترجمہ

جب کوئی عورت کسی قرض کی وجہ سے مجسوز ہو تو اس کا خرج بند کرنے والے کے ذمے نہیں ہوگا کیونکہ احتساب کا زائل ہوگا عورت کی طرف سے پایا جا رہا ہے کیونکہ اس نے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی ہے لیکن اگر احتساب کا زائل ہونے عورت کی طرف سے نہ ہو یعنی عورت قرض کی ادائیگی نہ کر سکتی ہو تو شوہر سے خرج کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح اگر کوئی شخص عورت کو زبردستی لے جائے تو اس کا خرج شوہر کے ذمے نہیں ہوگا۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے۔ اس کا خرج شوہر کے ذمے ہوگا لیکن

نہی پہ پہلے قول ہے: کیونکہ احتباس کا زائل ہونا شوہر کی طرف سے نہیں ہے اس لیے شوہر پر یہ برقرار رہے گا۔

اسی طرح اگر کوئی عورت اپنے کسی محرم کے ساتھ حج کے لئے چلی جاتی ہے تو اس کا خرچ ساقط ہو جائے گا: کیونکہ احتباس زائل کرنے کا مقہوم عورت کی طرف سے پیدا ہوا ہے۔ امام ابو یوسف اس صورت میں بھی خرچ مازم ہونے کے قائل ہیں: کیونکہ شرعی فرض کی تکمیل ایک عذر ہے اس لیے شوہر پر حضرت کا خرچ، زم ہوگا: سفر کا خرچ لزم نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے شوہر پر بیکی جز لزم ہے۔

گر یہی شوہر کے ساتھ سفر کرتی ہے تو اس بات پر اتفاق ہے خرچ شوہر کے ذمے ہوگا: کیونکہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہے اس لیے احتباس کا مقہوم پیدا ہوا ہے۔ تاہم وہ سفر کے دوران احتباسی خرچ دے گا جتنا حضرت میں دیتا تھا سفر کے لئے کوئی اضافی طور پر خرچ نہیں دیا جائے گا اور کرے گی اور انگی مازم رہے گی۔ لیکن اگر عورت پیسے یا ربوئی اور دیگر اس کے خود کو شوہر کے پر دیکر تو خرچ یہ ہو جاتی ہے تو اسے خرچ نہ لگے گا: قس کا تعلق یہاں ہے۔ مگر یہی کی نوعیت ایسی ہو جو صحبت میں رکاوٹ ہو تو اسے خرچ نہ دیا جائے گا: کیونکہ صحبت کا احتباس بھی ختم ہو جائے گا تاہم احتباس کی پیش نظر یہ ساقط نہیں ہوگا: کیونکہ احتباس کا مقہوم موجود ہے اور شوہر اس سے ہنس ہے اسے تھوڑا جھگڑا سکتا ہے وہ عورت اس کے گھر کی حفاظت کرتی ہے یہاں تک صحبت میں رکاوٹ کا تعلق ہے تو وہ عذر ہے کی وجہ سے ہے تو یہ زعفر جیٹھ کا مشابہہ قرار دیا جائے گا۔

امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے اگر عورت ایک مرتبہ اپنے آپ کو شوہر کے پر در کردے اور پھر یہ رہو جائے تو سپردگی ثابت ہونے کی وجہ سے خرچ کی ادائیگی مازم رہے گی۔ لیکن اگر عورت پیسے یا ربوئی اور دیگر اس کے خود کو شوہر کے پر دیکر تو خرچ لزم نہیں ہوگا: کیونکہ اس صورت میں سپردگی درست نہیں ہے۔ ہر سہرے مشائخ نے یہ بات بیان کی ہے: لیکن قبل پھرین ہے امام قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قید ہونے کی بیوی کا سقوط نفقہ کا فقہی بیان

علامہ سیوطی بن محمد زبیدی نے حلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عورت اگر قید ہوگئی اگرچہ بطور ظلم بھی ہو پر نفقہ واجب نہیں ہاں اگر خود شوہر کا عورت پر ذین تھا اسے قید کرنا تو ساقط نہ ہوگا۔ یعنی اگر عورت کو کوئی آٹھ لے گیا یا جھین لے گیا جب بھی شوہر پر نفقہ واجب نہیں۔ عورت حج کے لئے گئی اور شوہر ساتھ نہ ہو تو نفقہ واجب نہیں اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگرچہ حج فرض ہو۔ اگرچہ شوہر کے مکان پر رہتی تھی۔ اور اگر شوہر کے ہمراہ ہے تو نفقہ واجب ہے حج فرض ہو یا اٹل مگر سفر کے مطابق نفقہ واجب نہیں جہلے جھلے کا نفقہ واجب ہے لہذا اگر یہ وغیرہ مصارف سفر شوہر پر واجب نہیں ہے۔ (جو ہر غیر وہاں نفقہ)

حالت قید کے سبب حالت احتباس کی ختم ہونے کا بیان

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر کسی شخص کی بیوی نے کسی دوسرے شخص کا قرض ادا کرنا تھا اور قرض کی عدم ادائیگی کی

جس میں عورت کو قید کر دیا گیا تو اب اس عورت کے قید ہونے کی وجہ سے شوہر کے گھر میں احتباس کی صورت ختم ہوگئی ہے اس لیے یہ قید کے دوران اس کے خرچ کی ادائیگی اس کے شوہر پر لزم نہیں ہوگی: کیونکہ یہاں احتباس میں رکاوٹ عورت کی طرف سے نہیں ہے: کیونکہ اگر وہ قرض کو بد وقت ادا کر دیتی تو اسے قید نہ کیا جاتا۔

یہاں مصنف نے اس مسئلے کی وضاحت کی ہے اگرچہ عورت خود بھی اس قرض کو ادا کرنے سے باز نہ ہو تو بھی شوہر سے وہ قرض کا مال لینا نہیں سکتی: کیونکہ اس صورت میں اس عورت کا قرض یہاں احتباس میں رکاوٹ کا سبب بن جائے گا: اور کیونکہ یہ عورت کی طرف سے پیدا ہوا ہے اس لیے وہ خرچ کی حقدار نہیں ہوگی۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی بیوی کو غصب کر لیتا ہے: یعنی کسی شخص کی بیوی کسی دوسرے شخص کی بیوی بن جاتی ہے تو اسے غصب کر لیا: اب وہ عورت شوہر سے خرچ لینے کی حقدار نہیں ہوگی۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے ایک روایت یہ بھی نقل کی گئی ہے ایسی عورت کو خرچ سے لگا: کیونکہ وہ احتباس کی حالت میں ہے۔

پیسے تو اس کی دلیل یہ پیش کی گئی ہے جب بھی احتباس میں رکاوٹ شوہر کی طرف سے نہ ہو تو عورت خرچ کی حقدار نہیں بن سکتی ہے جس صورت کو غصب کر لیا گیا ہے اس میں بھی احتباس میں رکاوٹ شوہر کی طرف سے نہیں ہے اس لیے اس عورت کو خرچ لینا نہیں چاہیے گا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں ایسی عورت کو خرچ سے لگا: وہ یہ فرماتے ہیں جس طرح فرض کی ادائیگی کی وجہ سے عورت کو عذر قرار دیا جاتا ہے: یعنی اگر عورت پر حج فرض ہو جائے تو اب وہ حج کرنے کے لئے جاتی ہے تو اس کا خرچ شوہر کے ذمے لازم ہوتا ہے لیکن یہ خرچ بھی قیام کے دوران یعنی حضرت کی حالت میں لازم ہوتا ہے: سفر کی حالت کا لزم نہیں ہوتا: کیونکہ حالت کا الفاظ اس طرح ہیں: "میں صرف حضرت کا خرچ شامل ہوگا: کیونکہ اگر سفر کے خرچ کی ادائیگی بھی شوہر کے ذمے لزم کر دی اسے تو اس کے لئے بہت بھاری ہو جائے گی۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر عورت کے سفر میں اس کا شوہر بھی اس کے ساتھ ہو تو اس صورت میں عورت کو ضرور قیادیا جائے گا: تاہم اس بارے میں حکم یہی ہے کسی جگہ پر قیام کے دوران کھانے پینے وغیرہ کے خوالے سے جو خرچ ہوتا ہے اس کا مال بھی شوہر پر لازم ہوگی: البتہ اگر شوہر احسان کے طور پر بیوی کے دیگر اخراجات ادا کرے تو یہ زیادہ بہتر ہے لیکن بیوی کے اخراجات کے کرانے کی ادائیگی شوہر پر لزم نہیں ہوگی۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اگر کوئی عورت شوہر کے گھر میں رہے ہو جاتی ہے تو احتباس کی پیش نظر وہ پتہ داری کے زمانے کے دوران خرچ کی حقدار ہوگی: اگر وہ کوئی ایسا مرض ہے جس کی وجہ سے شوہر اس کے ساتھ صحبت کرنے کے قائل نہیں رہتا: لہذا کچھ خفا تو یہ تھا: ایسی عورت کو بھی خرچ نہ ملے: کیونکہ یہاں احتباس میں فوت ہونے کا پہلو عورت کی طرف سے پیدا ہوا ہے



کیونکہ مرد اس سے جمع نہیں کر سکتا ہے۔

احتمان کی دلیل یہ ہے: احتیاس یہاں موجود ہے شوہر اس عورت سے انیت محسوس کر سکتا ہے اسے چوسکتا ہے اور مرد شوہر کے گھر کی حفاظت کر سکتی ہے بیاری کی وجہ سے جو رکاوٹ آئی ہے وہ عارضی ہے اور اس کی مثال بیض کی طرح ہوجانے کی اکثر صراح جنس کے دوران شوہر بیوی کے ساتھ محبت نہیں کر پاتا لیکن اس دوران بیوی کو خرچ ملتا رہتا ہے اسی طرح بیاری کے دوران اگرچہ شوہر بیوی کے ساتھ محبت کرنے کے قابل نہ ہو لیکن پھر بھی عورت کو خرچ ملتا رہے گا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس بات کے قائل ہیں: جب وہ عورت اپنے آپ کو شوہر کے سپرد کر دیتی ہے پھر وہ بیمار ہوتی ہے یا خرچ کی ادائیگی لازم ہوگی اس کی وجہ یہ ہے اس نے اپنا آپ مکمل طور پر شوہر کے سپرد کر دی ہے لیکن اگر وہ پہلے بیمار ہو کر اور پھر آپ شوہر کے سپرد کر دیا تو اس صورت میں خرچ کی ادائیگی لازم نہیں ہوگی اس کی وجہ یہ ہے شوہر کے سپرد کرنا مکمل طور پر بلائیں جارہا تھا نہ یہ بات بیان کی ہے: نیرائے زیادہ بہتر ہے۔

خوشحال شوہر پر بیوی کے خادم کا خرچ بھی لازم ہوگا

(قَالَ: وَيُقَرَّضُ عَلَى الزَّوْجِ النَّفَقَةُ إِذَا كَانَ مُوسِرًا وَنَفَقَةُ خَادِمَيْهَا) الْمُرَادُ بِهَذَا بَيَانُ نَفَقَةِ الْخَادِمِ، وَلِهَذَا ذَكَرَ فِي بَعْضِ النُّسخِ: وَتُقَرَّضُ عَلَى الزَّوْجِ إِذَا كَانَ مُوسِرًا نَفَقَةَ خَادِمَيْهَا.

وَوَجْهُهُ أَنَّ كِفَايَتَهَا وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ، وَهَذَا مِنْ تَمَامِهَا إِذَا لَا بُدَّ لَهَا مِنْهُ (وَلَا يُقَرَّضُ لِأَكْثَرٍ مِنْ نَفَقَةِ خَادِمٍ وَاحِدٍ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَحْمَدٍ.

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ: تَقَرَّضُ لِخَادِمَيْنِ لَأَنَّهَا تَحْتَاجُ إِلَى أَحَدِهِمَا لِمَصَالِحِ الدَّخَالِ وَإِلَى الْآخَرِ لِمَصَالِحِ الْخَارِجِ.

وَلِهَذَا أَنَّ الْوَاحِدَ يَقُومُ بِالْأَمْرَيْنِ فَلَا ضَرُورَةَ إِلَى الثَّانِي، وَلَآنَهُ لَوْ تَوَلَّى كِفَايَتَهَا بِنَفْسِهِ كَانَ كَافِيًا، فَكَذَا إِذَا أَقَامَ الْوَاحِدَ مَقَامَ نَفْسِهِ، وَقَالُوا: إِنَّ الزَّوْجَ الْمُوسِرَ يَلْزَمُهُ مِنْ نَفَقَةِ الْخَادِمِ مَا يَلْزَمُ الْمُعْسِرَ مِنْ نَفَقَةِ أَمْرَأَتِهِ وَهُوَ أَذْنَى الْكِفَايَةِ.

وَقَوْلُهُ فِي الْكِتَابِ إِذَا كَانَ مُوسِرًا إِيَّارَةً إِلَى أَنَّهُ لَا تَجِبُ نَفَقَةُ الْخَادِمِ عِنْدَ إِعْسَارِهِ وَهُوَ رَوَايَةُ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، وَهُوَ الْأَصَحُّ خِلَافًا لِمَا قَالَهُ مُحَمَّدٌ.

لَإِنَّ الْوَاجِبَ عَلَى الْمُعْسِرِ أَذْنَى الْكِفَايَةِ وَهِيَ قَدْ تَكْفِي بِخَدْمَةِ نَفْسِهَا.

ترجمہ

اگر شوہر خوشحال ہو تو اس پر بیوی اور اس کے خادم کا خرچ لازم ہوگا اس کے کسی بقیادہ دم کے خرچ کا بیان ہے یہی وجہ ہے: "نہادی کے بعض نسخوں میں یہ عبارت موجود ہے: "اگر شوہر خوشحال ہو تو اس پر عورت کے خادم کا خرچ عائد کیا جائے گا۔" اس کی وجہ یہ ہے بیوی کی کفایت شوہر پر لازم ہے اور کفایت کی تکمیل میں خادم کا خرچ بھی شامل ہوگا کیونکہ عورت کے لئے اس کے بغیر یہ نہیں ہے۔ تاہم عورت کو ایک خادم سے زیادہ خرچ نہیں ملے گا یہ حکم طرین کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: "اس پر دو خادموں کا خرچ لازم ہوگا کیونکہ ایک خادم گھریلو کام کے لئے ہوگا اور دوسرا باہر کے کاموں کے لئے ہوگا۔ طرین نے یہ بات بیان کی ہے ایک ہی خادم دونوں طرح کی ضروریات پوری کر سکتا ہے لہذا دو کی ضرورت نہیں ہوگی۔

"دوسری وجہ یہ ہے: اگر شوہر خود بیوی کے ان معاملات کی دیکھ بھال کر سکتا ہے تو یہ بھی کافی ہوگا اسی طرح جب وہ اپنی جگہ پر کسی شخص کو سپرد کر دیتا ہے (تو اسے بھی کافی ہوتا جائے)۔ مشائخ نے یہ بات بیان کی ہے صاحب حیثیت شوہر پر خادم کا خرچ لازم ہوگا جتنے خرچ ایک غریب آدمی اپنی بیوی کو دیتا ہے اور یہ کفایت کا تین ترقی درجہ ہے۔ مگر یہ الفاظ "جب وہ خوشحال ہو" یہ بات کی طرف اشارہ ہے اگر شوہر غریب ہو تو خادم کا خرچ اس کے ذمے لے لیں نہیں ہوگا امام حسن بن زید نے امام ابو حنیفہ سے بیان کیا کہ روایت نقل کی ہے اور یہی بات درست ہے اس کے برخلاف امام محمد نے یہ بات پیش کی ہے (کہ غریب شخص پر بھی خادم کا خرچ لازم ہوگا) اس کی وجہ یہ ہے: بخند شخص پر کفایت کا کم سے کم مرتبہ لازم ہوگا اور بیوی خود بھی اپنے کام کا ج کر سکتی ہے۔

نفسہ اصل عسرویسر ہونے کا قاعدہ ہے

واجب نقض اصل عسرویسر ہے۔ (الہدایہ ص ۱۷۱)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ شوہر پر بیوی کا خرچہ واجب ہے اس کی مقدار شوہر کے حال کے مطابق ہوگی اگر شوہر امیر دولت مند ہے تو فقراء امراء لوگوں کی طرح ادا کرے اور اگر متوسط ہو تو فقراء و غلب لوگوں کی طرح ادا کرے، لہذا اگر غریب شخص کی بیوی کی حق حاصل نہیں کر دے دولت مند لوگوں کی بیویوں کی طرح فقراء کا مطالبہ کرے۔ اور اس کی امیر دولت مند نہیں کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو غریب عورت کی طرح فقراء سے۔

نہادی تہر ہے۔

وعلى المولود له رزق هن وكسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس الا وسعها (البقرہ ۲۲۱)

مگر اس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دست و پیر کے مطابق ان (بازوں) کا کھانا اور پہنانا ہے اور کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلف نہیں کیا جائے گا۔

نقد کی تعریف

نقد نکاح کے بعد شوہر پر بیوی کیسے لکھا، اس پر اس کا لازم ہونا نقد کہلاتا ہے جبکہ عرف و معاشرہ میں محض نقد کہلاتا ہے۔

انتباہ

نقد مرد اس کے سب سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔

حلاق رجعی وہاں تک کے بعد بھی نقد:

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی طلاق یا کدے دی تو بعد از طلاق بھی عدت میں اس پر نقد واجب ہوگا۔

نیکدست شخص کے ذمے بیوی کا خرچ قرض ہوگا

وَمَنْ أَعْسَرَ بِسَفَقَةٍ أَمْرَاتِهِ لَمْ يَسْقُرْ نَيْهَمًا وَيَقَالُ لَهَا اسْتَدِينِي عَلَيْهِ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يُسْقُرُ، لِأَنَّهُ عَجَرَ عَنِ الْإِمْسَاكِ بِالْمَعْرُوفِ فَيَتَوَبُّ الْقَاضِي مَتَابَهُ فِي التَّغْرِيبِ كَمَا فِي الْجَبِّ وَالْعَنَةِ، بَلْ أَوْلَى لِأَنَّ الْحَاجَةَ إِلَى النَّفَقَةِ أَقْوَى. وَلَئِنْ حَقَّهُ بَيْطُلَ وَحَقَّقَهَا يَتَخَرَّ، وَالْأَوَّلُ أَقْوَى فِي الضَّرَرِ، وَهَذَا لِأَنَّ النَّفَقَةَ تَصِيرُ ذَنْبًا يَسْقُرُ الْقَاضِي فَيَسْتَوْفِي الزَّمَانَ الثَّانِي، وَقَوْتُ الْمَالِ وَهُوَ تَابِعٌ فِي النِّكَاحِ لَا يَلْحَقُ بِمَا هُوَ الْمُفْضُودُ وَهُوَ التَّاسُلُ.

وَقَائِدَةُ الْأَمْرِ بِالْإِسْتِدَانَةِ مَعَ الْقَرْضِ أَنْ يُمْكِنَ إِحَالَةُ الْغَرِيمِ عَلَى الزَّوْجِ، فَإِمَّا إِذَا كَانَتْ الْإِسْتِدَانَةُ بِغَيْرِ أَمْرِ الْقَاضِي كَانَتْ الْمُطَالَبَةُ عَلَيْهَا ذَوْنُ الزَّوْجِ.

(وَإِذَا قَضَى الْقَاضِي لَهَا بِسَفَقَةِ الْإِعْسَارِ ثُمَّ أَيْسَرَ فَحَاضَمَتُهُ تَمَّ لَهَا نَفَقَةُ الْمَوْتَرِ) لِأَنَّ النَّفَقَةَ تَخْتَلِفُ بِحَسَبِ الْيَسَارِ وَالْإِعْسَارِ، وَمَا قَضَى بِهِ تَقْدِيرٌ لِنَفَقَةٍ لَمْ تَجِبْ، فَإِذَا تَبَدَّلَ حَالُهَا فَلَهَا الْمُطَالَبَةُ بِتَمَامِ حَقِّهَا.

ترجمہ

اور اگر کوئی شخص بیوی کا خرچ ادا کرنے سے قاصر ہو جائے تو دونوں کے درمیان طے ہوگی جس کو ادا کرنا ہے، بلکہ قاضی

سے یہ کہہ گا وہ اپنے شوہر کی ذمہ داری پر قرض حاصل کر لے گا، ہم شافعی نے یہ بات بیان کی ہے دونوں کے درمیان طے ہوگی کہ کوا دیا جائے گی، لیکن شوہر عام روایت کے مطابق اس عورت کو اپنے ساتھ رکھنے سے عاجز ہو گیا ہے۔ اسے اسے تفریق کرنے میں قاضی اس کا قائم مقام قرار دیا جائے گا، چنانچہ محبوب اور مین میں ہوتا ہے۔

بلکہ خرچ سے عاجز ہونے کی صورت میں قاضی اس کا قائم مقام ہوگا، کیونکہ خرچ کی ضرورت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے اس طرح مرد کا حق مکمل طور پر باطل ہو جائے گا، جبکہ عورت کا حق متاثر نہیں ہو سکتا ہے، لیکن مرد کے حق کو باطل کرنے کے نتیجے میں نقصان زیادہ ہو جائے گا، کیونکہ قاضی کے مقرر کرنے کے نتیجے میں وہ خرچ مرد کے ذمے قرض بن جائے گا، اور عورت اسے مستقبل میں کسی وقت وصول کر سکتی ہے۔ نیز نکاح میں مال کی حیثیت تابع کی ہوتی ہے تو اسے اس چیز کے ساتھ باقی نہیں کیا جاسکتا جو نکاح کا اصل مقصد ہوتا ہے یعنی نسل کی بقا، خرچ کی ادا بھی لازم کرنے کے ساتھ قرض لینے کا حکم دینے کا قاعدہ ہے، ہوگا عورت قرض خواہ کو مرد کے حوالے کر دے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے عورت اگر قاضی کے حکم کے بغیر قرض لے گی تو قرض خواہ اس سے مطالبہ کرے گا اس کے شوہر سے نہیں کرے گا۔

اگر قاضی عورت کے حق میں غریب شخص پر واجب ہونے والے خرچ کی ادا بھی کرے، زمین کرے اور بعد میں عورت کا شوہر خوش حال ہو جائے اور پھر عورت کوئی کر دے تو قاضی خوشحال شخص پر واجب ہونے والے قرض کی ادا بھی کرے گا، کیونکہ خوشحالی اور نقدی کے عالم میں خرچ بدلتا رہتا ہے اس لیے قاضی نے جس خرچ کے بارے میں حکم دیا تھا وہ ایسے شوہر کے بارے میں تھا جو (زیر ضرورت) کا، پابندی نہیں تھیں، لیکن جب اس کی حالت تبدیل ہو گئی تو بیوی کو پورا کرنے کا مطالبہ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

ناراری نقد کے سبب عدم تفریق کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ شوہر اگر ناراری کے سبب نقد دینے سے عاجز ہے تو اس کی وجہ سے تفریق نہ کی جائے۔ یعنی اگر مالدار ہے مگر مال میں موجود نہیں جس کی تفریق نہ کریں بلکہ اگر نقد مقرر ہو چکا ہے تو قاضی حکم دے کہ قرض لیکر یا کچھ کام کرے صرف کرے اور وہ شوہر کے ذمے کر دے گا۔ (درمیانہ کتاب طلاق، باب نقد)

قال الامام المحقق على الاطلاق علامه اکمل الدین ابن ہمام الحنفی فی شرح عبارة المدکوۃ،

يَقُولُونَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَعَطَاءُ وَابْنُ يَسَارٍ وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَالْقَوَارِيُّ وَابْنُ أَبِي لَيْلَى وَابْنُ شُبْرَمَةَ وَحَمَّادُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ وَالظَّاهِرِيُّ، وَمَعْنَى الْإِسْتِدَانَةِ أَنْ تَسْتَوْفِيَ الطَّعَامَ عَلَى أَنْ يُؤَدَّى الزَّوْجُ كَمَثَلِهِ.

وَقَالَ الْحَصَفَاءُ: الْمُرَادُ بِالسَّيِّئَةِ لِيَقْضَى النِّعَمُ مِنْ مَالِ الزَّوْجِ، وَيَقُولُ الشَّافِعِيُّ

قَالَ مَالِكٌ وَأَحْمَدُ فِي ظَاهِرِ قَوْلِهِ ، وَعَنْهُ رِوَايَةٌ كَقَوْلِنَا ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ الْعَجُزُ عَنْ الْكِسْوَةِ وَالْعَجُزُ عَنْ الْمَسْكَنِ ، وَهَذَا التَّفْرِيقُ فَسَخَّ عَنْهُ الشَّافِعِيُّ ، وَأَحْمَدُ طَلَّاقٍ عِنْدَ مَالِكٍ .

وَلَوْ امْتَنَعَ عَنِ الْإِنْفَاقِ عَلَيْهَا مَعَ الْيَسْرِ لَمْ يَتَرَقَّ ، وَيَبِيعُ الْحَاكِمُ عَلَيْهِ مَالَهُ وَيَصْرِفُهُ فِي نَفَقَتِهَا ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ مَالَهُ يُجِسُّهُ حَتَّى يَفُوقَ عَلَيْهَا وَلَا يَفْسَخْ ، وَعَنْ هَذَا مَا ذُكِرَ فِي السُّهَيْلِيَّةِ حَيْثُ قِيلَ : ثُمَّ أَعْلِمُ أَنَّ ظُهُورَ الْعَجُزِ عَنِ النَّفَقَةِ إِنَّمَا يَكُونُ إِذَا كَانَ الزَّوْجُ حَاضِرًا ، أَمَّا إِذَا غَابَ عَيْنَهُ مُنْقَطِعَةً وَلَمْ يَخْلُفْ لَهَا نَفَقَةً فَرَفَعْتُ الْأَمْرَ إِلَى الْقَاضِي فَكَانَتْ الْقَاضِي إِلَى عَالِمٍ يَرَى التَّفْرِيقَ بِالْعَجُزِ عَنِ النَّفَقَةِ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا هَلْ تَقَعُ الْفُرْقَةُ ؟ قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ أَبُو الْحَسَنِ السُّعْدِيُّ : نَعَمْ إِذَا تَحَقَّقَ الْعَجُزُ عَنِ النَّفَقَةِ .

قَالَ صَاحِبُ الدَّلَّاجَةِ : فِي هَذَا الْجَوَابِ نَظَرٌ ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَبْصَحُ قَضَاؤُهُ لِأَنَّ الْعَجُزَ لَا يَبْصَحُ بِحَالَةِ الْعَيْنَةِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ قَادِرًا فَيَكُونُ هَذَا تَرَكَ الْإِنْفَاقِ لَا الْعَجُزَ عَنْهُ ، فَإِنْ رَفَعَ هَذَا الْقَضَاءُ إِلَى قَاضِي آخَرٍ فَأَمَّا صَاحِبُ حَازَ قَضَاؤُهُ ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ لَا يَتَقَدُّ لِأَنَّ هَذَا الْقَضَاءُ لَيْسَ بِمُجْتَهِدٍ فِيهِ لِمَا ذُكِرَ أَنَّ الْعَجُزَ لَمْ يَبْثُ دُخُولُهُ فِي الْفَصْلِ الثَّانِي مِنْ فُصُولِ الْإِيمَانِ الْأَسْرُوفِيِّ فَتَكُونُ الشُّهُودُ

عَلِيَمَتْ مَجَازَةً مُجَازَةً فَلَا يَقْضِي بِهَا كَمَا ذُكِرَ طَهِيرُ الدِّينِ . وَأَعْلِمُ أَنَّ الْقَسْخَ إِذَا غَابَ وَلَمْ يَسْرُكْ لَهَا نَفَقَةً يُمَكِّنُ بَعِيرَ طَرِيقِ إِبْرَاهِيمَ عَزِيْزِهِ بِمَعْنَى قَفَرِهِ لِيَجِيءَ مَا قَالَ وَهُوَ أَنَّ تَعَذُّرَ النَّفَقَةِ عَلَيْهَا . قَالَ الْقَاضِي أَبُو الطَّيِّبِ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ : إِذَا تَعَذَّرَتِ النَّفَقَةُ عَلَيْهَا بِمَعْنَى كَيْسَتْ لَهَا الْقَسْخُ ، قَالَ فِي الْحِلْيَةِ : وَهُوَ وَجْهٌ حَتَّى فَلَا يَلْزَمُ مَجِيءُ مَا قَالَ طَهِيرُ الدِّينِ . (فتح القدير ، ج ۹ ، ص ۴۴۵ ، بيروت)

اگر کچھ عرض ہو رہی ہو تو فرج نہ دے؟

(وَإِذَا مَضَتْ مَدَّةٌ لَمْ يَفُوقِ الزَّوْجَ عَلَيْهَا وَطَالَبَتْهُ بِذَلِكَ فَلَا شَيْءَ لَهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْقَاضِي قَرَضَ لَهَا النَّفَقَةَ لَوْ صَالَحَتْ الزَّوْجَ عَلَى مِقْدَارِ فِيهَا فَيَقْضَى لَهَا بِنَفَقَةٍ مَا

مَضَى) لِأَنَّ النَّفَقَةَ صِلَةٌ وَلَيْسَتْ بِعَوَضٍ عِنْدَنَا عَلَى مَا مَرَّ مِنْ قَبْلُ فَلَا يَسْتَحْكِمُ الزَّوْجُ فِيهَا إِلَّا بِالنَّقْضِ كَالِهَيْتَةِ لَا تَوْجِبُ الْمِلْكَ إِلَّا بِمُؤَكَّدٍ وَهُوَ الْقَبْضُ وَالصَّلْبُ بِمَنْزِلَةِ الْقَضَاءِ لِأَنَّ وَلَا يَتَّهَى عَلَى نَفْسِهِ أَقْوَى مِنْ وَلَا يَتَّهَى الْقَاضِي ، بِخِلَافِ الْمَهْرِ لِأَنَّهُ عَوَضٌ .

(وَإِنْ مَاتَ الزَّوْجُ بَعْدَ مَا قَضَى عَلَيْهِ بِالنَّفَقَةِ وَمَضَى شُهُورٌ سَقَطَتْ النَّفَقَةُ) وَكَذَا إِذَا مَاتَتْ الزَّوْجَةُ لِأَنَّ النَّفَقَةَ صِلَةٌ وَالصَّلَاتُ تَسْقُطُ بِالْمَوْتِ كَالِهَيْتَةِ تَبْطُلُ بِالْمَوْتِ قَبْلَ الْقَبْضِ .

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَصْيِرُ دَيْنًا قَبْلَ الْقَضَاءِ وَلَا تَسْقُطُ بِالْمَوْتِ لِأَنَّهُ عَوَضٌ عِنْدَهُ فَصَارَ كَسَائِرِ الدُّيُونِ ، وَجَوَابُهُ قَدْ بَيَّنَّاهُ .

ترجمہ

اگر چند گزرنے تک شوہر فرج نہیں دیتا اور بعد میں عورت گزشتہ فرج کا مطالبہ کر دیتی ہے تو صرف دوسو توں میں اسے جو کہ ملتا ہے اور نہ پچاس توں ملے گا۔ ایک صورت یہ ہے کہ قاضی نے اس کے لئے مخصوص مقدار مقرر کی ہو۔ دوسری صورت یہ ہے عورت نے فرج کی مخصوص مقدار کے بارے میں مرد کے ساتھ مصالحت کی ہو۔

ان دونوں صورتوں میں قاضی عورت کے لئے گزشتہ فرج کی اور نیکل کا حکم دے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرج ہر ایک حیثیت رکھتا ہے یعنی عید اور احسان کے طور پر دیا جاتا ہے۔ یہ ہمارے نزدیک ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں یہ ملکیت کا عوض نہیں ہوتا اس سے اس کا لازم صرف قاضی کے فیصلے کے نتیجے میں منگم ہو گا جیسا کہ ہر ایک صورت میں ہوتا ہے یعنی جب تک اسے منسوب کرنے والے چیز جیسی اپنے قبضے میں لیتا نہ پایا جائے اس وقت تک ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ میں بیوی کا کسی مخصوص مقدار پر مصالحت کر لیا بھی قاضی کے فیصلے کے مترادف ہوگا کیونکہ شوہر اپنی ذات پر قاضی سے زیادہ تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے جبکہ میر کا حکم اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ تو ملکیت کا عوض ہوتا ہے۔

اگر شوہر کو فرج کا حکم دیا گیا اور کچھ عرصے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا پھر چند ماہ گزرے تو فرج ساقط ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر بیوی انتقال کر جاتی ہے تو یہی حکم ہوگا کیونکہ فرج تو ایک عطیہ ہے اور اس نوعیت کے عطیات موت کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص کسی کو کوئی چیز بہرہ کے لئے دے لیکن جس کو بہرہ کی کچھ اس شخص کے اس چیز کو قبضے میں لینے سے پہلے بہرہ دینے والا شخص انتقال کر جائے تو یہ بہرہ باطل ہو جائے گا۔

امام شافعی نے یہ بات بیان کی ہے خراج کی ادائیگی قاضی کے فیصلے سے پہلے بھی شوہر کے ذمے قرض کی صورت میں عسری لیے اس کی موت کی وجہ سے یہ شرط نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے: امام شافعی کے نزدیک یہ خراج عوض کا درجہ رکھتا ہے لہذا یہ دوسرے قرضوں کی مانند ہو جائے گا (جو موت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتے) اس کا جواب ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

عدم دعوئی کے سبب سقوط نفقہ کا بیان

علمہ قاضی غاص فی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب تک عورت بن ایس کو نہ پہنچے اس کی عدت تین جنس ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا اور اگر اس عمر سے پہلے کسی وجہ سے جوان عورت کو جنس نہیں آتا تو اس کی عدت تین ہی طویل ہوز مانند عدت کا نفقہ واجب ہے یہاں تک کہ اگر تین ایس تک جنس نہ آیا تو بعد ایس تین ماہ گزرنے پر عدت ختم ہوگی اور اس وقت تک نفقہ دینا ہوگا۔ ہاں اگر شوہر گواہوں سے ثابت کر دے کہ عورت نے اقرا کیا ہے کہ تین جنس آئے اور عدت ختم ہوگئی تو نفقہ ساقط نہ ہوگا عدت پوری ہو چکی اور اگر عورت کو طلاق ہوئی اس نے اپنے کو حاکم بنا یا تو وقت طلاق سے دو برس تک وضع حمل کا انتظار کیا جائے وضع حمل تک نفقہ واجب ہے اور دو برس کی پچھان نہ ہو اور عورت یہ کہتی ہے کہ مجھے جنس نہیں آیا اور حمل کا لگن تھا تو نفقہ برابر رہی رہے گی یہاں تک کہ تین جنس آئیں یا نہیں ایس ایس اگر تین مہینے گزر جائیں۔ عدت کے نفقہ کا نہ دعوئی کیا نہ قاضی نے مقرر کیا تو عدت گزرنے کے بعد نفقہ ساقط ہو گیا۔ (فتاویٰ خانہ باب نفقہ)

جو عورت نے طلاق دے کر بے عیال ہو کر رہے اس کا نفقہ نہیں پانے کے لیے اس کا بعد طلاق شوہر کے گھر میں رہی اور باہر جانا چھوڑ دیا تو پانے کی۔

بیوی کا خراج پیشگی دینے کا حکم

(وَلَا تَسْأَلُهَا نَفَقَةَ السَّنَةِ) اَيَّ عَجَلَهَا (كُم مَات) (لَمْ يَسْتَرْجِعْ مِنْهَا شَيْءٌ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَابْنِ مُوسَى رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى، وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ يُحْتَسَبُ لَهَا نَفَقَةُ مَا مَضَى وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِلزَّوْجِ) وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى، وَعَلَى هَذَا الْإِخْلَافِ الْكِبْرَةُ لِأَنَّهَا اسْتَعَجَلَتْ عَوْضًا عَمَّا تَسْتَحِقُّهُ عَلَيْهِ بِإِلَّاخِيَّاسٍ، وَقَدْ بَطَلَ الْأَسْتَحْقَاقُ بِالْمَوْتِ فَيَبْطُلُ الْعَوْضُ بِقُدْرِهِ كَزَوْجِ الْفَاضِي وَعَطَاءِ الْمُفَاتِلَةِ.

وَلَهُمَا أَنَّهُ صَلَٰةٌ وَقَدْ اتَّصَلَ بِهِ الْقَبْضُ وَلَا زُجُوعٌ فِي الصَّلَٰتِ بَعْدَ الْمَوْتِ لِإِنْهَاءِ حُكْمِهَا كَمَا فِي الْهَيْبَةِ، وَلِهَذَا لَوْ هَلَكَتْ مِنْ غَيْرِ اسْتِهْلَاكِ لَا يَسْتَرْجِعُ شَيْءٌ مِنْهَا

بِالْإِجْمَاعِ.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ إِنَّهَا إِذَا قَبِضَتْ نَفَقَةَ الشَّهْرِ أَوْ مَا ذُوْنَهُ لَا يَسْتَرْجِعُ مِنْهَا شَيْءٌ لِأَنَّهُ يَسِيرُ قَصَارٍ فِي حُكْمِ الْحَالِ.

ترجمہ

اور اگر شوہر بیوی کو ایک سال کا خراج پیشگی ادا کر دے اور چھ ماہ کا انتقال ہو جائے تو بیوی سے کچھ بھی واپس نہیں کیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اس بات کے قائل ہیں۔ امام محمد نے یہ بات بیان کی ہے: جتنا عرصہ گزر چکا تھا اسے شوہر کے عورت کو خراج دیا جائے گا اور باقی رقم شوہر کی شہر ہوگی۔ امام شافعی بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ لباس کے بارے میں بھی اسی نوعیت کا اختلاف ہے کیونکہ شوہر کے روکنے کی حد کی وجہ سے عورت کو شوہر پر جو حق حاصل ہوگا وہ اسے عوض کے طور پر پیشگی وصول کر چکی ہے لیکن شوہر کے انتقال کی وجہ سے وہ حق باطل ہو گیا اس لیے اسی انداز سے اس کا عوض بھی باطل ہو جائے گا جس طرح قاضی کی تنخواہ اور عاید کار کی تنخواہ کا حکم ہے۔ پیشینگی کی دلیل یہ ہے: خراج ایک عطیہ ہے جسے عورت اپنے قبضے میں لے لے گی ہے اور اس طرح کے عطیہ کی موت کے بعد واپس نہیں لیے جاتے کیونکہ ان کا وقت پورا ہو چکا ہوتا ہے جیسا کہ ہم میں بھی حکم ہے۔ اسی بنا پر پیشینگی دینے والے اور خارجہ اگر نہ ملے ہو جائے اور اس کے ضائع ہونے میں عورت کا قصور نہ ہو تو اس بات پر سب کا اتفاق ہے: عورت سے کچھ واپس نہیں لیا جائے گا۔ امام محمد سے ایک روایت یہ بھی ہے: عورت نے ایک ماہ یا کم عرصے کا خراج وصول کیا تھا تو شوہر کے مرنے کے بعد اس سے کچھ بھی واپس نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ بہت تجویز ہی مقدار ہے جو بوجہ نہ مل کا خراج شہر ہوگی۔

تقین نفقہ کا فقہی مفہوم

علمہ طحاوی الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نفقہ کی مقدار معین کی جائے تو اس میں جو طریقہ آسان ہو وہ برتا جائے مثلاً مزدوری کرنے والے کے لیے یہ حکم دیا جائیگا کہ وہ عورت کو روزانہ شام کو اتنا دے دیا کرے کہ دوسرے دن کے لیے کافی ہو کہ مزدور ایک مہینے کے تمام مصارف ایک سارہ مہینہ دے سکا اتنا مزدور نوکری پیشہ جو باہر اتنا دے پائے جس مہینے کا نفقہ ایک ساتھ دے دیا کریں اور ہفتہ میں تنخواہ ملتی ہے تو ہفتہ وار دے سکتی کرنے والے ہر سال یا ہر چار چار مہینوں میں دیا کریں۔

اگر باہم رضامندی سے کوئی مقدار معین ہوئی ہے قاضی نے معین کر دی اور چند ماہ تک وہ رقم نہ دی تو عورت وصول کر سکتی ہے اور معاف کرنا چاہے تو کر سکتی ہے بلکہ جو عید نہ آئی ہے اس کا بھی نفقہ معاف کر سکتی ہے جبکہ ماہ بہ ماہ نفقہ دینا ٹھہرا ہے اور سالانہ مقرر ہوا تو اس سال اور سال گزشتہ کا معاف کر سکتی ہے۔ یہی صورت میں بعد والے مہینے کا دوسری میں اس سال کا جو بھی نہیں آیا یہ معاف نہیں کر سکتی اور اگر نہ ہو تو کوئی مقدار معین ہوئی نہ قاضی نے معین کی تو نہ گزشتہ کا نفقہ نہ طلب کر سکتی ہے، نہ معاف کر سکتی ہے کہ وہ شوہر کے ذمہ واجب نہیں، ہاں اگر اس شرط پر رضاع ہو کہ عورت عدت کا نفقہ معاف کر دے تو یہ معاف ہو جائیگا۔ عورت کو کھانا دینا

بہرہ نقدیہ یا اس نے فضول خرچی سے زمین پر ہاونے سے پہلے خرچ کر ڈالا یا چوری یا تاراج کیا اور جو سے ہلاک ہو گیا تو اس میں سے کا نقد شوہر پر واجب نہیں۔ (درمختار، باب نقد، ج ۵، ص ۳۰۰، بیروت)

شوہر غلام ہو تو بیوی کا خرچ اس کے ذمے قرض ہوگا

(وَإِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ حُرَّةً لَفَقَّحَتْهَا دِينَ عَلَيْهِ يَبَاعُ فِيهَا) وَمَعْبَاهُ إِذَا تَزَوَّجَ بِإِذْنِ الْمَوْلَى لَأَنَّهُ ذُنُوبُ وَجَبَ فِي ذَنْبِهِ لَوْ جُودَ سَبِيهِ وَقَدْ ظَهَرَ وَجُوبُهُ فِي حَقِّ الْمَوْلَى فَيَعْلَقُ بِرَقَبَتِهِ كَذَيْنِ التِّجَارَةِ فِي الْعَبْدِ التَّاجِرِ، وَلَهُ أَنْ يَفْدِيَ لَأَنَّ حَقَّهَا فِي النِّفَقَةِ لَا فِي عَيْنِ الرِّقَّةِ، فَلَوْ مَاتَ الْعَبْدُ سَقَطَتْ، وَكَذَا إِذَا قِيلَ فِي الصَّحِيحِ لَأَنَّهُ صَلَٰةٌ وَإِنْ تَزَوَّجَ الْحُرُّ أَمَةً فَبَوَّاهَا مَوْلَاهَا مَعَهُ مَنَازِلًا فَلَعَلَّهَا النِّفَقَةَ لَأَنَّهُ تَحَقَّقَ الْإِحْتِسَاسُ (وَإِنْ لَمْ يَبْرُنْهَا فَلَا نِفَقَةَ لَهَا) لِعَدَمِ الْإِحْتِسَاسِ، وَالنَّبَوِيُّ أَنْ يُعْطَى بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ فِي مَنْزِلِهِ وَلَا يَسْتَعْدِمُهَا، وَلَوْ اسْتَعْدِمَهَا بَعْدَ النَّبَوِيِّ سَقَطَتْ النِّفَقَةُ لَأَنَّهُ قَاتِلُ الْإِحْتِسَاسِ، وَالنَّبَوِيُّ غَيْرُ لَازِمَةٍ عَلَى مَا مَرَّ فِي التَّجَارِعِ، وَلَوْ خَدَمَتْهُ التَّجَارِعُ أَحْيَانًا مِنْ غَيْرِ أَنْ يَسْتَعْدِمَهَا لَا تَسْقُطُ النِّفَقَةُ لَأَنَّهُ لَمْ يَسْتَعْدِمَهَا لِيَكُنْ اسْتِزَادًا، وَالْمُتَبَرُّةُ وَالْمَوْلُودَةُ فِي هَذَا كَالْأَمَةِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ.

ترجمہ

اور اگر کوئی غلام کسی آزاد عورت کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے تو اس عورت کا خرچ اس غلام کے ذمے قرض ہوگا اور اس قرض کے عوض میں اس غلام کو فروخت کر دیا جائیگا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ یہ اس وقت ہوگا جب غلام نے اپنے آپ کا قیام اپنا حق اپنا حق کے ساتھ نکاح کیا ہو کیونکہ یہ خرچ غلام کے ذمے ہے اس کا سبب یعنی عقد نکاح موجود ہے اور اس قرض کا واجب ہونا مالک کے حق میں بھی ظاہر ہو چکا ہے اس لیے یہ قرض غلام کے ذمے ہوگا جیسے کہ تجارت کا قرض غلام کے ذمے ہوتا ہے۔

ابہت مالک کو یہ اختیار ہوگا وہ غلام کا نقد یہ دے کہ عورت کا حق خرچ ہے غلام کی ذات کے بارے میں نہیں ہے۔ اگر وہ غلام فوت ہو جائے تو یہ نقد بھی ساقط ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر غلام غلام کو نکاح کر دیا جاتا ہے تو صحیح روایت کے مطابق یہ خرچ ساقط ہو جائے گا کیونکہ خرچ کا تعلق زندگی کے ساتھ ہے۔ اگر آزاد مرد کسی کنیز کے ساتھ شادی کر لیتا ہے اور اس کنیز کا آقا سے شوہر کے پاس رات رہنے کی اجازت دیتا ہے تو اس کنیز کا خرچ شوہر کے ذمے ہوگا کیونکہ اس صورت میں احتباس ثابت ہو گیا ہے لیکن

اگر آقا سے خاندان کے پاس رات رہنے کی اجازت نہیں دیتا تو عورت کو خرچ نہیں لے گا کیونکہ احتباس نہیں پایا جا رہا۔

جویت سے مراد یہ ہے مالک اس کنیز کو اس شوہر کے گھر میں قیام کرنے کی اجازت دے اور خود اس کنیز سے خدمت کرائے۔ اگر شوہر کے گھر میں بسائے کے بعد بھی وہ اس کنیز سے خدمت لیتا ہے تو خرچ ساقط ہو جائے گا کیونکہ احتباس کا مفہوم قائم ہو چکا ہے۔ کتاب النکاح میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ شوہر کے گھر میں بسانا کنیز کے مالک پر لازم نہیں ہے۔ اگر کنیز کا مالک اسے مکمل طور پر اپنی خدمت کے لئے پابند نہیں کرتا بلکہ وہ کنیز کبھی بھی اس کا کام کر دیتی ہے تو مرد کے ذمے سے خرچ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ آقا نے اسے واپس لینے کے طور پر اس سے خدمت نہیں لی ہے۔ مگر کنیز اور ام ولد کنیز کے احکام بھی دیگر کنیزوں کی طرح ہوں گے۔

اکمال النقص میں بیع عبد کا بیان

علامہ علاؤ الدین غنی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب غلام نے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کیا ہے تو اگر غلام خالص ہے یعنی مدبر و مکاتب نہ ہو تو اسے نکاح کر اس کی عورت کا نقد ادا کرے جس کی بیوی رہ جائے تو بے حدود دیگر سے بیچے رہیں یہی تک کا نقد ادا ہو جائے بشرطیکہ خریدار کو معلوم ہو کہ نقد کی وجہ سے بیچا جا رہا ہے اور اگر خریدار سے وقت اسے معلوم نہ تھا بعد کو معلوم ہوا تو خریدار کو بیع رد کرنے کا اختیار ہے اور اگر بیع کو قائم رکھا تو ثابت ہوا کہ راضی ہے لہذا اسے اسے کوئی عذر نہیں اور اگر مولیٰ بیچنے سے انکار کرتا ہے تو مولیٰ کے سامنے قاضی بیع کرے گا مگر نقد میں بیچنے کے لیے یہ شرط ہے کہ نقد آقا اس کے ذمہ داتی ہو کہ ادا کرنے سے عاجز ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولیٰ اپنے پاس سے نقد دیکر اپنے غلام کو کچھ مالے اور اگر وہ غلام مدبر یا مکاتب ہو جو بدل کی تمت ادا کرنے سے عاجز نہیں تو بیچا نہ جائے بلکہ اس کا نقد کی مقدار پوری کرے۔ اور اگر جس عورت سے نکاح کیا ہے وہ اس کے مولیٰ کی کنیز ہے تو اس کا نقد واجب بھی نہیں۔ (درمختار، ج ۵، ص ۳۰۰، بیروت)

عقد نقد پر رضامندی سے حق تسلیم کے عدم سقوط کا بیان

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب نان و نفقہ ادا نہ کرنے کے باوجود بیوی رہنے پر راضی ہو جائے تو بیوی پر لازم نہیں کہ خاندان کو اپنے نزدیک آنے دے؛ کیونکہ خاندان اس کا عوض نہیں دے رہا اس لیے بیوی پر اپنا آپ خاندان کے ہر درکار مال نہیں، بالکل اسی طرح جیسے کسی خریدار کسی چیز کی قیمت ادا نہ کر سکے تو خریداری ہوئی چیز خریدار کے ہر درکار مال واجب نہیں۔

اس بنا خاندان کو چاہے کہ وہ بیوی کا راستہ چھوڑ دے تاکہ وہ اپنے نان و نفقہ کا بندوبست کر سکے، کیونکہ اسے نفقہ کے بغیر روکے رکھنا اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ اور اگر بیوی مالدار بھی ہو تو خاندان کو روکنے کا حق نہیں؛ کیونکہ اسے روکنے کا حق تو اس صورت میں ہوگا جب وہ اس کے اخراجات برداشت کرے، اور جس کے بغیر وہ نہیں رہ سکتی اس کی ضرورت پوری کرے، اور اس سے استمتاع کی اپنی ضرورت کی وجہ سے، لہذا جب یہ دونوں چیزیں نہ پائی جائیں تو خاندان سے روکنے کا حق نہیں رکھتا۔ (الغنی، ۸/ ۱۶۵)



## فصل بیوی کو رہائش فراہم کرنے کے بیان میں ہے ﴿

نقد واجب ہونے کے تین سبب ہیں:

۱) ازدوجت یعنی بائیں بیوی کا رشتہ (۲) نسب (۳) بلکہ

جس عورت سے نکاح صحیح ہو، اس کا عقد شوہر پر واجب ہے، اگرچہ وہ نافق ہو مگر نافقہ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مسجیہ ہو کہ جس شوہت کو پہنچانے کے لئے اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں، اگرچہ مسیئرا (کم سن) ہو۔

نقد نہ جس فقہی تصریحات

علا مرطہ والدین جسکی خلقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کم ہستی کے جدا اگر عورت، شوہر کے یہاں آنے سے انکار کرتی ہے تو اگر مہرجل کا مطہہ کرتی ہے کہ دوسرے وقت جائزگی۔ تو نقد کی سختی سے ورنہ نہیں ہے۔ جس مکان میں عورت رہتی ہے۔ وہ اس کی ملک ہے اور شوہر کا آنا، وہاں بند کر دینا تو نقد نہیں ہے کی۔ ہاں اگر اس نے شوہر سے کہہ کر اپنے مکان میں سے چلوایا میرے لیے کرایا کہ کوئی مکان لے دو اور شوہر نہ لے لیا تو نقد کی سختی ہے کہ قصور شوہر کا ہے۔

عورت شوہر کے گھر یا بیوی یا ایک مکان میں بھی بیکار ہو کر اس کے یہاں گئی یا اپنے ہی گھر میں شوہر کے یہاں جانے سے انکار نہ کیا تو نقد واجب ہے اور اگر شوہر کے یہاں بیکار ہوئی اور اپنے مکان پر چلی گئی اور اگر اتنی بیکار نہ ہوئی تو نقد نہیں آتی سختی تو نقد کی سختی ہے اور اگر آتی ہے مگر نہیں آتی تو نہیں ہے۔

عورت شوہر کے یہاں سے ناقص چلی گئی تو نقد نہیں پائے گی جب تک واپس نہ آئے اور اگر اس وقت واپس آئی کہ شوہر مکان پر نہیں بلکہ پر دوسرے چلا گیا ہے جب بھی نقد کی سختی ہے۔ اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو نقد مالدار کا ہوگا، اور دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں کا۔ اور ایک مالدار ہے اور دوسرا محتاج تو متوسطہ ہے کا نصف محتاج جیسا کھاتا ہوں اس سے عمدہ اور انیاد (مالدار) جیسا کھاتے ہوں اس سے کم نقد کا تین روپوں سے نہیں کیا جاسکتا کہ ہمیشہ اسے ہی روپے دینے چاہئیں اس لیے کہ زرخ بدلا رہتا ہے۔ اور زانی اور گرائی دونوں کے معارف یکساں نہیں ہو سکتے۔

عورت جب رخصت ہو کر آتی تو اس وقت سے شوہر کے ذمہ اس کا لباس ہے۔ اگرچہ عورت کے پاس کتنے ہی جوڑے ہوں۔

سالم میں کم از کم دو جوڑے دینا واجب ہے۔ ہر شہماہی پر ایک جوڑا، مگر اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر دونوں مالدار ہوں تو مالداروں کے سے کپڑے ہوں اور محتاج غریب ہوں تو غریبوں کے سے اور ایک مالدار ہو ایک محتاج تو متوسط ہوں جیسے کھانے میں

تین باتوں کا لحاظ ہے۔ لباس میں اس شوہر کے رواج کا اعتبار ہے۔ چڑے گرمی میں جیسے کپڑوں کا وہاں چن ہے وہ دے۔ اور ادنیٰ موزے جو چاڑوں میں سردی کی وجہ سے پہنے جاتے ہیں۔ یہ دینے ہوں گے۔

نقد کا تیسرا جزو سکنت یعنی رہنے کا مکان کہ شوہر جو رہنے کیلئے مکان دے وہ خالی ہو یعنی شوہر کے متعلقین وہاں نہ رہیں اور اس مکان میں شوہر کے متعلقین رہتے ہوں اور عورت نے اسی کو اختیار کر لیا کہ سب کے ساتھ رہے تب بھی کوئی مفاد نقد نہیں۔ جیسا کہ عام طور پر وہ رے اطراف و جاد میں دستور ہے۔ ہاں یہ لحاظ ضروری ہے کہ شوہر کے رشتہ دار اسے ناقص ایذا نہ دیں۔ عورت اپنی سوت یا شوہر کے متعلقین کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تو اگر مکان میں کوئی ایسا دل اس کو دے جس میں دروازہ اور عورت کو اسے بند کر سکتی ہو کہ اس کا سامان محفوظ رہے تو اب دوسرا مکان طلب کرنے کا اسے اختیار نہیں۔ بشرطیکہ شوہر کے رشتہ دار، عورت کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوں۔

عورت تہا مکان چاہتی ہے اور شوہر مالدار ہے تو اسے ایسا مکان دے جس میں پاخانہ، غسل خانہ، باورچی خانہ وغیرہ ضروریات علیحدہ ہوں اور غریبوں میں خالی ایک کمرہ دے دینا کافی ہے۔ اگرچہ غسل خانہ وغیرہ مشترک ہو۔

یہ بات ضروری ہے کہ عورت کو ایسے مکان میں رکھے جس کے پردہ یا ساتھیں ہوں کہ فاسق یا فحشوں میں خود بھی رہنا چھوڑ دے کہ ایسے مقام پر عورت کا ہونا۔ اگر مکان بہت بڑا ہو کہ عورت وہاں تنہا رہے سے گھبرائی اور ڈرتی ہے تو وہاں کوئی ایسی نیک عورت رکھے جس سے دل وابستگی ہو اور جی بھلارے یہ عورت کو کوئی دوسرا مکان دے جو اتنا بڑا نہ ہو اور اس کے ہمسایہ نیک لوگ ہوں۔ (درمکار باب نقد)

عالمین عابدین آقندری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عورت کے والدین ہر ہفتہ میں ایک بار اپنی لڑک کے یہاں آ سکتے ہیں۔ شوہر منع نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر گرام میں وہاں رہنا چاہتے ہوں تو شوہر کو منع کرنے کا اختیار ہے۔ بیٹی عورت اپنے والدین کے یہاں ہر ہفتہ میں ایک بار بار جاسکتی ہے مگر رات بغیر اجازت اپنے شوہر وہاں نہیں رہ سکتی اور غیروں کے یہاں جانے یا ان کی عیادت کرنے یا شادی وغیرہ تقریبوں کی شرکت سے منع کرے عورت بغیر اجازت جانے کی تو گناہ کا روگی اور اجازت سے گئی اور وہاں پر وہ کا خیال نہ رکھا اور شوہر کو یہ بات معلوم ہے تو دونوں گناہگار ہوں گے۔

جس کام میں شوہر کی حق تلفی نہ ہو تو نہ اس میں کوئی نقصان ہو اگر عورت گھر میں وہ کام کر لیا کرے جیسے کپڑا بنانا پودنا کاڑھنا یا ایسے ہی اور دوسرے کام جن کیلئے گھر سے باہر نہ جانا پڑے تو ایسے کاموں سے منع کرنے کی حاجت نہیں۔ خصوصاً جبکہ شوہر گھر نہ ہو کہ ان کاموں سے جی بھلارے گا اور بے کار بیٹھنے کی دوسرے اور خطرے پیدا ہوتے رہیں گے اور لینی و فضول باتوں میں مشغول ہوگی۔ (درمکار کتاب طلاق باب نقد)

بیوی کو اگر رہائش فراہم کرنے کا بیان

(وَعَلَى الزَّوْجِ أَنْ يُسْكِنَهَا فِي ذِي مَفْرُودَةٍ لَيْسَ فِيهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِلَّا أَنْ تَخْتَارَ ذَلِكَ)

لَا تَلْبَسُ السُّكْنَى مِنْ كِفَافَتَيْهَا فَتَجِبُ لَهَا كَالنَّفَقَةِ، وَقَدْ أَدَجَبَهُ اللَّهُ تَعَالَى مَقْرُوءًا بِالنَّفَقَةِ، وَإِذَا وَجِبَ حَقًّا لَهَا لَيْسَ لَهُ أَنْ يُغَيِّرَ لَهَا غَيْرَهَا لِأَنَّهَا تَتَصَرَّرُ بِهِ، فَإِنَّهَا لَا تَأْتِي عَلَى مَسَاعِيهَا، وَيَمْتَنِعُ ذَلِكَ مِنَ الْمَعَاشَرَةِ مَعَ زَوْجِهَا وَمِنَ الْإِسْتِمَاعِ، إِلَّا أَنْ تَخْتَارَ لَهَا رَحِيصًا بِإِنْفَاقِ حَقِّهَا (وَأَنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ مِنْ غَيْرِهَا فَتَقِسْ لَهُ أَنْ يُسَكِّنَ مَعَهَا) لِمَا بَيَّنَّا وَأَكْرَسْنَا فِي بَيْتٍ مِنَ الذَّارِ مَقْرُوءٍ وَلَهُ عُلُقٌ كَفَافًا لِأَنَّ الْمَفْصُودَ قَدْ حَصَلَ (وَلَهُ أَنْ يَسْمَعَ وَالِدُهَا وَلَوْلَاهَا مِنْ غَيْرِهِ وَأَهْلُهَا مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهَا) لِأَنَّ الْغُضُولَ مِلْكُهُ لَكِنَّهُ حَقُّ الْمَسْبُوعِ مِنْ دُخُولِ مِلْكِهِ (وَلَا يُسْمَعُهُمُ مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهَا وَكَأَلْيَا فِي آتٍ وَقْتُ اخْتَارُوا) لِمَا فِيهِ مِنْ قَطِيعَةِ الرَّجِيمِ، وَلَيْسَ لَهُ فِي ذَلِكَ ضَرَرٌ، وَقِيلَ: لَا يَمْتَنِعُ مِنَ الدُّخُولِ وَالْكَلَامِ وَالسَّمَا يُسْمَعُهُمُ مِنَ الْقَرَارِ وَالْكَوَامِ لِأَنَّ الْفِتْنَةَ فِي اللَّبَاسِ وَتَطَوُّلِ الْكَلَامِ، وَقِيلَ: لَا يَمْتَنِعُ مِنَ الدُّخُولِ وَالنَّظَرِ إِلَى الْوَالِدَيْنِ وَلَا يَمْتَنِعُهُمَا مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْهَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ، وَفِي غَيْرِهِمَا مِنَ الْمُحَارِمِ التَّضْيِيرُ بِسَبَّةٍ وَهُوَ الصَّحِيحُ.

ترجمہ

اور شوہر پر یہ بات لازم ہے: وہ اپنی بیوی کو ایسے مکان میں رہائش فراہم کرے جس میں شوہر کے خاندان کا کوئی بھی فرد نہ رہتا ہو البتہ عورت خود ان لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رہائش فراہم کرنا عورت کی تکلیف کا حصہ ہے نہ ذرا خرچ کی طرح، رہائش فراہم کرنا بھی لازم ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اسے خرچ کے ہمراہ لازم قرار دیا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو رہائش عورت کا شرعی حق ہوگا اور اسے اس بارے میں اختیار ہوگا: دوسرا اس میں اس کے ساتھ شریک نہ ہو کیونکہ دوسرے کی شرکت کے نتیجے میں اسے تکلیف لاحق ہو سکتی ہے اس کا سامان محفوظ نہیں رہے گا اس طرح وہ اپنے شوہر کے ساتھ بے تکلفی کے ساتھ نہیں رہ سکتی اور نہ ہی ازدواجی تعلقات کا ناکامہ حاصل کر سکتی گی۔

لیکن اگر عورت خود کسی کو اجازت دے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے حق میں کی کرنے پر خود راضی ہوئی ہے۔ اگر شوہر کا دوسری بیوی سے بیٹا ہو تو وہ اس بیوی کے ساتھ اسے نہیں بٹھائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کی پرورش ہوگی۔

اگر شوہر اپنے گھر میں بیوی کو ایسا لگے کہ گھر کے میں رہائش فراہم کرتا ہے جس کا دروازہ الگ ہو تو یہ کافی ہوگا کیونکہ اس کے نتیجے میں قصد حاصل ہو چکا ہے۔ بیوی کے والدین اس کے سابق شوہر سے اس کی اولاد یا اس کے دیگر رشتے داروں کو شوہر بننے کے لئے روک سکتا ہے کیونکہ یہ گھر شوہر کی ملکیت ہے اور وہ اپنی ملکیت میں داخل ہونے سے کسی کو بھی روک سکتا ہے۔ شوہر کو

یا اختیار مائل نہیں ہوگا وہ بیوی کو اس کے رشتے داروں سے ملنے سے روک دے اور بہت چیت کرنے سے روک دے وہ جب چاہے اس سے ملاقات کر سکتے ہیں کیونکہ اس روکنے کے نتیجے میں رشتہ داری کے حقوق کی پہلی لازم آتی ہے اور اس سے کے نتیجے میں شوہر کو کوئی نقصان بھی نہیں ہے۔

بعض مشائخ نے یہ بات بیان کی ہے۔ شوہر اس ملاقات کی طرح انہیں گھر میں داخل ہونے اور گفتگو کرنے سے بھی نہیں روک سکتا۔ البتہ قیام کرنے سے روک سکتا ہے کیونکہ زیادہ طویل گفتگو اور قیام کے نتیجے میں ناگوار صورت حال سامنے آ سکتی ہے بعض مشائخ نے یہ بات بیان کی ہے۔ شوہر بیٹے میں ایک مرتبہ بیوی کو اس کے دامین کے ہاں چلنے والے عورت کے پاس لے گئے ہیں روک سکتا۔ البتہ دیگر محرم عورتوں سے اس بھر میں ایک آدھ پارہ لے کر اجازت دے سکتا ہے اور بھی گھم درست ہے۔

بیوی کو نقد، مسکنہ فراہم کرنے میں فقہی تصریحات

حدود پر واجب ہے کہ وہ بیوی کے لیے ایسی رہائش مہیا کرے جو اسے لوگوں کی آنکھوں اور بارش گرمی و سردی وغیرہ سے بچائے، اور وہ اس میں مستقل طریقے سے رہے جو اس کی ضرورت کو پورا کرتی ہو مثل ایک کمرہ اور باغیچہ خاندان پر بیٹھیں ہی کیوں نہ ہو۔

لیکن اگر عقد نکاح کے وقت اگر بیوی نے اس سے بڑی رہائش کی شرط رکھی ہو تو اور بات ہے اور اسے پورا کرنا ضروری ہوگا، اور خاندان کو نہیں چاہیے کہ وہ بیوی پر لازم کرے کہ وہ اپنے کسی دیوار کیساتھ اٹھ کر کھائے۔

خود نکاح چاہیے کہ وہ اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق بیوی کے لیے رہائش تیار کرے جو کہ عرف اور معاشرہ کی عادات اور معیار کے مطابق ہو۔

حافظ ابن حزم لکھتے ہیں کہ

خاندان پر ضروری ہے کہ بیوی کو اپنی استطاعت اور قدرت کے مطابق رہائش دے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(تم انہیں اپنی طاقت کے مطابق وہاں رہائش پر کر دو جہاں خود چاہو) (الطلاق 6)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

خاندان پر بیوی کے لیے رہائش کا انتظام کرنا واجب ہے اس کی دلیل فرمانِ باری تعالیٰ ہے: (تم انہیں اپنی طاقت کے مطابق وہاں رہائش پر کر دو جہاں خود چاہو) (الطلاق 6)

تو جب مطلقہ بیوی طلاق والی عورت کیلئے رہائش ثابت ہے تو پھر جو نکاح میں ہے اس کے لیے تو بالاولیٰ واجب ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور ان کے ساتھ اچھا اور بہتر اعدائے میں بودو باش اختیار کرو)

اور یہ بات معروف ہے کہ اس رہائش میں رکھا جائے گا، اور اس لیے بھی کہ وہ رہائش کے بغیر نہیں رہ سکتی تاکہ لوگوں کی

نکروں سے اسے چھپایا جس کے اور پھر اس کے ساتھ تصرف کرنے اور اس سے مستحار کرنے اور اس کی حفاظت کیے بغیر رہائش کی ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ (المعنی لابن قدامہ المقدسی 9 / 237)

علامہ سعد کا دلائل کا سنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کہنے ہیں: اور اگر وہ دنیاوی بیوی کو اس کی سوکن کے ساتھ رکھنا چاہے یا پھر اس کی رشتہ دار مثلاً اپنی والدہ، بہن، یا دوسری بیوی کی بیٹی اور کسی اور رشتہ دار کے ساتھ، اور بیوی ان کے ساتھ رہنے سے انکار کرے تو خاوند پر ضروری ہے کہ وہ اسے علیحدہ گھر میں رکھے۔

اور اگر وہ نہ کسی بڑے سے گھر میں ان کے ساتھ رکھے جس میں اس کے لیے بالکل علیحدہ انتظام ہو جو اس کے لیے کافی ہو تو چودہ علیحدہ مکان کا مطالبہ نہیں کر سکتی، اس لیے کہ مال و متاع اور استیجار کا عدم حصول زائل ہو چکا ہے اور یہ سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ (برائع البصائح 4 / 23)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی کہنا ہے کہ: خود کے لیے چار نہیں کہ وہ دونوں بیویوں کو ان کے مرضی کبھی گھر میں رہ کر یا بیوی کے بڑے سے وہ چھوٹی ہو یا بیوی اس لیے کہ ان دونوں پر ضرر ہے کیونکہ دونوں کی آپس میں غیرت اور عداوت ہے، اور ان دونوں کو ایک ہی گھر میں رکھنا اس کو کچھ صحت اور اطمینان اور زیادہ کرتا ہے۔

اور پھر بھی یہ ہے کہ جب وہ دونوں میں سے کسی ایک کے پاس رات گزارے گا تو دوسری اس کی کھسر پھسرتگی یا پھر اسے دیکھے گی۔ بس اس کی غیرت جو شہ مارے گی اور وہ صحت اور بڑھ گی، لیکن اگر وہ ایک ہی گھر میں رہنے پر راضی ہو جائیں تو پھر جائز ہے۔ کیونکہ یہ ان کا حق ہے اور وہ اسے ترک بھی کر سکتی ہیں۔ (المعنی لابن قدامہ المقدسی 8 / 137)

ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقصد نہیں کہ ایک سے ہم بستری دوسری کے سامنے کی جائے اور یا پھر دوسری کچھ سختی رہے، بلکہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد تو یہ ہے کہ ایک ہی گھر میں ان کی رہائش کرنا چاہئے، وہ اس طرح کہ ایک ہی گھر میں رہا کر ایک ہی باری پر اس کے پاس جائے جہاں پر اسے دوسری نہ دیکھ رہی ہو۔

اور اگر گھر میں ہر بیوی کو علیحدہ علیحدہ سونے کا کمرہ اور دو چکی خاندان اور بیت الخلا وغیرہ تیار کر دے تو یہ کافی ہے، اور اسی طرح اگر ایک ہی گھر میں رہا کر ایک کے لیے مستقل قلعہ یا پھر ایک ایک منزل بنادے تو یہ بھی کافی ہے۔

احناف، وہ میں سے جسکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے: اور اسی طرح بیوی کے لیے رہائش کا انتظام کرنا واجب ہے جو کہ خاوند اور بیوی دونوں کے گھر والوں سے خالی ہو، اور یہ سب کچھ ان کی حالت کے مطابق ہوگا جس میں کھانا پینا، اور لباس وغیرہ کا انتظام ہو اور اس کا گھر علیحدہ ہونا چاہیے جس میں بیت الخلا وغیرہ بھی ہونا ضروری ہے اور اس کے لیے ایک بار چکی خاندان جو اس کی ضروریات پوری کر سکے۔

اور ابن ابی بدین رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تعلق چڑھاتے ہوئے کہتے ہیں: کیفیت اور مطبخ سے بیت الخلا اور بار چکی خاندان ہے کہ وہ بھی گھر کے اندر ہوں (یعنی اگر کمرہ تو اس میں بھی شامل ہونا ضروری ہے) یا پھر ایسے گھر میں ہوں جہاں پر کوئی اور شریک نہ

(الدر المختار 3 / 600 - 599)

ہر ایہ کہتا ہے کہ: کا سنی کے قول "گھر" سے مراد کمرہ پر یہ قول دلالت کرتا ہے کہ اگر گھر میں کی ایک کمرہ ہو تو اس کے لیے وہ ایک کمرہ کو خالی کرے اور اسے بیوی کے لیے علیحدہ گھر بنائے، مان کا کہنا ہے کہ: بیوی کے لیے چار نہیں کہ وہ دوسرے گھر کا مطالعہ کرے۔ (برائع البصائح 4 / 34)

تو اس پر آپ کے خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ آپ کو گھر کے کسی کمرہ میں رہائش دے کر اسے جہاں پر بختہ اور ان بالغ مردوں نے آپ پر حرام ہیں کیسے ساتھ صحت وغیرہ کا خدشہ، اور خاوند کے لیے جائز نہیں کہ آپ کو گھر میں باقی دوسرے لوگوں کے کام کرنے پر مجبور کرے، یا پھر یہ کہے کہ آپ ان کے ساتھ کھا کھیں نہیں۔ اور اگر وہ اسطے عدت رکھتا ہو تو آپ کے لیے علیحدہ رہائش کا حق ہے کہ آپ کے لیے اچھا اور بہتر ہے، لیکن اگر آپ کی ساس اور سر بوڑھے ہیں اور اپنے بیٹے کے قتل ہیں اور ان کی عدت کرنے والا اس کے علاوہ اور کوئی نہیں اور ان کی خدمت وہیں رہ کر کی جاسکتی ہے تو پھر اس پر واجب ہے کہ وہ وہیں رہے۔

یہ من والہ اللہ خاوند اور بیوی کے ایک دوسرے پر کتب و وصفت کی روشنی میں حقوق کا ذکر کریں جس کی شرح میں اہل علم کے ذہل بھی ذکر کیا جائے گا۔

### عرف بیوی کے خاص حقوق

بیوی کے اپنے خاوند پر کچھ تو مالی حقوق ہیں جن میں میرہ نفقہ، اور رہائش شامل ہے۔ اور کچھ حقوق غیر مالی ہیں جن میں بیویوں کے درمیان تقسیم جس عدل انصاف کرنا، اچھے اور احسن انداز میں بود و باش و معاشرت کرنا، بیوی کو تکلیف نہ دینا۔

### مالی حقوق کا بیان

میرہ: میرہ وہ مال ہے جو بیوی کا اپنے خاوند پر حق ہے جو عقد یا پھر دخول کی وجہ سے ثابت ہوتا ہے، اور یہ بیوی کا خاوند پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب کردہ حق ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور عورتوں کو ان کے میرا راضی خوشی سے دے) (النساء 4)

اور میرہ کی مشروعیت میں اس عقد کے خطرے اور مقام کا اظہار اور عورت کی عزت و دگریم اور اس کے لیے اعزاز ہے۔ میرہ عقد کا تمام شہر نہیں اور نہ ہی جو میرہ تھا وہ ہاں یہ عقد کارکن ہے، بلکہ یہ تو اس کے آدھ میں سے ایک اثر ہے جو اس پر مرتب ہوا ہے، کوئی عقد نکاح بغیر میرہ ذکر کیے ہو جائے تو ناقص و مجہول عدا کے وہ عقد صحیح ہوگا۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اگر تم عورتوں کو بغیر ماہانہ گائے اور بغیر میرہ مقرر کیے طلاق دے دو تو تم پر کوئی عتاب نہیں) (البقرہ 236)

تو ماہانہ لگانے یعنی دخول سے قبل اور میرہ مقرر کرنے سے قبل طلاق کی اہلیت عقد نکاح میں میرہ کے ذکر نہ کرنے پر دلالت کرتی



ہے۔

اور اگر عقد میں مہر کا نام نہیں لیا گیا تو خاوند پر مہر واجب ہوگا، اور اگر عقد نکاح میں ذکر نہیں کیا جاتا تو پھر خوند پر مہر شرعی ہوگا، لیکن اس میں کسی دوسری صورتوں جتنا مہر دینا ہوگا۔

علماء اسام کا کہنا ہے کہ بیویوں کا خاوند پر نان و نفقہ واجب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اگر عورت اپنے آپ خاوند کے ہر کردے تو پھر نفقہ واجب ہوگا، لیکن اگر بیوی اپنے خاوند کو نفقہ حاصل کرنے سے منع کر دیتی ہے یا پھر اس کی تافراری کرتی ہے تو نان و نفقہ کا عقد انہیں بھیجے جائے گا۔

بیوی کے نفقہ کے وجوب کی حکمت

عقد نکاح کی وجہ سے عورت خاوند کے لیے بیوی ہے، اور خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح منع ہے، تو اس بیوہ خاوند پر واجب ہے کہ وہ اس کے بدلے میں اس پر خرچ کرے، اور اس کے ذمہ ہے کہ وہ اس کو کفالت کرنے والا خرچہ دے، اور اس طرح یہ خرچ عورت کا اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرنے اور اس سے نفع حاصل کرنے کے بدلے میں ہے۔

نان و نفقہ کا مقصد

بیوی کی ضروریات پوری کرنا مثلاً کھانا، پینا، رہائش وغیرہ، یہ سب کچھ خاوند کے ذمہ ہے اگرچہ بیوی کے پاس اپنا مال ہو اور شو بھی ہو، پھر بھی خاوند کے ذمہ نان و نفقہ واجب ہے۔

اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان عورتوں کا روٹی پکنا اور رہائش دینا کہ مطابق ہے) (البقرہ 233)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے کچھ اس طرح فرمایا: (اور کشادگی والا اپنی کشادگی میں سے خرچ کرے اور جس راہی کی تنگی ہو اسے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرنا چاہیے) (الطلاق 7)

سنت نبویہ میں سے دلائل

حدیث تہذیبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی تھیں نے جنب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ابوسفیان اس پر خرچ نہیں کرتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا: (آپ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے جو کافی ہو اچھے انداز سے لے لیا کرو)

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوسفیان کی بیوی حدیث تہذیبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان بہت خیر صبر اور تحمل آدمی ہے مجھے وہ اتنا کچھ نہیں دیتا جو مجھے میری اولاد کے لیے کافی ہوا، یہ کہ میں اس کا مال اس کے علم کے بغیر حاصل کر لوں، تو کیا ایسا کرنا میرے لیے کوئی گناہ تو نہیں؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: تو اس کے مال سے اتنا اچھے انداز سے لے لے کر جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو۔ صحیح بخاری حدیث نمبر (5049) صحیح مسلم حدیث نمبر (1714)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطیبہ الوداع کے موقع پر فرمایا: تم لوگوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بلا شہرت کے انہیں اللہ تعالیٰ کی امان سے حاصل کیا ہے، اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے کرے حال کیا ہے، ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ تم نے تاپہند کر بیوہ و تمہارا گھر میں داخل نہ ہو، اگر وہ ایسا کرے تو تم انہیں مار کر ماراؤ، جو دشمنی نہ کرے اور شدید تکلیف دہ نہ ہو، اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھے اور احسن انداز سے نان و نفقہ اور رہائش دو) صحیح مسلم حدیث نمبر (1218)

بیوی کی رہائش کا بیان

یہ بھی بیوی کے حقوق میں سے ہے کہ خاوند اس کے لیے اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق رہائش تیار کرے۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ فرمان ہے (تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں انہیں بھی رہائش پزیر کرو) (الطلاق 6)

بیویوں کے درمیان عدل و انصاف:

بیوی یا اپنے خاوند پر حق ہے کہ اگر اس کی اور بھی بیویاں ہوں تو وہ ان کے درمیان رات گزارنے، نان و نفقہ اور سکون وغیرہ میں عدل و انصاف کرے۔

حسن معاشرت:

خاوند پر واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اچھے اخلاق اور نرمی کا برتاؤ کرے، اور اپنی وسعت کے مطابق اسے وہ اشیاء پیش کرے جو اس کیلئے محبت و الفت کا باعث ہوں۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (اور ان کے ساتھ حسن معاشرت اور اچھے انداز میں بودوش اختیار کرو) (النساء 19)

اور ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح فرمایا: (اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے حق ہیں)۔ (البقرہ 228)

سنت نبویہ میں سے کہ: ابوجہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (عورتوں کے بارہ میں حسن معاشرت قبول کرو اور ان سے حسن معاشرت کا مظاہرہ کرو)۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر (3153) صحیح مسلم حدیث نمبر (1468)

ابن عمر ذیل میں چند احکام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی بیویوں کیساتھ حسن معاشرت کے نمونے پیش کرتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہمارے لیے قدوہ اور اسوہ اور آئینہ میل ہیں۔

(۱) حضرت عتبہ بنت ابی سلمہ کہتی ہیں کہ اس مہر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر درمیں تھمے یا مہر شروع ہو گئے جس کی بنا پر میں اس چادر سے کھٹک کر نکل گئی اور جا کر حیض والے کپڑے پہنا لیے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے کہ حیض آ گیا ہے؟ میں نے جواب دیا جی ہاں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور اپنا ساتھ چادر میں ڈال کر خلیا۔ وہ کہتی ہے کہ اس مہر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روز کی حالت میں ن کا یوسہ پر کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ایک ہی برتن سے اپنے فضل جنابت بھی کیا کرتے تھے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر (316) صحیح مسلم حدیث نمبر (296)

(۲) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم میں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے دیکھا اور وحشی لوگ اپنے نیزوں سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر سے مجھے چھپا کر لے کر تھے تاکہ میں ان کے کھیل کو دیکھ سکوں، پھر وہ میری جوت وہاں ہی کھڑے رہے حتیٰ کہ میں خود ہی وہاں سے چلی جاتی ہو، جو ان لڑکی کو دیکھنے پر حریفیں ہوتی ہے اس کی قدر کیا کرو۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر (443) صحیح مسلم حدیث نمبر (892)

(۳) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمر باندھ کر نہ پڑھتے اور قرآن کریم پڑھ کر لے جاتے تھے جس میں چالیس آیات کی قرات ہوتی، رات ہی تو بھر لے کر پڑھتے پھر کوٹھارے کے بعد مسجد کے پھر دروازہ رکعت میں بھی اسی طرح کرتے اور نماز سے فارغ ہو کر مجھے دیکھتے اگر میں سوئی ہوئی نہ ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے، اور اگر میری سوچکی ہوتی تو آپ میری لپٹ جاتے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (1068)

**بیوی کو تکلیف سے دو چار نہ کرنا**

یہ ساری اصول بھی ہے، اور جس کی اجازت اور دوسرے تیسرے غرض کو نقصان اور تکلیف دینا حرام ہے تو پھر بیوی کو تکلیف اور نقصان دینا تو بالذات حرام ہو گا۔

عبادہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ: (نہ تو آپ کو نقصان دے اور نہ کسی دوسرے کو نقصان دے) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2340) اس حدیث کو امام احمد، امام حاکم، امام دارقطنی، مسلم، وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ (خلاصۃ البیہود العنبر (2 / 438)

اس مسئلہ میں شروع سے جس چیز پر تنبیہ کی ہے ان میں ایسی باتیں شامل ہیں جو شریعت اور حق قسم کی ہیں۔ جاہل و شیطان اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ انوداع کے موقع پر فرمایا تھا: (تم عورتوں سے) وہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بلکہ شہرت نے انہیں اللہ تعالیٰ کی امان سے حاصل کیا ہے، اور ان کی شرکاءوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے محال کیا ہے، نہ تمہارا حق ہے کہ تم کسی پیمانہ کر تیبو و تمہارا گھر میں داخل نہ ہو، اگر وہ ایسا کرے تو تم انہیں ماری مزارعہ کرنا۔

کرے اور شدید تکلیف دہ نہ ہو، اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اپنے اور احسن انداز سے تان وغفلت اور پائش دو) صحیح مسلم حدیث نمبر (1218)

**بیوی پر خاندان کے حقوق**

بیوی پر خاندان کے حقوق بہت ہی عظیم حیثیت رکھتے ہیں بلکہ خاندان کے حقوق تو بیوی کے حقوق سے بھی زیادہ عظیم ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (اور ان عورتوں کے بھی دیئے یہ حقوق ہیں جیسے ان مردوں کے ہیں اچھا ہی کے ساتھ، ہاں مردوں کو ان عورتوں پر درجہ اور فضیلت حاصل ہے) (البقرہ (228)

امام ابو بکر صمصام رحمہ اللہ کا کہنا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ وہ خدا اور بیوی دونوں کے ایک دوسرے پر حق ہیں، اور خدا کو بیوی پر ایسے حق بھی ہیں جو بیوی کے خاندان پر نہیں۔ اور ابن العربی کا کہنا ہے: یہ اس کی نفس ہے کہ مرد کو گھورت پر فضیلت حاصل ہے اور نکاح کے حقوق میں بھی اس عورت پر فضیلت حاصل ہے۔ اور ان حقوق میں سے کچھ یہ ہیں

**اطاعت کا وجوب**

اللہ تعالیٰ نے مرد کو گھورت پر حاکم مقرر کیا ہے جو اس کا خیال رکھے گا اور اس کی راہنمائی اور اسے حکم کرے گا جس طرح کہ نکران اپنی رعایا پر کرتے ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو کچھ جسمانی اور عقلی خاصیت سے نوازا ہے، اور اس پر کچھ ایسی امور بھی واجب کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں) (النساء (34)

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان کیا ہے کہ (مرد عورتوں پر حاکم ہیں) یعنی وہ ان پر حاکم اور امیر ہیں، یعنی ان کی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اطاعت کی جائے گی، اور اس کی اطاعت اس کے اہل و عیال کے لیے احسان اور اس کے مال کی حفاظت ہوگی۔ متاع، مسکن، اور نیکاح رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر (1 / 492)

**خاندان کے لیے استیجار ممکن بنانا**

خاندان کا بیوی پر حق ہے کہ وہ بیوی سے نفقہ حاصل کرے، جب عورت شادی کر لے اور وہ جماع کی اہل بھی ہو تو عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو عقد نکاح کی بنا پر خاندان کے طلب کرنے پر خاندان کے سپرد کر دے۔

وہ اس طرح کہ اسے مبرا کرے اور عورت اگر مطالبہ کرے تو اسے حسب عادت ایک یا دو دن کی مہلت دے کہ وہ نہ تنہا کیسے

اپنے آپ کو تیار کرنے کیلئے کہ اس کی ضرورت ہے اور یہ بہت ہی آسان سی بات ہے جو کہ حادثاً معروف بھی ہے۔

اور جب بیوی جماع کرنے میں خاندان کی بابت تسلیم نہ کرے تو یہ منوع ہے اور وہ کبیرہ کی مرتکب ہوئی ہے، لیکن اگر کوئی شرعی عذر ہو تو ایسا کر سکتی ہے مثلاً حیض، یا فرضی روزہ، اور بیماری وغیرہ ہو۔

ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب مرد اپنی بیوی کو اپنے ہنجر پر ملائے اور بیوی انکار کر دے تو خاندان اس پر رات نامحکم کی حالت میں بسر کرے تو صبح ہوئے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں) (صحیح بخاری حدیث نمبر (3065) صحیح مسلم حدیث نمبر (1436))

خاندان جسے پابند نہ ہوا ہے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ دینا: خاندان کا بیوی پر یہ بھی حق ہے کہ وہ اس کے گھر میں اسے داخل نہ ہونے دے جسے اس کا خاندان پابند کرتا ہے۔

ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کسی بھی عورت کے لیے یہ بڑی بھاری کردہ خاندان کی موجودگی میں (نخی) روزہ رکھنے لیکن اس کی اجازت سے رکھ سکتی ہے، اور کسی کو بھی اس کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت نہ لینا اس کی اجازت نہ ہوتو پھر داخل کرے) (صحیح بخاری حدیث نمبر (4899) صحیح مسلم حدیث نمبر (1026))

سیمان، بن عمرو بن احوں بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ وہ حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور وہ حجۃ الوداع کی صحت کرنے کے بعد فرمایا: (عموتوں کے ساتھ اچھا بھلا کرو اور میری صحت قبول کرو، وہ تو تمہارے پاس قیدی اور اسیر ہیں، تم ان سے کسی چیز کے مالک نہیں لیکن اگر وہ کوئی فحش کام کرنا تو فرمائی وغیرہ کریں تو تم انہیں ہنجر سے الگ کر دو، اور انہیں ماری سزا دو لیکن شدید اور سخت نہ، رو، اگر وہ تمہارا احسان کر لیں تو تم ان پر کوئی رات ملا نہ کرو، تمہارے تہہ ری عورتوں پر حق ہیں اور تمہاری عورتوں کے کسی حق پر حق ہیں، جسے تم پابند کرتے ہو وہ تمہارے گھر میں داخل نہ ہو، اور نہ ہی اسے اجازت دے جسے تم پابند کرتے ہو، وغیرہ اور تم پر ان کے بھی حق ہیں کہ ان کے ساتھ اچھا بھلا کرنا اور انہیں کھانا پینا اور ہائش بھی اچھے طریقے سے دو) سنن ترمذی حدیث نمبر (1163) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (1851) امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تم عورتوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بادشاہ تم سے انہیں اللہ تعالیٰ کی امان سے حاصل کیا ہے، اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ تعالیٰ نے تم سے چھلایا ہے، ان پر تمہارا حق ہے کہ جسے تم پابند کرنا چاہو وہ تمہارے گھر میں داخل نہ ہو، اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں ماری سزا دو جو جی نہ کرے اور شدید تکلیف دہ نہ ہو، اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھے اور احسن انداز سے نان و نفقہ اور ہائش دو) (صحیح مسلم حدیث نمبر (1218))

خاندان کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا

خاندان کا بیوی پر یہ حق ہے کہ وہ گھر سے خاندان کی اجازت کے بغیر نہ نکلے۔

شرافیہ اور حائلہ کا کہنا ہے کہ: عورت کے لیے اپنے پیار والے کی عیادت کے لیے بھی خود زندگی اجازت کے بغیر نہیں چا سکتی، خود زندگی اس سے منع کرنے کا بھی حق ہے۔۔۔ اس لیے کہ زندگی اطاعت واجب ہے تو واجب کو ترک کر کے غیور جب کام کرنا جائز نہیں۔

تادیب: خاندان کو چاہیے کہ وہ بیوی کی نافرمانی کے وقت اسے اچھے اور احسن انداز میں ادب سکھائے کہ نہ کسی برائی کے ساتھ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو ان عت نہ کرنے کی صورت میں بیحدگی اور بھگتی سی، ماری سزا دے کر ادب سکھانے کا حکم دیا ہے، بناءً اختلاف نے چار مواقع پر عورت کو گھر کے ساتھ تادیب جائز قرار دی ہے۔

تادیب کے جواز پر دلائل

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور جن عورتوں کی نافرمانی اور بدو، غی کا تمہیں ڈرا اور خدشہ ہوا نہیں نصیحت کرو، اور انہیں الگ ہنجروں پر پھینکو، وہ اور انہیں ماری سزا دو) (النساء / 34)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان چکھ اس طرح ہے: (اے ایمان والو! اپنے آپ اور اپنی عیال و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا اندیشہ لوگ اور پھر ہیں) (البقرہ / 6)

حافظ بن کثیر کا کہنا ہے: قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی احسانت کا حکم دیں، اور اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کرنے سے روکیں، اور ان پر اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کریں، انہیں ان کا حکم دیں، اور اس پر عمل کرنے کے لیے ان کا تعاون کریں، اور جب انہیں اللہ تعالیٰ کی کوئی معصیت و نافرمانی کرتے ہوئے دیکھیں تو انہیں اس سے روکیں اور اس پر انہیں ڈانٹیں۔

شاہک اور قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

مسلمان کا حق ہے کہ وہ اپنے قریبی رشتہ داروں، گھر والوں اور اپنے خلائوں اور لونڈیوں کو اللہ تعالیٰ کے فرائض کی تعمیل دے اور جس سے اللہ تعالیٰ منع کیا ہے وہ انہیں سکھائے۔ (تفسیر ابن کثیر / 4 / 392)

و بیوی کا اپنے خاندان کی خدمت کرنا: اس پر بہت سے دلائل ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر وہاں بیان ہو چکا ہے۔

ابن تیمیہ کا قول ہے۔

بیوی پر اپنے خاندان کی اچھے اور احسن انداز میں ایک دوسرے کی مشغول کرنا واجب ہے، اور یہ خدمت مختلف حالات کے مطابق ہوتی ہے، تو ایک، یعنی عورت کی خدمت شہر میں بسنے والی عورت کی طرح نہیں، اور اسی طرح ایک طاقتور عورت کی خدمت کمزور اور ناتواں عورت کی طرح نہیں ہو سکتی۔ (الفتاویٰ الکبریٰ / 4 / 561)

عورت کا اپنا آپ خاندان کے سپرد کرنا:

جب عقد نکاح محل اور صحیح شرط کے ساتھ پورا اور صحیح ہو تو عورت پر واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاندان کے سپرد کر دے

اور اسے استرجاع بخش اٹھانے دے، اس لیے کہ عقد نکاح کی وجہ سے عینِ خاوند کے پردہ و ناپا ہے، جو کہ استرجاع اور فسخ کی صورت میں ہے، اور اسی طرح عورت بھی عینِ حق ہے جو کہ مہر کی صورت میں دیا جاتا ہے۔

بیوی کی اپنے خاوند سے حسن معاشرت:

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ)

(البقرہ: 228)

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: بیشی ان عورتوں کے لیے حسن صحبت، اور اچھا اور احسن انداز میں معاشرت بھی ان کے خاندنوں پر اسی طرح ہے جس طرح ان پر اللہ تعالیٰ نے خاوندوں کی احسانت واجب کی ہے۔

اور یہ بھی کہ گیا ہے: ان عورتوں کے لیے یہ بھی ہے کہ ان کے خاوند نہیں تکلیف اور ضرر نہ دیں جس طرح ان عورتوں پر خاوندوں کے لیے ہے۔ یہ امام طبری کا قول ہے۔

اور ابن زبیر رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

تم ان عورتوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس سے ڈرو، جس طرح کہ ان عورتوں پر بھی ہے کہ وہ بھی تمہارے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور وریں۔ اور حق قریب قریب سب ایک ہی ہے، اور مندرجہ بالا آیت سب حقوق زوجیت کو عام ہے۔ (تفسیر القرطبی 3 / 124 - 123)

موجود شوہر کے مال میں سے بیوی کے خرچ کی ادائیگی کا حکم

(وَإِذَا غَابَ الرَّجُلُ وَلَهُ مَالٌ فِي يَدٍ رَجُلٍ يَعْرِفُ بِهِ وَبِالزَّوْجِيَّةِ فَرَضَ الْقَاضِي فِي ذَلِكَ وَلَمْ يَعْرِفْ بِهِ) لِأَنَّهُ لَمَّا أَقْرَبَ بِالزَّوْجِيَّةِ الْوُدِّيَّةَ فَقَدْ أَقْرَبَ حَقَّ الْأَخِي لَهُ؛ لِأَنَّ لَهَا أَنْ تَأْخُذَ مِنْ مَالِ الزَّوْجِ حَقًّا مِنْ غَيْرِ رِضَا، وَإِفْرَازَ صَاحِبِ الْيَدِ مَقْبُولٌ فِي حَقِّ نَفْسِهِ لَا سِيَّمَا هَاهُنَا فَإِنَّهُ لَوْ أَنْكَرَ أَحَدَ الْأَمْرَيْنِ لَا تَقْبَلُ بَيْتَةُ الْمَرْأَةِ فِيهِ لِأَنَّ الْمَوَدَّعَ لَيْسَ بِخَصْمٍ فِي إِنْكَابِ الزَّوْجِيَّةِ عَلَيْهِ وَلَا الْمَرْأَةُ خَصْمٌ فِي إِنْكَابِ حُقُوقِ الْمَغَائِبِ، وَإِذَا كَبِتْ فِي حَقِّهِ تَعَدَّى إِلَى الْمَغَائِبِ، وَكَذَا إِذَا كَانَ الْمَالُ فِي يَدِهِ مُضَارَبَةً، وَكَذَا الْجَوَابُ فِي الدَّيْنِ، وَهَذَا كُلُّهُ إِذَا كَانَ الْمَالُ مِنْ جِنْسِ حَقِّهَا دَرَاهِمَ أَوْ دَنَانِيرَ أَوْ طَعَامًا أَوْ كِسُوءَةً مِنْ جِنْسِ حَقِّهَا، أَمَّا إِذَا كَانَ مِنْ خِلَافِ جِنْسِهِ

لَا تَقْرُضُ الشَّقَّةَ فِيهِ لِأَنَّهُ يَحْتَاجُ إِلَى التَّبْعِ، وَلَا يُنَاعُ مَالُ الْغَائِبِ بِالِاتِّفَاقِ، أَمَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فَلَا تَنَاعُ عَلَى الْحَاضِرِ وَكَذَا عَلَى الْغَائِبِ، وَأَمَّا عِنْدَهُمَا فَلَا تَنَاعُ إِنْ كَانَ يَقْضِي عَلَى الْحَاضِرِ لِأَنَّهُ يَعْرِفُ امْتِنَاعَهُ لَا يَقْضِي عَلَى الْغَائِبِ لِأَنَّهُ لَا يَعْرِفُ امْتِنَاعَهُ.

قَالَ (وَيَأْخُذُ مِنْهَا كَيْفَ لَا يَبْهًا) نَظَرًا لِلْغَائِبِ لِأَنَّهُ رُبَّمَا اسْتَوْفَتْ الشَّقَّةَ أَوْ طَعَنَهَا الزَّوْجُ وَانْقَضَتْ عِدَّتُهَا قَرِيبَ بَيْنَ هَذَا وَبَيْنَ الْمِيْرَابِ إِذَا قَسِمَ بَيْنَ زَوْجَتَيْ حُضُورٍ بِأَيْبَةٍ وَلَمْ يَقُولُوا: لَا نَعْلَمُ لَهُ وَإِنَّا آخِرَ حَيْثُ لَا يُؤْخَذُ مِنْهُمْ الْكَيْفِيلُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ هُنَاكَ الْمَكْفُولُ لَهُ مُجْهُوْلٌ وَهَاهُنَا مَعْلُومٌ وَهُوَ الزَّوْجُ وَيُحْلِفُهَا بِاللَّهِ مَا أَعْطَاهَا الشَّقَّةَ نَظَرًا لِلْغَائِبِ.

قَالَ (وَلَا يَقْضِي بِشَقَّةٍ فِي مَالِ غَائِبٍ إِلَّا لِضَوْلَاءِ) وَوَجْهُ الْقَرَقِ هُوَ أَنَّ شَقَّةَ هَؤُلَاءِ وَاجِبَةٌ قَبْلَ قَضَاءِ الْقَاضِي وَلِهَذَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَأْخُذُوا قَبْلَ الْقَضَاءِ فَكَانَ قَضَاءُ الْقَاضِي إِعَانَةً لَهُمْ، أَمَّا غَيْرُهُمْ مِنَ الْمَحَارِمِ فَشَقَّتُهُمْ إِنَّمَا تَحِبُّ بِالْقَضَاءِ لِأَنَّهُ مُجْتَبَهٌ فِيهِ، وَالْقَضَاءُ عَلَى الْغَائِبِ لَا يُجُوزُ، وَلَوْ تَمَّ يَعْلَمُ الْقَاضِي بِذَلِكَ وَلَمْ يَكُنْ مُقَرَّبًا بِهَ فَاقَامَتْ الْبَيْتَةُ عَلَى الزَّوْجِيَّةِ أَوْ لَمْ يَخْلَفْ مَا لَا فَاقَامَتْ الْبَيْتَةُ لِيَقْرَضَ الْقَاضِي نَفَقَتَهَا عَلَى الْغَائِبِ وَيَأْمُرَهَا بِالسَّيْدَانَةِ لَا يَقْضِي الْقَاضِي بِذَلِكَ لِأَنَّ فِي ذَلِكَ قَضَاءً عَلَى الْغَائِبِ.

وَقَالَ زُفَرٌ: يَقْضِي فِيهِ لِأَنَّهُ نَظَرًا لَهَا وَلَا ضَرَرَ فِيهِ عَلَى الْغَائِبِ، فَإِنَّهُ لَوْ حَضَرَ وَصَدَّقَهَا فَقَدْ أَخَذَتْ حَقَّهَا، وَإِنْ جَحَدَ يَخْلِفُ، فَإِنْ نَكَلَ فَقَدْ صَدَّقَ، وَإِنْ أَقَامَتْ بَيْتَةً فَقَدْ ثَبَتَ حَقُّهَا، وَإِنْ عَجَزَتْ بِضَمْنِ الْكَيْفِيلِ أَوْ الْمَرْأَةِ، وَعَمَلَ الْقَضَاةُ الْيَوْمَ عَلَى هَذَا أَنَّهُ يَقْضِي بِالشَّقَّةِ عَلَى الْغَائِبِ لِحَاجَةِ النَّاسِ وَهُوَ مُجْتَبَهٌ فِيهِ، وَفِي هَذِهِ

الْمَسَالَةِ أَقَابِلُ مَوْجُوعٍ عَنْهَا قَلَمٌ يَدُ كَرَّهَا.

ترجمہ

اور اگر کوئی شخص کہیں چلا جاتا ہے اور اس کا کچھ مال کسی دوسرے شخص کے پاس موجود ہو جس کا اس نے اعتراف بھی کر لیا ہو، وہ یہ بھی اعتراف کرے کہ یہ عورت اس غیر موجود مرد کی بیوی ہے تو قاضی اس مال میں سے اس غیر موجود شخص کی بیوی اس کی کس اولاد اور اس غیر موجود شخص کے والدین کا حصہ مقررہ کر دے گا۔

اسی طرح اگر قاضی کو امانت کے مال کا علم ہو جائے خواہ امانت رکھنے والا شخص اس کا اعتراف نہ بھی کرے (تو یہی حکم ہوگا) پہلے مسئلے کی وجہ سے جب اس نے زوجیت اور ودیعت دونوں کا قرار کر لیا تو گویا اس نے یہ بھی اقرار کر لیا کہ اس بیوی کو اس مال میں سے خرچ پینے کا حق حاصل ہے کیونکہ بیوی شوہر کی رضامندی کے بغیر بھی اس کے مال میں سے اپنی ضرورت کے مطابق خرچ لے سکتی ہے اور ہر پختہ رکھنے والے شخص کا اقرار اپنی ذات کے حق میں مقبول ہوگا خصوصاً زبردستی سے ضرورت قبول کر جائے گا اس کی وجہ سے ہے۔ اگر وہ ودیعت یا زوجیت میں سے کسی ایک چیز کا انکار کر دے تو اس کے مقابلے میں عورت کے گواہوں کو نہیں کہے جاتے کیونکہ زوجیت کے ثبوت کیلئے ودیعت والا شخص خصم (فریق مخالف) نہیں بن سکتا۔ اسی طرح بیوی غیر موجود شخص کے حقوق ثابت کرنے کے لئے خصم نہیں بن سکتی۔

لیکن جب ودیعت رکھنے والا شخص خود دونوں باتوں کا اقرار کرے تو یہ ثبوت اور یہ اعتراف غیر موجود شخص کی طرف مٹھ کر ہوگا۔ اگر اس غیر موجود شخص کا مال اس کے پاس مندرجہ کے طور پر ہو تو مسئلے کی یہی صورت ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے ذمے اس غیر موجود شخص کا مال بطور قرض ہو تو بھی یہی صورت ہوگی۔

یہ سب صورتیں اس وقت ہیں جب وہ مال عورت کے حق میں سے تعلق رکھتا ہو جیسے روپیہ چیرا ناز اور لباس جس کا حق عورت کو حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ مال عورت کے حق کی جنس سے مختلف ہو تو قاضی اس میں سے خرچ مقرر نہیں کرے گا کیونکہ خرچ مقرر کرنے کے لئے مال کو فروخت کرنا پڑے گا اور ایک مشرہ اصول ہے غیر موجود شخص کا مال فروخت نہیں کیا جاسکتا۔

اگرچہ ہونید کے نزدیک اس حکم کی وجہ سے کہ جس طرح موجود شخص کا مال فروخت نہیں کیا جاسکتا اسی طرح غیر موجود شخص کا مال بھی فروخت نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ حنفیہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ حاضر شخص کے مال کو فروخت کرنے کا حکم قاضی اس وقت دیتا ہے جب وہ شخص حق کی ادائیگی سے انکار کرتا ہے لیکن غیر موجود شخص کے بارے میں فیصلہ نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس کے انکار کے (ہونے یا نہ ہونے) کے بارے میں یہ نہیں چل سکتا۔ فرماتے ہیں: قاضی فیصلہ کرتے ہوئے اس عورت کی طرف سے ایک نشان لگائے تاکہ اس غیر موجود شخص کے مال کی نگہداشت بھی ہو سکے کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیوی مرد سے پہلے ہی اپنا خرچ وصول کر چکی ہوتی ہے اور وہ مرد اسے طلاق دے چکا ہوتا ہے اور اس کی عدت بھی کر چکی ہوتی ہے۔

اس مسئلے اور وراثت کے درمیان فرق یہ ہے: جب ثبوت کی موجودگی میں وراثت کے درمیان وراثت کو تسلیم کر دیا جائے اور انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ اس علم کے مطابق (مردم کا) اور کوئی وارث نہیں ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس صورت میں ان سے نفی نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہاں وہ شخص جس کے لئے نفی کیا جا رہا ہے نامعلوم ہے اور یہاں معلوم ہے اور وہ عورت کا شوہر ہے اس لئے قاضی اس صورت سے قسم لگے گا خدا کی قسم شوہر نے اسے خرچ نہیں دیا تھا تاکہ غیر موجود شخص پر شفقت ثابت ہو سکے۔

فرماتے ہیں: ان کے علاوہ اور کسی کے لئے قاضی غائب شخص کے مال میں سے فیصلہ نہیں دے سکتا۔ فرق کی وجہ یہ ہے: ان دونوں کا حق قاضی کے فیصلے سے پہلے ہی لازم تھا اس لئے اس فیصلے سے پہلے ہی انہیں خرچ لینے کا اختیار تھا قاضی کا فیصلہ ان لوگوں کی مدد پر ہوگا۔ جہاں تک دیگر رشتے داروں کے خرچ کا تعلق ہے تو ان کا خرچ قاضی کے فیصلے سے ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قاضی اس خزانے سے مجتہد ہوتا ہے اور غیر موجود شخص کے بارے میں فیصلہ کرنا پڑ نہیں ہے۔ اگر قاضی کو اس عورت کا کس شخص کی بیوی ہونا معلوم نہ ہو اور اس شخص کے پاس ودیعت رکھی گئی تھی وہ بھی اقرار نہ کرے اور پھر بیوی اپنے بیوی ہونے کا ثبوت پیش کر دے یا شوہر نے مال ہی نہ چھوڑا تو لیکن عورت اس بات کا ثبوت نہیں کر دے تاکہ قاضی کو غائب شخص کے خلاف اس کا خرچ مقرر کر دے اور بیوی کو قرض لینے کا حکم دے تو ثبوت پیش کر دینے کا باوجود قاضی یہ حکم نہیں دے سکتا کیونکہ اس صورت میں غیر موجود شخص کے طرف فیصلہ کرنا لازم آتا ہے۔

امام زفر نے یہ بات بیان کی ہے کہ ایسی صورت میں قاضی فیصلہ نہ کرے گا کیونکہ اس صورت میں عورت کے لئے شفقت پائی جاتی ہے اور غیر موجود شخص کے خلاف کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر وہ حاضر ہو اور عورت کی بات کی تصدیق کر دے تو عورت نے اپنا حق وصول کر لیا ہے اور اگر وہ انکار بھی کر دے تو اس سے قسم لی جائے گی پھر اگر وہ قسم سے انکار کر دے تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اگر وہ عورت کوئی ثبوت پیش کر دے تو اس کا حق ثابت ہو جائے گا اگر وہ عورت ثبوت پیش نہ کر سکے تو وہ عورت باس کا کھل مال اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ آج کل کے قاضی حضرات اسی قول کے مطابق فیصلہ دیتے ہیں۔ لوگوں کی ضرورت کی پیش نظر خاص غیر موجود شخص کے خلاف خرچ کا فیصلہ دیا ہے اس میں بھی اجتہاد پایا جاتا ہے اور اس بارے میں ایسے اقوال بھی ہیں جن سے رجوع کیا جاسکتا ہے اس لئے ہم نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

شرح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہند بنت جبشؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابوسفیانؓ ایک بھیل آئی ہے اگر میں اس کے مال میں سے اپنے بچوں کو کھلاؤں تو کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، بشرطیکہ دستور کے مطابق ہو۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 330)

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ابوسلمہ کے بچوں کو خرچ دینے میں مجھے ثواب ملے گا؟ انہیں اس حالت میں اور اس طرح (نفر کی حالت میں) چھوڑ نہیں سکتی وہ بھی میرے ہی بچے ہیں، آپ نے فرمایا ہاں مجھے ثواب ملے گا

جو تو انکی ذات پر خرچ کرے گی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 340)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بہتر صدقہ وہ ہے کہ صدقہ دینے والے نے مالدار کی قائم رہے اور مال دوالا بچے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے رشتہ داروں سے ابتدا کرو (اور کیا یہ اچھی بات ہے) کہ عورت کے لیے تو پیشہ کھانا دینا یا بچے طلاق دے دو، غلام کے لیے کچھ ٹھکانا اور بچہ سے کام نہ داور جیسا کہ کچھ کوکھنا کھلاؤ کچھ کس پر چھوڑتے ہو، لوگوں نے پوچھا اسے ابو ہریرہ تم نے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، انہوں نے جہنمیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 326)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بدعت عقبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اہل یمن ایک پتیل آدمی ہے اور مجھے کچھ بھی نہیں دیتا کہ جو میرے بچوں کو کافی ہو جائے، سوائے اس کے کہ جو میں اسے بتائے بغیر لے لیتی ہوں تو آپ نے فرمایا جس قدر تیرے بچوں کو کافی ہو اس میں سے بیکھڑ ضرورت کے لیے لیا کرو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 335)

شوہر کے مال سے قاضی کے نفقہ دلوانے کا بیان

علامہ قاضی خان غفری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب عورت نے قاضی کے پاس آ کر بیان کیا کہ میرا شوہر کہیں گیا ہے اور مجھے نفقہ کے لیے کچھ دے کر نہ گیا تو اگر کچھ روپے یا نقد چھوڑ گیا ہے اور قاضی کو معلوم ہے کہ یہ اس کی عورت ہے تو قاضی حکم دیکر کہ اس میں سے خرچ کرے مگر فضول خرچ نہ کرے مگر یہ قسم لے لے کہ اس سے نفقہ نہیں پایا ہے اور کوئی ایسی بات بھی نہیں ہوئی ہے جس سے نفقہ ساقط ہو جاتا ہے اور عورت سے کوئی ضمان بھی لے۔ (فتاویٰ خانیہ: باب نفقہ)

علامہ والدین غفری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی عورت کا شوہر کہیں چلا گیا ہے اور نفقہ نہیں دے گیا مگر گھر میں اس کا وغیرہ کسی چیزیں ہیں جو نفقہ کی جگہ سے نہیں تو عورت ان چیزوں کو بیچ کر کھانے وغیرہ میں نہیں صرف کر سکتی۔

جس مقدار پر رضا مندی ہوئی یا قاضی نے مقرر کی عورت کہتی ہے کہ یہ کافی ہے تو مقدار بڑھادی جائے یا شوہر کہتا ہے کہ یہ زیادہ ہے اس سے کم میں کام چل چکا کیونکہ اب ارزائی ہے یا مقررہ زیادہ مقدار ہوئی اور قاضی کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہ رقم زیادہ ہے تو کم کر دی جائے۔ چند چھپنے کا نفقہ باقی تھا اور دونوں میں سے کوئی مر گیا تو نفقہ ساقط ہو گیا یا اس اگر قاضی نے عورت کو حکم دیا تھا کہ قرض لیکر صرف کرے پھر کوئی مر گیا تو ساقط نہ ہوگا۔ طلاق سے بھی بیشتر کا نفقہ ساقط ہو جاتا ہے مگر جبکہ اس لیے طلاق ہوئی کہ نفقہ ساقط ہو جائے تو ساقط نہ ہوگا۔ (درمختار، باب نفقہ)

اہل و عیال پر خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال خلیب دیتے ہوئے نہ کہ کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرچ نہ کرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

پوچھا میں یا کسی کو کھانا بھی نہ دے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو ہمارے مالوں میں سے افضل ترین ہے اس باب میں سعد بن ابی وقاص، اسماء بنت ابوبکر ابو ہریرہ عبد اللہ بن عمر اور عائشہ سے بھی روایت ہے ابوامامہ ایک ترمذی فرماتے ہیں حدیث ابو ہریرہ حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 652)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے خاوند کے مال سے صدقہ دے تو اس کے لئے بھی اجر ہے اور اس کے خاوند کے لئے اس کی شمش ہے اور خاوند کے لئے بھی اس کے برابر ہے اور کسی نیک واجر سے کسی دوسرے کا اجر کم نہیں ہوتا شوہر کے لئے کمانے اور بیوی کے لئے خرچ کرنے کا اجر ہے امام ابویسی ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 653)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ دینار جس کو تو اللہ کے راست میں خرچ کرتا ہے اور وہ دینار جس کو تو تمام پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار جو تو نے مسکین پر خیرات کر دیا اور وہ دینار جو تو نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا ہے ان میں سے زیادہ ثواب اس دینار کا ہے جو تو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے۔

(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2304)



اللہ علیہ وسلم کا وہ فیصلہ ہے جو طہریت قیس رضی اللہ عنہا کے بارے میں وہ تھا جسے انہوں نے روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں، میرے شوہر نے مجھ کو طہریت دے دی تو میں اگر صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سے خرچ اور رہائش کا حق مقرر نہیں کیا تھا۔ امام شافعی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ عورت پر شوہر کی ملکیت ختم ہونے پر، بیکہ خرچ کا تعلق ملک سے متعلق ہوتا ہے اس سے اس عورت کو خرچ کی اپنا حق لازم نہ ہوگی جس کا شوہر فوت ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں بھی ملکیت زائل ہو چکی ہے۔ جہاں تک حائلہ عورت کے مسئلہ تعلق سے تو اس کے خرچ کا جو قرآن سے ثابت ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”(وہ حلال یا نفقہ گوش)“ حلال کی حالت میں ہوں تو نہیں خرچ دو۔“ ہر وہ دلیل وہ ہے جس کا ذکر ہم پیچھے کر چکے ہیں خرچ عورت کو روکنے کی عواض میں دیا جاتا ہے اور ان کے مقصود یعنی واد کے لئے نہ ہے یہ مفہوم پایا جا رہا ہے کہ اس اوادی کی وجہ سے عدت لازم ہوتی ہے لہذا خرچ بھی لازم ہوگا اس لئے رہائش کی جگہ کا انتظام کا بھی لازم ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے تو یہ اس طرح ہو جائے گا جیسے وہ عورت حامد ہو (تو یہی حکم ہے) جہاں تک عیدہ طہریت بنت قیس کی نقل کردہ روایت کا تعلق ہے تو اسے حضرت عمر نے مسترد کر دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا: ”ہم اپنے پروردگار کی کتاب کا حکم اور اپنے نبی کی سنت کا حکم ایک عورت کے بیان کی وجہ سے نہیں چھوڑیں گے“ ہمیں نہیں پتہ کہ وہ ٹھیک کر رہی ہے یا غلط ہوئی کر رہی ہے اسے یہ بات صحیح خرچ دینے یا نہ دینا بھول چکی ہے۔“ (حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”تمیں طہریت ملنے والی عورت کو رہائش اور خرچ ملے گا جب تک عدت پوری کرتی ہے۔“ اسی طرح حضرت زید بن ثابتؓ حضرت اسامہ بن زیدؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی اس فتوے کے بیان کو مسترد کر دیا تھا۔

شرح

ہم، ابوحنیفہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عیدہ بنت قیس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا شوہر ابوحنیفہ بہت بخیل اور خسیس ہے وہ مجھ کو اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے البتہ اگر میں اس کے مال میں سے خود کچھ نکال لوں اس طرح اس کو خیر نہ ہو تو میری ضروریات پوری ہو جاتی ہیں تو کیا یہ جائز ہے کہ میں شوہر کو خیر کے بغیر اس کے مال میں سے اپنی اولاد اور ان کی ضروریات کے بقدر کچھ نکال لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اور اپنی اولاد کی ضروریات کے بقدر کہ جو ضرورت کے مطابق ہو یعنی اوسطہ درجہ کا خرچ اس کے مال میں سے لے لے کر دو۔

(بخاری و مسلم مشکوٰۃ شریف: ج ۲۰: ص ۵۳۶)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفقہ بقدر ضرورت واجب ہے۔ چنانچہ تمام علماء کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کسی مسئلے ثابت ہوتے ہیں (۱) مرد پر اس کی بیوی اور نابالغ اولاد (جس کی ذاتی ملکیت میں مال نہ ہو) کا نفقہ واجب ہے (۲) نفقہ ضرورت و حاجت کے بقدر واجب ہوتا ہے (۳) نفقہ دینے وقت یا کوئی شرعی حق ناکہ کرتے وقت اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے (۴) کسی شخص کے بارے میں ایسی کوئی بات بیان کرنا کہ جس کو اگر وہ سنے تو ناگواری محسوس

کرے نہ بڑے بڑے طریقے بیان کرنا کہ کوئی مسئلہ پوچھنے یا فتویٰ دینے کی غرض سے (۵) اگر کسی شخص پر کسی دوسرے شخص کا کوئی حق مطالبہ ہو اور وہ اس کی اپنی رائے نہ کرنا ہو مطالبہ والے کے لئے نہ بڑے کہ وہ اس شخص کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے اپنے مطالبہ کے بقدر لے لے (۶) بیوی بھی اپنے شوہر کے مال کے ذریعہ اپنی واد پر خرچ کرنے اور ان کی کفالت کرنے کی ذمہ دار ہے (۷) بیوی کو اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکالنا نہ بڑے خواہ شوہر نے اس کی صریح اجازت دیدی ہو یا بیوی کو اس کی رضا مندی کا ہم (۸) قاضی اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ کسی حد میں منہ منہ سمجھے تو محض اپنے ہم راہی معصومت کی بنیاد پر حکم جاری کر دے جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدہ سے گواہ بننے کے بعد اپنی معصومت کی بنیاد پر حکم جاری کیا۔

طلاق رجعی میں نفقہ وسکونت کی ذمہ داری میں فقہی مذاہب

اس امر میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ مفقہ کو اگر رجعی طلاق دی گئی ہو تو شوہر پر اس کی سکونت اور اس کے نفقہ کی ذمہ داری حائلہ ہوتی ہے۔ اور اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ اگر عورت حامد ہو تو خواہ اسے رجعی طلاق دی گئی ہو یہ قطعی طور پر لگ کر دینے والی ہر حال اس سے وضع حمل تک اس کی سکونت اور اس کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہوگا اس کے بعد اختلاف اس امر میں ہوا ہے کہ آیا غیر حامد معتقہ حیثیت (یعنی جسے قطعی طور پر لگ کر دینے والی طلاق دی گئی ہو) سکونت اور نفقہ دونوں کی حق دار ہے یا صرف سکونت کا حق رکھتی ہے یا دونوں میں سے کسی کی بھی حق اور نہیں ہے؟

ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ سکونت اور نفقہ دونوں کی حق دار ہے۔ یہ رائے حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ)، ابن عباس (رضی اللہ عنہ)، عائشہ (رضی اللہ عنہا) اور ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے اختیار کیا ہے اور امام شافعی، نووی اور حسن بن صالح کا بھی مذاہب ہے۔ اس کی تائید اور قطعی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالاطلاق لا لھا السکنی والحققة، جس عورت کو تمیں طلاق دی جا چکی ہو اس کے لئے زمانہ عدت میں سکونت اور نفقہ کا حق ہے۔

اس کی مزید تائید اور روایات سے ہوتی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو حضرت عمر نے یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ ایک عورت کے قول پر اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے علم میں لازماً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوگی کہ ایسی عورت کے لئے نفقہ اور سکونت کا حق ہے۔ البتہ اگر ہم ان کی ایک روایت میں تو یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر نے فاطمہ بنت قیس کی حدیث کو رد کرتے ہوئے فرمایا تھا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول لھا السکنی والحققة، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لئے سکونت کا حق بھی ہے اور نفقہ کا بھی البتہ اگر ہم صراحتاً اس میں اس مسئلے پر مفصل بحث کرتے ہوئے اس مسئلہ کی حق میں کمال دلیل دیکھ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے فَلطالِقُ هُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ، ان کو ان کی عدت کے لئے حلال دواں فرما



کی کا عقد اس شخص پر بھی تو ہوتا ہے جو وہ طلاق پہنچے دے کر جوع کر چکا ہو اور اب اسے صرف ایک ہی طلاق دینے کا حق باقی ہو۔ دوسری دلیل ان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دینے کا جب یہ طریقہ بتایا کہ آدمی یا تو ایسے طریقہ میں طلاق دے جس میں مہرت نہ کی گئی ہو یا ایسی حالت میں طلاق دے جسے نکاح کا بدلہ ہونا چاہو چکا ہو تو اس میں آپ نے پہلی دوسری یا آخری طلاق کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔ لہذا عدالت کی یہ رائے درست کہ ان کو ایسی جگہ رکھو جہاں مرتب ہو ہر قسم کی طلاق سے متعلق مان جائے گا تیسرے دلیل وہ یہ ہیں کہ جب یہ حکم جاری ہوتا ہے تو اس کی سکونت اور اس کا عقد شوہر پر واجب ہے اور غیر ملکہ رہیے کے لیے بھی یہ دونوں حقوق واجب ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نکاح اور عقد کا وجوب دراصل محل کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ یہ دونوں قسم کی عورتیں شرعاً شوہر کے گھر میں رہنے پر مجبور ہیں۔ اب اگر یہی حکم متواتر غیر ملکہ کے بارے میں بھی ہوتا تو کوئی جھگڑا کہ اس کی سکونت اور اس کا عقد شوہر کے ذمہ نہ ہو۔

دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ عقد متواتر کے لیے سکونت کا حق تو ہے مگر عقد کا حق نہیں ہے۔ یہ مسلک سعید بن المسیب، سلیمان بن یزید، عطاء بن اسید، ابیہ اور ابو سعید رحمہم اللہ کا ہے، اور ابو ثانی اور ماہ مالک نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن مفتی ابن کثیر میں امام شافعی کا مسلک اس سے مختلف بیان ہوا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ عقد متواتر کے لیے نہ سکونت کا حق ہے نہ عقد کا۔ یہ مسلک حسن بصری، حماد ابن ابی لیثی، عمرو بن دینار، عطاء بن یحییٰ، ابن ابی رباح، اور ابو ثور کا ہے۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس کی بھی یہی مسلک نقل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور ماہ مالک نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

اور مفتی ابن کثیر میں شافعی کا مسلک بھی یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی لمعلوقہ طلاق او حاملی ولا بائن ..... ولعائیل البائن لا نفقة لہا ولا کسوة طلاق کی بنا پر جو عورت عدت گزار رہی ہو اس کے لیے سکونت کا حق واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو، مگر ہائے کے لیے واجب نہیں ہے ..... اور غیر ملکہ ہائے کے لیے نہ عقد ہے اور نہ نکاح۔ اس مسلک کا استدلال ایک تو قرآن مجید کی اس آیت سے ہے کہ لا تدری لعل اللہ یفدک بثبغذ ذلک انما تمسک جانتے بجا اس کے بعد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صورت پیدا کرے۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ بات مطلقہ رہیے کے حق میں درست ہو سکتی ہے نہ کہ متواتر کے حق میں۔ اس لیے مطلقہ کو گھر میں رکھنے کا حکم بھی رہیے ہی کے لیے خاص ہے۔ دوسرا استدلال طوطی بنت قیس کی حدیث سے ہے جسے کتب حدیث میں کثرت صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔

یہ طریقہ قیس بنی امیہ پر اولین مہاجرات میں سے تھیں، بڑی عالمہ بھی جانتی تھیں، اور حضرت عمر کی شہادت کے موقع پر اصحاب شوری کا اجتماع انہی کے ہاں ہوا تھا۔ یہ پہلے ابو عمر و بنی خضنہ امیرہ و الخزومی کے نکاح میں تھیں، پھر ان کے شوہر نے ان کو تین طلاقیں دے کر الگ کر دیا، اور بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت اسماء بنت زید سے کیا۔ ان کا عقد یہ ہے کہ ان کو شوہر ابو عمر و پہلے ان کو وہ طلاق دے دے پھر جب حضرت علی کے ساتھ وہ یمن بھیجے گئے تو انہوں نے وہاں سے ہائی

مذہب تیسری طلاق بھی ان کو پہنچ گئی۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ ابو عمر و نے اپنے رشتہ داروں کو بیٹھا بھیجھا کہ عدت کے زائے میں ان کو گھر میں رکھیں اور ان کا خرچ برداشت کریں۔ اور بعض میں یہ ہے کہ انہوں نے خود دفعہ سکونت کے حق کا مطالبہ کر لیا۔ بہر حال جو صورت بھی ہو شوہر کے رشتہ داروں نے ان کا حق ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر یہ دعویٰ لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں، اور حضور ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ نہ تمہارا یہ ہے نہ فقہ ہے نہ سکونت۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اسماء الفسقة والسکنی للمراء علی زوجہا ما کانت لہ فی عہدہا رجعة، فلادیم یکن لہ علیہا رجعة فلا نفقة ولا سکنی عورت کا عقد اور اس کی سکونت تو شوہر پر اس صورت میں واجب ہے جب کہ شوہر کو اس پر رجوع کا حق ہو۔ مگر جب رجوع کا حق نہ ہو تو نہ عقد ہے نہ سکونت (مسند احمد)

طبرانی اور نسائی نے بھی قریب قریب یہی روایت نقل کی ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں فاذا کانت لا نحل لہ حتی تنکح رجوعا غیرہ فلا نفقة ولا سکنی لیکن جب وہ اس کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک اس کو سواری اور مرد سے نکاح نہ کرے تو پھر اس کے لیے نہ عقد ہے نہ سکونت۔ یہ حکم بیان کرنے کے بعد حضور ﷺ نے ان کو پہلے ام شریک کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا اور بعد میں فرمایا کہ تم ان ام کلثوم کے ہاں رہو۔ لیکن اس حدیث کو جن لوگوں نے قبول نہیں کیا ہے ان کے دلائل یہ ہیں۔

اولیٰ ان شوہر کے رشتہ داروں کا گھر چھوڑنے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ بہت تیز زبان تھیں اور شوہر کے رشتہ دار ان کی بد مزگی سے تنگ تھے۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ ان خاتون نے اپنی حدیث بیان کر کے لوگوں کو کہنے میں ڈال دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ زبان دراز تھیں، اس لیے ان کو ان ام کلثوم کے ہاں رکھا گیا (ابو داؤد)۔ دوسری روایت میں سعید بن المسیب کا یہ قول مقبول ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے شوہر کے رشتہ داروں سے زبان درازی کی تھی اس لیے انہیں اس گھر سے منتقل ہونے کا حکم دیا گیا تھا (ہاشمی)۔ سلیمان بن یسار کہتے ہیں ان کا گھر سے نکلتا دراصل ہجر احرام کی وجہ سے تھا (ابو داؤد)۔

ثانیہ ان کی روایت کا حضرت عمر نے اس زمانے میں رد کر دیا تھا جب کثرت صحابہ موجود تھے اور اس معاملہ کی پوری تحقیقات ہو چکی تھیں۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر کو فاطمہؓ سے حدیث پہنچی تو انہوں نے فرمایا لیسنا بتاوی فی کتاب اللہ و لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقول اماء لعلہا اوھمت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیسنا السکنی و النفقة۔ ہم کتاب اللہ کی ایک آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے تھے شاید کچھ دم ہوا ہے۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ متواتر کے لیے سکونت کا حق بھی ہے اور عقد کا بھی (ہاشمی)۔ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے پاس کوئٹہ کی مسجد میں بیٹھا تھا۔ وہاں شعی نے فاطمہ بنت قیس کی حدیث کا ذکر کیا۔ اس پر حضرت اسود نے شعی کو کنگری کا کھنچا کر دیا اور کہا کہ حضرت عمر کے زمانے میں جب فاطمہ کی یہ روایت چلن لگتی تھی تو انہوں نے کہا تھا ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے رد نہیں کر سکتے معلوم

نہیں س نے یہ درجہ بجا نہیں لیا۔ اس کے یہ لفظ درست ہے، اللہ کا حکم ہے لا تُنَحُّ، و جُوْهُرٌ یَّسْتَوِیْنَ یہ روایت باطل اور لفاظی مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں منقول ہوئی ہے۔

۱۸ مردان کے زمانہ حکومت میں جن میں حضرت عاتقہ سے متعلق ایک نزاع چل رہی تھی، حضرت عاتقہ نے فاطمہ بنت قیس کی روایت پر سخت اعتراض کیا کیے تھے، قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عاتقہ سے پوچھ لیا آپ کا فاطمہ کا قصہ معلوم نہیں ہے انہوں نے جواب دیا کہ عاتقہ کا ذکر نہ کرو تو چاہے (بخاری، بخاری نے دوسری روایت جو بطل کی ہے اس میں حضرت عاتقہ کے الفاظ یہ ہیں فاطمہ کہ یہ ہو گیا ہے، وہ خدا سے ڈرتی تھیں؟ تیسری روایت میں حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عاتقہ نے فرما دیا کہ میرے لیے یہ حدیث بیان کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ حضرت عروہ ایک اور روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عاتقہ نے شک سے فاطمہ پر سخت ناراضی اظہار فرمایا اور کہا وہ دراصل ایک خالی مکان میں تھیں جس کو کوئی مومن نہ تھا اس لیے ان کی سلامتی کی خاطر حضور ﷺ نے ان کو گھر بدل دینے کی ہدایت فرمائی تھی۔

راجہ، ان خاتون کا نکاح بعد میں اسامہ بن زید سے ہوا تھا، اور محمد بن اسامہ کہتے ہیں کہ جب بھی فاطمہ اس حدیث کا ذکر کرتیں میرے والد، جو بزرگ آدمی اس کے ہاتھ لگی رکھ کر نہ پڑے ہمارے تھے (بصاح)۔ خدا پر ہے کہ حضرت اسامہ کے ہم عمر نہ اس کے خلاف نہ ہوئی تو وہ اس حدیث کی روایت پر اتنی ناراضی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ (تفسیر تفسیر القرآن)

بہ و عورت کیلئے نفع نہ ہونے کا بیان

(وَلَا نَفْعَ لِلْمُتَوَلَّىٰ عَنْهَا رُؤُوسُهُمْ) لِأَنَّهُ حَتَّىٰ لَا يَحِقَّ الزَّوْجَ بَلْ يَحِقَّ الشَّرْعُ فَإِنَّ التَّرَبُّصَ عِبَادَةٌ مِنْهَا.

اَلَا تَرَى اَنَّ مَعْنَى التَّعَرُّفِ عَنْ بَرَاءَةِ الزَّوْجِ لَيْسَ بِمُرَاعَى فِيهِ حَتَّى لَا يُشْتَرَطَ فِيهَا الْحَبْصُ فَلَا تَحِبُّ نَفَقَتَهَا عَلَيْهِ، وَلَٰنَ النِّفَقَةُ تَحِبُّ شَيْئًا فَشَيْئًا وَلَا يَمْلِكُ لَهُ بَعْدَ الْمَوْتِ فَلَا يُسْمِكُنْ اِيَّانَهَا فِي مِلْكِ الزَّوْجَةِ (وَكُلُّ فُرْقَةٍ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْمَرْأَةِ بِمَعْصِيَةٍ مِثْلِ الرِّدَّةِ وَتَقْبِيلِ ابْنِ الزَّوْجِ فَلَا نَفْعَ لَهَا) لِأَنَّهُ صَارَتْ حَاسَةً نَفْسَهَا بِغَيْرِ حَقٍّ فَصَارَتْ كَمَا اِذَا كَانَتْ نَاسِيَةً، بِخِلَافِ الْمَهْرِ بَعْدَ الدَّخُولِ لِأَنَّهُ وَجَدَ النَّسْبَ فِي حَقِّ الْمَهْرِ بِالْوُطْئِ، وَبِخِلَافِ مَا اِذَا جَاءَتْ الْفُرْقَةُ مِنْ قِبَلِهَا بِغَيْرِ مَعْصِيَةٍ كَخِيَارِ الْبَيْعِ وَخِيَارِ الْبُلُوغِ وَالتَّقْرِيرِ لِعَدَمِ الْكِفَاءِ لِأَنَّهَا حَسَّتْ نَفْسَهَا

بِحَقِّ وَذَلِكَ لَا يُسْقِطُ النِّفَقَةَ كَمَا اِذَا حَسَّتْ نَفْسَهَا لَا سِيْقَاءَ الْمَهْرِ.

ترجمہ

اور یہ و عورت کو خرچ نہیں ملے گا کیونکہ اس کا حق شوہر کے حق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ شریعت کے حق کی وجہ سے ہے کیونکہ اس کا حق عدت کو گزارا عبادت کے طور پر ہے۔ کیا آپ نے نہیں سوچا کہ اس عدت کا بنیادی مقصد رحم کے بری ہونے کی معرفت کا حصول نہیں ہے یہاں تک کہ اس میں بھی جتنی ضرورتیں ہیں اس نے مرحوم شوہر پر اس عورت کا خرچ لاؤ نہیں ہوتا۔ اس کی دوسری دلیل یہ ہے خرچ تو خوراک اور پوشاک کے لیے ضروری ہے موت کے بعد شوہر کی کوئی ملکیت باقی نہیں رہی اور وراثہ کی ملکیت میں خرچ واجب کرنا عامی طور پر ممکن نہیں ہے۔

برہہ علیحدگی جس کی بنیادی وجہ عورت کی طرف سے معصیت ہو جیسے (وعدہ اللہ) مرد ہو جائے یا شوہر کے مرنے کا (شوہر کے ساتھ) یا (برہہ) تو اس عورت کو خرچ نہیں ملے گا کیونکہ اس صورت میں اس نے خود اپنی ذات کو ناقص طور پر دکھا ہے اور اس کی مثال نافرمان عورت کی طرح ہو جائے گی۔ جبکہ محبت کے بعد مہر کے لیے لازم ہونے کا حکم اس سے مختلف ہے چونکہ محبت کرنے کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو مرد کے پیر و رکھنے کے لیے ہنڈا اس کا مہر ثابت ہو جائے گا اور یہ صورت اس حکم سے بھی مختلف ہے جب عدالت کی وجہ سے ہو لیکن اس میں معصیت نہ پائی جاتی ہو جیسے آؤ دھونے پر حاصل ہونے والا اختیار یا باغ ہونے پر حاصل ہونے والا اختیار یا نگو نہ ہونے کی وجہ سے ہونے والی بھیدگی وغیرہ کیونکہ ان تمام صورتوں میں عورت نے اپنے آپ کو اپنے حق کی وجہ سے راکھ ہے اس لیے اس سے خرچ ساقط نہیں ہوگا۔ جیسے اگر وہ مہر ملے سے پہلے اپنے آپ کو مرد کے پیر و رکھنے کرتی تو اس دوران سے خرچ ملتا رہے گا۔

برہہ کے نان و نفقہ میں فقہی مذاہب اربعہ

یہ مسئلہ متعلق ہے کہ مطلقہ خواہ رہے ہو یا بیعت ہو، اگر حامد ہو تو صلح حال اس کی سکونت اور اس کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہے۔ البتہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ حامد کا شوہر مر گیا ہو، قطع نظر اس کے کہ وہ طلاق دینے کے بعد مر گیا ہو یا اس نے کوئی طلاق نہ دی ہو اور عورت زمانہ حمل میں بیوی ہو گئی ہو۔ اس معاملہ میں فقہاء کے مسالک یہ ہیں۔

۱ حضرت علیؑ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ شوہر کے جموع ترک کر کے اس کا نفقہ واجب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، قاضی شریع، ابوالوالیہ، شعبی اور ابیرا رحمہم علیہم سے بھی یہی قول منقول ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی ایک قول ای کی تائید میں ہے (الوسی-بصاح)

۲ ابن جریرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اس کے پیٹ کے پچھ کے حصے میں سے خرچ کیا ہوئے اگر میرت لے کوئی میرت چھوڑی ہو۔ اور اگر میرت نہ چھوڑی ہو تو میرت کے وارثوں کو اس پر خرچ کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ

سے فرمایا: وَعَلَى الْمَوَارِيثِ وَنَحْوِ ذَلِكَ (البقرہ: ۲۳۳)۔

3 حضرت پڑا بن عبد اللہ، حضرت عبداللہ بن ابی بکر، حضرت حسن لغری، حضرت سعید بن انس، اور حضرت عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ تنقیہ شوبہ کے مال میں اس کے لیے کوئی تنقیہ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی ایک تیسرا قول پہنچا ہے، لیکن شوبہ کے مجموعی ترکے پر اس کا تنقیہ کا نہیں ہوتا جس کا اتمام وارثوں پر ہے۔

4 ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ اس کا تنقیہ شوبہ کے مال میں اس طرح واجب ہے جس طرح اس کے مال میں کسی کا قرض واجب ہوتا ہے (بصم)۔ یعنی مجموعی ترکے میں جس طرح قرض ادائیگ ہے، اس طرح اس کا تنقیہ بھی ادائیگ ہے۔

5 امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کہتے ہیں کہ میت کے مال میں اس کے لیے نہ سکونت کا حق ہے نہ تنفیذ کیونکہ موت کے بعد میت کی کوئی ملکیت ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد دودھ وارثوں کا مال ہے۔ ان کے مال میں حاملہ بیوہ کا تنفیذ واجب ہو سکتا ہے (ہاں یہ بصم)۔ یہی مسلک امام احمد بن حنبل کا ہے (الانصاف)

6 امام شافعی کہتے ہیں کہ اس کے لیے کوئی تنقیہ نہیں ہے، البتہ اسے سکونت کا حق ہے (مشق لیمان)۔ ان کا استدلال حضرت ابو سعید خدریؓ کی بیان فرجہ بنت مالک کے اس واقعہ سے ہے کہ ان کے شوہر جب قتل کر دیے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح دیا کہ شوہر کے گھر میں میں عدت گزاریں (ابوداؤد سنن ابی یوسف)

مزید برآں ان کا استدلال وارثوں کی اس روایت سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لِلْحَامِلِ مِنَ الْمَوْتِ عِشْرُونَ نَفْسًا۔ یہ حاملہ کے لیے کوئی تنقیہ نہیں ہے۔ یہی مسلک امام مالک کا بھی ہے (حاشیہ السوکی)

اگر مظنہ عورت مرتد ہو جائے تو اس کا خرچ ساقط ہو جائے گا

(وَإِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ ارْتَدَّتْ وَالْبَيَاضُ بِاللَّيْلِ سَقَطَتْ نَفَقَتُهَا، وَإِنْ مَكَثَتْ أَيْزُوجَهَا مِنْ نَفْسِهَا فَلَهَا النَّفَقَةُ مَعَهَا: مَكَثَتْ بَعْدَ الطَّلَاقِ، لِأَنَّ الْفَرْقَةَ تَنْبُتُ بِالطَّلَاقِ الثَّلَاثِ وَلَا عَمَلَ فِيهَا لِلرَّذَّةِ وَالْمَكِينِ، إِلَّا أَنَّ الْمَرْتَدَّةَ تُحْبَسُ حَتَّى تَتُوبَ، وَلَا نَفَقَةٌ لِلْمَحْجُوسَةِ، وَالْمَمْكُوكَةُ لَا تُحْبَسُ فَلِهَذَا يَتَعَقَّبُ الْفَرْقُ)۔

ترجمہ

اور اگر شوہر اپنی بیوی کو تین جلا قلم دے دے اور پھر عورت "معاذ اللہ" مرتد ہو جائے تو اس کا خرچ باقی رہے گا۔ لیکن اگر وہ شوہر کے بیٹے کو محبت کا موقع دے تو اس کا خرچ باقی نہیں ہوگا۔ اس کا منہبوم یہ ہے کہ وہ طلاق کے بعد اس کا موقع دے کیونکہ عید کی تو تین ملاوٹوں کی وجہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ اس میں مرتد ہونے یا شوہر کے بیٹے کو موقع دینے کا کوئی داخل نہیں ہے البتہ

مرتد ہونے کے نتیجے میں اسے قید کر دیا جاتا ہے جب تک وہ توہین نہیں کر لیتی اور قیدی کا خرچ اُنہیں نہیں ہوگا جبکہ جو عورت شوہر کے بیٹے کو موقع دیتی ہے اسے قید نہیں کیا جاتا ہے اس لیے دونوں صورتوں کے درمیان فرق ہوگا۔

عدت وفات میں افتقد نہ ہونے کا بیان

علامہ ربیع بن محمد زبیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عدت کی مدت میں افتقد واجب نہیں، خواہ عورت کو صل ہو یا نہیں۔ یعنی جو عورت کی جانب سے مصیبت کے ساتھ وہ اس میں بھی نہیں مشا عورت مرتد ہوگئی یا شہوت کے ساتھ شوہر کے بیٹے یا باپ کا بوسہ لیا یا شہوت کے ساتھ چھو چھوا، یا اگر مجبوری گئی تو ساقط نہ ہوگا۔ یعنی اگر عدت میں مرتد ہوگئی تو تنقیہ ساقط ہو گیا پھر اگر اسلام دیا تو تنقیہ کو ترک کر دیا۔ اور اگر عدت میں شوہر کے بیٹے یا باپ کا بوسہ یا تنقیہ ساقط نہ ہوا اور جو عورت زوجہ کی جانب سے سبب مباح سے وہ اس میں افتقد عدت ساقط نہیں مشا خیرہ حق، خیرہ بیوہ عورت کو حاصل ہوا، اس نے اپنے نفس کو اختیار یا بشرطیکہ دھوکے کے بعد ہو اور عدت ہی نہیں اور غلط میں افتقد ہے، ہاں اگر ضعف اس شرط پر ہو کہ عورت افتقد سکند معاف کرے تو تنقیہ واجب نہیں پائے گی مگر کہنے سے شوہر اب بھی مرنے نہیں کر عورت اس کو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتی۔ (جوہر نیرہ، باب افتقد)

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ صلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: خود عورت بیوی کے لیے شب زفاف میں ہم بستری کرنا اگر وہ چاہے تو جائز ہے لیکن شریعت میں اس کی تعداد متعین نہیں کرتی یا ہم بستری کی جائے، اس کا سبب یہ ہے کہ یہ حالت اور اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اور پھر جب قدرت و طاقت میں بھی فرق ہے تو شریعت کی عادت میں کہ وہ اس طرح کے مسائل میں تعدد و تنوع کرے۔ لیکن جماع اور ہم بستری عورت کا حق ہے جو خاوند پر واجب ہے، ان کے قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ اگر کسی کا کوئی غدر نہیں تو وہ اپنی بیوی سے ہم بستری کرے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول یہی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ۳۰ / ۷)

حدیث شریف میں ہے کہ: عبداللہ بن عمرو بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے عبداللہ! مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ تو دن کو روزہ رکھتا اور رات کی قیوت تم کرتا ہے؟) میں نے عرض کی کہ میں نے اسے اللہ تعالیٰ کے رسول (بات تو ایسی ہی ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تو اس نے نہ بلکہ روزہ رکھنا اور افطار بھی (یعنی بھی چھوڑ بھی دینا) اور ایسا بھی کیا کہ روزہ اور ایسا بھی کر دیا، اس لیے کہ تم میرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے، اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے) (صحیح بخاری)

حدیث کی شرح میں ہے کہ: یہ خاوند کے اذنی نہیں کہ وہ عورات میں اتنی کوشش کرے کہ وہ جماع اور کنی کرنے کے حق سے گم کر دیا ہو جائے۔ دیکھیں فتح الباری۔ اور خاوند پر بیوی کا یہ حق ہے کہ خاوند اس کے پاس رات بسر کرے۔

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ صلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جب اس کی بیوی ہوتی ہے یا لازم اور ضروری ہے کہ اگر اس کے پاس کوئی غدر نہیں تو وہ چار راتوں میں ایک رات اس کے پاس بسر کرے۔ (المغنی ۲۸ / ۷) اور کشف القناع (۱۴۷ / ۳)

میت سے ہی روک دے۔

اور اگر وہ آپس میں تازع کا شکار ہو جائیں تو خاوند پر قاضی غصہ کی طرح اسے بھی مقرر کر دے گا اگر وہ اس میں زیادتی کرے۔  
(الاختیارات الفقہیہ ص (246)

شرعی طور پر مطلوب اور مقصود تو یہ ہے کہ خاوند کی ہم بستری کے ذریعہ سے بیوی کو فشی اور منط کام سے بچایا جائے اور ہم بستری بھی بیوی کی خواہش اور اجتنابی ہو جس سے یہ بچو ڈھونڈے تو اس طرح اس کے لیے چار مہینہ یا اس سے زیادہ اور کم کی مدت مقرر کرنے میں کوئی وجہ نہیں آتی جیسا اس میں تو یہ ہونا چاہیے کہ ہم بستری اتنی ہوتی ہے کہ خاوند اور اس کے اور بیوی کی جتنی خواہش ہو یہ تو عادی حالت اور خاوند کی موجودگی میں ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے ساتھ رہائش پذیر ہو۔ لیکن اگر وہ سفر یا کسی اور کام اور تجارت وغیرہ کی مشورہ غدر کی بنا پر غائب ہے تو اس حالت میں خاوند کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ بیوی سے زیادہ مدت غائب نہ رہے۔ اور اگر اس کے غائب ہونے کا سبب مسلمانوں کے کسی نفع کی وجہ سے ہو مثلاً وہ جہاد فی سبیل اللہ میں نکلا ہو یا جہاد مسلمانوں کی سرحدوں کی حفاظت پر مامور ہے تو اس میں ضروری ہے کہ اسے چار ماہ کے اندر واپس گھر واپس آنے کی اجازت دینی چاہیے تاکہ وہ کچھ مدت اپنے بیوی بچوں میں گزارے اور پھر دوبارہ سرحدوں پر اپنا جہاد میں واپس چلا جائے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیاست اور حکم سبب تھا کہ انہیں نیو بیویوں اور سرحدی محافظوں کے لیے یہ مقرر کیا کہ وہ کہ اپنی بیویاں سے چار مہینہ تک دور رہیں جب یہ مدت پوری ہو جائی تو انہیں واپس بلایا جاتا اور ان کی جگہ پر دوسروں کو بھیجا جاتا تھا: (المفصل فی احکام المراء (7 / 239)

## فَصْل

﴿یہ فصل اولاد کے خرچ کے بیان میں ہے﴾

فصل اولاد خرچ کی نفی مطابقت کا بیان

مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے پہلے زوجہ کے خرچ سے متعلق احکام شرعیہ کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ نفقہ کی ابتداء بلکہ اولاد کے اور کا سبب ہی زوجہ ہے لہذا اس کو مقدم ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اولاد باقیہ اور جو بیوی سے مؤخر ہے۔ لہذا موقوف علیہ کو موقوف پر مقدم ذکر کرنا اصول کے مطابق ہے۔

کتاب وسنت میں بہت سارے دلائل ملتے ہیں جو اولاد پر خرچ کرنے کی ترغیب دلاتے اور ابھارتے ہیں اور اس کی فضیلت کو بیان کرتے ہیں ذیل میں ہم چند ایک دلائل کا ذکر کریں گے۔

قرآن مجید سے نفقہ اولاد کے دلائل کا بیان

اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ دستور کے مطابق ان کا روفی کپڑا ہے) (البقرة 233)  
اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک دوسرے مقام پر کچھ اس طرح ارشاد ہے: (اور وسعت اور کثافت و رزق والیکہ لیے اپنی وسعت و کثرت سے خرچ کرنا ضروری ہے اور جس پر اس کے رزق کی تنگی کی گئی ہو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ دے رکھا ہے) اپنی حیثیت کے مطابق) خرچ کرے) (الطلاق، 7)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اور تم جو بھی خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جہنم اور زیادہ عطا کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سب سے بھرپور رزق و روزی دینے والا ہے) (ساء، 39)

احادیث کے مطابق نفقہ اولاد کے دلائل کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ساری احادیث وارد ہیں جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں اور بچوں اور خاص کر لڑکیوں پر خرچ کرنے کی فضیلت بیان کے ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ایک دینار اللہ تعالیٰ کے راستہ میں آپ کا خرچ کرنا اور ایک وہ دینار ہے جو آپ نے غلامی کی آزادی کے لیے خرچ کیا، اور ایک دینار وہ ہے جو آپ نے مسکین پر صدقہ کیا، اور ایک دینار وہ ہے جو آپ نے اپنے بیوی بچوں پر خرچ کیا، ان میں سے سب سے زیادہ اجر و ثواب والہ وہ ہے جو آپ نے اپنے اہل و عیال پر خرچ کیا) (صحیح مسلم حدیث نمبر (995)

(۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام قربان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سب

سے فضل دینا وہ ہے جو آدمی اپنے بچوں پر خرچ کرتا ہے، اور وہ دینار جو اپنے بچہ پر اہل بیت کے راستے میں خرچ کرتا ہے، اور وہ دینار جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے دوست و احباب پر خرچ کرتا ہے) صحیح مسلم حدیث نمبر (994)

(۳) حضرت ابوہریرہ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث میں اہل عیال سے ابتداء کی گئی ہے، پھر اولاد کے بچے ہیں کہ اس اپنے چھوٹے بچہ پر خرچ کرنے والے سے زیادہ اجر و ثواب کا، کد کون ہو سکتا ہے جن بچوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا یا پھر ان کی بنا پر اللہ تعالیٰ اسے نفع دے اور انہیں قی کر دے۔

(۴) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا: (تو کو بھی چیز اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا حاصل کرنے کے لیے خرچ کرے تو تجھے اس پر اجر و ثواب ملے گا حتیٰ کہ وہ حج بھی جو توابی ہوگی کے متسنن ذالے) (اس کا بھی اجر و ثواب ملے گا) صحیح بخاری حدیث نمبر (1295) صحیح مسلم حدیث نمبر (1628)

(۵) حضرت ابو مسعود البدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب آدمی اپنے گھر والوں پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو یہ اس کے لیے صدقہ بن جاتا ہے) صحیح بخاری حدیث نمبر (55) صحیح مسلم حدیث نمبر (1002)

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (بندے جب بھی حج کرتے ہیں تو دوشترے نازل ہوتے ہیں اس میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے والے کو اور زیادہ عطا فرما، اور اس کا نعم الہیہ دے اور دوسرے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے خرچ نہ کرنے والے کو اور کم عطا کر دیا، تو یہی نہ کو بیخ کر دے) صحیح بخاری حدیث نمبر (1442) صحیح مسلم حدیث نمبر (1010)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی، آگے آدھارے کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں جنہیں تو اس نے میرے پاس سوائے بھجور کے اور کچھ بھی نہ دیا تو میں نے وہی ایک بھجور اسے دے دی تو اس نے وہ بھجور دھو دھو میں تھیم کر اسے اپنی دونوں بچوں کو دے دی اور خود کچھ کھانے نہ کیا یا پھر بھجور کھچ گئی اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو میں نے انہیں یہ اجازت دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما نہ لگے: (ان لڑکیوں کے بارہ میں جسے بھی آرزوئیں میں ڈالا جائے) یعنی جس کے ہاں بھی بیٹیاں ہوں) تو وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اچھی تربیت کرے تو وہ اس کیلئے آگ سے بچاؤ کا باعث ہوں گی) صحیح بخاری حدیث نمبر (1418) صحیح مسلم حدیث نمبر (2629)

(۸) ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائے ہوئے آئی تو میں نے اسے تین بھجوریں دیں تو اس نے اپنی دونوں بیٹیوں کو ایک ایک بھجور دی اور جب وہ بھجور کھجور کھانے کے لیے اٹھنے لگی تو اس کی دونوں بیٹیوں نے وہ بھجور بھی کھانے کے لیے، مگر نہ تو اس عورت نے وہ بھجوریں بھی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر کے انہیں دے

دی جو وہ کھانے کا ارادہ رکھتی تھی مجھے اس کا یہ کام بہت ہی اچھا کہ بعد میں اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو انہوں نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو اس کے بدلے میں جنت دے دی یا اس کی بچہ پر آگ سے آزاد کر دیا)۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر (2630)

(۹) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (جس نے بھی دوڑ کیوں کی ہوغت تک پورے کی دوڑ میں قیامت کے روز اٹھتے آئیں گے، وہ آپ نے، اپنی دونوں، بیٹیوں کا ملایا) صحیح مسلم حدیث نمبر (2631)

اور اس موضوع میں بہت سی احادیث ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (نقاء الالب (2 / 437) کے کچھ کی ویشی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اور ابن ہشام رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: آدمی اپنے آپ اور اہل عیال پر خرچ کرے اور ان پر بھی جن کا خرچہ اس کے ذمہ اور واجب ہے اور اس خرچ کرنے میں کوئی کجی سے کام نہ لے ان پر اتنا ہی خرچ کرے جتنا کہ واجب ہے اور اس میں اسراف بھی نہ کرے۔

اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور یہ لوگ ہیں جب وہ خرچ کرتے ہیں تو اس میں اسراف و فضول خرچی نہیں کرتے، ورنہ ہی اس میں کجی سے کام لینے ہیں اور وہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کرتے ہیں)۔ اور یہ خرچہ سب حد و کثرت و خیرات اور خرچوں سے افضل ہے۔ (طرح الصلوب، 2 / 74)

### نماذج اولاد کا خرچ صرف باپ پر لازم ہوگا

(وَتَمَقَّةُ الْاَوْلَادِ الصِّغَارِ عَلَى الْاَبِّ لَا يُسَارِكُهُ فِيهَا اَحَدٌ كَمَا لَا يُسَارِكُهُ فِي نَقْعَةِ الرُّوْحَةِ) لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ) وَالْمَوْلُودُ لَهُ هُوَ الْاَبُّ (فَإِنْ كَانَ الصِّغِيرُ رَضِيْعًا فَلَيْسَ عَلَى اُمِّهِ اَنْ تُرَضِعَهُ) لِمَا بَيَّنَّا اَنَّ الْكِفَايَةَ عَلَى الْاَبِّ وَاجِبَةٌ الرِّضَاعَ كَالنَّفَقَةِ وَلَا تَهَا عَسَا هَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ لِعَذْرِ بِهَا فَلَا مَعْنَى لِلْجَنْرِ عَلَيْهِ.

وَقِيلَ فِي تَاْوِيلِ قَوْلِهِ تَعَالَى (لَا تُنْصَرُ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا) بِاَلْوَالِيَةِ الْاِزْوَاعَ مَعَ كَرَاهِيَّتِهَا، وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَا بَيَانَ الْحُكْمِ، وَذَلِكَ اِذَا كَانَ يُوجَدُ مِنْ تَرْضِعَةٍ، اَمَّا اِذَا كَانَ لَا تَوْحَدُ مِنْ تَرْضِعَةٍ فَجَبْرُ الْاُمِّ عَلَى الْاِزْوَاعِ صِبَاَنَةً لِلصَّبِيِّ عَنِ الصَّبَاغِ.

قَالَ (وَسَيَسْجِرُ الْاَبُّ مَنْ تَرْضِعُهُ عَنْهَا) اَمَّا اسْتِحْجَارُ الْاَبِّ فَلَا اِنَّ الْاَجْرَ عَلَيْهِ، وَقَوْلُهُ عِنْدَهَا مَعَاةً اِذَا اَرَادَتْ ذَلِكَ لِأَنَّ الْحَجَرَ لَهَا.

ترجمہ

اور بالغ اولاد کا خرچ باپ کے ذمے ہے اور اس بارے میں کوئی اس کا شریک نہیں ہوگا جس طرح بیوی کے خرچ میں کوئی (شوہر) کا شریک نہیں ہوتا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "ان عمروں کا خرچ اس کے ذمے ہے جس کا بچہ ہے"۔ یہاں "جس کا بچہ ہے" سے مراد باپ ہے۔ اگر وہ کس بچہ کو دودھ پیتا ہو تو اس کی ماں پر لازم نہیں ہے کہ اسے دودھ پلانے کی وجہ بیان کرے کیونکہ اس کی ضروریات پوری کرنا باپ کے ذمے ہے اور دودھ پلانے کا مفروضہ خرچ کی مانند ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے یہ مکان موجود ہے کہ اس کی دیکھی ضرورت کی وجہ سے اسے دودھ نہ پلا سکی ہو لہذا اس بارے میں زبردستی کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ ایک قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم یہی ہے۔ "ماں کو اس کے بچے کے حوالے سے ضرورت نہ پہنچا جائے"۔ لیکن جب اسے یہ بات چاہی ہو تو اسے دودھ پلانے کا پابند نہ کیا جائے۔ ہم نے جو یہ بات ذکر کی ہے یہ حکم کا بیان ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب بچہ کو دودھ پلانے کے لئے کوئی عورت ملے۔ لیکن اگر اسے دودھ پلانے کے لئے کوئی عورت نہیں ملتی تو ماں دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا تاکہ بچہ کو دلاکت سے بچا جاسکے۔ باپ ایسی عورت کو لازم کرے گا جو بچہ کو اس کی ماں کے پاس دودھ پلانے جہاں تک باپ کے لازم کر کے کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے: معاوضہ باپ کے ذمے ہے اور مصنف کے یہ الفاظ "اس (ماں) کے پاس" کا مطلب یہ ہے "جب ماں یہ ہے" یعنی بچہ کو۔۔۔ سے دور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ گواہ حق اسے حاصل ہے۔

### اولاد کے فقیر کے احکام و مسائل

بالغ اولاد جس کی ذاتی ملکیت میں کچھ بھی مال و اسباب نہ ہو کہ اخراجات اس کے باپ کے ذمہ ہوتے ہیں۔ اگر چہ باپ خود غنیمت و مفلس کیوں نہ ہو کوئی دوسرا آدمی اس ذمہ داری میں شریک نہیں کیا جائیگا۔ اگر بچہ ابھی دودھ پیتا ہو اور اس کی ماں اس کے باپ کے نکاح میں ہو تو یہ دوسری عورت کا دودھ پلے دینا ہو اور اس کی ماں کو دودھ چاٹنا نہ چاہیے۔ ہوتا اس کا دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا ہاں اگر بچہ کی دوسری عورت کا دودھ پیتا ہو یا ماں کے علاوہ دودھ پلانے والی نہ ملے تو اس صورت میں دودھ پلانے پر مجبور کی جائے گی۔

اگر ماں بچہ کو دودھ پلانے سے انکار کر دے اور کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی ملتی ہو تو یہ حکم ہے کہ باپ دودھ پلانے والی کو مقرر کر دے جو بچہ کو ماں کے پاس آکر دودھ پلانے اب اگر اس بچہ کی ذاتی ملکیت میں مال موجود ہو تو اس دودھ پلانے والی کی اجرت اس بچہ کے مال سے دی جائے گی۔ اگر بچہ کی ذاتی ملکیت میں مال موجود نہ ہو تو پھر دودھ پلانے کی اجرت باپ کے ذمہ ہوگی۔

مرتبہ بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کے لئے اچانک مقرر کرے اور وہ اس کے نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو یہ

پر نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ مال طلاق یا طلاق مغلطہ کی عدت میں ہو تو اس کو بھی دودھ پلانے کیسے اجرت پر رکھ کر بعض حضرات کے نزدیک تا بڑا ہو اور بعض حضرات کے نزدیک جائز ہے اسی طرح عدت گزارنے کے بعد ماں کو دودھ پلانے کے لئے اجرت دینا کہ لینا جائز ہے بلکہ اس صورت میں تو وہ مال دودھ چاٹنے والی کی دوسری عورت کی بد نسبت زیادہ اجرت کا عطف بہت سہ آسان حجت ہوگی۔

اگر کوئی شخص اپنی مکحولہ یا معتدہ کو اپنے اس بچہ کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر رکھے جو دوسری بیوی کے پیش سے ہو تو یہ اجارہ جائز ہے اگر کسی کی بی بی باطل مطلق و عکسرت ہو یا باطل چھٹا یا بیچ و مفرد ہو تو ان کے اخراجات بھی باپ ہی کے ذمہ ہوں گی چنانچہ فقہی ای ہے جبکہ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ان کے اخراجات کا دوتاہا حصہ باپ کے ذمہ اور ایک حصہ ماں کے ذمہ ہوگا۔

بچہ کو دودھ پلانا ماں کا اخلاقی فرض ہے

(وَأَن اسْتَأْجَرَهَا وَهِيَ زَوْجَتُهُ أَوْ مُعْتَدَّتُهُ لِيَرْضِعَ وَلَدَهَا) لَمْ يُجْزَ لَأَن لاَ رِضَاعَ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهَا وَيَدَانَهُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ) إِلَّا أَنَّهُمَا عَمِلَا لَاحْتِمَالٍ عَجَزَهَا، فَإِذَا أَقْدَمَتْ عَلَيْهِ يَالْأَجْرِ طَهَرَتْ قُدْرَتُهَا فَكَانَ الْفِعْلُ وَاجِبًا عَلَيْهَا فَلَا يَجُوزُ اخْتِارُ الْأَجْرِ عَلَيْهِ، وَهَذَا فِي الْمُعْتَدَةِ عَنْ طَلَاقٍ رَجْعِيٍّ وَرَوَايَةٌ وَاجِسَةً لَأَن السَّكَّاحَ قَائِمٌ، وَكَذَا فِي الْمُسْتَوْتَةِ فِي رَوَايَةٍ، وَفِي رَوَايَةٍ أُخْرَى: جَارُ اسْتِئْجَارِهَا لَأَن السَّكَّاحَ قَدْ زَالَ وَجْهَ الْأُولَى أَنَّهُ بَاقٍ فِي حَقِّ بَعْضِ الْأَحْكَامِ.

(وَلَوْ اسْتَأْجَرَهَا وَهِيَ مُنْكَوْحَتُهُ أَوْ مُعْتَدَّتُهُ لِرِضَاعِ ابْنِ لَهْ مِنْ غَيْرِهَا جَارًا) لَأَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَحَقٍّ عَلَيْهَا (وَأَن انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَاسْتَأْجَرَهَا) يَعْنِي لِرِضَاعِ وَلَدِهَا (جَارًا) لَأَن السَّكَّاحَ قَدْ زَالَ بِالسَّكَّاحَةِ وَصَارَتْ كَمَا لَا جَنَبِيَّةَ (فَإِن قَالَ الْآبُ لَا اسْتَأْجَرَهَا وَخَافَ بَعْدَهَا فَرَضِيَّتِ الْأُمُّ بِوَلَدِهَا أَجْرَ الْأَجْنَبِيَّةِ أَوْ رَضِيَّتْ بِغَيْرِ أَجْرِ) كَانَتْ هِيَ أَحَقَّ لَأَنَّهُمَا اشْفَقَ لَكَانَ نَظَرًا لِلصَّبِيِّ فِي الدَّفْعِ إِلَيْهَا (وَأَن التَّمَسُّتَ زِيَادَةً لَمْ يُجْزَ الزَّوْجُ عَلَيْهَا) دَفْعًا لِلصَّرِّ عَنْهُ وَالْيَهْ إِشَارَةً بِقَوْلِهِ تَعَالَى (لَا تُضَارُّ وَالِدَةُ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ ذَكَهُ بِوَلَدِهِ) أَيْ يَالْأُمُّ لَهَا أَكْثَرُ مِنْ أَجْرَةِ الْأَجْنَبِيَّةِ.

(وَلَقَعَةَ الصَّغِيرِ وَاجِبَةً عَلَى أَبِيهِ وَإِنْ خَالَفَهُ فِي دِينِهِ، كَمَا تَجِبُ نَفَقَةُ الزَّوْجَةِ عَلَى الزَّوْجِ وَإِنْ خَالَفَتْهُ فِي دِينِهِ، أَمَّا الْوَلَدُ فَلَا طَلَّاقَ مَا تَلَوَّنَا، وَلَئِنْ جَزُوهُ فَيَكُونُ فِي مَعْنَى نَفْسِهِ، وَأَمَّا الزَّوْجَةُ فَلَا يَنْتَبِ السَّبَبُ هُوَ الْعَقْدُ الصَّحِيحُ فَإِنَّهُ يَزِيدُ الْإِحْتِسَابَ الثَّابِتَ بِهِ، وَقَدْ صَحَّ الْعَقْدُ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْكَافِرَةِ وَتَرْتَّبَ عَلَيْهِ الْإِحْتِسَابُ فَوَجَبَتْ النَّفَقَةُ، وَفِي جَمِيعٍ مَا ذَكَرْنَا أَمَّا تَجِبُ النَّفَقَةُ عَلَى الْآبِ إِذَا لَمْ يَكُنْ لِلصَّغِيرِ مَالٌ، أَمَّا إِذَا كَانَ فَلَا أَصْلَ أَنَّ نَفَقَةَ الْإِنْسَانِ فِي مَالِ نَفْسِهِ صَغِيرًا كَانَ أَوْ كَبِيرًا.

ترجمہ

اور جب مرد ای عورت کو ملزم رکھ لیتا ہے جو (بچہ کی ماں اور اس مرد) کی بیوی ہو یا اس کی عدت گزار رہی ہو تاکہ وہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلانے کو تویہ کرنا پڑ نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حقارت سے ماں ہی دودھ پلانے کی پند ہے۔ واللہ تعالیٰ فرما رہا ہے "ما کس اپنی اولاد کو دودھ چائیں" تاہم ماں کے عاجز ہونے کے احتمال کی وجہ سے اسے معذور قرار دیا جائے گا لیکن جب دودھ دینے پر دودھ پلانے پر توجہ کرے تو اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ دودھ پلا سکتی ہے لہذا یہ عمل اس پر واجب ہو جائے گا اور اس کے لئے اس کا معذور ہونا جائز نہیں ہوگا۔ یہاں عدت گزارنے والی عورت سے مرد وہ عورت ہے جسے رجعی طلاق دی گئی ہو اور اس پر سے میں ایک روایت ہے کیونکہ نکاح ابھی برقرار ہے۔ جس عورت کو طلاق بتدی گئی ہو ایک روایت کے مطابق اس کا بھی یہی حکم ہے۔ دوسری روایت کے مطابق اس کے لئے معاوضہ لینا جائز ہے کیونکہ نکاح ختم ہو چکا ہے۔ یہی روایت کی وجہ سے بعض احکام کے تحت میں نکاح باقی ہوتا ہے۔ اگر مرد اس کی عورت کو ملزم رکھتا ہے جو اس کی معذرت ہو یا اس کی عدت بسر کر رہی ہو تاکہ وہ اس مرد کے اس بچے کو دودھ پلانے کے لئے دوسری بیوی سے تویہ کرنا جائز ہوگا کیونکہ اس بچے کو دودھ پلاتا اس عورت پر ملزم نہیں ہے۔

اگر اس عورت کی عدت پوری ہو جاتی ہے اور پھر مرد اسے ملزم رکھتا ہے یعنی اس لیے کہ وہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلانے کو یہ پڑ ہوگا اس کی وجہ یہ ہے نکاح مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے اور وہ عورت (اس مرد کیلئے) انہی عورت کی طرح ہے۔ اگر باپ یہ کہتا ہے میں اس (یعنی بچہ کی ماں) کو اجرت پر مقرر نہیں کرتا اور کسی دوسری عورت کو لے آتا ہے (جس کا معاوضہ کم ہو) پھر بچہ کی ماں انہی عورت جتنے معاوضے پر راضی ہو جاتی ہے یا کسی معاوضے کے بغیر راضی ہو جاتی ہے تو وہ زیادہ مقدار ہوگی کیونکہ زیادہ شفیق ہے۔ تو بچے کے لئے بہتر کی جہ سے اسے مل کے ہر دیک جائے۔ اگر وہ زیادہ معاوضے کی طلب کرے تو شوہر اس کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا یعنی پانے سے ضرر درکار کرنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ "ماں کو

اس کی اولاد کے حوالے سے ضرر نہ پہنچا جائے اور باپ کو اس کی اولاد کے حوالے سے" یعنی باپ کو اس بات کا پند نہ کیا جائے کہ وہ اس کی جنسی عورت سے زیادہ معاوضہ دے۔ کس بچے کا خرچ اس کے باپ کے ذمے لازم ہوگا۔ اگر چہ اس کا دین باپ کے دین سے مختلف ہو جس طرح بیوی کا خرچ شوہر کے ذمے لازم ہوتا ہے اگر چہ بیوی کا دین شوہر کے دین سے مختلف ہو۔ جہاں تک بچے کا خصل ہے تو اس کی دلیل اس آیت کا مطلق ہونا ہے جو ہم نے عدوت کی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ بچہ اس خصل کا جزو ہے لہذا وہ اس کی اپنی ذات کے حکم میں ہوگا۔ جہاں تک بیوی کا خصل ہے تو اس کا سبب صحیح عقد ہے جو اس احتساب کے تحت ہے میں جو بیٹی جو مرد کے لئے ثابت ہے۔ مسلمان مرد اور کافر عورت کے درمیان عقد ٹھیک ہوتا ہے اور اس عقد پر احتساب اس حکم مرتب ہوتا ہے اس لیے خرچ کی ادائیگی لازم ہوگی۔ ہم نے جتنی بھی محسوس ذکر کی ہیں ان سب میں باپ پر خرچ اس وقت لازم ہوگا جب اس بچے کا بنا کوئی نہ ہو لیکن اگر مل ہو تو اصل حکم یہی ہے انسان کا خرچ اس کے اپنے مال میں سے دیا جاتا ہے خواہ وہ نابالغ ہو یا بالغ ہو۔

شرح

(۱) وَالْوَلَدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُنْعِمَ الرِّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعُهَا لَا تَضَارُّ الْوَلَدَةُ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ بَيْنَهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْرِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

اور ماں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں یہ (حکم) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے اور دودھ پلانے والی، دل کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے کسی چن کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے، (اور) نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارث پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے (دو برس سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو (دیر سے) دودھ پلانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم کو کوئی گناہ نہیں جب کہ جو قسم تمہارے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ چن کو لے کر شک جو کہ تم کرتے ہو اللہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔ (القرآن البقرة: 233)

صدرالافاضل مولانا فہیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ بیان طلاق کے بعد یہ سوال حیثاً سامنے آتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت کی گود میں شیر خوار بچہ ہو تو اس جدائی کے بعد اس کی پرورش کا کیا طریقہ ہوگا اس لیے یہ تین حکمت ہے کہ بچہ کی

پرورش کے متعلق ہاں ہاں پر جو احکام ہیں وہ اس موقع پر بیان فرمادیئے جائیں لہذا یہاں اس مسئلہ کا بیان ہوا۔

ماں خواہ معتق ہو یا نہ ہو اس پر اپنے بچے کو دودھ پلانا واجب ہے بشرطیکہ باپ کو اجرت پر دودھ پلانے کی قدرت و استطاعت نہ ہو یا کوئی دودھ چاسنے والی دوسرے ماں سے یا بچہ ماں کے سوا اور کسی کا دودھ قبول نہ کرے اگر یہ باتیں نہ ہوں یعنی بچہ پرورش خاصہ مل کے دودھ پر مشروط نہ ہو تو ہاں پر دودھ پلانا واجب نہیں مستحب ہے۔ (تفسیر احمدی و مہمل)

یعنی سب مدت کا پورا کرنا لازم نہیں اگر بچہ کو ضرورت نہ رہے اور دودھ چھڑانے میں اس کے لئے خطرہ نہ ہو تو اس سے کم مدت میں بھی چھڑانا جائز ہے۔ (تفسیر احمدی خازن)

یعنی دے اور اس انداز بیان سے معلوم ہوا کہ نسب باپ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ بچہ کی پرورش اور اس کو دودھ پلانا باپ کے ذمہ واجب ہے اس کے لئے دودھ پلانے والی مقرر کرے لیکن اگر ماں اپنی رغبت سے بچہ کو دودھ پلانے کو مستحب ہے۔

شوہر اپنی زوجہ پر بچے کے دودھ پلانے کے لئے جبر نہیں کر سکتا اور نہ عورت شوہر سے بچے کے دودھ پلانے کی اجرت طلب کر سکتی ہے جب تک کہ اس کے نکاح یا عدلت میں رہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور عدلت گزر چکی تو وہ اس سے بچے کے دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے۔ اگر باپ نے کسی عورت کو اپنے بچے کے دودھ پلانے پر جبر کیا اور اس کی ماں ہی اجرت پر یا بعد وصہ دودھ پلانے پر راضی ہوئی تو وہ ہی دودھ پلانے کی زیادہ مستحق ہے اور اگر ماں نے زیادہ اجرت طلب کی تو باپ کو اس سے دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (تفسیر احمدی دارک) (معروف سے مراد یہ ہے کہ حسب حیثیت ہو بخیر یا بخیر اور فضول خرچی کے۔

(تفسیر خزان العرفان، ۱۳۲)

یعنی اس کو اس کے خلاف مرض دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے۔ زیادہ اجرت طلب کر کے۔ ماں کا کچھ کوضروریہ ہے کہ اس کو وقت پر دودھ دے اور اس کی نگرانی نہ کرے بلکہ اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد چھوڑ دے اور باپ کا کچھ کوضروریہ ہے کہ مانوس بچہ کو اس سے چھین لے یا ماں کے حق میں کوتاہی کرے جس سے بچہ کو نقصان پہنچے۔

یعنی ہاں کو حکم ہے کہ اپنے بچہ کو دودھ برکت تک دودھ پلانے اور یہ مدت اس کے لئے ہے جو ماں باپ بچے کے دودھ پینے کی مدت کو پہنچا کر پائیں ورنہ اس میں کمی بھی چہ تڑ ہے جیسا آیت کے اخیر میں آتا ہے اور اس حکم میں وہ مانوس بھی داخل ہیں جس کا نکاح باقی ہے اور دودھ بھی جن کو طلاق مل چکی ہو یا ان کی مدت بھی گزر چکی ہو یا اس تافرق کو کھانا کپڑا اسکو دیا اور معتدہ کو کو دینا زوج کو بر حال میں لازم ہے دودھ پلانے یا نہ پلانے اور عدلت ختم ہو چکے کی تو پھر صرف دودھ پلانے کی وجہ سے دینا ہوگا اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دودھ کی مدت کو جس ماں سے پورا کرنا چاہیں یا جس صورت میں باپ سے دودھ پلانے کی آجرت ماں کو دینا چاہیں تو اس کی انتہاء دو برس کا مل ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہوا کہ علی العموم دودھ پلانے کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں۔

یعنی باپ کو بچہ کی ماں کو کھانا کپڑا بر حال میں دینا پڑے گا۔ اول صورت میں تو اس لئے کہ وہ اس کے نکاح میں ہے، دوسری

صورت میں مدت میں ہے اور تیسری صورت میں دودھ پلانے کی آجرت دینی ہوگی اور بچے کے ہاں ہاں بچہ کی وجہ سے ایک ماں کے کو حلیف نہ دیکر مثلاً ماں یا دودھ پلانے سے انکار کرے یہ باپ بلا سبب ہاں سے بچہ خیر کر کے کسی اور سے دودھ پلانے کو حکم پکڑے نہیں لے سکتا۔

اگر باپ مرد یا تو بچے کے وارثوں پر بھی لازم ہے کہ دودھ پلانے کی مدت میں اس کی ہاں کے کھانے پکڑے کا خون نہیں لیں اور حلیف نہ پہنچائیں اور وارث سے مراد دودھ وارث ہے جو عمر بھی ہو۔

یعنی عمر ہاں ہاں کسی معصیت کی وجہ سے دو سال کے اندر ہی بچہ کی معصیت کا کارہ کر کے باقی مشورہ ورنہ مدت سے دودھ چھڑا چاہیں تو اس میں گناہ نہیں، مثلاً ماں کا دودھ لپٹنا نہ ہو۔

یعنی اسے مرد اور اقرب کی ضرورت و معصیت سے ماں کے سوا کسی دوسری عورت سے دودھ پلانا چاہتا ہو تو اس میں بھی گناہ نہیں، مگر اس کی وجہ سے ہاں کا بچہ کو نکاح رکھے بلکہ دستور کے موافق جو ماں کو دینا پھر یا بقا وہ دے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دودھ پلانے والی کو حق نہ کھائے۔

والد سے حکم میں وہ مانوس بھی داخل ہیں جن کو طلاق ہو چکی ہو خواہ عدلت میں ہوں یا عدلت بھی گزر چکی ہو اور وہ بھی جو مدت بچہ کے ہاں سے نکاح میں ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے۔ تاہم اس سے سب ضرورت کہ ہو سکتی ہے (جیسا کہ آئینہ کا ذکر آ رہا ہے) اور یہ مدت قمری تو قمر کے حسب سے شمار ہوگی۔

یعنی منکوحہ عورت اور مطلقہ عورت جو عدلت میں ہوں اس کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری تو پہنچ ہی بچے سے ہوتی ہے اور عدلت گزر چکی ہے تو اس آیت کی رو سے باپ ہی اس مطلقہ عورت کے اخراجات کا ذمہ دار ہوگا کیونکہ وہ اس کے بچہ کو دودھ پلاتی ہے۔

یعنی والد سے اس کی حیثیت سے زیادہ کھانے اور کپڑے کے اخراجات کا معاہدہ نہ کیا جائے یہ معاہدہ خواہ عورت خود کرے یا نہ کرے۔

یعنی ماں یا باپ دودھ پلانے سے انکار کر دے اور باپ کو پریشان کرے۔ اسی طرح باپ بچہ کو ہاں سے جدا کر کے کسی اور سے دودھ پلانا چاہے اور اس طرح ماں کو پریشان کر دے یا اس کے کھانے اور کپڑے کے اخراجات میں تنگی کا مظاہرہ کرے۔ یہ ہاں سے دودھ پلانے کے لیے جبر کیا ہے جبکہ وہ اس بات پر آمادہ نہ ہو۔

یہ بچہ جو دودھ پلانی رہا ہے۔ خود بھی اپنے باپ کا وارث ہے اور اس کے علاوہ بھی وارث ہوں گے۔ بہرحال یہ خرچہ شتر کا ثلث یا ثلث سے ترک نہ کرے اور کیا جائے گا اور وہ ادھر کریں گے جو عہدہ (حیثیت کے قریب وارث مرد) ہیں۔

یعنی اگر ماں باپ دونوں یا باقی مشورہ سے دو سال سے پہلے ہی دودھ چھڑان چاہیں مثلاً یہ کہ ہاں کا دودھ چھو نہ ہو اور بچہ کی







اس کی وجہ یہ ہے، وہ بھی ماں باپ کی طرح ہیں مگر یہ ہے باپ کی عدم موجودگی میں دادا قائم مقام ہوتا ہے۔ اس کی یہ وجہ بھی ہے یہ لوگ آدمی کی زندگی کا سبب ہیں تو آدمی پر بھی یہ لازم ہوگا ان کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے ضروریات فراہم کرے جس طرح ماں باپ کے لئے کرتا ہے۔ ان کا غریب ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ صاحب حیثیت ہوں گے تو ان کے اپنے مال میں سے ان کا خرچ پورا کرنا اس سے بہتر ہے کہ کسی دوسرے کے مال میں سے اسے چڑا کر یا جائے۔ دین کے اختلاف کی وجہ سے یہ بات منکر نہیں ہوگی اس کی دلیل وہ آیت ہے جو ہم حلاوت کر چکے ہیں۔ دین کے اختلاف کے ہمراہ صرف بیوی ماں باپ اجداد حیات و رداد اور ولی اولاد کا خرچ لاء لازم ہوتا ہے۔ جہاں تک بیوی کا تعلق ہے تو اس کی دلیل وہ ہے جو ہم ذکر کر چکے ہیں یہ اس عقید کی وجہ سے بیوی کے حق میں لازم ہوگا جس کے نتیجے میں مرد کو اس عورت کو کھڑے رکھنے کا حق ہوتا ہے اور اس چیز کا تعلق دین میں اختار کے ساتھ نہیں ہے۔ جہاں تک دیگر افراد کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے جزیئت ثابت ہے اور آدمی کا ہر ماں کے اپنے وجود کی حیثیت رکھتا ہے تو جس طرح آدمی اپنے کھڑے وجہ سے باخراش نہیں روک سکتا اس طرح اپنے جڑ کا خرچ بھی نہیں روک سکتا البتہ اگر وہ لوگ عربی ہوں تو ان کا خرچ مسلمان کے ذمے نہیں ہوگا۔ اگرچہ وہ ”مستمان“ ہوں کیونکہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ بھلائی سے منع کیا گیا ہے جو دین کے بارے میں ہمارے ساتھ جگہ کرتے ہیں۔

### والدین کے نفقہ کے احکام و مسائل

اصل یعنی باپ دادا وادی ثانیاتی (خواہ اسکے اوپر کے درجہ کے ہوں) اگر محتاج ہوں تو ان کے اخراجات کی ذمہ داری اولاد پر ہے بشرطیکہ اولاد اولاد خوشحال و مگر ہو اور خوشحال و مگر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اولاد مالی طور پر اس حیثیت و درجہ کی ہو کہ اس صدقہ و زکوٰۃ کا مال لینا حرام ہو اگر تو مگر اولاد میں مذکور نہ یعنی بیٹا اور بیٹی دونوں ہوں تو اس نفقہ کی ذمہ داری دونوں پر برابر ہوگی۔

محتاج شخص کا نفقہ واجب ہونے کے سلسلے میں قرب و جزیئت کا اعتبار ہے نہ کہ ارث کا مثلاً اگر کسی محتاج شخص کی بیٹی اور بڑا دونوں مال دار ہوں تو اس کا نفقہ بیٹی پر واجب ہوگا، باوجودیکہ اس شخص کی میراث دونوں کو پہنچتی ہے اسی طرح اگر کسی محتاج شخص کی نوای اور بیٹی دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ نوای پر واجب ہوگا اگرچہ اس شخص کی میراث کا مستحق صرف بیٹی ہوگا۔

### ذوی الارحام کے نفقہ کے احکام و مسائل

برالہذا شخص پر اس کے ہر ذی رحم رحم کا نفقہ واجب ہے بشرطیکہ وہ ذی رحم محتاج ہو یا بائع ہو یا باطل عورت ہو یا بائع و معتذر ہو یا اندھا ہو یا طالع علم ہو یا راجل و بیوقوف یا کسی اندر مذکر بنا کر نہ ہو یا اگر وہ مالدار شخص ان کو کوں پر خرچ نہ کرے تو اس کو خرچ کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ ذی رحم رحم رشتہ داروں کا نفقہ مقدار میراث کے اعتبار سے واجب ہوتا ہے۔

اور میراث کی مقدار کے اعتبار کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی مالی حیاتی و عذرت کی وجہ سے اپنے ذی رحم رحم رشتہ داروں سے نفقہ

حاصل کرنے کا مستحق ہے اگر اس کو مردہ تصور کر دیا جائے اور اس کی میراث کو اس کے ان ذی رحم رحم وارثوں پر تقسیم کیا جائے تو جس وارث کے حصہ میں میراث کی جو مقدار آئے گی وہی مقدار اس کے نفقہ کے طور پر اس ذی رحم رحم پر واجب ہوگی مثلاً یہ ایک محتاج و محتاج شخص ہے اس کے قریبی اعزاء میں صرف تین متفرق بہنیں ہیں یعنی ایک تھوڑی بہن سے ایک سو بیٹی بہن ہے۔ اور ایک انسانی بہن سے ان تینوں بہنوں پر یہ ذکا نفقہ واجب ہے جس کو وہ تینوں اس طرح پورا کریں گی کہ زیادہ کا پورا نفقہ باقی برابر پر مصوب میں کرے تین شخص تو تھوڑی بہن کے ذمہ ہوگا، ایک شخص سو بیٹی بہن کے ذمہ ہوگا اور ایک شخص انسانی بہن کے ذمہ ہوگا مقدار کی یہ تقسیم بالکل اسی طرح ہے جس طرح یہ کہ ترکش میں سے ان بہنوں کے حصہ کی میراث کی تقسیم ہوگی۔

نیز اس سلسلہ میں مقدار میراث کا درحقیقت ہر وقت متعین و معلوم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شخص وراثت کی اہلیت کا ہونا شرط ہے چنانچہ اگر یہ (جو محتاج و غلبہ ہے) کا ایک ماں ہے اور ایک چچا زاد بھائی ہے اور وہ دونوں ہی امادر ہیں تو یہ ذکا نفقہ اس کے ماں پر واجب ہوگا۔

جو شخص محتاج و غلبہ ہو اس پر کسی کا نفقہ واجب نہیں ہوتا خواہ وہ والدین ہوں یا ذی رحم رحم رشتہ دار لیکن بیوی اور اولاد کا نفقہ اس پر ہر حال میں واجب رہے گا۔

دین مذہب کے اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے پر نفقہ واجب نہیں ہوتا لیکن بیوی والدین و اولاد آدمی اور اولاد کا نفقہ واجب ہوتا ہے۔

نہ تہا پ کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے نفقہ کے لئے اپنے لئے کا مال یعنی اشیاء و متقولہ سچے سچے لینے لیکن عقار یعنی اشیاء غیر متقولہ جیسے زمین و باغات کو بیچنے کا اختیار نہیں ہوگا اسی طرح اس لئے کہ اگر باپ کا نفقہ کے عداد کوئی اور دین یعنی قرض و مطالبہ ہوتو اس کے لئے لڑکے کی اشیاء و متقولہ کو بھی بیچنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ نیز ماں کو اپنے لئے کہ کبھی کوئی مال خواہ اشیاء و متقولہ ہو یا غیر متقولہ بیچنے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے نزدیک تو باپ کو بھی اشیاء و متقولہ کے بیچنے کا اختیار نہیں ہے۔

حنفیہ اور حنفیہ میں سے جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ رشتہ داروں میں سے بعض کا نفقہ بعض پر واجب ہے انہوں نے یہی آیت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب اور جمہور مفسرین نے یہی مروی ہے۔ سمرہ دہلی مرفوع حدیث سے بھی یہی سن کر خرچ ہوتا ہے جس میں ہے کہ جو شخص اپنے ذی رحم رشتہ دار کا مالک ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ دوسرا کے بعد دودھ پانا مگر بچہ کو نقصان دیتا ہے یا تو جسمانی یا دماغی۔

حضرت عاتقہ نے ایک عورت کو دوسال سے بڑے بچے کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھ کر منع فرمایا۔ پھر فرمایا گیا ہے اگر یہ رضاعتی اور مشورہ سے دوسال کے اندر اندر جب کبھی دودھ چھڑا جائیں تو ان پر کوئی حرج نہیں ہاں ایک کی چاہت دوسرے کی رضاعتی کے بغیر، کافی ہوگی اور یہ بچے کے بچہ کی اور اس کی عمرانی کی ترکیب ہے۔ خیال فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر



حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائش پر وہ صحابی کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ قربان ہو آپ کے رب پر وہ کیا دے  
میرے اندر تو ایک خیال آیا تھا اللہ نے وہ بھی سن لیا فرمایا: اچھا پہلے وہ اشعار سناؤ پھر تجہ سے مقدمہ کے فیصلہ کریں گے۔ یہ  
اشعار عربی میں ہیں اس کا اردو ترجمہ کچھ یوں ہے۔

ترجمہ

اے میرے بیٹے میں نے تیرے لیے اپنا سب کچھ لگا دیا جب تو گویں تھا تو میں اس وقت بھی تیرے لیے پریشان رہا  
تو سوتا تھا اور تم تیرے لیے جاگتے تھے تو روتا تھا اور تم تیرے لیے روئے تھے

اور سارا دن میں تیرے لیے خاک چھانتا تھا اور روزی کہ تھا اپنی جوانی لوگری اور خزاں کے تجزیروں سے پڑا تھا

مگر تیرے لیے گرم، دلی کامیں نے ہر حال میں انتقام کیا کہ میرے بیٹے کو روٹی ملے، چاہے مجھے نے دے  
اس کے چہرے پر مسکراہٹ نظر آئے چاہے میرے آنسوؤں کے سمندر کاٹنے ہو جائیں

جب بھی تو بیمار ہو یا تھکا تو تم تیرے لئے تپ رہتے تھے تیرے پہلو پر لے پر ہم ہزاروں دوسروں میں بدل ہو جاتے تھے

تیرے رونے پر ہم بے قرار ہو جاتے تھے تیری بیماری ہمارے کر تو ڈوبتی تھی اور ہمیں مار دیتی تھی

ہمیں یوں لگتا تھا تو بیمار نہیں بلکہ میں بیمار ہوں تجھے درد نہیں اٹھا بلکہ مجھے درد اٹھا ہے

تیری ہائے پر ہمارے ہائے نکلتی تھی اور ہر پہلو پر غمزدہ تھا کہ کہیں میرے بیٹے کی جان نہ چلی جائے

اس طرح میں نے تجھے پر ہواں چڑھا دیا اور خود میں بڑھاپے کا شکار ہوتا رہا تجھ میں جوانی رنگ بھرتی نہیں گئی اور مجھ سے بڑھاپا

جوانی چھین چلا گیا۔

پھر جب میں اس سلسلے پر آیا کہ اب مجھے تیرے سہارے کی ضرورت پڑی ہے اور تو اس سلسلے پر آگیا ہے کہ تو بے سہارا چل

سکتے

تو مجھے نہ ہونے کی جیسے میں نے اسے پالا ہے یہ بھی میرا خیال کریگا جیسے میں نے اسے ناز برداشت کیے ہیں، ایسے میرے

ناز برداشت کریگا

لیکن تیرا بھید لگ گیا، تیری؟ کچھ بدل گئے تو مجھے یوں سمجھنے لگا کہ جیسے میں تیرے گھر کا نوکر ہوں

تو مجھ سے یوں بولنے لگا کہ جیسے میں تیرا درخیز غلام ہوں تو مجھے بھی بھول گیا کہ میں نے تجھے کس طرح پالا

تیرے لیے کیسے جاگا، تیرے لیے کیسیر دیا، ترپا اور چلا آج تو میرے ساتھ وہ کر رہا ہے جو آکا اپنے نوکر کے ساتھ بھی نہیں

کرتا

اگر مجھے یہ یگانہ کر نہیں رکھا سکا اور مجھے باپ کا مقام نہیں دے سکا

تو کم از کم بڑی کا مقام تو دے، کہ بڑی بھی بڑی کا حال پوچھ لیتا ہے

اور تو کل کی باتیں کرتا ہے۔

یہ اشعار سننے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نوجوان  
سے فرمایا اٹھ جا میری مجلس سے تو بھی اور تیرا مال بھی تیرے باپ کا ہے۔ (امام بیہقی، دلائل نبوۃ)

یہاں مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے یہ حکم ظاہر روایت کے مطابق ہے اور یہ بھی صحیح ہے۔ اس غلط فہمی کے ذریعے  
مصنف نے ماہر نفسی رحمہ اللہ کے اس قول سے احتراز کیا ہے ان کے نزدیک فریج کی ادائیگی میں وراثت کا اعتبار کیا جائے گا یعنی  
ایک ذمہ کار کا حدود وراثت کے برابر ہوگا۔

خداوند متعال نے فرماتے ہیں کہ فریج کا حکم

(وَالنَّفَقَةُ لِكُلِّ ذِي رَحِمٍ مَحْرَمٍ إِذَا كَانَ صَغِيرًا فَقَيِّرًا أَوْ كَانَتْ امْرَأَةً بَالِغَةً فَقَيِّرَةً أَوْ  
كَانَ ذَكَرًا بَالِغًا فَقَيِّرًا رَمًا أَوْ أَعْمَى) لِأَنَّ الصَّلَةَ فِي الْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ وَاجِبَةٌ دُونَ  
الْبُعِيدَةِ، وَالْفَاصِلُ أَنْ يَكُونَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ، وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (وَعَلَى الْوَارِثِ  
مِثْلُ ذَلِكَ) وَفِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ "وَعَلَى الْوَارِثِ ذِي الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ  
مِثْلُ ذَلِكَ" ثُمَّ لَا بَدَّ مِنَ الْحَاجَةِ وَالصَّغَرِ وَالْأُتُوْقَةِ وَالزَّهْمَانَةِ وَالْعَمَى أَمَّا رُ  
النَّحَاجَةُ لِتَحْقِيقِ الْعَجْزِ، فَإِنَّ الْقَادِرَ عَلَى الْكَسْبِ غَيٌّ بِكَسْبِهِ. بِخِلَافِ الْأُتُوْقِينَ  
لِأَنَّهُ يَتْلَحُّهُمَا تَعَبُ الْكَسْبِ وَالْوَلَدُ مَأْمُورٌ بِدَفْعِ الضَّرَرِ عَنْهُمَا فَتَجِبُ نَفَقَتُهُمَا مَعَ  
فُتْرَتِهِمَا عَلَى الْكَسْبِ.

قَالَ (وَيَجِبُ ذَلِكَ عَلَى مِقْدَارِ الْمِيرَاثِ وَيُجْبَرُ عَلَيْهِ) لِأَنَّ التَّنْصِصَ عَلَى  
الْوَارِثِ تَنْبِيْةٌ عَلَى اغْتِيَابِ الْمِقْدَارِ، وَلِأَنَّ الْغُرْمَ بِالْغَنَمِ وَالْجَبْرَ لِإِقْيَاءِ حَقِّ مُسْتَحَقِّ

ترجمہ

اور روزی مگر محرم کے لئے فریج کی ادائیگی واجب ہے جبکہ وہ کس اور قریب ہو یا اگر وہ بالغ ہو اور محتاج ہو اور عورت ہو۔ یہ بالغ  
ہو قریب ہو اور مرد ہو جو لڑکا یا لڑکی ہو اس کی وجہ یہ ہے قریبی قرابت میں صلہ رحمی واجب ہوتی ہے اور دور کی قرابت میں یہ واجب  
نہیں ہوتی ہے دونوں کے درمیان فرق یہی ہوگا وہ رشہ دار کی رقم محرم ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ "اور وراثت پر  
اس کی مانند" حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں یہ الفاظ ہیں۔ "اور زی مگر محرم وراثت پر اس کی مانند (لازم ہے)۔" پھر حاجت



حاملہ مطلقہ کے نفقہ و رہائش کا بیان

حاملہ مطلقہ عورت کو نفقہ اور رہائش دونوں شے میں سے چاہے طلاق رجعی ہو یا طلاق بائن رجعی طلاق میں اس لیے کہ وہ بوی کے حکم میں ہے حتیٰ کہ عدت ختم ہو جائے اور یہ عدت وضع حمل سے ختم ہوگی۔ رہی نہ طلاق والی عورت تو اس سے نفقہ کی دلیل ملت نیوید اور اجازت ہے۔

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "جب آدمی بوی کو طلاق بائن دے یعنی تو تین طلاق ہو یا پھر طلاق بائن رجعی نکاح اور بوی حاملہ ہو تو اسے نفقہ اور رہائش ملے گی اس پر اہل علم کا اجماع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔  
(تم نہیں وہیں رکھو جس میں رہتے ہو) یعنی استطاعت سے مطلق و رہائش نقصان نہ دینا کہ تم ان پر تنگی کرو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کر دینی کہ وہ حمل و وضع کر دیں۔

اور بعض احادیث میں ہے کہ نہ طرہ طبع قس کوئی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "جبیں نفقہ نہیں ملے گا والا یہ کہ تم حاملہ ہو" اور اس لیے بھی کہ کمال خاندان کا بچہ ہے اس لیے اس پر خرچ کرنا باپ پر واجب ہے، اور یہ اس وقت ہی ممکن ہو سکتا ہے جب عورت پر خرچ کیا جائے اور اس طرح رضاعت کی اجرت بھی واجب ہوگی۔ (المغنی 8) (ر 185)

حاملہ عورت کے بعد طلاق بائن و ان عورت کو نفقہ اور رہائش نہ ملنے کی دلیل صحیح حدیث ہے: "جب عورت حاملہ ہو کر تین کے میں نہ طرہ طبع قس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آگے اور ان سے ان کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے متعلق دریافت کی تو وہ کہنے لگیں: ان کے خاندان نے انہیں طلاق نہ دے دی تھی تو میں یہ معاہدہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئی کہ مجھے رہائش اور نفقہ ملنا چاہیے۔

وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے نہ تو نفقہ کا فیصلہ کیا اور نہ ہی رہائش کا، اور مجھے حکم دیا کہ میں انہیں ام کو تم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں گذاروں" (صحیح مسلم حدیث نمبر 1480)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ: "وہ کہتی ہیں: میں نے اس کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا: نہ تو تیرے لیے نفقہ ہے اور نہ ہی رہائش" اور ابن ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ: آپ کو نفقہ نہیں ملے گا، لیکن یہ کیا آپ حاملہ ہوں"

دوم: مرد پر جس کی حالت میں بچہ کا نفقہ واجب ہے، اور اس طرح رضاعت بھی ممکن ہے، اور رضاعت کے بعد کا خرچ بھی والد پر ہے اس میں سے ماں پر کچھ بھی لازم نہیں چاہے ماں مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

نفقہ میں ودت کے اخراجات، اور رہائش اور کھانا پینا اور لباس اور رضاعت کی اجرت، اور بچہ کو جو مال کی معالجت کی ضرورت ہو اس کے اخراجات بھی شامل ہونگے۔

جب مطلقہ عورت حمل وضع کر لے تو اسے نفقہ ملے گا اور نہ رہائش لیکن اس کے بچہ کا خرچ اور اسے رہائش دی جائے گی، اور عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ بچہ کے باپ سے رضاعت کی اجرت کا مطالبہ کرے۔

اور جب مطلقہ عورت بچہ کی پرورش کرنے والی ہو تو فقہاء کرام اس کے نفقہ اور رہائش میں اختلاف ہے کہ آیا بچہ پر لازم ہوگا یا نہیں، یعنی جس بچہ کی پرورش ہو رہی ہے اس کے باپ پر یا کہ ماں پر یا جو شخص ماں پر خرچ کر رہا ہے اس پر لازم ہوگا، یا کہ وہ ان میں شریک ہوگا کہ خاندان اور مطلقہ دونوں ہی خرچ ادا کریں، یہ حکم یکم ہے فقہاء کے مطابق ہوگا، یا کہ اگر اس کی رہائش ہو تو وہ اس پر تنفیذ کرے، اور اگر اس کے پاس رہائش نہیں تو پھر بچہ کے باپ پر لازم ہے کہ وہ اسے رہائش فراہم کرے اس میں کئی مشہور اقوال ہیں۔ (حالیہ ائمان عابدین 3) (562) اور شرح المغنی 4) (218)

جبکہ کہ بیان ہو چکا ہے کہ اگر باپ پر دودھ پیتے بچہ کی رہائش نہ ملے گی کی ہو تو مطلقہ عورت کے لیے شرط لگانے کا حکم کہ جب نہ دودھ پینے کی پرورش کرے گی یا پھر دودھ پلائی ہو وہی اس کے ساتھ ہی رہائش میں رہے گی، اور اسے اپنے سینے میں پرانا لازم نہیں، یا چارے مکان کا یہ کرے لے کر دیا جائے گا، اور بچہ کے باپ اور ماں دونوں کو حق حاصل ہے کہ وہ عورت کے سینے میں رہنے پر رضاع کر لیں یا پھر عورت کے لیے خاص مکان ہو۔

سوم: بلا طلاق بچہ کی رضاعت کی جرت والد پر ہے، اور طلاق دینے والا باپ یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اپنی مطلقہ بوی کو اپنے بچہ کو دودھ پلانے پر مجبور کرے۔

انہی تین احادیث میں سے بچہ کی رضاعت اکیلے باپ کے ذمہ ہے، اور اسے بچہ کی ماں کو رضاعت پر مجبور کرنے کا حق حاصل نہیں، چاہے عورت غلط ہو یا شریف، اور چاہے وہ عقد زوجیت میں ہو یا پھر طلاق یافتہ، ہمارے علم کے مطابق اگر بوی مسندہ ہو جیسی ہے تو اسے بلا طلاق رضاعت پر مجبور نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر وہ اپنے خاندان کے ساتھ ہے تو ہمارے اس طریقے پر ہے، اور اگر وہ اپنی اور شرافتی اور اصحاب الرائے بھی نہیں کہتے ہیں۔ (المغنی 11) (ر 430)

اور ان کا کہنا ہے: جب ماں رضاعت کی اجرت طلب کرے تو وہ اس کی زیادہ حقدار ہے، چاہے وہ حامل زوجیت میں آیا یا پھر اس کے بعد، اور چاہے باپ کو غریب دودھ پلانے والی ملے گی ہو یا نہ ملے۔ (المغنی 11) (ر 431)

"ربا رضاعت کی اجرت کا مسئلہ تو علماء کرام کا اتفاق ہے کہ عورت کو اس کا حق حاصل ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ و تن کا فرمان ہے" اور اگر وہ قہر سے لے کر دودھ پلا لیں تو انہیں اس کی اجرت دو، اور خوشحال شخص پر نفقہ واجب ہوگا، لیکن تنگ دست پر نفقہ نہیں ہے۔ (التکالیف الکبریٰ 3) (ر 347)

چہ دم: زری پرورش کی اجرت یعنی بچہ کی تربیت اور اس کی دیکھ بھال کی اجرت تو اس میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے، حاملہ حضرات کا مسلک یہ ہے کہ عورت کو پرورش کی اجرت طلب کرنے کا حق حاصل ہے، چاہے کوئی ایسی عورت بھی موجود ہو جو غیر اجرت کے پرورش کرے۔ فقہی الامارات میں درج ہے: اور رضاعت کی طرح ماں زیادہ حقدار ہے چاہے باپ عورت سے ہی ہو (شرح منہج الامارات 3) (ر 249)

اور ماہی حضرات کا مسلک یہ ہے کہ: پرورش کرنے کی کوئی اجرت نہیں، اور اصناف اور شافعی حضرات کے ہاں اس مسئلہ میں

قصص ہے۔ (الموسوعة الفقهية) 17 / (311)

یا بنی نبی اور یا بنی باغ بیٹے کفریج کا حکم

قَالَ (وَتَحِبُّ نَفَقَةَ الْإِبْنَةِ النَّالِغَةِ وَالْإِبْنِ الزَّيْنِ عَلَى أَبِيهِ أَمَّا عَلَى الْآبِ الْفُلَانِ وَعَلَى الْأُمِّ النَّثْلُ) لِأَنَّ الْمِيرَاثَ لَهُمَا عَلَى هَذَا الْمَقْدَارِ .

قَالَ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ : هَذَا الَّذِي ذَكَرَهُ رِوَايَةُ الْخَصَافِ وَالْحَسَنِ ، وَفِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كُلِّ النَّفَقَةِ عَلَى الْآبِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى (وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ) وَصَارَ تَمَازُجُ الْوَلَدِ الضَّعِيفِ .

وَوَجْهُ الْفَرْقِ عَلَى الرِّوَايَةِ الْأُولَى أَنَّهُ اجْتَمَعَتْ لِلْآبِ فِي الضَّعِيفِ وَلَايَةٌ وَمَنُوءَةٌ حَتَّى وَحَبَّتْ عَلَيْهِ صَدَقَةُ فِطْرِهِ فَاحْتَصَّ بِفَقِيهِهِ ، وَلَا كَذَلِكَ الْكَبِيرُ لِإِعْدَامِ الْوِلَايَةِ فِيهِ فَتَنَسَّرَ كُهُ الْأُمِّ ، وَفِي غَيْرِ الْوَالِدِ يُعْتَبَرُ قَدْرُ الْمِيرَاثِ حَتَّى تَكُونَ نَفَقَةُ الضَّعِيفِ عَلَى الْأُمِّ وَالْحِلَّةِ أَمَّا الْآخِ الْمُعْسِرِ عَلَى الْآخَوَاتِ الْمُتَفَرِّقَاتِ الْمُسَوِّبَاتِ أَحْمَاسًا عَلَى قَدْرِ الْمِيرَاثِ ، غَيْرَ أَنَّ الْمُعْتَصِرَ أَهْلِيَّةَ الْإِرْثِ فِي الْجُمْلَةِ لَا إِخْرَازَهُ ، فَإِنَّ الْمُعْسِرَ إِذَا كَانَ لَهُ خَالٌ وَأَبٌ غَمَّ تَكُونُ نَفَقَتُهُ عَلَى خَالِهِ وَمِيزَانُهُ يُحَرِّزُهُ ابْنُ عَمِّهِ (وَلَا تَحِبُّ نَفَقَتُهُمْ مَعَ إِخْتِلَافِ الَّذِينَ لِبَطْلَانِ أَهْلِيَّةِ الْإِرْثِ وَلَا بَدَلٍ مِنْ اغْتِيَارِهِ وَلَا تَحِبُّ عَلَى الْفَقِيرِ) لِأَنَّهَا تَحِبُّ صِلَةً وَهُوَ يَسْتَحِقُّهَا عَلَى غَيْرِهِ فَكَيْفَ تَسْتَحِقُّ عَلَيْهِ بِخِلَافِ نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ وَوَلَدِهِ الضَّعِيفِ لِأَنَّهُ تَرْتَمَاهَا بِالْإِقْدَامِ عَلَى الْعَقْدِ ، إِذَا الْمَصَالِحُ لَا تَنْتَعِمُ ذُنُوبًا ، وَلَا يَمْتَمِلُ فِي مِثْلِهَا الْإِعْسَارُ .

ثُمَّ الْجِسَارُ مُقَدَّرٌ بِالنِّصَابِ فِيمَا رَوَى عَنْ أَبِي يُوسُفَ .

وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَدَّرَهُ بِمَا يُفْضَلُ عَلَى نَفَقَةِ نَفْسِهِ وَعِيَالِهِ شَهْرًا أَوْ بِمَا يُفْضَلُ عَلَى ذَلِكَ مِنْ كَسْبِهِ الدَّائِمِ كُلِّ يَوْمٍ لِأَنَّ الْمُعْتَصِرَ فِي حَقَّقِ الْعِبَادَةِ وَأَمَّا هُوَ الْقُدْرَةُ دُونَ النِّصَابِ فَإِنَّهُ لِلتَّيْسِيرِ وَالْقَوَى عَلَى الْأَوَّلِ ، لَكِنَّ النِّصَابَ نَصَابُ حِرْمَانِ

الْصَّدَقَةِ .

ترجمہ

اور یا بنی نبی نے یا بنی کفریج والدین پر اس نسبت سے لازم ہوگا اس کے تین حصے ہوں گے اس میں سے دو حصے باپ کے ہوں گے اور ایک حصہ ماں کے ذمے ہوگا کیونکہ ان دونوں کو وراثت اسی حاب سے ملے گی۔ بندہ ضعیف یہ کہتا ہے یہ وہ چیز ہے جس کا ذکر خصاف اور حسن کی روایت میں ہے۔

ظاہر روایت میں یہ ہے کہ باپ کے ذمے ہوگا اس کی دس اقساموں کا یہ فرمان ہے "بن عورتوں کا رزق (کفریج) اور بن کا باپ اس شخص کے ذمے ہوگا جس کا بچہ ہے" تو یہ کس بچے کی مانند ہو جائے گا۔ بچل رویت کے مطابق فرق کی وجہ یہ ہے کہ من بچہ کی طرف سے وہ چیز باپ کے ذمے ہوتی ہیں ، بیت و مومنیت یہاں تک کہ بائع بچے کی طرف سے صدقہ فقہ بھی باپ کی کو اگر باپ نہ ہو اس لیے بائع بچے کا کفریج بطور خاص باپ پر لازم ہوگا۔ لیکن بائع بچے کی یہ حیثیت نہیں ہوتی کیونکہ اس پر باپ کی ویت برقرار نہیں رہتی اس لیے اس کے کفریج میں اس بھی شریک ہوگا اسی طرح باپ کے علاوہ دیگر رشتے داروں پر ان کی وراثت کے حصے کے حساب سے کفریج کی ادائیگی لازم کی جائے گی۔

یہاں تک کہ بائع بچے کا کفریج اس کے دادا اور اس کی ماں پر ویتابی کی نسبت سے لازم ہوگا حتیٰ کہ باپ کی کفریج وراثت کے حصے سے متعلق قسم کی خوشحال بیویوں پر یا بچہ کی خصوصیت میں تقسیم ہو جائے گا جو وراثت میں ان کی مقدار کے حساب سے ہوگا بہت سی ضروری ہے وراثت کا تحقیق کافی ہوگا۔ اگرچہ عملی طور پر انہیں وراثت میں حصہ نہ ملے۔ اگر کسی محتاج شخص کا ماں اور چچا دادا باپ کی خوشحال ہوں تو اس محتاج شخص کا کفریج اس کے ماں کے ذمے ہوگا حالانکہ وراثت میں حصہ بچہ زیادہ نہیں دیتا ہے۔

اگر ان ذی غم رشتے داروں کے ساتھ دین میں اختلاف ہو تو کفریج واجب نہیں ہوگا کیونکہ دین میں اختلاف کی وجہ سے وراثت کی المیت بھی بقی نہیں رہتی ہے حالانکہ اس المیت کے لئے وراثت پر تیس کرنا ضروری ہے محتاج شخص پر کسی کا کفریج ادائیگ کرنا زمینیں ہوتا کیونکہ اس کا لازم ہو جائے کہ عورت پر ہوتا ہے جو محتاج شخص کو اس کا حق ہے تو اس پر کسی دوسرے کو کفریج خرچ کرنا کیسے لازم ہو سکتا ہے۔

البتہ بیوی یا بائع بچے کا کفریج کا حکم اس سے مختلف ہے کیونکہ بیوی اور بچہ کا کفریج میوں یا باپ پر لازم ہوتا ہے خواہ وہ غریبی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے آدمی جب نکاح کر لیتا ہے تو وہ اپنے اوپر کفریج کو لازم کر لیتا ہے کیونکہ کفریج کی ادائیگی کے بغیر نکاح کی مصلحت پوری نہیں ہوتی اور نکاح کی ایسے امور میں حاصل نہیں ہو سکتی۔ امام ابو یوسف سے جو روایت نقل کی گئی ہے اس کے مطابق خوشحالی کا معیار زکوٰۃ کا نصاب ہوگا۔ امام محمد سے یہ روایت منقول ہے: ایک ماہ کے ذیلی اخراجات اور بیوی بچوں کے اخراجات کے علاوہ اگر اس کے پاس کچھ بچ جائے (تو وہ شخص خوشحال شمار ہوگا) یا روزانہ کی آمدن میں اتنی بچت ہوتی ہو کہ وہ خوشحال



تصرہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے بندوں کے حقوق میں ستم و کینہ دینی حیثیت حاصل ہے اس میں نصاب کا کوئی واسطہ نہیں ہے کیونکہ نصاب نصاب تو دولت مند ہونے کے لئے ہوتا ہے۔ تاہم فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر دیا گیا ہے اور نصاب سے مراد وہ نصاب ہے جس کی موجودگی میں عداوت و خیرات لینا حرام ہوتا ہے۔

### نابالغ اولاد پر وجوب نفقہ کا بیان

عہد مسیح بن محمد زبیدی مفتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نبالغ اولاد کا نفقہ باپ پر واجب ہے جبکہ اولاد فقیر ہو یعنی خود اس کی ملکہ میں مال نہ ہو اور آزاد ہو اور نبالغ بیٹا اگر نبالغ یا بیٹا نہ ہو کہنے سے عاجز ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کا نفقہ بھی باپ پر ہے اور بڑی جبکہ نہ کبھی ہو تو اس کا نفقہ بہر حال باپ پر ہے اگرچہ اس کے اعضای سلامت ہوں۔ اور اگر نبالغ کی ہیکل میں مال نہ ہو کہ یہاں مال موجود نہیں تو باپ کو تکم دیا جائے گا۔ کہ اپنے پیس سے خرچ کرے جب مال آئے تو بہت خرچ کیا ہے اس میں سے لے لے اور اگر بطلہ و خود خرچ کیا ہے اور چاہتا ہے کہ مال آنے کے بعد اس میں سے لے لے تو لوگوں کو گواہ بنائے کہ جب مال آئے گا میں سے لوگوں کو گواہ نہ کیے تو یا بیٹے لے سکتا ہے فقہ نہیں ہے۔ نبالغ کا باپ تک دست ہے اور مال ملد اور جب بھی نفقہ باپ ہی پر ہے مگر مال کو تکم دیا جائے گا کہ اپنے پیس سے خرچ کرے اور جب شوہر کے پاس ہو تو وصول کر لے۔

(جو برہنہ وہاں نفقہ) علامہ علاء الدین مفتی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر باپ مفلس ہے تو کما سے اور بچوں کو کھلائے اور کما سے ہے بھی عاجز ہے مثلاً بیٹا بیٹا ہے تو والد کے ذمہ نفقہ ہے کہ خود باپ کا نفقہ بھی اس صورت میں اسی کے ذمہ ہے۔ طالب علم کو علم پر توجہ ہو اور نیک چلن ہو اس کا نفقہ بھی اس کے والد کے ذمہ ہے ورنہ مردانہ جوشن و نالیات و لغویات نما میں مشتعل ہوں اگر یہ باتیں ہوں نفقہ باپ پر نہیں۔ (درمئاریہ کتاب طلاق، باب نفقہ)

### اصول و فروغ کے نفقہ کا فقہی بیان

بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، بھوپھی یا ان کی اولاد اگر غریب ہیں اور حاجت مند ہیں۔ تو ان کو زکوٰۃ دینا دوا و ثواب ہے۔ ایک صلہ رحمی کا دوسرے ادائیگی فرض کا ہاں اپنے اصول یعنی والدین، دادا، دادی، نانا، نانی اور ان سے اوپر والے اور اپنے فروغ یعنی اولاد و دشنام، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی اور ان کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ یعنی میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ فطرانہ فقہیہ مال کفارہ نہیں دے سکتے۔

اگر یہ اولاد نبالغ ہے اور دادا ہے اور اس کے والدین یا والد صاحب نصاب ہیں تو اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ نبالغ اولاد کا نفقہ والدین کے ذمہ ہے اور وہ والد ہیں۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے جو شخص خود و تنگ دست اور ضرورت مند ہو اس پر کسی دوسرے شخص کا خرچ لازم نہیں ہوتا

اس کی وجہ یہ ہے بیوی بچوں کے علاوہ کسی اور کا خرچ صلہ رحمی کے طور پر دیا گیا ہے تاہم جب تک بیٹا بیٹا شخص تو خود دوسروں کی طرف سے حیات اور صلہ رحمی کا مستحق ہوتا ہے تو وہ کسی دوسرے پر احسان کیسے کر سکتا ہے بہت اس شخص پر بیوی اور اپنی بالغ و ادکا خرچ لازم ہوتا ہے کیونکہ اس نے خود نکاح کر کے اس خرچ کی ادائیگی اپنے اوپر راضی کی ہے کیونکہ خرچ سے بغیر زندگی مشکل ہو چلا کہ نکاح ہو جاتی ہے اس لیے شوہر کے ذمہ بیوی کے خرچ کی ادائیگی لازم ہوگی خواہ وہ خوشحال ہو یا تنگ دست ہر صورت میں کیونکہ نبالغ اولاد باپ کے رحم و کرم پر ہوتی ہے اس لیے اس کا خرچ اگر ناکافی باپ کے ذمہ لازم ہوگا۔

یہاں مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے خوشحال ہونے کی مقدار کیا ہے؟ وہ یہ فرماتے ہیں امام ابو یوسف رحمہ اللہ بات کے قائل ہیں جو شخص نصاب کی مقدار جتنے مال کا مالک ہو اور وہ نصاب اس کی ذاتی ضروریات کے علاوہ ہو تو اس شخص کو مال تمام ہوگا اور اس پر دوسرے لوگوں کے خرچ کی ادائیگی لازم ہوگی۔

اس بارے میں امام محمد رحمہ اللہ سے دو روایات منقول ہیں۔

پہلی روایت کے مطابق: جس شخص کے پاس اس کی اپنی اور اپنے اہل خانہ کی ضروریات کے علاوہ ایک ماہ خرچ موجود ہو وہ خوشحال شمار ہوگا۔

دوسری روایت کے مطابق: جس شخص کی آمدن اتنی ہو کہ اسے روزانہ اتنا مال بیچ جا تا ہو کہ وہ اس کے اور اس کے اشتیاق نہ کی ضروریات کے لیے کافی ہو تو وہ خوشحال شمار ہوگا۔

مصنف نے یہ بات بیان کی ہے خوشحالی کے بارے میں پہلا قول معتبر ہے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے بندوں کے حقوق میں صرف کسی چیز پر قدرت کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے نصاب پر قدرت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے صاحب خوشحالی کی آسانی کے لیے ہوتا ہے یہاں نصاب سے مراد وہ مقدار ہے جس کی موجودگی میں اس بند کے لیے زکوٰۃ دینا حرام ہو جاتا ہے۔

### نیکو جوڑے کے مال میں سے والدین کو خرچ فراہم کرنا

(وَإِذَا كَانَ لِلزَّوْجَيْنِ الْمَالُ فَضِيْلٌ فَلِلْزَوْجَيْنِ) وَقَدْ بَيَّنَّا الْوُجْهَ فِيهِ (وَإِذَا بَاعَ أَبُوهُ مَسَاعَةً فِيْ نَفَقَتِهِ (حَاجَّ) عَنْهُ أُمِّي حَسْبُفَةً وَرَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ، وَهَذَا اسِيْخْسَانٌ (وَإِنْ بَاعَ الْعَقَارَ لَمْ يَحْزَنْ) وَفِيْ قَوْلِهِمَا لَا يَجُوزُ ذَلِكَ كُلُّهُ وَهُوَ الْقِيَاسُ، لِأَنَّهُ لَا وَلاَ يَكُنْ لَهُ لِنَفَقَاتِهَا بِالْبُلُوْغِ، وَلِهَذَا لَا يَمْلِكُ فِيْ حَالِ حَضَرِيَّتِهِ وَلَا يَمْلِكُ الْبَيْعُ فِيْ دَيْنٍ لَهُ سِوَى النِّفَقَةِ، وَكَهَذَا لَا تَمْلِكُ الْأُمُّ فِي النِّفَقَةِ .

وَلَا بَى حَيْفَةٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ لِلْأَبِ وَلِلْأُمِّ الْيَحْفُظُ فِي مَالِ الْعَائِبِ : أَلَا تَرَى أَنَّ  
لِلْوَصِيِّ ذَلِكَ فَلِلْأَبِ أَوَّلَى لِقَوْلِهِ شَفَعْتُهُ، وَبِيعَ الْمَقْضُولُ مِنْ بَابِ الْيَحْفُظُ وَلَا  
كَذَلِكَ الْعَقَارُ لِأَنَّهَا مُخَصَّصَةٌ بِنَفْسِهَا، وَبِخِلَافِ غَيْرِ الْأَبِ مِنَ الْأَقَارِبِ لِأَنَّهُ لَا  
وَلَايَةَ لَهُمْ أَصْلًا فِي التَّصْرِيفِ حَالَةَ الصِّغَرِ وَلَا فِي الْيَحْفُظِ بَعْدَ الْكِبَرِ .

إِذَا جَازَ بَيْعَ الْأَبِ فَلِلْمَنْ مِنْ جَنْسِ حَقِّهِ وَهُوَ النَّفَقَةُ فَلَهُ الْإِسْتِيفَاءُ مِنْهُ، كَمَا لَوْ  
بَاعَ الْعَقَارُ وَالْمَقْضُولُ عَلَى الصِّغَرِ حَازَ لِكَمَالِ الْوَلَايَةِ، ثُمَّ لَمْ أَنْ يَأْخُذْ مِنْهُ بِنَفَقَتِهِ  
لِأَنَّهُ مِنْ جَنْسِ حَقِّهِ (وَأِنْ كَانَ لِلْأَبِ الْعَائِبِ مَالٌ فِي يَدِ آبَائِهِ وَانْفَقَ مِنْهُ لَمْ يَصْنَمْ)  
لِأَنَّهُمَا اسْتَوْفِيَا حَقَّهُمَا لِأَنَّ نَفَقَتَهُمَا وَاحِدَةٌ قَبْلَ الْقَضَاءِ عَلَى مَا مَرَّ وَقَدْ أَخَذَا  
جَنْسَ الْحَقِّ (وَأِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فِي يَدِ أَجْنَبِيٍّ فَانْفَقَ عَلَيْهِمَا بِغَيْرِ إِذْنِ الْقَاضِي  
صَحِنَ) لِأَنَّهُ تَصَرَّفَ فِي مَالِ الْغَيْرِ بِغَيْرِ وَلَايَةٍ لِأَنَّهُ نَائِبٌ فِي الْيَحْفُظِ لَا غَيْرُ،  
بِخِلَافِ مَا إِذَا أَمَرَهُ الْقَاضِي لِأَنَّ أَمْرَهُ مُلْزِمٌ لِعُمُومِ وَلَايَتِهِ .

وَإِذَا صَحِنَ لَا يَرْجِعُ عَلَى الْقَاضِي لِأَنَّهُ مَلَكَهُ بِالْضَّمَانِ فَطَهَرَ أَنَّهُ كَانَ مُتَبَرِّعًا بِهِ .

ترجمہ

اور غیر موجود بننے کا، موجود ہوتا تو اس میں سے والدین کے خرچ کے لئے حکم دیا جائے گا اس کی دلیل ہم ذکر کر چکے  
ہیں۔ اگر غیر موجود بننے کا باپ اس بیٹے کے مال کو خرچ حاصل کرنے کے لئے فروخت کر دے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ  
کے نزدیک یہ حکم امتحان کے پیش نظر ہے۔ اگر باپ غیر موجود بنے کی زمین یا مکان کو فروخت کرنا چاہتا ہے تو ایسا کرنا جائز نہیں  
ہوگا۔ صاحبین نے یہ بات بیان کی ہے: چاہتا اور اخذ و مقول ہو یا غیر مقول ہو اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

قیاس کا قاعدہ بھی یہی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے بیٹے کے بالغ ہونے کی وجہ سے اس پر باپ کا ولایت کا حق ختم ہو چکا ہے مگر  
وجہ ہے۔ بیٹے کی موجودگی میں باپ اس کے مال کو فروخت نہیں کر سکتا یا اس طرح خرچ کے علاوہ کسی دوسرے قرض کے سلسلے میں مگر  
وہ اس مال کو فروخت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اس غیر موجود بننے کی وجہ سے اس پر اپنے خرچ کے لئے اس مال کو فروخت نہیں کر سکتا۔ امام  
ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے: باپ کو اپنے غیر موجود بیٹے کے مال کی حفاظت کا حق حاصل ہے۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ جب کسی  
نقص کا قاضی حاصل ہوتا ہے تو باپ کو بددیواری ہی حاصل ہونا چاہئے کیونکہ باپ میں شفقت کا دوزیاہ پڑتا ہے۔ جو بالکل

بچا ہو سکتا ہے۔ یہ فروخت کرنا حفاظت کی ایک کڑی ہے۔ جبکہ غیر مقولہ مال میں یہ پہلوئیں پڑ جاتی ہیں کہ وہ ذات خود  
موقوفہ ہوتا ہے۔

باپ کے علاوہ دوسرے کسی رشتے دار کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے اس غیر موجود بیٹے کے بچپن میں بھی  
رشتے داروں کو اس کے مال میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں تھا اور اس کے بالغ ہونے کے بعد بھی نہ رشتے داروں کو وہ امت  
مال نہیں ہوگی جو حفاظت کے لئے ہوتی ہے۔

جب باپ اس کے مال کو فروخت کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اس مال کی قیمت، ایک ایسی شخص سے جہاں باپ کا حق ہے یعنی  
ن کا خرچ ہے تو وہ خریدار سے اس کی قیمت وصول کرنے کا بھی حق رکھتا ہوگا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے شخص دولت کی وجہ سے  
باپ بالغ بننے کی مقولہ وغیرہ مقولہ چاہے اور فروخت کر سکتا ہے اور قیمت میں سے اپنا خرچ وصول کر سکتا ہے۔ کیونکہ موقوفہ، ایسی  
شخص سے جس پر اسے حق حاصل ہے۔ اگر غیر موجود بننے کا مال والدین کے قبضے میں ہو وہ والدین حاجت مند ہوں اور اس میں سے  
اپنا خرچ وصول کر لیں تو بعد میں وہ اس کے خائن نہیں ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے حق کو وصول کیا ہے مگر پچھلے بات  
تذکرہ کیے ہیں۔ قاضی کے فیصلہ کرنے سے پہلے وہ اپنا خرچ وصول کرنے کے خدار ہیں اور انہوں نے یہ حق کی جس شخص میں سے وصول  
کیا ہے۔

اگر اس غیر موجود بیٹے کا دل کسی بھی شخص کے قبضے میں ہو اور وہ قاضی کی اجازت کے بغیر مال کو ان مال باپ خرچ کر دے تو  
جو اس شخص خائن ہوگا کیونکہ اس نے ولایت کے بغیر دوسرے شخص کے مال میں تصرف کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے وہ اجنبی شخص  
مرف خائن کے سلسلے میں غیر موجود شخص کا نائب تھا اور کسی معاملے میں نہیں تھا اس کے برخلاف جب قاضی اسے اس کا حکم  
دے گا تو حکم مختلف ہوگا۔ کیونکہ قاضی کی ولایت عام ہونے کی وجہ سے اس کے حکم کی پابندی کی جائے گی۔ اگر وہ تاون اور دیتا  
ہے تو وہ والدین سے واپس نہیں لے گا جنہوں نے اس مال کو قبضے میں لیا (یعنی غیر موجود شخص کے والدین) کیونکہ تاون اور دیتا  
کرنے کے نتیجے میں وہ اس کا مالک ہو گیا اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی: اس نے جہ کے طور پر وہ مال دیا تھا۔

شرح

عورت نے قاضی کے پاس آ کر بیان کیا کہ میرا شوہر نہیں گیا ہے اور مجھے نفقہ کے لیے کچھ دے کر نہ گیا تو اگر مجھ کو وہی بالغہ  
بجوز مگر یہ اور قاضی کا مصلوم ہے کہ یہ اس کی عورت ہے تو قاضی حکم دے گا کہ اس میں سے خرچ کر کے مفضل خرچ نہ کرے مگر یہ قسم  
لے لے کر اس سے نفقہ نہیں پایا ہے اور کوئی ایسی بات بھی نہیں ہوئی ہے جس سے نفقہ سہا ہوتا ہے اور عورت سے کوئی خائن بھی  
نہ (قودانی خانیہ، کتاب نفقہ)

شوہر نہیں چلا گیا ہے اور نفقہ نہیں دے گیا مگر میں اس پر دغیرہ ایسی چیزیں ہیں جو نفقہ کی جنس سے نہیں تو عورت ان  
چیزوں کو بیچ کر کھانے وغیرہ میں نہیں صرف کر سکتی۔ (عالمگیری، کتاب حلاق، باب نفقہ)

عہد مدد والدین غنی عیہ الرحمہ کھتے ہیں کہ جس مقدار پر رضامندی ہوئی یا قاضی نے مقرر کی عورت کتنی ہے کہ یہ کافی ہے تو مقدار بڑھادی جائے یا شوہر کہتا ہے کہ میری دودھ اس سے کم کھیں گا چل چل کر ایک کلو گرام رزانی ہے یا مقرر کی زیادہ مقدار ہوئی اور قاضی کو بھی معلوم ہو گیا کہ یہ رقم باندہ ہے تو کم کر دی جائے چند مہینے کا نفقہ ہفتی تھا اور دونوں میں سے کوئی نہ کرے تو نفقہ ساقط ہو جائے یا اگر قاضی نے عورت کو حکم دیا تھا کہ قرض لیکر صرف کرے پھر کوئی مر گیا تو ساقط نہ ہوگا۔ طلاق سے بھی پیشتر کا نفقہ ساقط ہو جائے ہے مگر جب کسی کے لیے طلاق دی ہو کہ نفقہ ساقط ہو جائے تو ساقط نہ ہوگا۔ (در مختار کتاب طلاق باب نفقہ)

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو شخص قاضی کے فیصلے کے بغیر غیر موجود شخص کا مال اس کے والدین پر خرچ کر دیتا ہے اور پھر اس پر تادان کی داغ بیل لازم ہو جاتی ہے اور وہ تادان ادا کر دیتا ہے تو اب وہ اس غیر موجود شخص کے والدین سے کوئی وصول نہیں کر سکتا اگرچہ اس نے پہلے رقم ان والدین پر ہی خرچ کی تھی، کیونکہ اس اجنبی شخص کا غیر موجود شخص کے والدین پر خرچ کرنا بھروسہ احسان ہوگا، عیہ کے طور پر ہوگا اور کیونکہ غیر موجود شخص کے والدین نے اس عیہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے تو اب قبضہ میں لے جانے کے بعد عیہ واپس نہیں ہو سکتا اس لیے وہ اجنبی شخص اس غیر موجود شخص کے مددین سے کوئی بھی رقم واپس نہیں لے سکتا۔

قاضی کے فیصلے کے باوجود خرچ نہ ملنے کا حکم

(وَأَذَا قَضَى الْقَاضِي لِلزَّوْجِ وَالْوَالِدَيْنِ وَذَوِي الْأَرْحَامِ بِالنَّفَقَةِ فَمَضَتْ مَدَّةُ سَقَطَتْ) لِأَنَّ نَفَقَةً هَذِهِ لَا تَجِبُ كِفَايَةً لِلْحَاجَةِ حَتَّى لَا تَجِبَ مَعَ الْبَسَارِ وَقَدْ حَصَلَتْ بِمُضِيِّ الْمُدَّةِ، بِخِلَافِ نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ إِذَا قَضَى بِهَا الْقَاضِي لِأَنَّهَا تَجِبُ مَعَ بَسَارِهَا فَلَا تَسْقُطُ بِحُضُورِ الْإِسْتِغْنَاءِ فِيمَا مَضَى.

قَالَ (لَا أَنْ يَأْذَنَ الْقَاضِي بِالْإِسْتِغْنَاءِ عَلَيْهِ) لِأَنَّ الْقَاضِي لَهُ وَلَايَةٌ عَامَّةٌ فَصَارَ إِذْنُهُ كَأَمْرِ الْغَائِبِ فَيُصِيرُ كُنْهًا فِي ذِمَّتِهِ فَلَا تَسْقُطُ بِمُضِيِّ الْمُدَّةِ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ.

ترجمہ

اور جب قاضی کسی شخص پر اس کے بیٹے والدین یا محرم رشتے داروں کا خرچ لازم کر دے لیکن وہ شخص ایک مدت تک اس خرچ کو ادا نہ کرے تو اس مدت کا خرچ ساقط ہو جائے گا کیونکہ لوگوں کا خرچ ان کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ لوگ خوشحال ہوں تو وہ خرچ لازم نہیں ہوتا اس لیے جو مدت گزرتی گویا اس کی کفایت بھی ہو گئی۔ اس کے برخلاف اگر قاضی

بیوی کے لئے خرچ مقرر کر دے تو وہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ بیوی کا خرچ تو بیوی کے خوشحال ہونے کے باوجود بھی لازم ہوتا ہے۔ اس لیے گزری ہوئی مدت میں عورت کے بے نیاز ہونے کی وجہ سے یہ ساقط نہیں ہوگا۔ البتہ اگر قاضی اس غیر موجود شخص کی ذمہ داری پر قرض لینے کی اجازت دے تو گزشتہ مدت کا خرچ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ قاضی کی دلالت سب پر عام ہوتی ہے تو اس حکم دینا ہی طرح ہوگا جیسا کہ اس غیر موجود شخص نے خود اس کی اجازت دی ہو تو یہاں اس غیر موجود شخص کے ذمے قرض ہوگا جو مدت گزرنے کے ساتھ ساقط نہیں ہوگا باقی التفاتی جائز جاتا ہے۔

شرح

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اگر قاضی کسی شخص کے لیے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اپنی اولاد اپنے والدین اور اپنے رشتے داروں پر خرچ فراہم کرے گا اور پھر اس کے بعد کچھ عرصہ گزر جاتا ہے اس میں اس نے خرچ فراہم نہیں کیا تو اس گزرنے والے عرصے کا خرچ ساقط ہو جائے گا اس کی وجہ یہ ہے ان لوگوں کا خرچ صرف ضرورت پوری کرنے کے لیے ہوتا ہے تو کیونکہ سابقہ عرصہ ان کا ایسے ہی گزرتا ہے جیسا کہ سابقہ عرصے کے اعتبار نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے اگر یہ لوگ خوشحال ہو جائے ہیں تو پھر ان کے خرچ کی ادائیگی لازم نہیں رہتی تو جب کچھ عرصہ خرچ کے بغیر گزر گیا تو یہ اس بات کی دلیل سمجھا جائے گا اس عرصے کے دوران انہیں خرچ کی ضرورت نہیں تھی لہذا اب گزرنے والے زمانے کا خرچ اس شخص کے ذمے لازم نہیں ہوگا۔

اس کے برخلاف اگر قاضی کسی شخص کی بیوی کا خرچ مقرر کرتا ہے اور پھر کچھ عرصہ خرچ کی ادائیگی کے بغیر گزر جاتا ہے تو سابقہ زمانے کا خرچ اس شوہر کے ذمے لازم رہے گا اور وہ ساقط نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے اگر بیوی خوشحال ہو تو بھی اس کا خرچ ادا کرنا شوہر کے ذمے لازم ہوتا ہے اس لیے سابقہ زمانے کا خرچ ساقط نہیں ہوگا اور شوہر اس خرچ کو ادا کرنے کا پابند ہوگا۔

یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے اگر کوئی قاضی کسی غیر موجود شخص کے والدین یا اس کے بیوی بچوں کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اس غیر موجود شخص کے نام پر قرض حاصل کر سکے اپنی ضروریات پوری کریں اور پھر کچھ مدت گزرنے تک وہ قرض نہیں دیتے تو ان کا خرچ ساقط نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے قاضی کو تمام دلالت حاصل ہوتی ہے اس لیے اس کا تعارف ایسی طرح ہوگا جیسے اس غیر موجود شخص نے خود قرض لینے کی ہدایت کی ہو کہ میرے نام پر قرض لے کر اپنا خرچ پورا کر سکتے ہو تو حکم یہی ہے اگر غیر موجود شخص نے خود قرض لینے کی ہدایت کی ہوئی اور کچھ مدت گزرنے تک والدین یا بیوی بچوں نے قرض نہ لیا ہو تو قاضی ان لوگوں کا خرچ ساقط نہیں ہوتا۔



## ﴿یہ فصل غلام و باندی کے فقہ کے بیان میں ہے﴾

### فصل غفہ غلام و باندی کی قیمتی مطابقت کا بیان

غلام ابن محمود باہرتی خلقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اس فصل میں غلام وغیرہ اور دیگر جو تات کے عقد کو بیع کیا ہے اور اس فصل کو مؤخر کیا ہے۔ اور اس کا سبب ظاہر ہے کہ انسان کو اس ملکیت والے مال میں اخلاق پر مجبور نہیں کیا جائے البتہ آزادی میں کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ جانوروں کا معاملہ اس کے درمیان اور اللہ کے درمیان ہے۔ عقد زوجہ اور غلام میں فرق کیا جائے گا کیونکہ اگر جب غلام کا عقد روک دے تو اس کو غلام کی بیع پر مجبور کیا جائے گا۔ جبکہ شوہر جب عقد زوجہ روک دے تو اس کو طلاق پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ جب کسی غلام کو بیچ جائے گا اس غلام کو گویا غفہ کی طرف پھیرا جائے یعنی غلام کا خلیفہ اس کی شہ ہے۔ جب طلاق میں کوئی غفہ نہیں ہے۔ کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے تو یہ اس کی تفریق ہے جس میں غفہ نہیں ہے۔ لہذا غفہ کے فوائد کے وقت غفہ کو طرف پھیرنا منع ہو جائے گا اور جس غفہ ہوگا وہاں حکم رعیت کو خفہ کی طرف پھیر دیا جائے گا۔

(عنا یہ شرح الہدایہ ج ۶ ص ۳۲۳، ج ۲ ص ۲۰۲)

### غلام و باندی کے فقہ کے ثبوت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کے بارے میں فرمایا کہ اس کی ردنی کثیر اس کے آگے کا ذکر ہے اور یہ کہ اس سے صرف اتنا کام لیا جائے جو اس کی طاقت و ہمت کے مطابق ہو۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر ۵۳۸)

اس حدیث میں غلام کے بارے میں دو ہدایتیں ہیں ایک تو یہ کہ غلام کا عقد چونکہ اس کے مالک پر واجب ہے اس لئے مالک کو چاہئے کہ وہ اپنے غلام کو اس کی حاجت کے بقدر اور اپنے شہر کے عہد دستور کے مطابق اس کو ردنی کثیر دے یعنی اس کے شہر میں عہد طور پر غلام کو تمام مقدار میں اور جس معیار کا ردنی اور کثیر دیا جائے اسے اس کے مطابق دینی دے، دوسری ہدایت یہ ہے کہ اپنے غلام کو کوئی ایسا کام نہ کرے کہ حکم نہ دیا جائے جس پر وہ ہدایت نہ کر سکتا ہو اور جو اس کی ہمت و طاقت سے باہر ہو یا جس کی وجہ سے اس کے جسم میں کوئی ظاہری نقصان پہنچ سکتا ہو۔

گویا اس ہدایت کے ذریعہ یہ احساس دلایا گیا ہے کہ انسان اپنے غلام کے بارے میں یہ حقیقت ذہن میں رکھے کہ جس طرح مالک حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ان کی طاقت و ہمت سے زیادہ کمال و فضل کا کار نہیں ڈالا ہے اور ان کو انہی کام کا پائند کیا ہے جو ان کے توانے عہد عمل کے مطابق ہیں اسی طرح بندوں کو بھی جو مالک مجازی ہیں یہی چاہئے کہ وہ اپنے مملوک یعنی غلام پر

کہ جو انہی کی طرح انسان ہیں ان کی طاقت و ہمت سے باہر کسی کام کا پائند نہیں۔

حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مرفوعہ منقول ہے کہ غلام کے تئیں مالک کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں (۱) جب غلام ندرج ہو رہا ہو تو اس کو چند بڑی کا حکم نہ دے (۲) جب وہ کھانا کھا رہا ہو تو اس کو اپنے کسی کام کے لئے نہ بھیجے (۳) اس کو اتنا کھانا دے جس سے اس کا پیٹ ابھی بھر جائے۔

آقا پرانی نے یہ اور غلام کا خرچ لازم ہے

وَعَلَى الْمَوْلَى أَنْ يُتَّفَقَ عَلَى عَيْدِهِ وَأَمْتِهِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَمَالِكِ (إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، أَعْطَاهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَالْيَسْهُومَ وَمِمَّا تَلْبَسُونَ، وَلَا تُعَذِّبُوا عِبَادَ اللَّهِ) (۱) فَإِنْ أَمْنْتَهُ وَكَانَ لَهَا كَسْبٌ أَكْثَسًا وَأَنْفَقًا لَا لَمْ فِيهِ نَظَرًا لِلْجَارِيَةِ حَتَّى يَتَّقِيَ الْمَمْلُوكُ حَيًّا وَيَتَّقِيَ فِيهِ مِنْكَ الْمَالِكُ (وَأَنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا كَسْبٌ) بَلَّغَ كَانْ عَبْدًا زَيْنًا أَوْ جَارِيَةً لَا يُؤَاجِرُ مِثْلَهَا (أَجِيرَ الْمَوْلَى عَلَى بَيْعِهِمَا) لِأَنَّهِمَا مِنْ أَهْلِ الْإِسْخَاقِ وَفِي الْبَيْعِ إِبْقَاءُ حَقِّهِمَا وَإِبْقَاءُ حَقِّ الْمَوْلَى بِالْخُلْفِ، بِحِلَافِ نَفَقَةِ الزَّوْجَةِ لِأَنَّهَا تَصِيرُ دَيْنًا فَكَانَ تَاجِيرًا عَلَى مَا ذَكَرْنَا، وَنَفَقَةُ الْمَمْلُوكِ لَا تَصِيرُ دَيْنًا فَكَانَ إِبْطَالًا، وَبِحِلَافِ سَائِرِ الْحَوَانَاتِ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ أَهْلِ الْإِسْخَاقِ فَلَا يُجِيرُ عَلَى نَفَقَتِهَا، إِلَّا أَنَّهُ يُؤَمَّرُ بِهِ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَهَى عَنْ تَغْلِيْبِ الْحَوَانِ) (۲) وَفِيهِ ذَلِكَ، وَنَهَى عَنْ إِضَاعَةِ الْمَالِ (۱) وَفِيهِ إِضَاعَتُهُ. وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يُجِيرُ، وَالْأَصَحُّ مَا قُلْنَا، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ.

(۱) أخرجه البخاری فی "صحیحہ" ۱۰/۱۴۵ رقم (۶۰۵۰) و مسند فی "صحیحہ" ۲۸۲/۳ - ۲۸۳ رقم (۱۶۶۱) و رو بہ ابی ذر رضی اللہ عنہ مرفوعاً۔ و أبو داؤد فی "سنن" رقم (۵۱۵۷)۔

(۲) أخرجه أحمد فی "مسند" ۵/۱۶۸ و أبو داؤد فی "سنن" ۵/۳۹۰ - ۳۹۱ رقم (۵۱۵۷) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ مرفوعاً: "من لا یحکم من مسلمو کبککم واطعموه مما تأکلون واکسوه مما تلبسون، وامن لم یأتمکم منهم فبیعوه ولا تعدوا عینکم للہ" و أخرجه أحمد فی "مسند" ۵/۱۶۸ - ۱۶۹ و أبو داؤد فی "سنن" ۳/۴۹ - ۴۸ رقم (۲۵۴۸) و صحیحہ ابن حبان فی صحیحہ فی غیر الوصلۃ باب: فصل من أکر و احسب رقم (۵۵۵) - سہل بن الحنفیۃ قال: "مر رسول اللہ ﷺ یبصر قد حن صفره فسلمه فقال: "اتقوا اللہ فی ہذا سہل المعجمہ لہ کوہا صالحۃ و کوہا صالحۃ"





مِنْهَا الْإِغْثَاقُ، وَمِنْهَا دَعْوَى النَّسَبِ، وَمِنْهَا الْإِسْتِغْلَاضُ، وَمِنْهَا مِلْكُ الْقَرِيبِ، وَمِنْهَا رِزَالُ يَدِ الْكَافِرِ عَنْهُ كَمَا إِذَا اشْتَرَى الْخُرْبُشِيُّ فِي دَارِنَا عَبْدًا مُسْلِمًا فَدَخَلَ بِهِ فِي دَارِ الْحَزْبِ فَبَايَهُ يَغِيبُ فِي قَوْلِ أُمِّي حَبِيبَةَ، وَمِنْهَا الْإِفْرَاقُ بِحُرِّيَةِ الْعَبْدِ إِذَا اشْتَرَاهُ بَعْدَ ذَلِكَ.

قرآن کے مطابق غلاموں کو آزاد کرنے کا بیان

(۱) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَرَبِّهِ مُسْلِمَةً إِلَى أَهْلِهَا إِلَّا أَنْ يَصَدَّقُوا فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوِّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَبَيْتَةٌ مُسْلِمَةٌ إِلَى أَهْلِهَا وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا. (النساء، ۹۲)

اور مسلمانوں کو نہیں پہنچنا کہ مسلمان کا خون کرے مگر باجمہر کرادور جو کسی مسلمان کو قتل کرے تو اس پر ایک سوکھ صحت کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا مقتول کے دلوں کو پیردی جاتے مگر یہ کہ عداوت کر دینے پھر اگر وہ اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے۔ اور خود مسلمان ہے تو صرف ایک سوکھ صحت کا آزاد کرنا اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں اس میں معاہدہ ہے تو اس کے دلوں کو خون بہا پیردی جائے اور ایک مسلمان سوکھ آزاد کرنا۔ تو جس کا ہاتھ نہ پہنچے۔ وہ لگا تار دوسرے سے کروڑے رکھے۔ یہ اللہ کے یہاں اس کی تو ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (کنز العمال)

(۲) وَالَّذِينَ يَظْهَرُونَ مِن نِّسَابِهِمْ ثُمَّ يَعْبُدُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ يَتَمَتَّعُوا ذَلِكُمْ يُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ. (مجادلہ، ۳)

اور وہ جو اپنی نسبوں کو اپنی ماں کی جگہ لیتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہیں جس پر حق ہوئی یا بات کہہ سکتے۔ تو ان پر لازم ہے۔ ایک مرد آزاد کرنا۔ جس اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور لفظ تہبہ رکھے گا سوں سے خبردار ہے۔ (۳) فَكَاتِبُوا لَهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا. (النور) اگر تم کو تمہارے میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکہ تہبہ کرلو۔

احادیث کے مطابق غلاموں کو آزاد کرنے کا بیان

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان آدمی کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے عوض آزاد کرنے والے کے عوض کو (جہنم کی) آگ سے نجات دے گا سید

بن عرب نہ کہ بیان ہے کہ جسے ملے ہیں جس کے پاس گیا اور ان کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے اپنے ایک غلام کا قصد کیا جس کی قیمت عبد اللہ بن جعفر اس بھراوردیم یا ایک بھراوردیم دے دینے کو تیار تھے اس کو آزاد کر دیا۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2369)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کسی قول کی بات کے بخیران کے آزاد کر دے غلام کا مولیٰ بن جائے اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی رحمت ہو اس کا قیمت کے دن نہ کوئی ٹکڑا ہوگا نہ فرض۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1299)

(۳) حضرت عمرو بن شعیب، اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رکاب اس وقت تک غلام ہی ہے جب تک کہ اس کے بدل کتابت میں سے ایک درہم ملے جاتی ہے۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 535 حدیث مرفوعہ)

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمادے کہ اگر وہ فرمایا تو اس کے آگے اس نے وہی شرط رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہاں اس کا حق ہے جو آزاد کرے یا فرمایا جو تہبہ کا ولی ہو۔ اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہم علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 2226، حدیث مستوات حدیث مرفوعہ)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس مرد کی باندی سے اس کی ولادت ہو جائے تو بچہ اس کے (انتقال) بعد آزاد ہو جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 673، حدیث مرفوعہ)

(۶) حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مشرک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے اور اس شخص کے پاس اتنا مال کہ غلام کی قیمت دے سکے تو اس غلام کی قیمت لگا کر ہر ایک شریک کو سوا حق حصہ آزاد کر دے اور اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو جس قدر مال غلام میں سے آزاد ہو اب تہبہ حصہ آزاد رہے گا۔ (مسو طامام الک: جلد اول: حدیث نمبر 1150 حدیث مرفوعہ)

(۷) حضرت ابو ذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے یہ ہیں جن اور دین و خلقت کے اعتبار سے تمہاری ہی طرح ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کے لئے مانت دیا ہے لہذا اللہ تعالیٰ جس شخص کے یہی ان کو اس کا حق بنائے یعنی جو شخص اس غلام کا مالک بنے تو اس کو چاہے کہ وہ جو خود کھائے وہی اس کو کھائے اور جو خود پہننے کو اس کو پہننے سے پہلے اس سے کوئی ایسا کام نہ لے جو اس کی طاقت سے باہر ہو اور اگر کوئی ایسا کام اس سے لئے جائے جو اس کی طاقت سے باہر ہو تو اس کام میں خود بھی اس کی مدد کرے (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 539، حدیث مرفوعہ)

غلامی کی ابتداء و تاریخی تجزیہ

غلامی کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے کہ ایک بے قسمت شخص میدان جنگ میں گرفتار ہو جاتا ہے گرفتاری کے بعد مال غنیمت کے ساتھ اس کی تقسیم ہوتی ہے اور وہ ایک خاص شخص کی ملک بن جاتا ہے اس کو بعد اپنے آقا کی شخصی حکومت کے ساتھ اس کو ملوث کے نام دینے کے ماحقت زندگی بسر کرنا ہوتی ہے اس لئے اگر کسی قوم کی نسبت یہ سوال ہو کہ غلاموں کے متعلق اس کا کیا طرز عمل تھا؟ تو یہ ترتیب حسب ذیل عنوانات میں یہ سوال کیا جاسکتا ہے۔

(۱)۔ حالت قیدیوں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا گیا؟

(۲)۔ آقا نے غلام کو نام کیا رکھا یا زاد کر دیا؟

(۳)۔ غلاموں کو کیا کیا ملکی حقوق دیئے اور بادشاہوں کے ساتھ کیا طرز عمل رہا؟

صحابہ کرام کے زمانے میں جو لوگ غلام بنائے گئے ہم ان کے متعلق اسی ترتیب سے بحث کرتے ہیں۔

اسیران جنگ کا نقل نہ کرنے کا بیان

اسلام سے پہلے مذہب سے مذہب گلوں میں غلاموں کو قید کر کے بے دریغ نقل کر دینا چنانچہ تاریخ قدیم میں اس کی بکثرت مثال ملتی ہیں، لیکن قرآن مجید میں اسیران جنگ کے متعلق یہ حکم ہے۔

حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْهُم بِقُلُوبِهِمُ الْوُفَّاءِ قُلُوبًا مَّا بَعْدُ وَيَأْمُرُهُمْ (سورۃ محمد)

یہاں تک کہ جب تم ان کی طرف سے جنگ چلی چکے ہو تو مغربیوں سے گرفتار کرو، پھر چاہے اس حاکم کے چھوڑ دیا ورنہ بے کرا اور صحابہ کرام نے شدت کے ساتھ اس کی پابندی کی، چنانچہ ایک بار حجاج کے پاس ایک اسیر جنگ آیا اور اس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کے قتل کرنے کا حکم دیا لیکن انہوں نے کہا ہم اس پر مامور نہیں ہیں، اس کے بعد قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت پڑھی۔ (کتاب اخراج غنائی ابی یوسف)

اسیران جنگ کو کھانا کھلا نا اور ان کے آرام و سائش کا سامان بہم پہنچانا

صحابہ کرامؓ اسیران جنگ کو اپنے آپ سے بھر کھانا کھلاتے تھے اور ان کے آرام و سائش کے ضروری سامان بہم پہنچاتے تھے خود قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کی اس فضیلت کو نمایاں کیا ہے۔

وَيُطْعَمُونَ الْطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِمْ وَيَسْكِنُونَ فِي بُيُوتِهِمْ وَأَسِيرًا (الدرہ)

باوجود یکساں دگوں کو خود کھانے کی خواہش ہو پھر بھی وہ مسکین کو خیرم کو اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔

مجموعہ اہل بیتؑ میں ہے کہ صحابہ کرامؓ اسیران جنگ کے ساتھ اس قدر لطف و مراعات کرتے تھے کہ خود کچھ کھا لیتے تھے مگر ان کو جو کھانا روٹی کھاتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں جب مالک بن نویرہ اپنے رفقاء کے ساتھ گرفتار ہوا تو رات کو ان کو سخت سردی محسوس ہوئی حضرت خالد بن ولیدؓ کو خبر ہوئی تو عام سناری کرادی۔ اذلفوا اسراکم (طبری)

اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے اور خاد

شرعی خاندان کے اسیران جنگ کے ساتھ برتاؤ

اگر صحابہ کرامؓ تمام قیدیوں کے ساتھ نہایت عمدہ برتاؤ کرتے تھے، لیکن شاہی خاندان کے قیدی اور بھی لطف و مراعات کے مستحق ہوتے تھے، حضرت عمرو بن احسانؓ نے جب جنگ مصر میں تیس برس کا اور مقوقس شہ مصر کی بیٹی اور نو گرفتار ہو کر آئی تو نہیں نے حضرت عمرؓ کے حکم سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ اس کو مقوقس کے پاس بھیج دیا اور مزید احتیاط کے لئے اس کے ساتھ ایک سرورار کو روکا کہ بحفاظت تمام اس کو پہنچا آئے۔ (مقرئ)

اسیران جنگ کو اعزاء و اقارب سے جدا نہ کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام حکم یہ تھا کہ قیدی اپنے اعزاء و اقارب سے جدا نہ کئے جائیں، صحابہ کرامؓ اس حکم پر نہایت نڈرت کے ساتھ عمل فرماتے، ایک بار حضرت ابویوب انصاریؓ کسی فوج میں تھے اسیران جنگ کی تقسیم ہوئی تو بچوں کو دے دیے بعدہ بڑا گیا، بچے رونے لگے تو انہوں نے ان کو دے کر آغوش میں ڈال دیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس سے بچوں کو جدا کرے گا خدا قیامت کے دن اس کو اس کے اعزاء و اقارب سے جدا کر دے گا۔

(مسند دارمی کتاب الجہاد باب النہی عن التفريق بين الوالدة وولدها)

دشمنوں کے ساتھ استیصال کے بغیر جماع کرنا

حرب میں یہ دشمن نہ طریقہ نہ رہی تھا کہ جو لوگوں گرفتار ہو کر آتی تھیں، ان سے استیصال رحم کے بغیر ہر شرت کرنا جائز سمجھتے تھے اور اس میں حاملہ وغیرہ حاملہ کی کوئی تفریق نہیں کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ کو بالکل ناجائز قرار دیا اور ان کوٹھیلوں و حلقہ گھوڑوں کے حکم میں شامل کر لیا، یعنی جب تک بغیر حاملہ لوگوں پر عدت حیض نہ گزر جائے اور حاملہ لوگوں کو قطع رحم نہ ہو جائے ان سے اس قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں، ہوسکتا صحابہ کرامؓ غزوات میں اس حکم کی شدت کے ساتھ پابندی کرتے تھے، ایک بار حضرت روثیخ بن ثابت انصاریؓ نے مغرب کے ایک گاؤں پر حملہ کیا مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو فوج کو یہ ہدایت فرمائی۔

من اصحاب من هذا السبي فلا يطؤواها حتى تحيض

یہ لوگ یا جن لوگوں کے حصے آئیں جب تک ان کو حیض نہ آجائے وہ ان سے جماع نہ کریں۔ دوسری روایت میں ہے

کہ انہوں نے فرمایا:

ایہا الناس انی لا اقول فیکم الا ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول قام فینا حیم حیم



فقال لا یحلال لامرء یؤمن بالله والیوم الآخر ان یشقی ماء ذرع غیرہ یعنی آتیان الحالی من السیال ویر یصیب امرأۃ لیبا من السی حتی یشترئھا (مسند ابن حنبل)

لوگ اشیاء سے وہی بات کہتے ہوں جو میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے آپ نے خنن کے دن فرمایا مجھے اندر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اس لئے کہ یہ بزرگین کو دوسرے کی کھٹی میں آب پاشی کرنے یعنی حاد اور شہ پر لوں سے بغیر استبرا درج میں کرے۔

غلاموں کی آزادی

یہ وہ احسانات تھے جو صحابہ کرام حالت قدیم غلاموں کے ساتھ کرتے تھے۔ لیکن ان کا اصلی احسان یہ ہے کہ جو لوگ تیر کے غلام بنائے جاتے تھے، اکثر ان کو کئی مختلف طریقوں سے آزاد کر دیتے تھے۔

حضرت ام دردہ بنت نوفل ایک صحابیہ تھیں جنہوں نے دو غلام بدرکے تھے (مہر بران غلاموں کو کہتے ہیں جن کی آزادی آؤ کی موت کے ساتھ شرط ہوئی ہے) جنہوں نے ان کو بیہ کر دیا تھا کہ جلد آزاد ہو جائیں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب المذہب)  
حضرت عائشہؓ نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو آزاد کرنا چاہا مگر چند دنوں کا بچا ہو گیا تھا، اس نے سفیر حضرت سلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے شوہر کو آزاد کر دتا کہ بی بی کو طلاق دینے کا اختیار باقی نہ رہے۔

(ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی المملوکین یعتقان معالہ تحریر امواتہ)  
ایک بار حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ناراض ہو گئیں اور ان سے بات بند کرنے کی قسم کھائی، مگر معاف کرنے کے بعد قسم کے نگارہ میں ۱۰۰ غلام آزاد کئے۔ (بخاری کتاب الادب باب الحجۃ)

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ دفعہ حالت خواب میں مگر کے حضرت عائشہؓ نے ان کی بی بی سے بکثرت غلام آزاد کئے، (موہام ۱۰۰) مک کتاب الحق والوالاء باب عقی الحبی عن العیت) ان کے پاس اسیران قیدیہ جو ہمیشہ سے ایک لونڈی تھی، آپ نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو کیونکہ یہ اس عیال کے اولاد میں سے ہے۔ (مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل

غفار واسلم وغیرہم)

حضرت میمونؓ کی ایک لونڈی تھی جس کو انہوں نے آزاد کر دیا آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ خاتم کو اس کا اجر دیا، لیکن اگر اپنے ماموں کو دے دیتیں تو اس سے زیادہ ثواب ملتا۔ (ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فی صدۃ الرحم و بخاری کتاب البیہ)

سفیر حضرت ام سلمہؓ کی ایک لونڈی تھی جنہوں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کے لئے آزاد کر دیا۔ (ابوداؤد کتاب البیہ باب فی العقی علی شرط)

ایک صحابی نے آپ کی خدمت میں بیان کیا کہ میری ایک لونڈی داسن کوہ میں بکریاں چرا رہی تھی، بیچیر آیا اور ایک بکری کو

نے سنا، اس پر میں نے اس کو بلانے پر، یہ واقعہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی اور اس کو ہوا کر پوچھا کہ خدا نے اس سے کیا ہے؟ اس نے کہا آسمان پر پھر پوچھا میں کون ہوں؟ یو یو رسول اللہ ﷺ ارشاد ہوا کہ اس کو آزاد کر دو یہ تو مسلمان ہے۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب تشبیت العاطس فی الصلوۃ)  
مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس کو ایک رقم معین کے ادا کرنے کے بعد آزادی کا حق حاصل ہو جاتا ہے، حضرت ام سلمہؓ اپنے

مہوں کو مکاتب بتاتی تھیں، لیکن قبل اس کے کہ پورا معاوضہ یعنی بدل کتابت ادا کریں اس کے کسی قدر رقم لے کر جلد سے جلد آزاد کر دیتی تھیں۔ (موطا امام مالک کتاب العتق والوالاء باب القطاعۃ فی الکتابۃ)

ایک صحابی نے انتقال کیا تو وارث کی جستجو ہوئی، معلوم ہوا کہ کوئی نہیں ہے، ان کا صرف ایک آزاد کردہ غلام ہے، آپ نے اسی کو ان کی وراثت دوا دی۔ (ابوداؤد کتاب الفرائض باب فی میراث ذوی الارحام)

ایک خادم دو صحابیوں کے درمیان مشترک تھا، ایک صحابی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کو لے کر ہوا تو آپ نے فرمایا، خدا کا کوئی شریک نہیں اور اس غلام کو آزاد کر دیا۔

(ابوداؤد کتاب العتق باب فیمن اعتق نصیبہ لہ من مملوک)  
حضرت حکیم بن حزام نے زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے تھے، اسلام لانے کو زمانہ اسلام میں بھی سو غلام آزاد

کئے، (مسلم کتاب الایمان باب بیان حکم عمل الکافر اذا سلم بعدہ) ان غلاموں کی آزادی نہایت شہن و شوکت کے ساتھ عمل میں آئی، چنانچہ وہ حج کو آئے تو عرفہ کے دن ان غلاموں کے گھنے میں چاندی کے غول ڈال کر لائے، جس پر "مقام

افترق حکیم بن حزام" لکھا ہوا تھا، یعنی یہ حکیم بن حزام کی جانب سے خدا کی راہ میں آزاد ہیں۔

(زہدۃ الابرار تذکرہ حکیم ابن حزام)  
حضرت عثمانؓ کی شہادت کا وقت آیا تو ۱۰۰ غلام آزاد کئے۔ (مسند ابن خبیل، جلد ۱، صفحہ ۱۰۹، مسند عثمان)

حضرت عمرؓ نے انتقال کے وقت جو زمینیں کسین ان میں ایک تھی، غلامان عرب میں سے جو لوگ میری وفات کا زمانہ ہیں اس وقت کے مال سے آزاد ہیں۔ (مسند ابن خبیل، جلد ۱، صفحہ ۱۱۰)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک غلام کو آزاد کیا تو غلام کے پاس جو مال تھا اگر چہ وہ اس کے مالک ہو سکتے تھے، لیکن مال بھی اُن کو دے دیا۔ (مسند ابن ماجہ ابواب العتق باب من اعتق عبد اولہ مال)

حضرت ابو بکرؓ کو ایک انصاری صحابی تھے، ان کی چاندی کی کل کا ثبات ایک غلام سے زیادہ تھی، لیکن انہوں نے اس کو بھی بدر کر دیا، لیکن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پند نہیں فرمایا اور فروخت کر کے ان کو اس کی قیمت دلادی۔

(ابوداؤد کتاب العتق باب فی بیع الملبس)  
ایک اور صحابی کی ملک میں صرف غلام تھے جن کو انہوں نے مرے وقت آزاد کر دیا، لیکن وصیت کے قاعدے کے موافق

”پیشینہ“ نہ صرف دو غلاموں کی آزادی کو چاہتا تھا۔ (ابوداؤد کتاب العقیق باب فیمن عتق عبدہ اللہ یرفعہ اللہ امیران ہوا زن میں سے حضرت عمرؓ کے پاس ایک لونڈی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا تو انہوں نے بھی تحریر کیا کہ یہ لونڈی بھی ان کی آزاد شدہ لونگوں کے ساتھ کر دی جائے۔ (ابوداؤد کتاب الصیام باب العتق بعد الوضوء کتاب الجہاد میں ہے کہ دو لونڈیاں تھیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام اور آزاد کو بھائی بھائی بنا دیا تھا اس لئے اگر کسی بخلوں کے ساتھ تھی کہ ساتھ تھی اس کا ہے تھے تو اس جرم کے کفار سے میں ان کو آزاد کر دیتے تھے، حضرت ابو سہود انصاریؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس طرح ایک ایک غلام آزاد کئے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی حق المملوک)

ایک صحیحی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے دو غلام ہیں، جو نہایت خدکن، کذاب اور نافرمان ہیں، میں جراثیم پران کو برا سمجھتا ہوں اور سزا دیتا ہوں اس معاملہ میں میرا کیا انجام ہوگا؟ ارشاد ہوا ان کی خیریت، کذاب، نافرمانی اور کھانی سزا کا احباب ہوگا۔

اگر تمہاری سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو اس آزادی کا تم سے بدلہ لیا جائے گا، یہ سن کر وہ روئے پھینٹے گئے اور کہا کہ بہتر یہی ہے کہ میں ان کو اپنے پاس سے بچھڑا کر دوں، آپ گواہ رہے کہ وہ آزاد ہیں۔ (ترمذی ابواب تغیر قرآن تغیر سورۃ انبیاء)

ایک بار آپ ﷺ نے ابوالہجیم بن لیثان انصاریؓ کو ایک غلام میں خریدنا اور بدایت کی کراس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ان کی بی بی سے کہہ کر یہ بہتر ہو سکے گا، بہتر یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دو، انہوں نے اس کو آزاد کر دیا۔ (ترمذی ابواب الزہر)

ایک بار آپ ﷺ نے حضرت ابو ذرؓ کو ایک غلام یا اور کہا کہ اس کے ساتھ ٹٹکی کر دو، انہوں نے یہی ٹٹکی کی کراس کو آزاد کر دیا۔ (ادب المفرد باب فی غلام)

حضرت ابو ہریرہؓ اسلام لانے کے لئے چلے تو ساتھ میں غلام بھی تھے، وہ موقع پا کر مارتے ہیں میں بھی بچک گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لانے تو اسی حالت میں غلام بھی آیا، آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ! اے لونڈی تمہارا غلام ہے، بولے کہ آپ گواہ رہے یہ خدا کی راہ میں آزاد ہے۔

(بخاری ابواب الشکر باب اذا قال لعبدہ ھوللہ ولوی لعق والا شھاد فی العتق)

ایک بار کسی شخص نے اپنے غلام سے کسی کام کو کہا وہ سو گیا، وہ آیا تو اس کو چہرے پر آگ ڈال دی، غلام گھبرا کر اٹھ کر تو کون میں گر پڑا، حضرت عمرؓ نے اس کے چہرے کی حالت دیکھی تو اس کو آزاد کر دیا۔ (ادب المفرد باب حسن المملکۃ)

صرف یہی نہیں تھا کہ صحابہ کرامؓ اپنے مملوک لونڈی یا غلام کو آزاد کرتے تھے بلکہ یہ اس قدر افضل کام خیال کیا جاتا تھا کہ دوسروں کے غلاموں کو صرف آزاد کرنے کے لئے خریدتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایک لونڈی کو اس لئے خریدا تھا کہ اس کو آزاد کر دیں، (ابوداؤد کتاب اغراض باب فی الوفاء) ابتدائے اسلام میں حضرت ابو بکرؓ نے بھی سات غلام خرید کر آزاد کئے تھے۔

حضرت زبیر بن عوفؓ نے ایک غلام خرید لیا اور اس کو آزاد کر دیا، (موطأ امام مالک کتاب العقیق والولاء باب جہاد عبد اور) ان کے علاوہ بیشتر غلاموں کو صحابہ کرامؓ نے آزاد کیا۔

میرا سہیل نے بلوغ الہرام کی شرح میں غلام ابواج سے ایک غلام تھیں کی ہے جس کی رو سے صحیحہ کرام کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد پچاس ہزار و سو تیس (۷۰۲) تک پہنچتی ہے، چنانچہ ان صحابہ کے نام حسب ذیل ہے

حضرت عائشہؓ حضرت حکیم بن حزامؓ والد الکلاخ حمیری حضرت موسیٰ بن حضرت عبداللہ بن عمر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ان سب میں حضرت ابو بکرؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد تیس بتائی ہے لیکن لکھا ہے کہ انہوں نے بیشتر غلام آزاد کئے۔

(سلسلہ السلام، کتاب العقیق)

سیاحیثیت سے صحیحہ کرام نے غلاموں کو جو حقوق عطا کئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

#### عرب کا غلام نہ بنانا

اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس سے قبیلہ بنو قریظہ کی ایک لونڈی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو، کیونکہ یہ اسامیل کی اولاد میں سے ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود آپ ﷺ اہل عرب کا غلام بنانا پسند نہیں فرماتے تھے لیکن حضرت عمرؓ نے عام قنون بنادیا کہ عرب کا کوئی شخص غلام نہیں بنایا جاسکتا، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں قبائل عرب و کسے جو لوگ گرفتار ہوئے تھے، ان کو انہوں نے اسی بنا پر آزاد کر دیا۔ (لغتوی)

اسلام کے پہلے عرب کے جو لوگ لونڈی یا غلام بنائے گئے تھے ان کی نسبت یہ حکم دیا کہ اگر کسی قبیلہ کا کوئی شخص کسی قبیلہ میں غلام بنالیا گیا ہو تو وہ اس کے بدلے میں دو غلام بطور مددیہ کے دے کر آزاد کر اسکتا ہے، اسی طرح ایک لونڈی کے عوض میں دو لونڈی دے کر آزاد کر سکتا یا سکتی ہے۔ (طبقات ابن سعد ذکرہ و بیان ابن حارث)

غیر قومیں اگرچہ غلام بنائی جاسکتی تھیں تاہم حضرت عمرؓ نے ان کو بھی بہت کم غلام بنایا مصر فتح ہوا تو چھ ماہ کے مرد اور عورت مسلمانوں کے قبضہ میں آئے جوئے کے اکثر حصہ کا اصرار تھا کہ ان کو لونڈی یا غلام بنا کر مفتوح بن تقسیم کر دیا جائے، لیکن حضرت عمرؓ نے جزیہ مقرر کر کے ان کو بالکل آزاد کر دیا، چند ماہوں کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تھی، وہ گمراہ ہوئے تو لونڈی یا غلام بنا کر مدینہ میں بھیج دیئے گئے، لیکن حضرت عمرؓ نے ان کو بھی واپس کر دیا۔ (حسن الحاضرہ)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے نام کا حکم بھیج دیا کہ کوئی کا شکار یا پیشہ ور غلام نہ بنایا جائے۔ (کنز العمال)

حضرت عمرؓ کے عہد میں زراعت کو بڑھتی ہوئی اور اس کی وجہ سے حاصل خیزان میں جو اضافہ ہوا اس کی اصل وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اکثر مفتوح قوموں کو آزاد کر رکھا اور وہ آزادی کے ساتھ زراعت کے کاروبار میں مصروف رہے۔

غلاموں کو مکاتب بنانے کا بیان

غلاموں کی آزادی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان سے یہ شرط کر لی جائے کہ اتنی مدت میں وہ اس قدر رقم ادا کر کے آزاد ہو سکتے ہیں یہ حکم خود قرآن مجید میں مذکور ہے۔ فَلَمَّا تَوَلَّوْهُمْ إِنَّا عَلَيْنَهُمْ خَيْرًا (النور)

اگر تم کو غلاموں میں بھلائی نظر آئے تو ان سے مکاتب کر لو

لیکن حضرت عمرؓ کی خلافت سے پہلے یہ حکم کو جو بنی نہیں سچا یا تھا، لیکن اس کا معاہدہ مکاتب کرنے یا نہ کرنے کا اختیار تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے عمل اس حکم کو جو بنی قرار دیا، چنانچہ جب سیرین نے آپؓ سے کہا کہ حضرت انسؓ سے مکاتب کی درخواست کی ورنہ نہیں اس کو منظور کرنے سے انکار کر دیا، تو حضرت عمرؓ نے ان کو دیا اور دوسے سے مارا اور قرآن مجید کی اس آیت کے دوسے کو معاہدہ مکاتب کرنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری کتاب املاک)

حضرت عمرؓ ہمیشہ اس قسم کے غلاموں کی آزادی میں آسانیاں پیدا کرتے رہتے تھے، ایک بار ایک مکاتب غلام نے مال خاں کر کے کے بدل مکاتب ادا کرنا چاہا، لیکن اس کا خلیفہ قثم سینے سے انکار کر دیا اور با اقساط لینا چاہا، تو حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ انہیں سے نقل کر کے بیت المال میں داخل کروادی اور ایک قثم شام کو ان میں تھیں آزادی کا فرمان کھدول گا، اس کے بعد لینے دینے کا تمہارے آقا کا اختیار ہوگا، آقا کو خبر ہوئی تو اس نے آکر یہ رقم وصول کر لی۔

(طبقات ابن سعد، ذکر ابو سعید الخدری)

اسیران جنگ سے اعزہ و اقارب کو چندان کرنا

اگرچہ صحیح یہ کہ مذہباً وراخداً خود یہ قیدیوں کو ان کے اعزہ و اقارب سے جدا کرنا ناجائز سمجھتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے قونا و نکلا اس کی عمر گرفت فرمادی، چنانچہ قثم امر اسے فروغ کے نام فرمان بھیجے کہ یہی تو کھائی سے اور لڑکی کو اس سے جدا کیا جائے، ایک بار بار زار میں شرمین کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دروین پر قہار کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ ایک لوطی کی مال فروخت کی پر رہی ہے، انہوں نے تمام ہجرین و انصار کو جمع کیا اور یہ آیت پڑھی:

"قُلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِى الْاَرْضِ وَتَقْتُلُوا اَرْحَامَكُمْ" (محمد)

پھر اگر تم نے منہ موڑا تو تم سے کیا توقع رکھی جائے؟ یہی کہ تم زمین میں فساد مچاؤ اور اپنے خوئی رشتہ کاٹ ڈالو اور کہہ کہ اس سے بڑھ کر کیا قطع رحم ہو سکتا ہے کہ لڑکی کو اس سے جدا کیا جائے، چنانچہ اس کے بعد تمام امراء کے نام فرمان بھیج دیے کہ تم اس قطع رحم پر نہیں۔ (کنز العمال، جلد ۳ ص ۱۱۲)

غلاموں کے وظیفے

بیت المال سے مسلمانوں کو جو وظیفہ ملتا تھا اس میں غلام برابر کے شریک تھے، اول اول حضرت ابوبکرؓ نے غلاموں کو بیت

مال میں تمام مسلمانوں کا شریک بنایا، ابوداؤد کتاب الخراج میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

كان ابنی یقسم للحر والعبد میر سے باپ غلام اور آزاد کو مال تقسیم فرمادیتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے جب بائ بطور پر تمام مسلمانوں کے وظائف مقرر فرمائے تو آقاؐ کے برابر غلاموں کے وظائف بھی مقرر فرمائے، (فروج البلدان، صفحہ ۱) ان کو اس بات میں اس قدر گرفتاری کہ جب ایک مال سے غلاموں کو وظیفہ نہیں دیا، تو اس کو لکھ بھیجا کہ اس سلسل کا اپنے یہی سلسل کو اختیار سمجھنا نہایت بری بات ہے، (فروج البلدان، صفحہ ۱) حضرت عمرؓ نے اور مختلف طریقوں سے غلاموں کو مالی اعانتیں دیں، اہل عوالی کے سرحدی پیشہ غلاموں کی مرہم شہادی کرائی اور ان کے روزینے جاری کئے، حضرت عثمانؓ نے اس اور برتری دی اور خود ایک کے ساتھ کپڑے بھی مقرر فرمائے، حضرت عمرؓ معمول تھا کہ ہفتہ کے روز عوالی کو چاتے اور جو غلام ضعیف نظر آتے ان کے نکلیں صاف کر دیتے۔

حضرت عثمانؓ نے عام طور پر یہ ہدایت کی کہ جو لوگوں کی پیشہ میں جاتی اور جو غلام سفیر اس ہیں ان کو کسی پیشہ کی تکلیف نہ دی جائے ورنہ ناجائز طریقے سے وہ روزینہ پیدا کریں گے، لیکن اس کے ساتھ ان کو کھانا کھانا دیا جائے۔

(موطامام، باب الحاج باب امر بالرفق بالملوک)

غلاموں کو تعلیم دینے کا بیان

سب سے بڑھ کر یہ کہ صحابہ کرام نے غلاموں کو تعلیم بھی دلائی، ایک بار چند برس کی غلام پڑھ کر آئے، تو حضرت عمرؓ نے ان کو کتب میں داخل کر دیا۔ (فروج البلدان)

حضرت عثمانؓ نے حران میں ابن کو خرید کر لکھنا سکھایا اور اپنا میرٹھی بنایا، (فروج البلدان) بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب میں آزاد بچوں کے ساتھ بہت سے غلاموں کے لڑکے بھی تعلیم پاتے تھے، چنانچہ ایک بار حضرت ام سلمہؓ نے ان صاف کرنے کے لئے کتب سے لڑکے طلب کئے تو کہا، ابھی کہ آزاد بننے نہ بھیجے جائیں۔ (بخاری کتاب الدیات باب من استعصر عبداً و صبیاً)

غلاموں کو مالان دینے کا حق دینا

ان دینے کا حق صرف قاتح قوم کو حاصل ہوتا ہے، لیکن خلفاء نے یہ حق خود غلاموں کو بھی دیا، چنانچہ ایک بار مسلمانوں نے ایک تلک کا صحابہ کو تو ایک غلام نے مخصوص جو مالان دیدی، تمام مسلمانوں نے کہا اس کا حق نہیں ہے، لیکن ان لوگوں نے کہا ہم آزاد اور غلام کوئیں جانتے، اب اس باب میں حضرت عمرؓ سے معلوم کیا گیا کہ تو انہوں نے لکھ بھیجا کہ مسلمانوں کے غلاموں کا معاہدہ غلاموں کا معاہدہ ہے۔ (فروج البلدان)

غلاموں کی عزت و آبرو کی تحفظ

خلفہ و راشدین کو غلاموں کی عزت و آبرو کا اسی قدر پاس کرتے تھے جس قدر ایک آزاد مرد یا آزاد عورت کا یہ کہ سکتا ہے، ایک برابک غلام نے کسی موٹی کی ٹانگوں پر پاؤں نہ رکھ دیا اور حضرت عمرؓ فرمایا تو غلام کو بیٹا و ملن کر دیا۔  
(موطأ امام محمد باب الاکرام اور ابن زبیر)

حقوق میں مساوات

ان حقوق کے علاوہ ذاتی طور پر خلفاء راشدین غلاموں کو عام مسلمانوں کے برابر سمجھتے تھے، چنانچہ ان کی بعض مثالیں میں معاشرت کے عنوان میں گذر چکی ہیں۔  
ان تہمات پر کہ جن میں غلاموں کے بعد صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ صحابہ کرام کے ذمہ نے میں شخصی اور کل دونوں حیثیتوں سے غلام غلام نہیں رہے تھے؛ بلکہ غلاموں کے ایک فرد بن گئے تھے۔

اعتق کے مندرجہ تصرف کا بیان

الْإِعْتِقَاقُ تَصَرُّفٌ مُتَدَوِّبٌ إِلَيْهِ، قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (إِنَّمَا مُسْلِمٌ أَعْتَقَ مُؤْمِنًا أَعْتَقَ اللَّهُ تَعَالَى بِكُلِّ عَصْوٍ مِنْهُ عَصَاؤُا مِنْهُ مِنَ النَّارِ) وَلِهَذَا اسْتَحَبُّوا أَنْ يُعْتِقَ الرَّجُلُ الْعَبْدَ وَالْمَرْأَةُ الْأَمَةَ لِيَتَحَقَّقَ مُقَابَلَةُ الْأَعْضَاءِ بِالْأَعْضَاءِ.

قَالَ (الْعَبْدُ يُصْبِحُ مِنَ الْحُرِّ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ فِي مِلْكِهِ) شَرَطُ الْحُرِّيَّةِ لِأَنْ الْفَقْرَ لَا يَصِحُّ إِلَّا فِي الْمِلْكِ وَلَا يَمْلِكُ لِلْمَمْلُوكِ وَالْأَبْدَانُ وَالْأَنْفُسُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ لِكُونِهِ حُرًّا عَلَيْهِ، وَلِهَذَا لَا يَسْلُبُكَ الْوَلِيُّ عَلَيْهِ، وَالْعَقْلُ لِأَنَّ الْمَجْنُونُ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِلتَّصَرُّفِ وَلِهَذَا لَوْ قَالَ الْبَالِغُ: أَعْتَقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ لَفَقُولُ قَوْلِهِ، وَكَذَا إِذَا قَالَ الْمُعْتِقُ أَعْتَقْتُ وَأَنَا مَجْنُونٌ وَجَوْنُهُ كَانَ ظَاهِرًا لَوْ جُودَ الْإِنْسَانِ إِلَى خَالَةِ مَنَافِيَةٍ، وَكَذَا لَوْ قَالَ الصَّبِيُّ كُلُّ مَمْلُوكٍ أَمْلِكُهُ فَهُوَ حُرٌّ إِذَا اخْتَلَمْتَ لَا يَصِحُّ لِأَنَّهُ لَيْسَ بِأَهْلٍ لِقَوْلِ مُلْزِمٍ، وَلَا بُدَّ أَنْ يَكُونَ الْعَبْدُ فِي مِلْكِهِ حَتَّى لَوْ أَعْتَقَ عَبْدٌ غَيْرَهُ لَا يَنْفَذَ عَنْهُ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (لَا عَقْدَ فِيمَا لَا يَمْلِكُهُ ابْنُ آدَمَ).

ترجمہ

اعتق کا تصرف مندوب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی مومن کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کو جنم

نئے آزاد کرے گا۔ لہذا استحب ہے کہ مرد غلام کو اور عورت، بائنی و آزاد کرے تاکہ اعضا و اعضاء کا ساتھ قتل ہو جائے۔  
فرمایا: آزادی ہر اس بالغ کا عقل سے صحیح ہوتی ہے جس کی ملکیت ہو۔ اور آزادی کی شرط یہ ہے کہ وہ صرف ملکیت سے صحیح ہوتی ہے۔ جبکہ ملک کی ملکیت نہیں ہوتی اور جو اس لئے اہل نہیں ہے کیونکہ اس کا نقصان ظاہر ہے۔ کیونکہ وہی ہے جو اعتاق کی ملکیت نہیں رکھتا۔ اور عقل ہونے کی شرط اس لئے بیان کی ہے کہ جتنوں تصرف کی اہلیت نہیں رکھتا۔ لہذا جب کسی بالغ شخص نے کہا کہ میں نے آزاد کیا جبکہ میں بچہ ہوں تو اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی طرح اگر معتق نے کہا کہ میں نے آزاد کیا لیکن میں مجنون ہوں اور اس کا جنون بھی ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ اعتاق کا انسان انتقال سے حالت عقل کی طرف کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح جب کسی بچے نے کہا کہ میں جس مالک ہوں وہ آزاد ہے جب میں بالغ ہوں تو اس صورت میں بھی اعتاق درست نہ ہوگا کیونکہ بالغ کسی ایسے قول کی اہلیت نہیں رکھتا جو حکم رازم کرنے والا ہو۔ اور غلام کا معتق کی ملکیت ہونا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ جب کسی نے شخص نے دوسرے کے غلام کو آزاد کیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس چیز کا انسان مالک نہیں اس میں عقل نہیں ہے۔

غلام کی آزادی اعضاء کو جنم سے بچانے والی ہے

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے بھی کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے اس شخص کے جسم کے بھی ایک عضو کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔ سعید بن مرجان نے بیان کیا کہ پھر عمر بن الخطاب (زین العابدین رضی اللہ عنہ) کے یہاں گیا (اور ان سے حدیث بیان کی) اور اسے اپنے ایک غلام کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس کی عبداللہ بن جعفر بن ہزار درہم کا ایک ہزار درہم قیمت دے رہے تھے اور آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۱۵۱)

حضرت زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ نے سعید بن مرجان سے یہ حدیث سن کر اس پر فوراً عمل کر دیا اور اپنا ایک ایسا قیمتی غلام آزاد کر دیا جس کی قیمت دس ہزار درہم مل رہے تھے۔ جس کا نام مطرف تھا۔ مگر حضرت زین العابدین نے روئے کی طرف نہ دیکھا اور ایک عظیم تنگی کی طرف دیکھا۔ اللہ والوں کی یہی مشن ہوتی ہے کہ وہ انسان پروری اور ہمدردی کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کے لیے تیار رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اولیاء اللہ یا عباد الرحمن ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت عروہ ابومرواح ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا میں نے پوچھا کس قسم کا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو بہت زیادہ قیمت ہو اور اس کے مالکوں کو بہت پسند ہو میں نے پوچھا اگر میں یہ نہ کر سکوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی کارگیر کی مدد کر دیا کسی بے ہنر کے لیے کام کر دیا انہوں نے پوچھا اگر میں بھی نہ کر سکوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو (یعنی ان کے ساتھ برائی کرنے سے باز) اس لیے کہ وہ کسی ایک صدقہ

ہے جو تو اپنے آپ پر کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2370)

غلام کو آزاد کر کے فیضیت میں احادیث و آثار

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں عقبہ بن جهم کے ایک بھتیجے پہاڑ کا نام ہے حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں اس کے جہنم میں مزدور ہے جس قدر وہ فرماتے ہیں کہ یہ دلائی کی سخت گناہی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمائبر وادی سے داخل ہو جاو پھر اس کا دلائی تیار یہ کر کر کہ تمہیں کس سے بتاؤ کہ یہ گناہ کیا ہے؟ تو فرمایا غلام آزاد کرنا اور اللہ کے نام کھانا دینا زید فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ بھات اور خیر کی راہوں میں کیوں نہ چلا؟ پھر میں حبیب کی اور فرمایا تم کیا چو عقبہ کیا ہے؟ آزاد کی گردن یا صدق عدم ملک رقبہ جو اذیت کے ساتھ ہے اسے کلب۔ بعد ہی پھر یہی فلع فعل دونوں قرآنوں کا مطلب قریب ایک ہی ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کی گردن پھڑوائے اللہ تعالیٰ اس کا ہر ایک عضو اس کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں اور شرماہ کے بدلے شرماہ حضرت علی بن حسینؓ لینی لوم زید احد بن نے جب یہ حدیث سنئی تو سعید بن مرج نہاد یہ حدیث سے پوچھا کہ کیا تم نے خود حضرت ابوبکرؓ کی زبانی یہ حدیث سنی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ طرف کو بلا جو وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا پو و نعم اللہ کے نام پر آزاد ہو بخاری مسلم ترمذی اور سنائی میں بھی یہ حدیث ہے۔

صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ یہ غلام دس ہزار درہم کا خرید لیا ہوا تھا اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد ہو جاتی ہے (ابن جریر) مسند میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں کھربانا ہے اور جو مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا کافہ یہ بنادیتا ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے جو شخص اسلام میں یوزہ ہو اسے قیامت کے دن نوٹ لے گا۔ اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں تیر چارے خواہ وہ گئے یا لگے اسے اولاد حاصل میں سے ایک غلام کے آزاد کر کے ثواب ملے گا اور حدیث میں ہے جس مسلمان کے تین بچے ہوغت سے پہلے کہ جس اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کرے گا اور جو شخص اللہ کی راہ میں جوڑے دے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا جس سے چاہے چلا جائے ان تمام احادیث کی سندیں نہایت عمدہ ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت والہ بن اسحق سے کہا کہ تمہیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جس میں کوئی کی زیادتی نہ ہو تو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرماتے لگے تم میں سے کوئی بڑے اور اس کا قرآن شریف اس کے گھر میں ہو تو کیا وہ کی زیادتی کرتا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہمارا مطلب یہ نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی حدیث میں سننا، آپ نے فرمایا ہم مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسے ایک ایسی ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کر لی تھی تو آپ نے فرمایا اس کی طرف سے غلام آزاد کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو

کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کرو گے یہ حدیث سنائی شریف میں بھی ہے، اور حدیث میں ہے جو شخص کی گردن آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا کافہ یہ بنادیتا ہے۔ اسکی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں،

مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا کام بتا دیجئے جس سے میں جنت میں جا سکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوڑے سے الفاخہ میں بہت ساری باتیں تو پوچھ بیٹھا۔ مسند آزاد کر پھر اواس نے کہا حضرت کیا یہ دونوں ایک چیز نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نسہ کی آزادی کے معنی تو یہ کیا ایک کام آزاد کرے اور کلب رقبہ کے معنی ہیں کہ گھوڑی بہت دھڑکے دودھ والا جانور دودھ پینے کے لیے کی مسکین کو دینا، ظالم شدہ دار سے نیک سلوک کرنا، یہ جنت کے کام ہیں، اور اس کی تجھے طاقت نہ ہو تو بھوکے کو کھلا، پیاسے کو پلا، نیکیوں کا حکم کر ہر باتوں سے روک، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سوائے بھلائی کے اور نیک بات کے اور کی گزندہاں نہ لگاؤ۔ زنی مسیغہ کے معنی ہیں جو بھوکا و جبکہ کھانے کی اشتہا ہو غرض بھوک کے وقت کا کھانا اور وہ دیکھ دے جو تانا پوچھ ہے سرے پ کا ساما یہ اللہ کا ہے وراس کا شدہ دار بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مسکین کو صدقہ دینا اکبرا ثواب رکھتا ہے، اور رشے اور دیرا دہرا حرام دلاتا ہے، (مسند احمد بن حنبل)

غلاموں کے حقوق میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمات

خلفائے راشدین کا یہ بھی یہی دستور تھا اگر کسی غلام کا ملک اس کی کفالت کرنے میں مشکل محسوس کرتا ہو تو اس کی مدد کیا کرتے تھے۔

خَدَّذَا اَنْسُ عَيْنِي، عَنْ عَمْرُو، عَنْ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ مَخْلَدِ الْيَقَارِي اَنْ قُلَّاتَةً مَّمْلُوكَيْنِ شَهِدَا نَزْرًا، فَكَانَ عَمْرٌ يَغْطِي كُلَّ رَحْلٍ مِنْهُمَا كُلَّ سَبْعَةِ لَاقَةٍ اَلَا يَكِي قُلَّاتَةً اَلَا يَكِي. (ابن ابی شیبہ: حدیث 33553)

تین غلاموں نے جنگ بدر میں حصہ لیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو سارا دن تین تین ہزار درہم دیا کرتے تھے۔

خَدَّذَا عَبَادُ بَنِي الْقَوَامِ، عَنْ هَارُونَ بْنِ عَتَرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: شَهِدْتُ عُثْمَانَ وَعَبِيْدَ بْنَ زُرَّاقَانَ اِرْقَاءً. (ابن ابی شیبہ: حدیث 33554)

سیدنا عثمان اور علی رضی اللہ عنہما (اپنے اور ادر میں) لوگوں کے غلاموں کو ان کی ضروریات کا سامان پہنچایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بہت سوں نے تو غلاموں کو معمولی سے خراج کے عوض خرید لیا اور کھانے کی امانت دے دی تھی۔ یہ خراج صرف ایک دو ہزار درہم ہوا کرتا تھا۔ یہاں سامان کی بات ہے جب غلاموں کی قیمتیں 40,000 درہم تک پہنچ چکی تھیں اس طریقے سے یہ غلام عملاً آزاد ہو چکے تھے۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى ابْنِ الْقُضَيْبِ الصَّرِيحِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ: مُحَمَّدُ بْنُ



تج میں ہے۔

اور جب آقا نے اپنے ملک سے کہا ہے آزاد ہو اے عشق، تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کا یہ پکارنا لفظ صریح کے ساتھ ہے اور نہ اجتماعی پکارنا منادی کو وصف مذکور کے ساتھ حاضر کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ اور حقیقی طور پر منادی کا مقصد یہی ہے۔ لہذا یہ مذکور وصف کے ثابت ہونے کا قاضی کرتا ہے۔ اور یہ نصف منادی کی طرف سے ثابت ہو گیا۔ اسی وجہ سے آقا کی دی ہوئی خبر کی تہرق ثبوت وصف کیلئے قاضی کرتی ہے۔ اور ہم ان شاء اللہ بعد میں اس کو ذکر کریں گے۔ البتہ جب آقا نے غلام کا نام رکھ دیا اور اس کے اس نے اس کا پکارا، اسے حر اور یہاں آقا کا مقصد غلام کو اس کے نام سے اطلاع کرنا ہے۔ یعنی اس نام سے جو اس نے رکھا ہے۔ اور جب کسی آقا نے فری میں اسے آزاد کہہ کر پکارا جبکہ اس نے اس نام کا نام کر رکھا ہوا ہو تو اس بارے میں فقہی کلام فرماتے ہیں۔ کہ وہ آزاد ہو جائے گا۔ وراي مخرج جب اس شخص کو یہ کہیں کہ اس نام سے پکارنا نہیں ہے۔ جسے اس شخص کا مقابلا کیا جائے گا جو وصف ہے۔

شرح

مداغلا مذہب من علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ غلام کے آزاد ہونے کی چند صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے مالک نے کبھی نہ تو آزاد ہے یا اس کے مثل اور کوئی لفظ جس سے آزادی ثابت ہوتی ہے۔ دوسری یہ کہ مذی رحمہم اوس کا مالک ہو جائے تو ملک میں آنے کی آزادی ہو جائے گا۔ سوم یہ کہ حر یا کافر مسلمان غلام کو دارالاسلام سے خرید کر دارالخبرہ میں لے گیا تو وہیں پہنچنے کی آزادی ہوگیا۔ طلاق کی طرح اس میں بھی بعض الفاظ صریح ہیں بعض کنایہ۔ صریح میں نیت کی ضرورت نہیں بلکہ اگر کسی اور نیت سے کہے جب بھی آزادی ہو چکا۔ بعض صریح کے بعض الفاظ یہ ہیں۔ تو آزاد ہے۔ خر ہے۔ اسے آزاد اسے خر۔ میں نے تجھ کو آزاد کیا، ہاں اگر اس کا نام سی آزاد ہے اور اسے آزاد کیا یا نام خر ہے اور اسے خر کہہ کر پکارا تو آزاد ہو اور اگر نام آزادی اور اسے آزاد کہہ کر پکارا تو آزاد ہے اور اسے آزاد کہہ کر پکارا تو آزاد ہو جائے گا۔ یہ اخلاط بھی صریح کے حکم میں ہیں۔ نیت کی ضرورت نہیں، میں نے تجھے تھو، صدقہ کیا یا تجھے تیرے نفس کو بہا، میں نے تجھے تیرے ہاتھ بچو ان میں اس کی بھی ضرورت نہیں کہ غلام قبول کرے۔ (در مختار، کتاب العتق)

صریح محتاج نیت نہیں ہوتا قاعدہ فقہیہ

صحابہ براہیہ کے مذکورہ متن سے یہ قاعدہ فقہیہ اخذ ہوتا ہے کہ جہاں کلام میں صراحت مذکور ہو تو اس وقت کسی قسم کی نیت یا دلالت کی محتاجی نہیں ہوتی کیونکہ صراحت میں خود اس قدر قوت ہے کہ وہ دلالت نیت سے بے نیاز کر دینے والی ہے۔

صراحت کے مقابلے میں دلالت کا اعتبار نہیں قاعدہ فقہیہ

لا عبرة لدلالة في مقابلة النصريح . (الاشباه)

صراحت کے مقابلے میں دلالت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اسکی وضاحت یہ ہے کہ اگر کسی کلام میں صراحت پائی جارہی ہو اور بنی طبع میں کل الوجوہ ادا کر رہا ہو تو ایسی صورت میں کسی بھی دلالت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ صراحت دلالت سے قوی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

مشرکین کیلئے جائز نہیں کہ وہ اہل سنت کی مسجد میں تعمیر کریں حالانکہ وہ اپنے کفر پر قائم ہیں ان کے اعمال اکارت جائز ہیں اور وہ ایشیتہ میں شریک ہیں گے۔ (التوبہ ۱۷)

اس آیت کا قاضی یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں داخل ہونے سے منع کرنا ہوتا ہے اس کے مصالح کا انتظام کرنے اور ان کا نگرہان بننے سے روک دینے کیلئے لفظ بغیر ان دونوں کو شریک ہے۔ (احکام القرآن ج ۳ ص ۷۸) صومعہ کبیل اکیڈمی۔ (پور) اس نص صریح سے معلوم ہوا کہ مسجد کی تعمیر وترقی کیلئے کافروں سے چندہ وصول کرنا یا نہ کرنا یا نہ کرنا دلالت کا قاضی مفاد ہے جیسا کہ مفتی شفیع دہلوی اور بدیع زکریا نے کافروں سے چندہ وصول کرنا جائز قرار دیا ہے۔

اگر صراحت معدوم ہو تو دلالت معتبر ہوگی:

اگر کسی شخص نے گوشت خریدنے کیلئے دیکھ لیا، اور وہ دیکھ لیا، مسافر ہے اور راستے پر ٹھہرا ہوا ہے تو مکمل کیلئے یہ حکم ہو گا کہ وہ پکا گوشت لیکر آئے کیونکہ اس کے دل دلالت میں ہے کہ وہ سفر میں ہے اور اگر وہ شخص مقیم ہے تو پھر گوشت خریدنے سے اس سے جو مکمل بنایا ہے وہ پکا گوشت خرید کر لائے اور ان دونوں صورتوں میں عدم صراحت کی وجہ سے حکم دات کے مطابق ہوگا۔ (اصول شاشی)

غلام کے اعضاء کو پکار کر آزاد کرنے کا بیان

(وَسَكَدَا لَوْ قَالَ رَأْسُكَ حُرٌّ أَوْ وَجْهُكَ أَوْ رَقَبُكَ أَوْ بَدَنُكَ أَوْ قَالَ لَأَتَيْتَهُ قَرْجُكُ حُرٌّ) لِأَنَّ هَذِهِ الْأَلْفَاظَ يُعَبِّرُ بِهَا عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ وَقَدْ مَرَّى الطَّلَاقُ، وَإِنْ أَصَافَهُ إِلَى جُزْءٍ شَائِعٍ يَقَعُ فِي ذَلِكَ الْجُزْءِ، وَمَسَائِلُكَ الْإِخْلَافِ فِيهِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى. وَإِنْ أَصَافَهُ إِلَى جُزْءٍ مُعَيَّنٍ لَا يُعَبِّرُ بِهِ عَنِ الْجُمْلَةِ كَالْيَدِ وَالرَّجْلِ لَا يَقَعُ عِنْدَنَا إِخْلَافٌ لِلشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَالْكَلامُ فِيهِ كَالْكَلامِ فِي الطَّلَاقِ وَقَدْ بَيَّنَّاهُ.

ترجمہ

اور اسی طرح جب کسی آقا نے کہا کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیرا چہرہ آزاد ہے یا تیری گردن آزاد ہے یا تیرا بدن آزاد ہے یا تیری ہاتھیں آزاد ہے یا تیری ٹانگیں آزاد ہے۔ اس نے ان کلام الفاظ سے مکمل بدن کو تیسرے کیا ہے۔ اور اس کا بیان کتاب طلاق میں بیان







قاعدہ، حقیقت و مجاز کو ایک جگہ جمع نہیں کیا جائے گا

اگر کسی لفظ کے حقیقی معنی کا اعتبار کیا جائے گا تو یہی معنی کا اعتبار نہ ہو جائے گا اور اگر کسی لفظ کے مجازی معنی کا اعتبار کیا جائے گا تو یہی معنی کا اعتبار نہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ان دونوں کا اجتماع محال عقلی و شرعی ہے۔

حدیث ہمارے کہ ہے کہ ایک صانع کو دو صانع کے عوض فروخت کرنے کی ممانعت ہے اس مقام پر صانع کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ صانع کی قسم کے ہوتے ہیں اگر کسی نے صانع کی خرید و فروخت کی تو یہ جائز ہے یہاں پر اس حدیث کا مطلب یہ ہے "جمع مع یصل فیه"، یعنی جو کچھ صانع میں ہے اس کی خرید و فروخت منع ہے کیونکہ اگر ایک صانع کچھ دوسروں کی طرح (دوسرا) کچھ دوسروں سے کی جائے تو یہ دینی ہوگی جو کہ سود ہے۔ اور سود حرام ہے۔ اور اگر یہاں صانع کا حقیقی معنی مراد دیا جائے کہ شخص صانع کی خرید و فروخت بھی منع ہے اور اس اجناس کی بیع بھی منع ہے تو اس طرح حقیقت و مجاز کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ اس قاعدہ کے مطابق محال ہے۔ (تورالوار)

اقتضا:

عبادات کسی قدر بلند مرتبہ اعمال ہیں کہ بندے کو ایسی بھلائیوں کی طرف متخلل کر دیتی ہیں۔ یہی فرق ہے کہ اگر وہ بھلائیوں میں ہمیشہ رہنے والی ہیں بلکہ نہ وہی تمام اعمال کا تعلق محض عارضہ کے ساتھ ہے جس کے انقضاء میں کچھ بھی تاخیر نہیں۔

قاعدہ: کلام میں اصل میں حقیقت ہے۔ (الاشاہ)

اس کی وضاحت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا واللہ لا یراکل من هذه الشاة کہ بخدا وہ بکری نہیں کھائے گا تو اس کا اطلاق اس بکری کے گوشت پر ہوگا اگر اس نے بکری کا گوشت کھایا تو وہ حانت ہو جائے گا اور اگر اس نے بکری کا دودھ استعمال کیا تو وہ حانت نہ ہوگا کیونکہ یہاں بکری کا گوشت ہی حقیقت میں بکری کھانے سے مراد دیا جائے گا۔

معنی مجازی کے سقوط کے بیان میں قاعدہ تھمبہ

جب تک حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو تو مجاز پر عمل کرنا سادہ ہو جاتا ہے۔ (تورالوار)

یہ قاعدہ کلیہ ہے اس سے کثیر مسائل کا اشتباہ ہوتا ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم و لکن یواخذکم بما عقدتم الایمان۔

(المائدہ ۸۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یہی مقصد قسوں پر تمہاری گرفت نہیں فرمائے گا لیکن تمہاری پختہ قسوں پر تمہاری گرفت فرمائے گا۔ (المائدہ ۸۹)

اس آیت سے فقہاء احناف استدلال فرماتے ہیں کہ قسم کو کفار و صرف یمنین منعقدہ کے ٹوٹنے پر ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ عقد استعمال ہوا ہے۔ جس سے عقد اور منعقدہ ہوا ہے اور یہی اس کا حقیقی معنی ہے کہ انقضائے منعقدہ پر گرفت ہوگی یعنی کفارہ ہوگا اور دوسری قسمیں اس سے مجاز ہیں اور قانون یہ ہے کہ جب تک حقیقی معنی پر عمل کرنا ممکن ہو مجازی معنی ساقط ہو جاتا ہے لہذا دوسری قسموں پر کفارہ نہ ہوگا جیسا کہ اس کی تائید خود دوسری نص سے ہو رہی ہے۔

لا یواخذکم اللہ باللغو۔ (المائدہ ۸۹)

یمنین نفوس اللہ تعالیٰ تمہارا مومن اور مومنہ نہیں فرمائے گا۔ کیونکہ مجاز تو حقیقت سے مستعار ہوتا ہے یعنی اولہد ریا کی ہوتا ہے اور کوئی بھی مستند راہی اصل کے حق میں نہیں آسکا اور نہ ہی مستند کو اصل کے ہوتے ہوئے قبل اعتبار سمجھا جاتا ہے۔ لہذا یمنین منعقدہ پر کفارہ نہ ہوگا حقیقی معنی کی وجہ سے ہوگا اور دوسری قسموں یمنین نفوس اور یمنین نفوس کفارہ نہ ہوگا کہ یہاں ہی نزق اٹھ رہیں آقا کا غلام کو آقا کہنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ هَذَا مَوْلَايَ أَوْ يَا مَوْلَايَ عَنِّي)، أَمَّا الْأَوَّلُ فَلِأَنَّ اسْمَ الْمَوْلَى وَإِنْ كَانَ يَنْتَظِمُ النَّاصِرَ وَابْنُ الْعَمِّ وَالْمَوْلَاةُ فِي الدِّينِ وَالْأَعْلَى وَالْأَسْفَلُ فِي الْعَتَاةِ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَيَّنَ الْأَسْفَلُ قَصْرًا كَنَاسِمٍ خَاصٍّ لَهُ، وَهَذَا لِأَنَّ الْمَوْلَى لَا يَسْتَصِيرُ بِمَمْلُوكِهِ عَادَةً وَلِلْعَبْدِ نَسَبٌ مَعْرُوفٌ فَانْتَفَى الْأَوَّلُ. وَالثَّانِي وَالثَّالِثُ نَوْعٌ مَجَازٍ، وَالْكَلَامُ لِلْحَقِيقَةِ وَالْإِضَافَةِ إِلَى الْعَبْدِ نَسَبًا فِي حُكْمِهِ مُعْتَقًا فَتَعَيَّنَ الْمَوْلَى الْأَسْفَلُ فَالْتَحَقَ بِالصَّرِيحِ، وَكَذَا إِذَا قَالَ لِأَمِيهِ هَذِهِ مَوْلَايَ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ قَالَ: عَبَّيْتُ بِهِ الْمَوْلَى فِي الدِّينِ أَوْ الْكُذْبِ يَصْدُقُ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى وَلَا يَصْدُقُ فِي الْقَضَاءِ لِمَخَالَفَتِهِ الظَّاهِرَ، وَأَمَّا الثَّانِي فَلِأَنَّهُ لَمَّا تَعَيَّنَ الْأَسْفَلُ مَرَادًا الْتَحَقَ بِالصَّرِيحِ وَالْبَدَءُ بِاللَّفْظِ الصَّرِيحِ يُعَيِّنُ بَأْنَ قَالَ: يَا حُرَّ يَا عَبَّيْتُ لَكُنَّا الْبَدَءُ بِهَذَا اللَّفْظِ. وَقَالَ زُفَرٌ رَجِمَ اللَّهُ لَا يُعَيِّنُ فِي الثَّانِي لِأَنَّهُ يَفْقَهُ بِهِ الْإِكْرَامَ بِمَنْزِلَةِ قَوْلِهِ يَا سَيِّدِي يَا مَالِكِي. فَلَمَّا: الْكَلَامُ لِيَحْقِيقَهُ وَقَدْ امْتَنَنَ الْعَمَلُ بِهِ، بِخِلَافِ مَا ذَكَرُوهُ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ مَا يَخْتَصُّ بِالْعَبْدِ فَكَانَ إِكْرَامًا مُحْضًا.

ترجمہ

اور جب کسی آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا آقا ہے یا کہا یہ میرے آقا تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ پہے قول کی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ آقا کا لفظ "دگار، پچازاد بھائی، دینی معاملات، ماعلیٰ اعتاق، اور اشرار وغیرہ سب کو شامل ہے مگر یہاں اصل کا تعین

ہے جس وہ اس کیلئے اہم خاص ہو گیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آقا عام طور پر اپنے غلام سے مدد نہیں کرتا اور پھر غلام کو سب بھی معروف ہے لہذا یہاں پر ہمد اور دوسرے معنی ختم ہو گیا اور تیسرے معنی میں ایک طرح ہی رہے۔ جبکہ غلام اس میں اصل معنی حق ہے اور جب غلام کی اضافت اس کے معنی ہونے منافی ہے۔ لہذا یہاں آقا اٹھل کیلئے متعین ہو گیا اور یہ صریح کے ساتھ متنازعہ والا ہو گیا۔ اور اسی طرح جب آقا نے اپنی باندی سے کہا کہ یہ میری آقا ہے اس کی دلیل بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور جب آقا نے کہا کہ میں نے اسی دینی سوالات مراد لئے تھے یا جھوٹ مراد لیا تھا تو اس کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اس کی تصدیق کر لی جائے گی۔ بہت فیصلے کے طور پر اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ یہ خارجیہ کے خلاف ہے اور اہل بدعت دوسری صورت جس میں اصل متعین ہو گیا تو یہ بھی صریح کے ساتھ متنازعہ والا ہے۔ اور غلط صریح کے پکارنے سے غلام آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ جب آقا کہے آزاد اسے شیعہ نہیں اس لفظ کے پکارنے سے بھی غلام آزاد ہو جائے گا۔ جبکہ حضرت ام زفر علیہا السلام فرماتے ہیں کہ دوسری صورت میں غلام آزاد نہیں ہوگا کیونکہ اس کے قول یا سیدی یا مالگی کہنے سے احترام مراد ہے۔ جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ غلام حقیقی معنی کیلئے ہوتا ہے۔ اور حقیقی معنی پر عمل کرنا بھی ممکن ہے۔ جبکہ حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے کیونکہ اس میں کوئی ایسا کام ہی نہیں ہے جو آزادی کے ساتھ خاص ہو جس وہ عزت کے پیش نظر ہوگا۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لَا يَقُولُ أَحَدُكُمْ: أَطْعِمْتُ وَثَلْتُ وَصَصْتُ وَثَلْتُ وَلَقُلْتُ: سَمِعْتُ مَوْلَايَ، وَلَا يَقُولُ أَحَدُكُمْ: غَنَيْتُ أَمْسِي، وَلَقُلْتُ: قَسَيْتُ وَقَسَيْتُ وَغَلَامِي) (بخاری، الترمذی، ابن ماجہ، باب كراهية التطاول على الرقيق، ج 2552، صحيح مسلم، الا لأطاع من الأدب و غيرها، باب حكم اطلاق لفظة العبد والامه والمولى والمسيء، ج 2249)۔

کوئی شخص یوں نہ کہے، اپنے رب کو کھانا کھا، اپنے رب کو شوکر، بلکہ یوں کہنا چاہیے میرا آقا اور میرا مولا۔ اور کوئی یوں نہ کہے، میرا امیر اور میری بندگی، بلکہ یوں کہنا چاہیے میرا غلام، میرا خادم، میری خادمہ۔

چونکہ اللہ تعالیٰ ہی بندوں کا رب اور ان پر تصرف کرنے والا ہے۔ لوگ اسے تسلیم کریں یا نہ کریں، وہ حقیقت سب اس کے بندے ہیں۔ اس لیے غلام اور لونڈی کو اپنا بندہ اپنی بندگی کہنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس طرح بندگی کی نسبت اپنی طرف ہو جاتی ہے جو کہ بتدوئی کے ادب اور تعظیم پر روبرو ہے منافی ہے، اس لیے اس کو اہل علم کا قول ہے کہ میرا بندہ اور میری بندگی وغیرہ الفاظ جائز نہیں۔ البتہ بعض اہل علم نے ایسے الفاظ کو کھنکھ کر دیا ہے۔

اس حدیث میں جو مضافت بیان ہوئی ہے اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ آیا یہ مذکورہ کلمات کہنا حرام ہیں یا مکروہ؟ کیونکہ رد مصل کا مطلق، ادب سے ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ کسی کو غنڈی (میرا بندہ) کہتی (میری بندگی) یا اطعمہ (اپنے رب کو کھانا کھا) کہنا جائز نہیں۔ البتہ لفظ رب کی نسبت و اضافت، ہے ان چیز کی طرف کی جاسکتی ہے جیسے رب

اللہ (گھر کا مالک) ہے کیونکہ اس استعمال میں عبودیت کا تصور نہیں ہے۔

اس حدیث میں بھی بیان ہوا ہے کہ آقا کو سید اور مولیٰ کہنا چاہیے کیونکہ اضافت اور نسبت کے ساتھ لفظ سید کسی انسان کے لیے بولا جاسکتا ہے۔ لفظ السید اللہ تعالیٰ کا نام بھی ہے اور مخلوق کے لیے بھی بولا جاتا ہے لیکن دونوں کے مفہوم میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا مفہوم وہی ہوگا جو اس کے شان میں شان ہے اور مخلوق کے لیے وہ جو اس کی قدرت و حکمت کے مطابق ہے۔ اسی طرح لفظ مولیٰ کے بھی کئی معانی ہیں۔ اور لفظ السید کی طرح لفظ مولیٰ کا نام ہے اور یہ لفظ کسی انسان کے لیے بھی بولا جاسکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے بولے جانے میں اور مخلوق کے لیے بولے جانے میں بہت فرق ہے۔ مخلوق کے لیے اس کا استعمال مجدد و دوا اس کی قدرت اور مقام کے لحاظ سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا مفہوم اس کی عظیم و شہادت اور عظمت کے مطابق ہوگا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ کرامت تنزیہی مراد ہے۔ کیوں کہ غلام سے اپنے کو اخلاقی جھنکا ایک طرح کا کبیرہ ہے۔ غلام بھی ہماری طرح خدا کا بندہ ہے۔ آدمی اپنے تئیں جانور سے بھی بدرجہے غلام تو آدمی ہے اور ہماری طرح آدمی اور اللہ ہے اور غلام لونڈی اس وجہ سے کہنہ مکروہ ہے کہ کوئی اس سے حقیقی معنی نہ سمجھے۔ کیوں کہ حقیقی بندگی تو سوائے خدا کے اور کسی کے لیے نہیں ہو سکتی۔

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے آیات قرآنی نقل کی ہیں جن سے لفظ غلام، لونڈی اور سید کے الفاظ استعمال کرنے کا جواز ثابت کیا ہے۔ یہ سب ہی قرآنی معانی میں ہیں۔ لفظ عید، مملوک اور سید آقا تعالیٰ وادیت نبوی میں تھے جن میں سید کا یہاں منقول ہے۔ ان سے ان الفاظ کا مجازی معانی میں استعمال ثابت ہوا۔ قال ابن بطال جاز ان يقول الرجل عبدي او امتي بقوله تعالي والصلحين من عبادكم و امتكم انما انهي عه على سبيل الغلظة لاعلى سبيل التحريم و كره ذلك لاشتراك اللفظ اذ يقال عبد الله و امه الله فعلى هذا لا ينبغي التسمية بنحو عبدالرسول و عبدالمسي و بنحو ذلك مما يعضاف العبد فيه الى غير الله تعالي (حاشیہ بخاری شریف)

وقوله عبدي، او امتي. وقال الله تعالي (والصلحين من عبادكم و امتكم) وقال (عبد مملوكا) (والغيا مسيها لدى الباب) وقال (من فتياتكم المؤمنات) وقال النبي صلى الله عليه وسلم "قوموا الى مسيكم". و (اذكروني عند ربكم) مسيكم. "و من مسيكم".

اور دوسرے نو مسلم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اور تمہارے غلاموں اور تمہاری باندیوں میں جو تک بخت ہیں اور (سورۃ نوح میں فرمایا) (سورۃ یوسف میں فرمایا) اور دونوں (حضرت یوسف اور زلیخا) نے اپنے آقا (عزیز مصر) کو دروازے پر بلایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سوئے ہوا میں، فرمایا تمہاری مسلمان باندیوں میں سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے سردار کے لینے کے لیے اشوا (سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے) اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ یوسف میں فرمایا (یوسف نے اپنے

نیل خانبہ کے ساتھی سے کہا تھا کہ (اپنے مراد) (حاکم) کے یہاں میرا ذکر کر دینا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بول) سے دریافت فرمایا تھا کہ (تمہارا سر واروں کے؟)

آقا کا غلام کو بھائی یا بیٹا کہنے کا بیان

(وَلَوْ قَالَ يَا بَنِي أَوْ يَا أَخِي لَمْ يُعْتَقْ) لَأَنَّ السَّادَّ لِلْبِغْلَامِ الْمَسَادَى إِلَّا أَنَّهُ إِذَا كَانَ بِوَصْفٍ يُمَكِّنُ الْإِبْنَانَةَ مِنْ جِهَتِهِ كَانَ لِتَحْقِيقِ ذَلِكَ الْمَوْصِفِ فِي الْمَسَادَى اسْتِحْضَارًا لَهُ بِالنَّوْصِفِ الْمَخْصُوصِ كَمَا فِي قَوْلِهِ يَا خُرْ عَلَيَّ مَا يَسَاءُ، وَإِذَا كَانَ السَّادُّ الْمَوْصِفُ لَا يُمَكِّنُ ابْنَانَتَهُ مِنْ جِهَتِهِ كَانَ لِلْبِغْلَامِ الْمَحْرُودِ دُونَ تَحْقِيقِ الْوَصْفِ فِيهِ لِعَدْوَرِهِ وَالْبُؤُوءُ لَا يُمَكِّنُ ابْنَانَتَهَا حَالَةَ السَّادِّ مِنْ جِهَتِهِ لِأَنَّهُ لَوْ اخْتَلَقَ مِنْ مَاءٍ غَيْرِهِ لَا يَكُونُ ابْنًا لَهُ بَعْدَ السَّادِّ فَكَانَ لِمُحْرَدِ الْإِبْلَامِ.

وَيُرْوَى عَنْ أَبِي حَبِيبَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ شَاذًا أَنَّهُ يُعْتَقُ فِيهِمَا وَإِلَّا عَمَادٌ عَلَى الظَّاهِرِ. وَلَوْ قَالَ يَا ابْنَ لَمْ يُعْتَقْ لِأَنَّ الْأَمْرَ كَمَا أَخْبَرَ فَإِنَّهُ ابْنُ أَبِيهِ، وَكَذَا إِذَا قَالَ يَا نَتَّى أَوْ يَا بَنِيَّةً لِأَنَّهُ تَصْغِيرُ الْإِبْنِ وَالْبَنِي مِنْ غَيْرِ إِضَافَةٍ وَالْأَمْرُ كَمَا أَخْبَرَ.

ترجمہ

اور جب کسی کا نام کہے میرے بیٹے، اسے میرے بھائی تو خدام آزاد نہیں ہوگا۔ کیونکہ خدام نہ دی کو مطلع کرتے کیسے ہوئے۔ مگر جس وقت وہ کسی ایسے وصف کے ساتھ ہو جس کو پکارنے والے کی طرف ثابت کرنا ممکن ہو تو یہ منادی میں وہ وصف ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ نہ دی کو کسی وصف کے ساتھ جو ظاہر کر رہا ہے جس طرح کسی کا نام کہنا ہے آزاد کیا جس کو ہم نے کر رہے ہیں اور جب نہاد کسی ایسے وصف کے ساتھ ہو جس میں نہاد دینے والے کی طرف ثابت کرنا ممکن نہ ہو تو یہاں پر نہاد صرف اعلان کیسے ہوگی نہ دی میں ثبوت وصف کیسے نہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں، ثابت ممکن نہیں ہے۔ جبکہ بیٹہ ہوتا یا بیٹا یہ وصف ہے جس کو پکارتے وقت ثبوت نہ دی ممکن نہیں ہے کیونکہ اگر وہ کسی دوسرے کے خلف پیدا ہوا ہے تو اس نہاد سے وہ اس کا بیٹہ نہ ہوگا۔ پس یہ نہاد صرف اطلاع کیسے ہوگی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے شاذ ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ دونوں صورتوں میں غلام آزاد ہو جائے گا۔ البتہ اعتقاد ہر الروایت پر ہے۔ اور جب کسی کا نام اپنے غلام کو بیٹا کہے تو وہ غلام آزاد نہ ہوگا کیونکہ یہ وہی قسم ہے جس کی اس نے خبر دی ہے۔ کیونکہ وہ غلام اپنے باپ کا بیٹا ہے اور جب کسی کا نام اپنے بیٹے کو یا بیٹہ کہے کیونکہ یہاں اضافت غیر انداز و بہت کے تغیر

ہے اور یہ علم خبر کے مطابق ہے۔

نہاد کا فقہی مفہوم

کسی کو توجہ اپنی طرف کرنے کیسے نہاد کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کیسے مخصوص حروف استعمال کیے جاتے ہیں۔ جن میں حروف نہاد کہتے ہیں اور جس کی توجہ مطلوب ہو اسے منادی کہتے ہیں۔

حروف نہاد: یہ پانچ ہیں۔ یا، ایا، ہیا، ای، اور حمزہ مفتوحہ۔

ن کا استعمال: یا، اقرب و بعید اور متوسط کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ایا، وھیا: یہ صرف بعید کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔ ائی، حمزہ مفتوحہ: یہ قریب کیلئے ہیں۔

منادی:

منادی ایہ اسم ہے جو حرف نہاد کے بعد آتا ہے۔ اور اس سے منادی کی توجہ مطلوب ہوتی ہے۔ جیسے یا رسول اللہ (ص)، اللہ علیہ وسلم

منادئ کی اقسام و اعراب منادئ کی پانچ اقسام ہیں

مفرد معرف یعنی جب منادی معرفہ ہو، مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو

تو اس صورت میں مرفوع ہوگا۔ جیسے یا زید۔

نکرہ معین یعنی جب نکرہ معین ہو۔ تو اس صورت میں بھی مرفوع ہوگا۔ جیسے یا رجل۔

نکرہ غیر معین یعنی جب منادی نکرہ غیر معین ہو گاتو اس صورت میں منصوب ہوگا۔ جیسے کسی اندھے کا کہنا یا رجلاً خذ ببیدی (اے کوئی آدمی میرا ہاتھ پکڑ)۔

مضاف: یعنی جب منادی مضاف ہو تو اس صورت میں بھی منصوب ہوگا۔ جیسے یا سیدۃ البیت۔

مشابہ مضاف: یعنی وہ اسم جو مضاف تو نہ ہو لیکن مضاف کی طرح (دوسرے اسم سے بغیر عمل نہ ہو اور اپنے بعد میں مال ہو تو اس صورت میں بھی منصوب ہوگا جیسے یا طلقاً جیلاً (اے پٹا پر چھٹنے والے)

حروف نہاد اذغو (FONT) فعل کے قائم مقام ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نہادی اذغو فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے محلاً ہمیشہ منصوب ہوتا ہے

اگرچہ بعض اوقات لفظ مرفوع ہوتا ہے . جیسے یَا زَیْدُ یعنی اُدْعُوْ زَیْدًا .

حروف نداء کے چند ضروری قواعد:

اسم جلالت پر حرف یاء داخل ہوتا ہے جیسے یَا اَللّٰهُ .

اگر مذکر صریح بلا لام ہو تو حرف نداء اور منادی کے درمیان مذکر کی صورت میں آیتھا اور مؤنث کی صورت میں آیتھیا کا ضافہ کرتے ہیں۔ جیسے یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ اور یَا اَیُّهَا النَّفْسُ الْمُنْتَظِرَةُ .

مقام دعا میں حرف نداء یا کو گرا کر اسم جلالت کے آخر میں میم مشدد کا اضافہ کیا جاتا ہے . جیسے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا .

کبھی منادی کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ قریبہ پایا جائے . جیسے اَلَا یَا اِسْمٰعٰلُ یہاں لفظ قَوْمِ منادی محذوف ہے اور قریبہ حرف نداء کا فعل پر داخل ہونا ہے .

کبھی کبھی حرف نداء کو بھی حذف کر دیا جاتا ہے جیسے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اصل میں یَا یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اور السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اصل میں اَلْسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ تھا .

اگر منادی غلام، رَبِّ، اُمِّ وغیرہ الفاظ ہوں اور یہ پائے متکلم کی طرف مضاف بھی ہوں تو انکو چار طریقوں سے بڑھ سکتے ہیں . یَا غُلَامِیْ، یَا غُلَامِیْ، یَا غُلَامِ، یَا غُلَامًا اور اسی طرح یَا زَیْنِیْ، یَا زَیْنِیْ، یَا رَبِّیْ، یَا رَبِّ، یَا رَبَّنَا، اسی طرح مذکورہ دیگر الفاظ بھی .

اگر مادی مفرد معرفہ ہو اور اس کے بعد اِنِّ یا بِنْتُ کا لفظ آجائے تو منادی اِنِّ اور بِنْتُ سمیت منصوب جبکہ بعد والا علم مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہو گا . جیسے یَا عَلِیُّ اِبْنُ اَبِی طَالِبٍ اور یَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم .

ترکیب: یَا غُلَامُ زَیْدُ

یَا حرف نداء قائم مقام اُدْعُوْ فعل کے اُدْعُوْ فعل اس میں اُمّ ضمیر فاعل، غُلَامُ مضاف اور زَیْدُ مضاف، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر منادی قائم مقام مفعول بہ ہوا، اُدْعُوْ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ بدائیہ ہوا .

ترکیب: یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ

یَا حرف نداء قائم مقام اُدْعُوْ فعل کے، اُدْعُوْ فعل اس میں اُمّ ضمیر اس کا فاعل، اَیُّ مضاف تھا ضمیر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر موصوف اَلْبِیُّ صفت موصوف اپنے صفت سے ملکر مادی قائم مقام مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور قائم مقام مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا . جاهد فعل امر اس میں اَنْتُ ضمیر فاعل، الْکُفَّارَ اس کا مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقصود بالنداء ہوا .

جب کسی نے اپنی کنیز سے کہا، اے زانیہ! اے پاگل یا کہاں وہابیات نے ایسا کیا پھر اس کنیز کو بیچا تو یہاں سے ان محبوب میں سے کوئی عیب پایا اور اسے چل چلا گیا کہ بائع نے کسی موقع پر ایسا کہا تھا تو وہ قول عیب کا اقرار قرار دے کر بوئی کو واپس نہیں کر سکتا کہ وہ الفاظ نداء میں یا گالی اون سے مقصود نہیں کہ وہ ایسی ہے اور اگر مالک نے یہ کہا ہے کہ یہ بوئی ہے یا زانیہ ہے یا پاگل ہے تو مشتری واپس کر سکتا ہے کہ یہ اقرار ہے۔ (درالاحکام، ج ۲، ص ۲۷، بیروت)

اگر گھوڑوں والے یا بکاتے والے جانوروں کو ایسے عیب کے ساتھ بیچا رہے ہیں جن کی وجہ سے اون کو واپس کیا جا سکتا ہے واپس بھی جن صورت ہے کہ اگر اون الفاظ سے گالی دینا مقصود ہوئے یا بکارت مقصود ہوئے تو عیب کا اقرار نہیں اور اگر خبر دینا مقصود ہوئے تو اقرار ہے اور مشتری واپس کر سکتا ہے۔

کلام کے حقیقی معنی کے محال ہونے کا بیان

(وَإِنْ قَالَ لِعَلَامٍ لَا يُولَدُ مِثْلُهُ لِمِثْلِهِ هَذَا ابْنِي عَنَّقَ عُنْدَ أَبِي حَبِیْبَةٍ رَّحِمَهُ اللّٰهُ) وَقَالَ: لَا يَعْشَقُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَّحِمَهُ اللّٰهُ لَهْمُ اَنَّهُ كَلَامٌ مُحَالٌ الْحَقِیْقَةُ فَعَرَدَ قَبْلَهُو كَقَوْلِهِ اَعَقَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَخْلُقَ اَوْ قَبْلَ اَنْ تَخْلُقَ .

وَلَا بَی حَبِیْبَةٍ رَّحِمَهُ اللّٰهُ اَنَّهُ كَلَامٌ مُحَالٌ بِحَقِیْقَتِهِ لَكِنَّهُ صَحِیحٌ بِمَجَازٍ لِأَنَّهُ اِخْبَارٌ عَنْ حُرَیْبٍ مِنْ جَرِیْنٍ مَلَكَهٗ، وَهَذَا لِأَنَّ الْبُؤْسَ فِی الْمَمْلُوْكِ سَبَبٌ لِحُرَرِیَّتِهِ، اِمَّا اِجْمَاعًا اَوْ

صَلَّةٌ لِلْعُرَابِيَّةِ، وَإِطْلَاقُ السَّبِّ وَإِرَافَةُ الْمُسَبِّ مُسْتَحَازٌ فِي اللَّغَةِ تَجَرُّزًا، وَلَاقٌ  
الْحُرِّيَّةَ مَلَاذِمَةً لِلنُّسُوءِ فِي الْمَمْلُوكِ وَالْمُتَنَاهَةِ فِي وَضْعِ مَلَامٍ مِنْ طَرَفِ الْمَحَازِ  
عَلَى مَا عُرِفَ فَيَحْمَلُ عَلَيْهِ تَجَرُّزًا عَنِ الْإِلْفَاءِ، بِخِلَافِ مَا اسْتَشْهَدَ بِهِ لَأَنَّهُ لَا وَجْهَ لَهُ  
فِي الْمَحَازِ فَتَعَيَّنَ الْإِلْفَاءُ، وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ قَطَعْتَ بَدَنَكَ فَاحْرَجْهُمَا  
صُجْبَتَيْنِ حَيْثُ لَمْ يَحْمَلْ مَحَازًا عَنِ الْإِفْرَاقِ بِالْمَالِ وَالنِّزَامِ وَإِنْ كَانَ الْقَطْعُ سَبًّا  
لِوُجُوبِ الْمَالِ لِأَنَّ الْقَطْعَ حَقًّا سَبُّ لَوْ جُوبِ مَالٍ مَخْصُوصٍ وَهُوَ الْأَرْشُ، وَأَنَّهُ  
يُخَالِفُ مُطْلَقَ الْمَالِ فِي الْوُضُفِ حَتَّى وَجِبَ عَلَى الْعَاقِلِيَّةِ فِي سَتِّينَ وَلَا يُعْكَفُ الْإِنْتَاهُ  
بِلُزُومِ الْقَطْعِ، وَمَا أَمْكَلُ الْإِنْتَاهُ فَالْقَطْعُ لَيْسَ بِسَبِّ لَهُ، أَمَّا الْحُرِّيَّةُ فَلَا تَحْتَلِفُ ذَاتًا  
وَحُكْمًا فَأَمَّا كُنْ جَعَلَهُ مَجَازًا عَنْهُ.

ترجمہ

اور جب آقائے نامی ایسے نہ کہ اس جیسے غلام اس سے پیدا نہیں ہو سکتے "لَا يُؤَلَّدُ مِنْهُ لِيُغْلِبَهُ هَذَا الْفِي" کہا تو حضرت  
امام عظیم رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ آزاد ہو جائے گا جبکہ صحابہ اور ایک قول کے مطابق امام شافعی کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا۔  
فتیہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک ایک نام ہے جس کو توفیق معنی پر محمول کرنا ناممکن ہے۔ ہمدادہ خواہ فضول ہو جائے گا جس طرح آقا کا  
یقول ہے کہ میں نے تجھے اپنی پیدائش سے پہلے یا تیری پیدائش سے پہلے آزاد کر دیا۔

حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ کلام اگر چاہے تحقیق میں ناممکن ہے لیکن اس کا استعمال عمار میں صحیح ہے  
کیونکہ اس میں آقا کے مالک ہونے میں غلام کی آزادی کی خبر ہے۔ اور اس حکم دلیل یہ ہے کہ اس کی آزادی کا سبب غلام کا بیٹا ہونا  
ہے۔ یہ پھر جہاں کے سبب یا قربت کے سلسلے کے سبب ہے اور یہ سبب بول کو سبب مراد لیا گیا ہے۔ اور یہاں عرب کے مطابق  
ہے۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ غلامی میں بیٹا ہونے کیسے آزادی ضروری ہے جبکہ ذمہ میں تفسید یہ طریق مجاز میں سے ایک اصول ہے  
جس طرح معصوم ہو چکا ہے پس اس کلام کو کفر سے بچانے کیلئے مجاز پر محمول کیا جائے گا۔

جبکہ اس مسئلہ کے خلاف ہے جس سے استغناء و تیش کی گئی ہے کیونکہ اس میں مجاز کا کوئی اصول نہیں ہے تو اس کا مفہوم وہاں  
متعین ہے۔ اور جبکہ یہ اس صورت کے خلاف ہے کہ جب کسی شخص نے دوسرے سے کہہ کر میں نے تیرا ہاتھ کاٹ دیا لیکن اس نے  
اپنے دونوں ہاتھوں کو سلائی کے ساتھ نکال تو اسے قرار بد مال اور بد مال سے مجاز میں قرار دیا جا سکتا کیونکہ ہاتھ کا ٹکڑا کرنا گردِ مال  
مخصوص یعنی تین تاروں کے سبب واجب ہے۔ اور یہ ایک وصف میں مطلق ال کے خلاف ہے۔ اسی لئے قائل پر مال دوسراں کے  
جرم سے واجب ہوتا ہے۔ جبکہ ہاتھ کاٹنے کے ساتھ اس کا اثبات ممکن نہیں ہے اور یہاں جس کا اثبات ممکن ہے اور کائنات اس کا

بہ نہیں ہے۔ البتہ آزادی کو دو ذوات اور حکم کے اعتبار سے مختلف نہیں ہوتی۔ پس اس سے مجازی طور پر حریت مراد لینا ممکن ہے۔

### غلام کو غلام کہہ کر پکارنے کی ممانعت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے غلام  
دوڑنی (و) میں نہ کہے کہ میرا بندہ یا میری بندگی اور نہ ہی مملوک کہیں کہ میرا رب یا میری ربہ۔ یہ وہ ایک اپنے غلام کو کہے میرے  
جوان در میری لڑکی اور غلام کو چاہے کہ کہے میرے مراد اور اسے میری مراد نہ کہے۔ کیونکہ تم سب مملوک ہو اور رب تو اللہ تعالیٰ  
ہیں۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1567)

نہ کہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں کو غلام کہہ کر پکارنے سے بھی منع کیا ہے، اس میں حقارت کا جو پہلو مضمر ہے، وہ واضح ہے۔  
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں کے لئے بڑے ہی خوب صورت القاب وضع کئے اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی کہ تم میں سے  
کوئی میرا غلام یا میری باندگی نہ کہے اور نہ غلام میرا رب کہے۔ مالک کو میرے بیٹے، میری بیٹی کہنا چاہئے اور غلام کو چاہئے کہ میرے  
مراد یا مراد ہی کہے۔ کیوں کہ تم سب مملوک ہو اور رب تو سب کا اللہ تعالیٰ ہے۔

غلامی انسان کی فطرت میں داخل نہیں، بلکہ ایک اتفاق حادثہ ہے۔ اسلام نے اس کی وجہ سے غلاموں کو دل برداشتہ ہونے سے  
روک دیا اور ان کے لئے خواہ مخواہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ آج کی نام نہاد و مہذب قوم قدی کی اعتقادات میں غلامی کے نام کا وجود اپنے  
حق و حقوق کے ساتھ بڑی اذیت ثابت کر رہا ہے اور انہیں کسی خاطر میں نہیں لیتی اور ان کے ساتھ جس زبردستی کا  
مظاہرہ کیا جاتا ہے اس کے ذکر سے بھی روٹنے کفر سے ہو جاتا ہے۔ جب کہ اسلام اپنے خادموں کو گھر گھر کا ایک فرد شکر کرتا  
ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دنوں میں غلام اپنے نئے آزادی کی یہی غلامی کوئی پسند کرتے تھے، وہ جانتے تھے کہ  
آزادی کے بعد انہیں دو حالتیں نہیں مل سکیں گی اور اس افسانہ کی نظر سے محروم ہو جائیں گے جو انہیں غلامی کی حاکمیت میں حاصل  
ہے۔ آزادی کے بعد وہ خود و خود مددگار ہوں گے، جب کہ غلامی کی صورت میں معاشرانہ کا کاغذ ہے۔

### آقا کا اپنے غلام یا غلامی کو مال یا مال پر قرار دینے کا بیان

وَلَوْ قَالَ: هَذَا أَيْ أَوْ أُمِّي وَمِنْهُ لَا يُؤَلَّدُ لِمِثْلَيْهِمَا فَهُوَ عَلَى الْخِلَافِ لِمَا بَيَّنَّا، وَلَوْ قَالَ  
لِصَبِي صَغِيرٍ: هَذَا جَدِّي قِيلَ: هُوَ عَلَى الْخِلَافِ.

وَقِيلَ: لَا يُعْتَقُ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّ هَذَا الْكَلَامَ لَا مُوجِبَ لَهُ فِي الْمِلْكِ إِلَّا بِوَاسِطَةِ وَهُوَ  
الْأَبُ وَهِيَ غَيْرُ قَائِمَةٍ فِي كَلَامِهِ فَتَعَدُّ أَنْ يَحْمَلَ مَحَازًا عَنِ الْمُوجِبِ. بِخِلَافِ الْأَوَّلَةِ  
وَالثَّوَلَةِ لِأَنَّ لَهُمَا مُوجِبًا فِي الْمِلْكِ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ، وَلَوْ قَالَ: هَذَا أَيْحَى لَا يُعْتَقُ فِي  
ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ يُعْتَقُ. وَوَجْهُ الرِّوَايَتَيْنِ مَا تَبَيَّنَا.

وَلَوْ قَالَ لَعَلَّهِ هَذَا ابْنِي فَقَدْ قِيلَ عَلَى الْخِلَافِ ، وَقِيلَ هُوَ بِالْإِجْمَاعِ لِأَنَّ الْمُتَّارَ إِلَيْهِ  
لَيْسَ مِنْ جَنْبِ الْمُسَمَّى فَتَعَيَّنَ الْحُكْمُ بِالْمُسَمَّى وَهُوَ مَعْلُومٌ فَلَا يُعْزَرُ وَقَدْ حَقَّقَاهُ  
إِلَى النِّكَاحِ .

ترجمہ

دوسرے کے آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ میرا باپ ہے یا نہی سے کہا کہ یہ میری ماں ہے اور اس طرح کا غلام اس کا باپ  
یا اس طرح کی باندی اس کی ماں نہیں ہو سکتی تو اس مسئلے کا اختلاف بھی مذکورہ اختلاف کی طرح ہے اسی دلیل کے پیش نظر جس کو ہم  
پرانے کرتے ہیں۔

اگر کسی شخص نے چھوٹے بچے سے کہا کہ یہ میرا دادا ہے تو ایک قول کے مطابق یہ اختلاف شدہ قول ہے اور دوسرے قول کے  
مطابق وہ باحق فقہاء آزاد نہ ہوگا کیونکہ غلام کی ملکیت میں اس حکم کے بغیر کسی ذریعے کے کچھ واجب کرنے والا نہیں ہے۔ جبکہ  
اس حکم میں کوئی ذریعہ ثابت ہی نہیں ہے۔ پس اس کو مجازی طور آزادی کا موجب قرار دینا ناممکن ہے۔ جبکہ باپ ہونے یا بیٹا  
ہونے میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ وہاں پر بغیر کسی ذریعے کے بھی غلام میں یہ دونوں اسباب آزادی کو واجب کرنے والے ہیں  
اور جب آقا نے حد اثباتی کہا تو ظاہر روایت کے مطابق غلام آزاد نہ ہوگا۔

حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ ایک روایت کے مطابق وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور ان دونوں روایات کی دلیل ہم  
بیان کر چکے ہیں اور جب آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے تو ایک قول یہ ہے کہ اس میں بھی اختلاف ہے اور دوسرے  
قول کے مطابق یہ ایسا ہی مسئلہ ہے جیسا کہ مذکورہ کی جنس میں نہیں ہے جبکہ حکم کا حلقہ مذکور (مسی) کے ساتھ ہے اور کسی  
معدوم ہے نہ ہی یہ حکام غیر معتبر ہے اور کتاب نکاح میں ہم اس مسئلہ کی تحقیق بیان کرتے ہیں۔

قرائن سے استدلال مسائل کا فقہی بیان

صاحب برائے مذکورہ عبارت اگر کسی شخص نے چھوٹے بچے سے کہا کہ یہ میرا دادا ہے تو ایک قول کے مطابق یہ اختلاف شدہ  
قول ہے اور دوسرے قول کے مطابق وہ باحق فقہاء آزاد نہ ہوگا کیونکہ غلام کی ملکیت میں اس حکم کے بغیر کسی ذریعے کے کچھ  
واجب کرنے والا نہیں ہے۔ جبکہ اس حکم میں کوئی ذریعہ ثابت ہی نہیں ہے۔ پس اس کو مجازی طور آزادی کا موجب قرار دینا ناممکن  
ہے۔ جبکہ باپ ہونے یا بیٹا ہونے میں ایسا نہیں ہے۔ اسے معلوم ہوا کہ احکام شریعہ میں قرائن کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے اور خلاف  
قرینہ کی دلیل کو بھی ساتھ کیا جاسکتا ہے۔

باندی کو مطلقہ یا باندہ کہنے کا بیان

(وَأِنْ قَالَ لَا مِيهَ : نَأْتِ طَلِيقٌ أَوْ بَائِنٌ أَوْ تَحْصِرِي وَتَوَيَّ بِهِ الْعَقْدُ لَمْ تَعْتَقْ) وَقَالَ

الْبَائِنُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَيَّنَ إِذَا تَوَيَّ ، وَكَذَا عَلَى هَذَا الْخِلَافِ سَائِرُ الْقَاطِ الصَّرِيحِ  
وَالْكِنَايَةِ عَلَى مَا قَالَ مَسْأَلُهُمْ رَحِمَهُمُ اللَّهُ لَهُ أَنَّهُ تَوَيَّ مَا يَحْتَمِلُهُ لَفْظُهُ لِأَنَّ بَيْنَ  
الْمَلِكَيْنِ مُوَافَقَةً إِذْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِلْكُ الْعَيْنِ ، أَمَّا مِلْكُ الْيَمِينِ فَظَاهِرٌ ،  
وَكَذَلِكَ مِلْكُ النِّكَاحِ فِي حُكْمِ مِلْكِ الْعَيْنِ حَتَّى كَانَ النَّابِذُ مِنْ شَرْطِهِ وَالنَّاقِضُ  
مُطْلَاقًا وَعَمَلُ اللَّفْظَيْنِ فِي إِسْقَاطِ مَا هُوَ حَقُّهُ وَهُوَ الْمِلْكُ وَلِهَذَا يَصِحُّ التَّعْلِيلُ فِيهِ  
بِالشَّرْطِ ، أَمَّا الْأَحْكَامُ فَتَبَيَّنَتْ سَبَبُ سَابِقٍ وَهُوَ كَوْنُهُ مُكْتَلَفًا ، وَلِهَذَا يَصْلَحُ لَفْظُهُ الْعَيْنِ  
وَالْتَعْيِيرُ كَمَا نَزَلَ عَنْ الطَّلَاقِ لَكَذَا عِنْدَهُ .

وَلَكِنَّا أَنَّهُ تَوَيَّ سَلَا يَحْتَمِلُهُ لَفْظُهُ لِأَنَّ الْإِغْثَاقَ لَعَمَّ بَيِّنَاتِ الْفُرْقَةِ وَالطَّلَاقِ رَفَعَ الْقَيْدَ ،  
وَعَدَا لِأَنَّ الْعَبْدَ الْحَقِيقَ بِالْجَمَادَاتِ وَبِالْإِغْثَاقِ يَغْيَا فَيَقْدِرُ ، وَلَا كَذَلِكَ الْمُنْكَوْحَةُ  
فَإِنَّهَا قَائِرَةٌ إِلَّا أَنَّ قَيْدَ النِّكَاحِ مَانِعٌ وَبِالطَّلَاقِ يَرْفَعُ الْمَانِعَ فَتُظْهِرُ الْفُرْقَةُ وَلَا خَفَاءُ أَنَّ  
الْأَوَّلَ أَقْوَى ، وَلَئِنْ مِلْكُ الْيَمِينِ فَوْقَ مِلْكِ النِّكَاحِ فَكَانَ إِسْقَاطُهُ أَقْوَى وَاللَّفْظُ  
يَصْلَحُ مَسْجَرًا عَمَّا هُوَ دُونَ حَقِيقَتِهِ لَا عَمَّا هُوَ فَوْقَهُ ، فَلِهَذَا امْتَنَعَ فِي الْمُتَّارِ فِيهِ  
وَأَنَسَعَ فِي عَمَلِهِ .

ترجمہ

اور جب آقا نے اپنی باندی سے کہا تو مطلقہ ہے یا باندہ ہے یا توادھ لے اور اس سے حق کی نیت کی تو وہ آزاد نہیں ہوگی  
امہم غنی فرماتے ہیں اگر آقا نے آزادی کی نیت کر لی تو وہ آزاد ہو جائے گی اور تم امام الفخر سے اور کہ یہ میں بھی جیسا کہ اختلاف ہے  
جیسے کہ سنا ہے شافعی نے بیان کیا ہے امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اس نے ایک چیز کی نیت کی ہے جس کا وہ لفظ احتمال رکھتا ہے۔ اس  
لیے کہ دونوں ملکوں کے درمیان موافقت ہے جبکہ دونوں میں سے ہر ایک کی ملک ذاتی ملک ہے۔ جبکہ ممکن ہے تو وہ طہر ہے اور  
ملک نکاح بھی ملک یمن کے حکم میں ہے اسی لئے فقہی نکاح کی شرط ہے اور دو متعین نکاح کے لئے معتدل ہے اور دونوں ملکوں کا  
عمل اس کے حق کو ساتھ کرنے کے لئے ہے اور وہ ملکیت باندی کے آزادی کو شرط پر مطلق کرنا درست ہے باقی احکام وہ جب سابق  
کے ساتھ ثابت ہوتے ہیں اور سابق کا سبب آقا کا مکلف ہونا ہے۔ اس لئے فقہ حق اور فقہ تحریر کیا ہے اس لئے مطلق ہونے کی  
صلاحت رکھتے ہیں جبکہ ایسے ہی اس کا الٹ بھی درست ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ آقا نے ایسا معنی مرا لیا ہے جس کا لفظ احتمال نہیں رکھتا اس لئے کہ قوت کے ثابت ہونے کوئی آزادی

کہتے ہیں جبکہ طلاق رفع قید کا نام ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ غلام کو جمادات کے ساتھ لائق کیا گیا ہے۔ اور آزادی کی وجہ سے وہ زکوٰۃ رد کر تشریقات پر درود ہو جاتا ہے۔ اور منکوحہ کا یہ حال نہیں ہے اس لئے کہ وہ تصرف پر قادر ہوتی ہے۔ لیکن قید نکاح اس سے مانع ہے۔ اور صدق سے مانع نہیں ہو جاتا ہے جس سے قوت نہ ہو وہی اور اس امر میں کوئی خفا نہیں ہے کہ پہلے زیادہ قوی ہے اور اس لئے کہ ملک یمن ملک نکاح سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے اس کا ساتھ بھی زیادہ قوی ہوگا اور غلط اپنے سے کم کے لئے تو ہی زمین سکتا ہے لیکن اپنے سے بندے کے بچاؤ نہیں بن سکتا اس لئے کہ جس میں توزع ہو اس کے لئے ہی وضع ہوگا اور اس کے برخلاف میں چلے گا۔

**ملک یمن ملک نکاح سے قوت میں زیادہ ہوتا ہے قاعدہ فقہیہ**

صاحب ہدایہ کی مذکورہ عبارت فقہ شافعی حنفی کا اختلاف بیان کیا گیا ہے جس میں احناف کی دلیل اس قاعدہ فقہیہ ہے۔ اور اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ ملک یمن ملک نکاح سے قوت میں زیادہ ہوا کرتی ہے۔ یعنی اگر کسی نے ملک نکاح کے منکوحہ کا ارادہ کیا تو اس سے ملک یمن کا منکوحہ ہوگا کیونکہ اصل دینی کے تحت واضح نہیں ہوگا مگر آزادی کے اسی کے تحت ہو سکتا ہے اسی قاعدہ سے مستلزم ہے ہوا ہے کہ اگر کسی نے اپنی باندگی کو قطع پایا نہ کہ اللہ سے پکارا تو وہ آزاد نہ ہوگی کیونکہ غلط عقیدہ یا نہ یہ قید نکاح کو اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن قید ملک اٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ ان دونوں کی قوت میں فرق ہے یہی احناف کی دلیل ہے جس کو مصنف علیہ الرحمہ نے ذکر کیا ہے۔ (رضوی غنی عنہ)

**غلام کو آزادی کی شکل قرار دینے کا بیان**

(وَإِذَا قَالَ لِعَبْدِهِ أَنْتَ مُلْكُ الْحُرِّ كَمْ يَبْقَى) لَاَنَّ الْجِنْسَ يُنْتَعَمَلُ لِلْمُسَاوَاةِ فِي بَعْضِ الْمَعْنَايِ عُرْفًا فَوَقَعَ الشُّكُّ فِي الْحُرِّيَةِ (وَلَوْ قَالَ: مَا أَنْتَ إِلَّا حُرٌّ عَقٌّ) لَاَنَّ الْإِسْتِنَاءَ مِنَ السُّفْهِ الْإِبْثَاتُ عَلَى وَجْهِ التَّكْيِيدِ كَمَا فِي كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ (وَلَوْ قَالَ: وَأَنْتَ وَأَنْتُ حُرٌّ لَا يَبْقَى) لِأَنَّهُ تَشْبِيهُ بِخَلْفِ حُرِّهِ (وَلَوْ قَالَ: وَأَنْتَ وَأَنْتُ حُرٌّ عَقٌّ) لِأَنَّهُ الْإِبْثَاتُ الْحُرِّيَّةَ فِيهِ إِذْ الرُّأْسُ يُعْبَرُ بِهِ عَنْ جَمِيعِ الْبَدَنِ.

ترجمہ

اور جب آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزادی کی شکل ہے تو وہ آزادی نہیں ہوگا اس لئے کہ لفظ ش عام طور پر کسی معانی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لہذا حریت میں شک پیدا ہو گیا اور جب اس نے کہا کہ تو نہیں ہے مگر آزاد تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ اسے اشتہہ کا اثبات میں تاکید پیدا کرنے والا ہے جس طرح کلمہ شہادت میں ہے۔ اور اگر آقا نے کہا کہ تیرا آزاد کا سر ہے تو اس صورت میں غلام آزاد نہ ہوگا کیونکہ یہ حرف حذف تشبیہ کے ساتھ ہے۔ اور جب اس نے کہا کہ تیرا آزاد سر ہے تو غلام آزاد ہو

ہے۔ یہاں تک اس طرح غلام اس آزادی ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ سر کے ذریعے تمام بدن کو تحریر کیا جاتا ہے۔

شرح

ملازم بن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ مصنف اس قول میں آزادی کی طرف اشارہ ہے خواہ اس نے آزادی کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو لیکن اس طرح آزاد نہ ہوگا۔  
امم بن سخی علیہ الرحمہ نے ميسوط میں لکھ ہے کہ اگر اس نے آزادی کی نیت کی تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ عرف عام میں شہرہ کی معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے جس کے سبب شک پیدا ہو جاتا ہے اور جب اس نے آزادی کی نیت کی تو اس سے وہ شک بھی غم ہو جائے گا لہذا وہ آزاد ہو جائے گا۔ (عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۶ ص ۱۸۷، بیروت)

**استثناء اثبات میں تاکید پیدا کرنے کا قاعدہ فقہیہ**

صاحب ہدایہ نے یہاں مذکور عبارت میں یہ قاعدہ فقہیہ بھی بیان کیا ہے کہ اشتہا نکاح میں یعنی اثبات میں تاکید پیدا کرتا ہے اور نہ وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ جس طرح کلمہ شہادت میں سے اشتہاء اللہ تعالیٰ کی توحید کا اثبات کرنے کے ساتھ اس میں تاکید پیدا کرنے والا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اشتہاء کلام میں تاکید پیدا کرنے والا ہے۔ اس قاعدہ کا ثبوت اس حدیث مبارکہ سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب وفات پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علیہ السلام بنائے گئے اور اہل عرب میں سے جنہیں کا فرمان تھا وہ کافر ہو گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے خلاف اسناد جنگ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کرتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے لوگوں سے لڑنے کا خمس اس وقت تک ہوا ہے کہ وہ لا اِلهَ اِلَّا اللہ کے قائل ہو جائیں پس جو شخص لا اِلهَ اِلَّا اللہ کا قائل ہو جائے گا وہ مجھ سے بنامان و مال پہلے گا یا حق پر ضرور اس کے جان و مال سے تعرض کیا جائے گا یا اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں ضرور اس شخص سے قتل کروں گا جو نہ زور کوۃ کی فریخت میں فرق جانتا ہے کیونکہ جس طرح نماز نیم کا حق ہے اسی طرح زکوٰۃ مال کا حق ہے اللہ کی قسم اگر وہ لوگ ایک دوسرے سے بھی انکار کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے اور مجھے نہ دیں گے تو میں ضرور ان سے جنگ کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سپرد مقرر ہوا تو اس نے جنگ کرنے کے لئے کشادہ کر دیا ہے تو میں بھی بھیج دیا کہ یہی بات حق ہے صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 127





## یہ فصل شرعی اختیار والے اعتاق کے بیان میں ہے ﴿﴾

### فصل اختیار شرعی والی آزادی کی فقہی مطابقت

علامہ ابن محمود باری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ مصنف علیہ الرحمہ جب اختیار اضطراری والی فصل میں آزادی کے مسائل بیان کر رہے ہیں کیونکہ وہ اصل میں اور اب مصنف علیہ الرحمہ نے ایسے اعتاق کے مسائل کو بیان کیا ہے جو اختیار کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۶، ص ۲۹۰، بیروت)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ نے بھی کہا ہے کہ اختیاری کے اضطراری کو۔ نے ہیں۔ (فتح القدیر، ج ۱۰، ص ۷۹، بیروت)

اس سے پہلے مصنف علیہ الرحمہ نے غلام کی آزادی کے متعلق ہونے والی کئی کئی باتوں کو بطور احسان آزا ذکر کرنے سے متعلق احکام ذکر کیے ہیں۔ کیونکہ غلام کسی انسان کی ملکیت میں نہ ہوتا ہے اس میں اصل اختیار ہے یعنی غلام آ جانے کے بعد کسی کو اختیار نہ ہو وہ اس سے غلام کو آزاد کرنے کا تقاضہ کرے یا مٹا دے۔ جبکہ زکوٰۃ کا حق رکھتا ہو۔ جبکہ زکوٰۃ کی رقم خرچ کرے آزاد ہونے میں ہم ایک قوی جب ہے جو غلامی کے سبب سے قوی ہوتے ہوئے ذی رحم مخرج کو آزاد کر دیتا ہے۔

### غلامی سے آزاد ہونے کے مذہبی ذرائع و اسباب کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غلاموں کو کھس آزاد کرنے اور آزاد ہونے کی ترغیب نہ دلائی بلکہ آپ نے مدینہ میں حکومت قائم کرنے کے بعد حکومتی سطح پر اس کا اہتمام بھی فرمایا۔ مدینہ کی ریاست کی اقتصادی پالیسی (Fiscal Policy) میں غلاموں کی آزادی کو ایک سرکاری خرچ کی حیثیت دی گئی۔ ریاست کی آمدنی کا ذریعہ زکوٰۃ بھی جسے قرآن مجید میں صدقہ کا نام دیا گیا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَالِيَيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ  
وَالْعَلَاءِ مِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَذَٰلِكَ سَبِيلُ اللَّهِ وَلِئِنْ سَبِيلُ اللَّهِ فَارِضَةٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ .

(التوبة 9:60)

یہ صدقات تو دراصل فقراء، مسکین اور سرکاری ملازمین (کی تنخواہوں) کے لئے ہیں، اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مقصود ہو۔ یہ غلام آزاد کرنے، قرض واردوں کی مدد کرنے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور مسافروں کی مدد کے لئے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ عظیم و حکمت والا ہے۔

حکومتی سطح پر بھی بہت سے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا گیا۔ بعض ممالکوں کو اپنی رقم کی ادائیگی کے لئے ان کی مدد کی گئی۔ اس کی

یہ مثال سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ خلفاء راشدین کے دور میں بیت المال سے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جاتا تھا۔ قرآن کا کوئی وارث نہ ہوتا تو اس کی چھوڑی ہوئی یا نیکو کوچ کر اس سے بھی غلام آزاد کئے جاتے۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا يَسْتَعَامُ بْنُ مُسْلِمٍ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِيَّاحٍ : أَنَّ طَارِقَ بْنِ  
الْعُرْقِيعِ أَغْنَى غُلَامًا لَهُ لِلَّهِ ، فَصَاتَ وَتَرَكَ مَالًا ، فَعَرَضَ عَلَى مَوْلَاهُ طَارِقٍ ، فَقَالَ : شَيْءٌ  
جَعَلَنِي لِلَّهِ ، فَلَسْتُ بِعَبْدٍ فِيهِ ، فَكُتِبَ فِي ذَلِكَ إِلَيَّ عُتْرٌ ، فَكَتَبَ عُتْرٌ : أَنَّ اغْرَضُوا  
الْمَالَ عَلَى طَارِقٍ ، فَإِنْ قَبِلَهُ وَإِلَّا فَاشْتَرَوْا بِهِ رَقِيقًا فَأَعْتَقُوهُمْ ، قَالَ : فَبَلَغَ خَمْسَةَ  
عَشْرٍ وَأَسَا . (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الميراث، حدیث (32086))

حضرت طارق بن قریع نے ایک غلام کو اللہ کی رضا کے لئے آزاد کیا وہ فوت ہو گیا اور اس نے کچھ مال ترک کر کے چھوڑا۔ یہ مال اس کے سابقہ مالک طارق کے پاس پیش کیا گیا۔ وہ کہنے لگے، میں نے تو اس شخص اللہ کی رضا کے لئے آزاد کیا تھا، میں اس میں سے کچھ نہ لوں گا۔ یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو لکھ کر بھیجی گئی کہ طارق مال لینے سے انکار کر رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا، "مرد قبول کر لیں تو تمہیک سے ورنہ اس سے غلام خرید کر آزاد کرو۔" راوی کہتے ہیں کہ اس مال سے پندرہ غلام آزاد کئے گئے۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں تو عرب میں جو تمام غلاموں کو حکومت کے مال سے خرید کر آزاد کر دیا گیا۔ اس کی تفصیل ہم آ کے چل کر بیان کریں گے۔ زکوٰۃ ایک حکومتی ٹیکس تھا جو مسلمانوں پر مذہبی طور پر واجب کیا گیا تھا۔ اس سے ملنے والے مال تک اجازت دے دی گئی کہ اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ کی رقم سے خود ہی غلام خرید کر آزاد کرے تو وہ حکومت کو ادائیگی کرتے ہوئے اس رقم کو قابل ادائیگی زکوٰۃ (ZK Liblity) کے منہا کر سکتا ہے۔ ابن زنجویہ نے کتاب الاموال میں سیدنا ابن عباس اور حسن بصری کا یہ موقف بیان کیا ہے۔

### مذہبی بنیادوں پر غلام آزاد کرنے کے احکامات

اللہ تعالیٰ کو چونکہ غلاموں کی آزادی سے خاص دلچسپی تھی، اس وجہ سے کچھ دینی احکام کی خلاف ورزی کی صورت میں بطور کفارہ انہیں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان میں تھم توڑنے، ناجائز طریقے سے عطا کر دینے اور غصے سے کسی کی جان لینے کی صورتیں شامل تھیں۔

### تھم توڑنے کا کفارہ

لَا يَأْخُذُكُمْ اللَّهُ بِاللُّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ  
إِعْطَاءُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا نَمَتَّعْتُمْ مِنْ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقِيَّةٍ فَمَنْ  
لَمْ يَجِدْ قِسِيَّامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَفَظْتُمْ . (المائدة 5:89)

تم لوگ جو غیر سوچے سمجھے تمہیں کھ لیتے ہو، ان پر تو اللہ بڑی گرفت رکھے گا مگر جو تمہیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر وہ ضرور تم سے مواخذہ کرے گا۔ (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ تم دس مساکین کو اوسط روپے کا وہ کھانا کھلاؤ جو تم اپنے ہاں بچوں کو کھاتے ہو یا انہیں لباس فراہم کر دیا پھر غلام آزاد کرو۔ جسے یہ میرا ہودہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسم کا کفارہ ہے۔

ایصال ثواب کے طور پر غلام آزاد کرنا

عاش بن وائل نے وصیت کی کہ میری طرف سے میرے فوت ہونے کے بعد (موسلم غلام آزاد کیا جائے۔ حسب وصیت اس کے سرے کے بعد اس کے بیٹے ہشام سے بچوں کا نماز رکعتیں اور اس کے بیٹے نے ارادہ کیا کہ میں بھی اپنے باپ کی طرف سے جتنی بچاں غلام آزاد کروں وہ کیا وقت تک آزاد نہیں کروں گا جب تک حضور ﷺ سے نہ پوچھ لوں۔ پھر وہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کیا اور پوچھا اے عقیل عہ کیا میں اپنے باپ کی طرف سے باقی بچاں غلام آزاد کروں فقال رسول اللہ ﷺ انه لو كان مسلماً فاعتقم عنه او تصدقتم عنه او حاججتم عنه بلغه ذلك (ابو داؤد شریف)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ و خیرات کرتے یا اس کی طرف سے حج کرتے تو اسے یہ (یعنی ان چیزوں کا ثواب پہنچتا) (مشکوٰۃ شریف باب الوصایا ج 1 ص 226) تاجاً نظر طریقے سے طلاق دینے کا کفارہ

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُوهَا مِنْهُمْ لَا يَصِلُونَ إِلَى اللَّهِ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُوا قَوْلَهُمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (المجادلہ: 35)

جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں قرار دے بیٹھیں اور پھر اپنی بیویوں سے رجوع کرنا چاہیں تو ان کے لئے لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کریں۔ اس سے تمہیں نجات کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔

غلطی سے کسی کو قتل کر دینے کا کفارہ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَّةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصْطَفُوا الْفَرَانَ مِمَّنْ قَوْمُكُمْ عَدُوٌّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فِدْنَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ

فَمَنْ لَمْ يَحْذَرِ فَاصِمًا شَهْرَيْنِ مُتَابِعَيْنِ تَوْبَةُ مِنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

(النساء: 92)

کسی مومن کو یہ بات یاد نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کرے سوائے اس کے کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔ تو جو شخص غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کر بیٹھے وہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور مقررہ کے وارثوں کو قانون کے مطابق دیت اور کرے سوائے اس کے کہ وہ عاقف کر دیں۔

اگر وہ قتل تمہاری دشمن تو کچھ فرق ہے مگر مسلمان نے تو اس کا کفارہ بھی ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر وہ کسی ایسی قوم سے غلط کرے جیسا کہ اس وقت تھا، یا عین محابہ ہو پھر بھی قانون کے مطابق اس کے وارثوں کو دیت کی دعاؤں کو دینا اور مسلمان غلام آزاد کرنا ضروری ہے۔ جس کے پاس غلام نہ ہوں، اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اللہ سے توبہ کرتے ہوئے دوا کے مسلسل روزے رکھے اور اللہ تعالیٰ رحمت والا ہے۔

روزہ توڑنے کے کفارے میں غلام آزاد کرنے کا بیان

ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ توڑنے پر بھی یہی کفارہ عائد کیا۔

حدثنا موسى: حدثنا إبراهيم: حدثنا ابن شهاب، عن حميد بن عبد الرحمن: أن أباهم هريرة رضى الله عنه قال: أتى رجل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: هلكت، وقعت على أهلي في رمضان، قال: (اعتق رقبة). (قال: ليس لي، قال: (فصم شهرين متتابعين). (قال: لا أستطيع، قال: (فأطعم ستين مسكينا). (قال: لا أجد، فأبى يعرق فيه تمر. قال إبراهيم: العرق المكمل - فقال: (أبى السائل، تصدق بها. (قال: علي أفقر مني، والله ما بين لابتيها أهل بيت أفقر مننا، فضحك النبي صلى الله عليه وسلم حتى بدت نواجذه، قال: فأنتم (إذاً) بخاري، كتاب الادب، حديث (6087)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا، میں بڑک ہو گیا۔ میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات قائم کر لئے ہیں۔ آپ نے فرمایا، "غلام آزاد کرو۔" وہ کہنے لگا، "میرے پاس کوئی غلام نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا، "دو مہینے کے لگا تار روزے رکھو۔" وہ کہنے لگا، "مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے۔" آپ نے فرمایا، "پھر سترہ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔" وہ بولا، "میرے پاس یہ بھی تو نہیں ہے۔" اسی اثنا میں آپ کے پاس مجبور کو ایک کوڑا لایا گیا۔ آپ نے فرمایا، "وہ مساکین کہاں ہے؟" اسے تو کراہے کراہاؤ فرمایا، "اسی کو صدقہ کر دو۔" وہ بولا، "مجھے زیادہ ادھاروں کو غریب ہوگا۔ اللہ کی قسم اس شہر کے دونوں کناروں کے درمیان میرے

خاندان سے زیادہ قریب تو کوئی ہے نہیں۔ "یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خنس پڑے اور آپ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: "چوتھی سی اسے لے جاؤ۔"

سورج گرہن پر غلاموں کی آزادی

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کے موقع پر بھی غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

حدثنا موسى بن مسعود: حدثنا زائدة بن قدامة، عن هشام بن عروة، عن فاطمة بنت المنذر، عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنهما قالت: أمر النبي صلى الله عليه وسلم بالعاقبة في كسوف الشمس: (بخاری، کتاب العتق، حدیث (2519)

حضرت سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گرہن کے وقت غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔

اس بات کا اندازہ کرنا تو مشکل ہوگا کہ ان مذہبی احکام کے نتیجے میں کتنے غلام آزاد ہوئے البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام غلاموں کو آزاد کرنے سے کتنی دلچسپی رکھتا ہے۔ عربوں کی معاشرت کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں غم کھانے اور غصے میں بیوی کو ہاں قرار دے لینے کے معاملات ہوتے ہی رہتے تھے۔ ایک حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ قسم توڑنے پر چالیس غلام آزاد فرمائے۔

قرہمی رشتے دار غلام کی آزادی کا قانون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا کہ اگر کوئی اپنے قریبی رشتہ دار جیسے ماں، باپ، بیٹے، بیٹی، بہن، بھائی وغیرہ کو غلام بنا دیکھے تو اسے خرید کر آزاد کر دے۔ اگر کسی طریقے سے کوئی غلام اپنے ہی قریبی رشتہ دار کی ملکیت میں آجائے تو وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔

أخبرنا إسحاق بن إبراهيم، قال: حدثنا جرير عن سهيل، عن أبيه، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجرى ولد والدا إلا أن يجده مملوكا فيشتريه فيعتقه. (سنن الکبریٰ نسائی، کتاب العتق، حدیث (4876)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کسی بیٹے کے لئے یہ چیز نہیں ہے کہ وہ اپنے والدین کو غلام دیکھے تو انہیں خرید کر آزاد کر دے۔"

حدثنا مسلم بن إبراهيم وموسى بن إسماعيل قالا: ثنا حماد بن سلمة، عن قتادة، عن الحسن، عن سمرة، عن النبي صلى الله عليه وسلم، وقال موسى في موضع آخر:

عن سمرة بن جندب فيما يحسب حماد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

"من ملك ذا رحم محرم فهو حر". (ابو داؤد، کتاب العتق، حدیث 3949، ابن

ماجة، کتاب العتق، حدیث (2326)

حضرت سیدنا سمیرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو کوئی اپنے ذی رحم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔"

اس بات کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے کہ اس قانون کے تحت کتنے غلام آزاد ہوئے لیکن ان سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف صورتوں میں غلام آزاد کرنے کی کس حد تک ترغیب دی ہے۔

وہیت کے ذریعے غلاموں کی آزادی کا قانون

بعض لوگ مرتے وقت یہ وصیت کر جایا کرتے تھے کہ ان کے غلاموں کو آزاد کر دیا جائے۔ ایسے غلام "مہر بر" کہلایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے زیادہ پسند نہیں فرمایا بلکہ حکم دیا کہ غلام کو اپنی زندگی ہی میں جلد سے جلد آزاد کر دیا جائے۔

قال أخبرنا قتيبة بن سعيد، قال: حدثنا أبو الأحوص، عن أبي

حبیبة، عن أبي الدرداء أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الذي يعق عد

الموت كالذي يهدى بعدما شبع. (سنن نسائی الکبریٰ، کتاب العتق، حدیث

4873)

حضرت سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص بھی مرتے وقت غلام آزاد کرتا ہے، وہ تو اس شخص کی طرح ہے جو (گھما ہوا) ہے (اچھی طرح سیر ہونے کے بعد) (تنگی کی طرف) ہدایت پاتا ہے۔"

یہاں بعض لوگوں کو شاید یہ خیال گزرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی تو حصر وفات میں چالیس غلاموں کو خرید کر آزاد کیا تھا۔ ایسے نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان چالیس غلاموں سے ساری عمر خدمت لیتے رہے تھے اور یہی وفات کے وقت انہیں آزاد فرمایا تھا۔ آپ نے آخر وقت میں ان غلاموں کو خرید کر آزاد فرمایا۔

اسلام کے قانون وراثت میں وصیت صرف ایک تہائی مال میں کرنے کی اجازت ہے اور دو تہائی مال کے بارے میں قرآن نے واضح طور پر مختلف وارثوں کے حصے مقرر کر دیے ہیں۔ بعض اوقات ایسی صورت پیش آجانی کہ ایک شخص نے غلاموں کی آزادی کے علاوہ اور بھی وصیتیں کر رکھی ہیں۔ ایسی صورت میں غلاموں کی آزادی کو نفی دی گئی۔ انہیں آزاد کرنے کے بعد اگر مالک کی جائیداد کے ایک تہائی حصے میں سے کچھ باقی بچتا تو اس سے وہ وصیتیں پوری کی جاتی تھیں ورنہ نہیں۔ اس ضمن میں اگرچہ کوئی مرفوع

حدیث میں نہیں لیکن مسلمانوں کے بڑے اہل علم کا بھی نظر رہا ہے۔

حدثنا الحسين بن بشر ثنا المعافى عن عثمان بن الأسود عن عطاء قال من أوصى أو أعتق فكان في وصيته عول دخل العول على أهل العتاقة وأهل الوصية قال عطاء أن

أهل المدينة غلبوا يبدلون بالعتاقة. (دارمی، کتاب الفرائض، حدیث 3229)

حضرت عطاء کہتے ہیں، "جس نے غلام کی آزادی کے ساتھ ساتھ کوئی اور وصیت بھی کر دی اور وصیت کی بجوئی رقم میں عول داخل ہوگئی (یعنی بجوئی رقم کے لئے تہی سے زیادہ ہوگئی) تو اہل مدینہ کی غلبہ کثرت کا عمل یہ ہے کہ وہ غلاموں کی آزادی سے ابتر کرتے ہیں۔

حدثنا المعلى بن أسد ثنا وهيب عن يونس عن الحسن في الرجل يوصي بأشياء

ومنها العتق فيجوز الثالث قال يبدأ بالعلق. (دارمی، کتاب الفرائض، حدیث

(3227)

حضرت حسن (بصری) نے ایسے شخص کے بارے میں، جس نے مختلف کاموں اور غلاموں کی آزادی کی وصیت کی تھی اور بجوئی رقم ایک تہائی سے زائد ہوگئی تھی، ارشاد فرمایا، "ابتداء غلاموں کی آزادی سے کی جائے گی۔"

حدثنا عبيد الله عن إسرائيل عن منصور عن إبراهيم قال يبدأ بالعتاقة قبل الوصية.

(دارمی، کتاب الفرائض، حدیث (3232)

حضرت ابراہیم (تخلی) کہتے ہیں کہ غلاموں کو آزادی وصیت (کے باقی معاملات) سے پہلے دی جائے گی۔ اس تفصیل

سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے عقل القدرانہ انسانی آزادی کو کس قدر اہمیت دیا کرتے تھے۔

غلام کو بلا خطا مارنے کا کفارہ

حضرت بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنے غلام کو ایک سزا دے جس کا کوئی جرم نہیں ہے یعنی بے گناہ دے یا اس کو کھانا پھر دے تو اس کا گناہ یہ ہے کہ اس غلام کو آزاد کر دے (مسلم)

یوں تو جاکس جب کے کسی بھی شخص کو ظلم یا سزا حرام ہے۔ لیکن یہاں بطور خاص غلام کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس کو بلا گناہ مارنے یا اس کے منہ پر طمانچہ لگانے کا تاوان یہ ہے کہ وہ اس غلام کو آزاد کر دے۔

حضرت ابوسعود اخاری کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے غلام کو پیٹ رہا تھا کہ میں نے اپنی پشت پر یہ آواز سنیں ابوسعود! یاد کرو اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی قدرت تم اس غلام پر رکھتے ہو جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اپنے اس فعل پر ندامت ہے اب میں اس غلام کو اللہ کی راہ میں

آزاد کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اس غلام کو آزاد نہ کرتے تو تمہیں دوزخ کی آگ جلدی یا فریاد کہ تمہیں دوزخ کی آگ لگتی۔ (مسلم)

- مختصر صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ تم نے اپنے غلام کو، اگر ایک بڑا گناہ کیا تھا۔ یہ اچھا ہو کہ تم نے اس غلام کو آزاد کر دو اور اس گناہ کے بارے میں بیکہ ہو گئے ورنہ چونکہ تم نے اس کو ناحق مارا ہے اس لئے گریہ تمہارا قصور معاف نہ کرتا تو اس کو آزاد کرنے کی صورت میں تمہیں دوزخ میں ڈالا جاتا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ دراصل اپنے مملوک کے حق میں نفی کرنے اور ان کے ساتھ رحم و مروت کا معاملہ کرنے کی ترغیب دی ہے اور اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ جس غلام کو، مالگیر ہے، اس کو آزاد کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور وہ بھی پائے امید کرنا آزاد کرنا ناحق مارنے کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔

اسلام قبول کرنے والے غلاموں کی آزادی کے اقدامات

دین اسلام میں مسلم اور غیر مسلم ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے غلام کو آزاد کرنے کو ثواب کا کام بتایا گیا ہے۔ سیدنا حکیم بن جریر رضی اللہ عنہ کی روایت جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں میں یہ صراحت موجود ہے کہ غیر مسلم غلام کو آزاد کرنا بھی ثواب کا کام ہے۔

معاذ کریم رضی اللہ عنہ کا عمل یہی رہا ہے کہ وہ غیر مسلم غلاموں کو بھی آزاد کیا کرتے تھے۔

دین بھرتی قواعد کا یہ اصول ہے کہ کسی بھی نیکی یا بھلائی کے کام کا غرض ہمیشہ اپنے گھر سے ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم میں غلام مسلمان بن جائے تو اس قوم کے امیر لوگ اپنی قوم کے غلام کو چھوڑ کر دین کے دوسرے خطوں میں جا کر رعایا کام کرتا شروع کر دیتے تو یہودیہ سب کے نزدیک قابل اعتراض ہی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں غلام آزاد کرنے کے معاملے میں ترجیح انہی غلاموں کو دی گئی جو کہ اسلام قبول کر چکے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسلمانوں کو اللہ اور احسان و تقوا اس دور میں یہ طریق کار اختیار کیا گیا کہ نہ بھی اسلام قبول کرے، اسے صاحب ثروت مسلمان خرید کر آزاد کر دیں۔ یہ بات ہم تک تو اسے متعلق ہوئی ہے کہ سیدنا ابوہریرہ صدیق رضی اللہ عنہ کی دولت کا بڑا حصہ غلاموں کو آزاد کر کے پھر کیا گیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حدثنا أبو نعيم: حدثنا عبد العزيز بن أبي سلمة، عن محمد بن المنكدر: أخبرنا

جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال: كان عمر يقول: أبو بكر سيدنا، وأعنف

ميدنا. يعني بلالا. (بخاری، کتاب الفضائل، حدیث (3754)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے، "ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا تھا۔" "مہینہ ہجرت کرنے کے بعد مسلمانوں کی ایک حکومت قائم ہوگئی تھی جس کے سربراہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس دور میں

مسلمان ہونے والے غلاموں کو نہ صرف خرید کر آزاد کرنے کے لئے ذکوۃ فز کو استعمال کیا گیا بلکہ پورے عرب سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والے غلاموں کے لئے یہ قانون دیا گیا۔

حدثنا إبراهيم بن موسى : أخبرنا هشام، عن ابن جريج، وقال عطاء، عن ابن عباس : كان المشركون على منزلتين من النبي صلى الله عليه وسلم والمؤمنين : كانوا مشركي أهل حرب، يقاتلهم ويقاتلونه، ومشركي أهل عهد، لا يقاتلهم ولا يقاتلونه، وكان إذا حاربت امرأة من أهل الحرب لم تحط حتى تحيض وتطهر، فإذا طهرت حل لها النكاح، فإن هاجر زوجها قبل أن تحك ردت إليه، وإن هاجر بعد منهم أو أمة فهما حران ولهما ما للمهاجرين، ثم ذكر من أهل العهد مثل حديث مجاهد : وإن هاجر عبد أو أمة للمشركين أهل عهد لم يردوا، وردت أثمانهم. (بخاری، کتاب النکاح، حدیث (5286))

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں : نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مؤمنین کا مشرکین سے معاملہ دو طرح کا تھا۔ بعض مشرکین "اہل حرب" تھے۔ وہ مسلمانوں سے جنگ کرتے اور مسلمان ان سے جنگ کرتے۔ دوسری قسم کے مشرکین "اہل عہد" تھے۔ نہ تو وہ مسلمانوں سے جنگ کرتے اور نہ ہی مسلمان ان سے جنگ کرتے۔ اگر اہل حرب کی کوئی خاتون (مسلمان ہو کر) ہجرت کر گئی تو انہیں حش آئے اور پھر پاک ہوئے۔ تک نکاح کا پیغام نہ بھیجا جاتا تھا۔ جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے لئے نکاح کرنا بڑھو جاتا تھا۔ اگر نکاح کرنے سے پہلے ان کا خاندان بھی (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے آچھنچا تو ان کا رشتہ برقرار رکھا جاتا۔

### حرابی غلاموں کی آزادی کا بیان

اگر اہل حرب کے کوئی غلام یا عورتی ہجرت کر کے آ جاتے تو انہیں آزاد قرار دے دیا جاتا اور ان کا درجہ مجربین کے برابر ہوتا۔۔۔ اور اگر اہل عہد کے کوئی غلام یا عورتی ہجرت کر کے آ جاتے تو انہیں کو بیعت دینا نہ جاتا بلکہ ان کی قیمت ان کے مالکان کو بھیج دی جاتی۔

اسی اصول پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر صلح کا معاہدہ طے پا جانے سے پہلے آئے والے دو غلاموں کو آزادی عطا فرمائی۔

حدثنا عبد العزيز بن يحيى الحرّاني، قال : حدثني محمد يعني ابن سلمة عن محمد

بن إسحاق، عن أبان بن صالح، عن منصور بن المعتمر، عن ربيع بن خراش، عن علي بن أبي طالب قال : خرج عُبَادُ بْنُ أَبِي رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يعني يوم الحديبية قبل الصلح، فكتب إليه مواليتهم فقالوا : يا محمد، والله ما خرجوا إليك رغبة في دينك، وإنما خرجوا رهبا من الرق، فقال ناس : صدقوا يا رسول الله زدّهم إليهم، فعضب رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال : "ما أراكم تنتهون يا معشر قريش حتى يبعث الله (عز وجل) عليكم من يضرب رقابكم على هذا "وأني أن يردّهم،" وقال : "هم عتقاء الله عز وجل." (ابو داؤد، کتاب الجہاد، حدیث (2700))

حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : حدیبیہ کے دن صبح سے پہلے (اہل مکہ کے) دو غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گئے۔ ان کے مالکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا اور کہا، "اے محمد! خدا کی قسم یہ آپ کے دین سے رقت کے باعث آپ کے پاس نہیں آئے۔ یہ تو شخص آزادی حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔" لوگ کہنے لگے، "یا رسول اللہ! ان کے مالک درست کہہ رہے ہیں۔ آپ انہیں واپس بھیج دیجیے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر سخت ناراض ہوئے اور فرماتے لگے، "اے کروہ قریش! میں سمجھتا ہوں کہ تم اس کام (یعنی خدا کی برقرار رکھنے) سے اس وقت تک باز آؤ گے جب تک کہ اللہ عزوجل تمہاری طرف کسی ایسے کو نہ بھیجے جو تمہاری گروہوں پر اس کا پشامیں شرب کر گئے۔" آپ نے انہیں واپس کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا، "وہ اللہ عزوجل کی رضا کے لئے آزاد ہیں۔" اسی اصول پر آپ نے نطف کے حاصر سے وقت اعلان فرمادیا تھا کہ اہل حائف کے غلاموں میں سے جو آزادی کا طالب ہو وہ ہماری طرف آ جائے۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا يحيى بن زكريا حدثنا الحجاج عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس قال : لما حاصر رسول الله صلى الله عليه وسلم أهل الطائف أعتق من رقيقهم. (مسند أحمد، باب عبد الله بن عباس، مصنف ابن أبي شيبة، حدیث (34283))

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل طائف کا محاصرہ کیا تو ان کے غلاموں میں سے (ان غلاموں کو جو مسلمانوں کی طرف آ گئے تھے) آزاد فرمایا۔

مشہور مستشرق ولیم موراس اعلان کے بارے میں لکھتے ہیں : آپ نے محصورین کے پاس ایک اعلان بھیج جس سے وہ لوگ

بہت ناراض ہوئے۔ اس اعلان کا مضمون یہ تھا کہ اگر شہر سے کوئی غلام ہمارے پاس آئے گا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ تقریباً بیس غلاموں نے اس اعلان سے فائدہ اٹھایا اور وہ اپنے آزادی دینے والے کے سچے اور بہادر پیرو ثابت ہوئے۔ (ولیمز، ۱۸ ife of ohe)

مشہور مورخ ہاڈری نے "روح الامیدان" میں ان میں سے بعض "میں میں سے ایک بکرہ"۔ ان میں سے ایک بکرہ "ن بن مسروح رضی اللہ عنہ" بھی تھے۔ بکرہ عربی میں چٹھی (Pulley) کو کہتے ہیں۔ انہیں یہ نام اس لئے دیا گیا کہ یہ چٹھی دیوار ۱۰۰۰ چٹھی کے کمرے سے نکل کر نیچے آتے تھے۔ ان میں سے ایک مردی بکرہ، یونانی میں لازرق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ تمام غلاموں کو دور بعد بلند کرنے کے لئے ان کی دلاہ کا تعلق بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے قائم کیا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سب کے سب تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اپنے خاندان میں شامل کر لئے گئے۔ اس کی تفصیل ہم "دواء" کی بحث میں بیان کریں گے۔ بعد کے ادوار میں مسلمانوں کے ہاں یہ رسم رائج ہو گئی کہ جو غلام اسلام قبول کر لیتے، وہ اس کے کان سے خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے۔ اس طریقے سے بے شمار غلاموں نے آزادی حاصل کی۔

ثم ذكر البيهقي لقصة منام شاهدنا من طريق الاعمش، عن أبي وائل، عن عبد الله، وأنه كان من جملة ما جاء به عبد قاتي بهم أبا بكر، فلما رد الجميع عليه رجع بهم ثم قام يصلي فقاموا كلهم يصلون معه. فلما انصرف قال: لمن صليتم؟ قالوا: لله. قال: فانتقم له عتقاه. فاعتقهم. (ابن كثير، سيرة النبوة)

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جو غلام لے گئے ان میں سے میں بھی تھا۔ جب سب غلام سے سانس پیش کئے گئے تو وہ ان سے بہت کرم نہ کرنے کے لئے کہنے لگے۔ یہ سب غلام بھی ان کے ساتھ نہ رہنے کے لئے تھے۔ یہ فرمایا، "پھر تم مجھے اس طرف مڑے اور پوچھا، تم نے کس کے لئے نماز پڑھی ہے؟" وہ بولے، "اللہ کے لئے۔ آپ نے فرمایا، "پھر تم مجھے اس کے لئے آزاد ہو۔" یہ کہہ کر آپ نے ان سب کو آزاد کر دیا۔

حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عَمِيْسٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: مَضَتْ الشُّبَّةُ أَنْ لَا يَسْتَرْقِيَ كَافِرٌ مُسْلِمًا. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (23290))  
ابن شہب زہری کہتے ہیں کہ (مسلمانوں میں) یہ معمول کی بات ہے کہ مسلمان کو غیر مسلم کا غلام بننے سے دیا جاتا۔ انیسویں صدی کے مشرقی جارج میں لکھتے ہیں: (تمہارے) بیروہ کاروں میں یہ مستقل دستور بن گیا کہ ان کے غلاموں میں سے جو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہوا اسے آزاد کر دیا جائے۔

بے ایم وڈنی لکھتے ہیں: (اسلام میں) تمام انسانوں کو مستحقاً برابر قرار دیا گیا ہے۔ حکم سے کم نظر یا بی طور پر، بلند پست، امیر و

غریب سب ایک ہی مقام پر کھڑے ہیں۔ مشترک بھائی پر رہے گا کہ بہت ہی مضبوط ہے۔ ذات اُنس سرے سے ہی مفقود ہے۔ ابتدائی دور کی عیسائیت میں بھی اگر اسی وجہ سے شہر نشی، لیکن کسی حد تک یہی چیز موجود ہے۔ "لا الہ الا اللہ" کہا اور تمام آزاد ہو گیا۔

ذی حرمت کے ملکیت کے ملکیت رقیبت سے اسی ہونے کا بیان

(وَمَنْ مَلَكَ ذَا رَجَمَ مَحْرَمٌ مِنْهُ عَقِبَ عَلَيْهِ) وَهَذَا اللَّفْظُ مُرَوِّى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ مَلَكَ ذَا رَجَمَ مَحْرَمٌ مِنْهُ فَهُوَ حُرٌّ وَالْأَفْظُ بِعُومِهِ يَنْتَقِمُ كُلُّ قَرَابَةٍ مُؤَيَّدَةٍ بِالْمَحْرَمِيَّةِ وَلَا ذَا أَوْ غَيْرَهُ، وَالشَّالِغِيُّ رَجَمَهُ اللَّهُ يُحَالِقُنَا فِي غَيْرِهِ.

لَهُ أَنْ تُبَوِّتَ الْعَقِيْقُ مِنْ غَيْرِ عَرْضَةِ الْمَالِكِ يُفِيهِ الْقِيَّاسُ أَوْ لَا يَفْتَصِيهِ، وَالْأُخُوَّةُ وَمَا يُضَاهِيهَا نَازِلَةٌ عَنْ قَرَابَةِ الْوِلَاةِ فَامْتَنَعَ الْإِلْحَاقُ أَوْ الْإِسْتِدْلَالُ بِهِ، وَلِهَذَا امْتَنَعَ التَّكْتُبُ عَلَى الْمَكَايِبِ فِي غَيْرِ الْوِلَادِ وَلَمْ يَمْتَنَعْ فِيهِ.

وَلَسْنَا مَا رَوَيْنَا، وَلَئِنَّ مَلَكَ قَرِيبَةً قَرَابَةُ مُؤَيَّدَةٌ فِي الْمَحْرَمِيَّةِ فَيَعْقِبُ عَلَيْهِ، وَهَذَا هُوَ الْمُؤَيَّدُ فِي الْأَصْلِ، وَالْوِلَادَةُ مَلْعُومَةٌ لِأَنَّهَا جِيءَ إِلَيْهَا يُفْتَرَسُ وَضَلُّهَا وَيَحْرَمُ قَطْعُهَا حَتَّى وَجِبَتْ السَّقْفَةُ وَحَرَمَ النِّكَاحُ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ مَا إِذَا كَانَ الْمَالِكُ مُسْلِمًا أَوْ كَافِرًا فِي دَارِ الْإِسْلَامِ لِعُمُومِ الْعَلَّةِ.

ترجمہ

اور جو شخص ذی رحم حکم کا مالک ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو بزدل اپنے ذی رحم حکم کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ یہ لفظ عموم کے پیش نظر ایک کرامت کو شامل ہے جس کو ہادی حرمت حاصل ہو اور یہ حرمت ولادت سے ذریعے ہو یا کسی اور ذریعے سے ہو۔ جبکہ حضرت امام فاضل علیہ الرحمہ نے غیروہ دین میں ہم سے اختلاف کیا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ مالک کی رضا کے بغیر ثبوت حق کو قیاس منع کرتا ہے یا قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ آزاد نہ ہو۔ جبکہ خود اور غیرہ اخوہ کی قرابت ولادت سے بھی کہ ہے لہذا ان کا حاق اور ان کا استدلال دونوں منع ہو چکے ہیں۔

اور اسی طرح غیر ولادت میں مکاتب پر کتاب کرنا منع ہے جب کہ ولادت میں منع نہیں ہے۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ہم

نے بیان کی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ ایسے قریبی کا مالک ہوا ہے جو جس کی قربت حرمت منکر ہے اس لئے کہ وہ اس پر آزاد ہو جائے گا اور اصل میں یہی مؤثر ہے جبکہ ولادت مؤثر ہے کیونکہ قربت کو ملا نہی فرض ہے اور اس کو تو نہ حرام ہے حتیٰ کہ کفر واجب ہوتا ہے جبکہ نکاح حرام ہوتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ایک مسلمان ہو یا دارالاسلام میں کافر ہو کیونکہ حدت ہم ہے۔

### ذی رحم محرم کی آزادی فقہ شافعی و حنفی کے اختلاف کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کوئی بیٹا اپنے باپ کا بدلہ نہیں اٹھ سکتا اگر اس صورت میں کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے اور اس کو خرید کر آزاد کرے۔"

(مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 577 مسلم)

اس حدیث کے ظاہر کی منہج سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ کو جس شخص سے خرید لینے سے کسی آزاد ہو جائے گا بلکہ جب اسے اس کا بچا خرید کر آزاد کرے تب آزاد ہوتا ہے۔ چنانچہ صاحب غلوہر کا یہی مسلک ہے۔ لیکن مجاہد دکانیہ مسلک ہے کہ باپ اپنے بچے کی شخصیت میں آزاد نہ ہو جائے۔ اس کی صراحت دوسری فصل کی پہلی حدیث سے بھی ہوتی ہے اور اس حدیث کے آخری بھی یہی ہیں۔ چنانچہ حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ (فیقعہ) میں حرف ذ سبب کے لئے ہے اس صورت میں حدیث کے آخری جز کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "جب کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے اور اس کو آزاد کرنے کے لئے خرید لے" نیز آخری نے کہ بعد اس کی ضرورت نہیں ہوگی کہ بیٹا اس باپ سے یوں کہے کہ میں نے تجھیں آزاد کیا کیونکہ وہ شخص بیٹے کو خرید لینے سے آزاد ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 579)

حضرت حسن بصری حضرت سرحدی و درودہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص خواہ خریدنے کی وجہ سے خواہ بہر یا وراثت کے ذریعہ (اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔"

(ترمذی، ابن ماجہ)

مثلاً باپ نے اپنے اس بیٹے کو خرید لیا جو کسی دوسرے شخص کی لکڑی میں تھوہ بیٹے نے اپنے غلام باپ کو خرید لیا بھائی نے غلام خرید لیا تو محض خرید لینے کی وجہ سے وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔

ذی رحم اس قربت دار کو کہتے ہیں جو ولادت کی قربت رکھے جس کا تعلق رحم سے ہوتا ہے ذی رحم میں بیٹا، باپ، بھائی، چچا، چھٹیجا اور اسی قسم کے دوسرے قربت دار شامل ہیں "اور محرم" اس قربت دار کو کہتے ہیں جس سے نکاح جائز نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ چچا کا بیٹا اور اسی قسم کے دوسرے رشتہ دار ذی رحم محرم کے زمرہ میں شامل نہیں ہیں۔

عام مذکور فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں قربت دار محض ملکیت میں آزاد نہ کیے جاتے ہیں جب کہ وہ آزاد ہو جائے یا نہیں؟ ۱۰۰ کے اختلافی اقوال ہیں چنانچہ غلوہر کا قول یہ ہے کہ ان قربت داروں میں سے کوئی بھی شخص ملکیت میں آزاد نہ کیے جاتے۔ آزاد نہیں ہو جاتا بلکہ آزاد کرنا ضروری ہو ہے، ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے جو پہلی فصل میں گذر چکی ہے۔

مجہول علاء یہ فرماتے ہیں کہ محض ملکیت میں آزاد نہ کیے جاتے ہیں اصل کے درجہ کی قربت دار (جیسے باپ دادا، پڑدادا وغیرہ) اور فرار کے درجہ کی قربت دار (جیسے بیٹا، پوتا، پوتہ وغیرہ) آزاد ہو جاتے ہیں، البتہ اصول اور فرار کے علاوہ دوسرے قربت داروں کے بارے میں مجہول علاء کے بھی مختلف اقوال ہیں، چنانچہ حضرت امام شافعی کا مسلک تو یہ ہے کہ یہ خصوصیت صرف اصول و فرار کے قربت داروں ہی کے حاصل ہے وہ محض ملکیت میں آزاد نہ کیے جاتے ہیں جب کہ حضرت امام مالک نے اس خصوصیت میں بھائی کو بھی شامل کیا ہے ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ مذی رحم محرم آزاد ہو جاتے ہیں۔

نیز ان کی تیسری روایت امام شافعی کے مسلک کے مطابق ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ برہہ قربت دار جو ذی رحم محرم جو محض ملکیت میں آزاد نہ کیے جاتے ہیں جب سے آزاد ہو جاتا ہے۔

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔

ذی رحم محرم یعنی ایسا قریب کا رشتہ والا اگر ان میں سے ایک مرد ہو اور ایک عورت ہو تو نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو جیسے باپ، ماں، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن، چچا، چھٹیجا، ماموں، خال، بھتیجہ، بھتیجی، ماس میں کسی کا مالک ہو تو نورانی آزاد ہو جائے گا اور اگر ان کے کسی حصہ کا مالک ہو تو آزاد نہ ہو گا۔ اس میں مالک کے عاقب بالغ ہونے کی بھی شرط نہیں بلکہ بچہ یا بیٹھون بھی ذی رحم محرم کا مالک ہوگا تو آزاد ہو جائے گا۔ (در مختار کتاب طلاق)

مکاتب کا اپنے بھائی کو خریدنے کا بیان

وَالْمُكَاتِبُ إِذَا اشْتَرَى أَخَاهُ وَمَنْ يَخْرِى مَخْرَاهُ لَا يَتَكَاتَبُ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ لَيْسَ لَهُ مِلْكٌ تَامٌ يُقَدَّرُ عَلَى الْإِعْتَاقِ وَالْإِفْرَاضِ عِنْدَ الْقُدْرَةِ، بِخِلَافِ الْوَلَدِ لِأَنَّ الْعِتْقَ فِيهِ مِنْ مَقَاصِدِ الْكِسَابَةِ فَاَمْتَنَعَ الْبَيْعُ فَيَعْتِقُ تَحْقِيقًا لِمَقْصُودِ الْعَقْدِ.

وَعَنْ أَبِي حَبِيبَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ يَتَكَاتَبُ عَلَى الْأَخِ أَيْضًا وَهُوَ قَوْلُهُمَا فَلَمَّا أُنْشِئَ وَهَذَا بِخِلَافِ مَا إِذَا مَلَكَ ابْنَةُ عَمِّهِ وَهِيَ أُخْتُهُ مِنَ الرِّضَاعِ لِأَنَّ الْمَحْرَمَةَ مَا كَثُرَتْ بِالْقُرْبَةِ وَالصَّبِيَّ جُعِلَ أَهْلًا لِهَذَا الْعِتْقِ، وَهَذَا الْمُنْجُونُ حَتَّى عَتَقَ الْقَرِيبَ عَلَيْهِمَا عِنْدَ الْمِلْكِ؛ لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ بِهِ حَقُّ الْعَبْدِ فَشَابَهُ النَّفَقَةُ.

### ترجمہ

اور جب مکاتب نے اپنے بھائی یا کسی بھائی کے قائم مقام کو خرید لیا تو وہ اس مکاتب کے اوپر مکاتب ہوگا کیونکہ مکاتب کو اس قدر مال ملکیت حاصل نہیں ہوئی۔ ہاں ایسا ہے جس نے اس کو آزادی پر قدرت دے دی تو مسئلہ وقت قدرت ہی پر ہوتا ہے۔ جبکہ ولادت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ قربت کے مقاصد میں آزادی ہے۔ کیونکہ ای وجہ سے اس کی (مکاتب) بیخ متع ہوئی ہے۔







بامدی کے تابع حمل کے آزاد ہونے کا بیان

(وَإِنْ أَعْيَقَ خَلْقًا عَنْ حَمَلِهَا تَبَعًا لَهَا) إِذْ هُوَ مُصِلٌ بِهَا (وَلَوْ أَعْيَقَ الْحَمْلُ خَاصَّةً عَنْ ذَوْنِهَا) لِأَنَّهُ لَا رُجْعَ إِلَى إِبْطَائِهَا مَقْصُودٌ لِغَدَمِ الْإِضَافَةِ إِلَيْهَا وَلَا إِلَيْهِ تَبَعًا لِمَا فِيهِ مِنْ قَلْبِ الْمَوْضُوعِ، ثُمَّ اغْتَفَى الْحَمْلُ صَحِيحٌ وَلَا يَصِحُّ بَيْعُهُ وَهَبُهُ لِأَنَّ السَّلِيمَ نَفْسَهُ شَرَطَ فِي الْهَبَةِ وَالْقُدْرَةَ عَلَيْهِ فِي الْبَيْعِ وَكَمْ يُوْجِدُ ذَلِكَ بِالْإِضَافَةِ إِلَى الْحَوِينِ وَنَحْوِهِ مِنْ ذَلِكَ لَيْسَ بِشَرَطٍ فِي الْإِغْتَاقِ فَافْتَرَقَا .

ترجمہ

دور جب کہ شخص نے اپنی حلد باندی کو آزاد کیا تو اس باندی کے تابع ہوتے ہوئے اس کا مکمل بھیڑی رہا جو چاہے گا۔ اس نے کسمل باندی سے مل دیا ہے اور اگر صرف مکمل کو آزاد کیا تو باندی آزاد نہیں ہوگی صرف مکمل آزاد ہوگا اس لیے کہ باندی کو آزاد کر کے اس کو کوئی چیز مکمل پائی چہ رہی نہ تو قصداً کیونکہ باندی کی طرف اخلافت نہیں ہے اور نہ ہی جہاں کیونکہ اس میں قہر مبغوث ہے۔ بحال اس کا اعتناق درست ہے لیکن اس کا بہادر اعتناق درست نہیں ہے کیونکہ ہمیں ذات کی سپردگی شرط ہے اور اعتناق میں سپردگی بہ قدرت شرط ہے جبکہ جنہیں کی طرف اخلافت کرنے سے یہ چیز نہیں پائی چہ رہی اور اعتناق میں ان میں سے کوئی شرط نہیں ہے لہذا اعتناق جدا ہے۔

حاملہ باندی کے حمل کے تابع ہونے میں اجماع اربعہ

عاصمان ہم غصے اور حسد سے لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص کی باندی آزاد ہوئی تو اس کا حاصل بھی اس کے تابع ہونے کے سبب  
 آگے تو دوگوا۔ اسی پرانہ رواج کہ جہاں ہے۔ اور اس میں اشتراکِ کار کیے تو صحیح ہوگا۔ جس طرح یہ مذکور ہے۔ فَلَاحِدَةً  
 بِاسْتِخَارَى وَالنَّحْيِ وَالشَّعْبِ وَعَطَاءُ وَابْنِ سِيرِينَ، وَقَوْلُهُمْ سَرَوُا عَنْ ابْنِ عُمَرَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ

(فتح القدیر، ۱۰، ص ۹۲، بیروت)

حضرت ربیعہ بنہ بنی عبد الرحمن سے روایت ہے کہ زہیر بن عوان نے ایک غلام خریدا کر آزاد کیا، غلام کی اوراد ایک آزاد اور ستی تھی جب زہیر نے غلام کو آزاد کر دیا تو زہیر نے کہا کہ اس کی اوراد دیکھ رہی ہوگی میں اور ان کی ماں کے لوگوں سے کہا ہمارے بیوی دونوں نے جھگڑا کیا، حضرت عثمان کے پاس آئے آپ نے حکم کیا کہ ان کو آزاد نہ کر دے۔

حضرت سعید بن مسیب سے سوال ہوا اگر ایک غلام کا لاکھ آڑا عورت سے ہو تو اس لڑکے کی ولہ کس کو خطی مہینے کے باوجود

اس لڑکے کا پانچ ماہ کی حالت میں مر جائے تو وہ اس کی ماں کے سوالی کو ملے گی۔۔۔۔۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ مثال اس کی رہے ملاعنہ عورت کا لڑکا اسی ماں کے موالا کا، طرف منسوب ہو جائے

مرحبا۔ کوئی اس کے وارث ہوں گے اگر جنایت کرے گا وہی دیت دیں گے بھروسہ موت کا خدا فقر کرے کہ میرا لڑکا ہے کوئی نہ والا۔ باپ کے موالی کو بھٹے دیں وارث ہوں گے دیت دیں گے مگر اس کے باپ پر حد صرف پڑے گی یا مالک نے میری عمر کیا؟ اگر موت کا خدا عزری یا ہواور خدا اس کے لڑکے کا فقر کر لے گا فقر اگر کرے کہ میرا لڑکا ہے تو وہ نہ کا اپنے باپ سے مل جائے گا۔ جب تک خداوند اقرار نہ کرے اس لڑکے کا ترکہ اس کی ماں اور اخیانی بھتی کو حصہ نہ کرے جو بیچ رہے گا مسلمان کا جو بیچے اور مل عدت کے لڑکے میراث اس کی ماں کے موالی کو اس واسطے ملے ہے کہ جب تک اس کے خاوند نے اقرار نہیں کیا نہ اس کے کاتب نے نہ اس کا کوئی عصبہ ہے جب خاوند نے اقرار کر لیا کاتب ثابت ہو گیا اس عصبہ سے مل جائے گا۔

حضرت اسامہ کلب علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس غلام کی اواداً زادو عمر سے ہو اور غلام کا باپ آزاد ہو وہ اپنے پوتے سے بڑا ہے۔ یہ کہ جو بچہ جب تک باپ غلام رہے گا جب تک باپ آزاد ہو گا پوتے کے سوا کسی کو ملے گی۔ اگر باپ غلام کی حالت میں سر مر جائے تو قیصر اس اوادوں زاد کو ملے گی۔ اگر اس غلام کے دو آزادوں میں سے ایک لڑکا مر جائے اور باپ ان کا غلام ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا۔

حضرت امام ہدایت علیہ السلام نے کہا کہ عالم کوئی اگر آزاد ہو جائے اور خدا اس کا غلام ہو پھر وہ بھی آزاد ہو جائے۔  
 انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی اس کی اس کے غلام ہو جائے اور خدا اس کا غلام ہو جائے تو اس کا غلام ہو جائے۔  
 یہی وہی ہے جو کہ فرماتا ہے کہ اگر کوئی اس کی اس کے غلام ہو جائے اور خدا اس کا غلام ہو جائے تو اس کا غلام ہو جائے۔  
 یہی وہی ہے جو کہ فرماتا ہے کہ اگر کوئی اس کی اس کے غلام ہو جائے اور خدا اس کا غلام ہو جائے تو اس کا غلام ہو جائے۔

(موطا امام، مک: جلد اول: حدیث نمبر 1166)

باندی کے حمل کو مال کے بدلے آزاد کرنے کا بیان

( وَكُوِضِّعَ الْحَمْلُ عَلَى مَا لَيْ صَحَّ ) وَلَا يَجِبُ الْمَالُ إِذْ لَا وَجْهَ لِكُلِّ الزَّامِ الْمَالُ عَلَى الْحَيِّينَ لِغَدَمِ الْوَلَايَةِ عَلَيْهِ ، وَلَا إِلَى الزَّوَايِدِ الْأَمْرَ لِأَنَّهُ لَيْ حَقُّ الْوَقْفِ نَفْسَ عَلَى حِدَّةٍ ، وَاشْتِرَاطَ بَدَلِ الْعِنَى عَلَى غَيْرِ الْمُعْتَقِ لَا يَجُوزُ عَنْهُ مَا مَرَّقَى الْخَبْرَ ، وَإِنَّمَا يُعْرِثُ قِيَامَ الْحَلِّ وَقَدْ عِنَقَ إِذَا جَاءَتْ بِدَلَالَةٍ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْهُ ، لِأَنَّهُ أَذْنَى مَدَّةِ الْحَمْلِ .

27.

اور جب آقا نے حمل کو مال کے عوض آزادی کا تو آزادی درست ہوگی لیکن مال واجب نہیں ہوگا اس لئے کہ جنسین پر مال واجب نہیں ہے کوئی صورت نہیں ہے اس لئے کہ اس پر کسی کو ولایت کا حق نہیں ہے اور اس کی مال پر واجب کرنے کی صورت نہیں ہے کیونکہ آزادی کے حق میں جنسین ایک انگ جان ہے اور آزادی کا بدل جس کو زاد کرتا ہے اس کے علاوہ کسی اور شرط پر لگانا جائز

نہیں ہے جس طرح کہ قلع میں گزر چکا ہے۔ اور وقت حمل قلم کا قیام صورت میں معلوم ہوگا جب اس وقت سے چھ دنوں میں باہر لے کر پھر جانا ہو اس لئے کہ حمل کی کوئی مدت ہے۔

جنین سے متعلق مذاہب فقہاء

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چاند کی تاریخ کے لحاظ سے چھ ماہ ہے۔ طبعی لحاظ سے حمل کی کم از کم مدت سے مراد ہے کہ عام معمول سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا اور عموماً پیدائش کے بعد ایسے بچے زندہ رہ جاتے ہوں۔ چہرہ طبعی تحقیقات سے زنگی یہ بات ثابت کر دیتی ہے کہ چھ ماہ میں جنین کے تمام اعضاء مکمل ہو جاتے ہیں اور اگر اس مدت میں وضع حمل ہو جائے تو طبی کلیات کی نظر سے یہ سولہویں جنین محفوظ بنائی جا سکتی ہے۔ فقہاء اسلام نے کم از کم مدت کے تین کے لیے ان خصوصیات کو بنیاد بنایا ہے: والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین اور چاہے کہ (بانی مشورے سے) انہیں اپنے بچے ہونے سے پہلے چھ ماہ سے زائد تک دودھ پانی پڑیں دوسری آیت سورہ انفاس کی ہے جسے پہلے آیت کے ساتھ رکھ کر اہل علم نے مدت کا تین کیا ہے: یوحملہ و فصالہ ثلاثون شهراً (ایک) کی مدت حمل اور مدت رضاعت (دووں کا کل دواہر) تیس ماہ ہے۔

ان دونوں آیت سہر کا جو جمع کرنے سے کم از کم مدت چھ ماہ اس طرح بنتی ہے کہ اگر وضع حمل نو ماہ کے بعد ہو تو تیس ماہ سے نو ماہ نکال کر رضاعت کی مدت اکیس ماہ بنے گی اور اگر پیدائش کے بعد چار ماہ سے دو سال تک دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ سے منہا کی جائے تو یہ چوبیس ماہ تیس ماہ سے نفی کرنے کے بعد چھ ماہ رہ جائے ہیں۔ پوری مدت رضاعت کو سامنے رکھ کر تیس ماہ کی نص کو اصل اور طبعی مدت مان کر کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہی بنے گی۔

صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سب اکابر صحابہ نے انہیں آیات سے یہ حکم اخذ کیا تھا اور اسی مدت پر امت کا اجماع ہو گیا۔ یہ تو حمل کی کم از کم مدت کا مسئلہ۔ جہاں تک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کا تعلق ہے تو اس کے تین میں اہل علم کا مرضی نہیں نہ ہونے کی وجہ سے اتفاق نہیں ہو سکا۔

ظاہری مذہب: امام ابن حزم نے مذکورہ بالا آیات کو بنیاد بنا کر کم از کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ نو ماہ کی مدت کو فیصلہ کن مدت کہا ہے۔ دوسرے ہیں کہ جو شخص نو ماہ سے زیادہ مدت تک ضمیر سے جانے والے عمل کا شری اعتبار رکھتا ہے تو وہ اللہ کے واضح حکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جب اللہ نے خود ہی زیادہ سے زیادہ مدت تیس مہینے ضروری کر دی ہے تو کم از زیادہ کا سوال ہی نہ رہا۔

شافعیہ اور حنابلہ کی مشہور رائے چار برس ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک رائے یہی ملتی ہے۔ احناف اور شافعیہ میں سے امام حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے دو برس کی مدت کو حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت بتلایا ہے۔ امام حزم اور ظاہری مذہب میں نو ماہ کی ہی مدت کو حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جن احق نے زیادہ سے زیادہ چار برس کی رائے اختیار کی ہے تو انہوں نے اپنی رائے کے درست ہونے کے لیے دیکھ دیے ہیں: انسانوں کو جو روزمرہ مسائل پیش آتے ہیں ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کے لیے شریعت میںصوص بنائی جاتی ہیں اور کچھ ایسے ہیں کہ وہ عرف پر چھوڑ دیے گئے ہیں۔ جس طرح فیصل اور نخاس کا حکم عورت

کے معمول پر چھوڑ دیے گئے ہیں کہ خون کا سیانہ بند ہوتے ہی عورت پاک ہو جاتی ہے اسی طرح عورتوں کے وضع حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کا تین چار برس کی گئی ہے کیونکہ اگر کسی عورت کے پاس وقت پر وادت نہ ہو تو عورتوں میں زیادہ سے زیادہ وضع حمل کا یہی معمول دیکھا گیا ہے۔ مبارک بن محمد کہتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں محمد بن عثمان کے گھر پر بار چار برس کے حمل کے حد وادت ہوتی تھی۔ ان کی گھروالی کا یہاں بندھا معمول تھا کہ ان کی بابت کہا جاتا کہ فلا نہ کا معمول حمل کی طرح پورے چار برس ہے۔

جن ائمہ کرام نے زیادہ سے زیادہ مدت دو برس اختیار کی ہے ان کی دلیل یہ ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یحییٰ بن ابی اللہ فی رحمہا کٹر من مستین، و لو بعد کثۃ معزل جنین اپنی ماں کے پیٹ میں کبھی بھی دوسرے سے زیادہ نہیں نکلتے، پس بھجوں اتنی تھی اور ظہر اظہر جائے گا جتنی دیر میں منکے کا ایک پیکر پورا ہوتا ہے (دھوپ میں منکے کا سایہ یا اس کا ایک پیکر کم مدت کے لیے نکلتا ہے) یا صحابہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس فرمان کی بابت فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس مدت کا تین بقیہ اس طرح فرماتی ہیں کہ ایک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کا کوئی شخص بھی اپنے مشاہد سے یا عقل سے جتنی کہ چاہے نہیں کر سکتا۔ یہ انسانی پڑے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی یہ سن رکھا ہوگا۔

بانہی کی اولاد کے آزاد ہونے کا بیان

قَالَ (وَلَدَ الْأَمَةِ مِنْ مَوْلَاهَا حُرٌّ) لِأَنَّهُ مَغْلُوقٌ مِنْ مَّالِهِ فَيُفْتَقِ عَلَيْهِ، هَذَا هُوَ الْأَصْلُ، وَلَا مَعَارِضَ لَهُ فِيهِ لِأَنَّ وَلَدَ الْأَمَةِ لِمَوْلَاهَا.

ترجمہ

فرمایا کہ بانہی کی اولاد جو اس آقا سے ہوگی وہ آزاد ہوگی کیونکہ آقا کے غنم سے پیدا ہوئی ہے اس لئے اس پر آزادی ہوگی یہی اصل ہے اور سچے کے متعلق کوئی محاذ نہیں ہے۔ کیونکہ بانہی کا بچہ اس کے آقا کا ہے۔

شرح

علامہ ابن حنفی علیہ الرحمہ نے نبی کریم ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم سے آزاد ہونے سے استدلال کیا ہے۔ اس حدیث کو ہم مکمل ترجمے کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

حضرت ابن عمر بن ابی سلمہ بن بشر اسامی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اونی سے پوچھا کیا تم نے ابراہیم بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے انہوں نے کہ وہ چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے اگر خدا کی مرضی ہوتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (بخاری القدر ۱۰ ص ۹۶، بیروت)

باندی کے بچے کے مالک ہونے کا بیان

(وَوَلَدَهَا مِنْ رُؤُوسِهَا مَمْلُوكٌ لِّسَيِّدِهَا) لِسَرِّحِ جَابِ الْأُمِّ بِاِغْتَابِ الْخَصَانَةِ أَوْ لِاسْتِهْلَاكِ سَائِلِهِ بِسَائِلِهَا وَالْمُتَقَاتِفَةُ مُتَحَقِّقَةُ الرُّوْحِ قَدْ رَضِيَ بِهِ، بِجَلَابِ وَلَدِ الْمَمْرُورِ لِأَنَّ الْوَالِدَ مَا رَضِيَ بِهِ.

ترجمہ

اور باندی کا وہ بچہ جو اس کے شوہر سے پیدا ہوا ہو اس باندی کے مالک کا مالک ہوگا اس لئے کہ کہ پردہ اس کے اعتبار سے شوہر کے ہونے کے ساتھ منکر ہلاک ہونے کی تہا سے اس کی جہت رائج ہے اور منہ قوت ثابت ہے اور شوہر اس پر راضی ہے اس شخص کے بچے کے ظفر کہ جس کو رکھو گا یا گیہو کیونکہ رکھو اس پر راضی نہیں ہے۔

غلام باپ اور کنیرماں کے بچوں کی آزادی کا فقہی بیان

در جاہلیت میں ان میں سے ہر قسم کے بچوں کو بے غلام نامی سمجھا جاتا تھا۔ ان میں سے ان بچوں کی حالت نہیں بدلتی تھی جو آقا اور لونڈی کے ازدواجی حلقے میں پیدا ہوئے ہوں لیکن یہ بھی اپنے ان سوتیلے بہن بھائیوں کی نسبت ستر درجے کے حامل ہوا کرتے تھے جو ان کے باپ اور ایک آزاد عورت کے ازدواجی حلقے کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہوں۔ ان بچوں کے حقوق و مراعات وغیرہ کے معاملات میں اپنے آزاد بہن بھائیوں کی نسبت نہ ہونے کے برابر تھے۔

اسلام نے ان بچوں سے متعلق جو اصلاحات کیں، ان کے مطابق آقا اور لونڈی کے تعلق سے پیدا ہونے والے بچوں کو مکمل طور پر آزاد اور اپنے سوتیلے بہن بھائیوں کے ہم پلہ قرار دیا۔ انہیں وراثت میں بھی وہی حقوق دیے گئے جو ان کے بہن بھائیوں کو حاصل تھے۔ نہ صرف اور بلکہ اس اولاد کی کنیرماں کے شوہر کو آزاد ہونا چاہئے کہ قانون بنادیا گیا جس کی تفصیل ۳۴م "ولد" کے عنوان کے تحت بیان کر چکے ہیں۔ یہ سب کل معاہدہ ان بچوں کے ساتھ کیا گیا جن کا باپ غلام اور ماں آزاد ہو۔ ان بچوں کو بھی مکمل طور پر آزاد قرار دے دیا گیا۔

امام احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ آزاد ماں اور غلام باپ کے بچے بھی آزاد ہیں گے۔

قال أحمد: إذا تزوج العبد حرة عتق نصفه. ومعنى هذا، أن أولاده يكونون أحراراً

وهم فرعه، فالأصل عبد وفرعه حر والفرع جزء من الأصل. (ابن تیمیہ، السياسة

الشريعة فی اصلاح الراعی والرعية)

احمد بن حنبل کہتے ہیں، "جب کوئی غلام کسی آزاد عورت سے شادی کر لے تو اس کا نصف آزاد ہو گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ

اس نے من و زاد ہوگی کیونکہ وہ اس کی ایک شاخ ہے۔ تا تو غلام ہے لیکن شاخیں آزاد ہیں اور شاخ تو تنے کا ایک حصہ ہی ہے۔" ایک بچہ جن کی ماں غلام اور باپ آزاد ہو تو ان کے ضمن میں کوئی مرفوع حدیث نہیں مل سکی اس کی وجہ بنیادی طور پر یہ رہی ہوگی کہ یہ ایک مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش شدہ ہوا ہوگا۔ اول تو ایسے جوڑوں کی تعداد ہی بہت کم تھی جن میں سے ایک غلام اور ایک آزاد ہو۔ دوسرے یہ کہ جو ایسے جوڑے ہوں گے بھی، انہوں نے اپنے مالکان کو بچوں کی آزادی پر راضی کر لیا ہوگا اور عدالت میں مقدمے کی قیادت ہی نہ آئی ہوگی۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک ایسا مقدمہ پیش کیا گیا جس میں ایک لونڈی کے جنموت بدل کر خود کو آزاد عورت بن کر کے شادی کر لی۔ اس مقدمے میں غیظ و نفرت نے ان بچوں کے آزاد پاد کو گھم دیا کہ وہ قادیان اور کر کے اپنے بچوں کو آزاد کر والے۔ (سوانح امام مالک کتاب ۱، فقہیہ، حدیث 2160)۔ ایک اور مقدمہ سیدنا عبداللہ بن مسعود بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے پاس پیش کیا گیا تو انہوں نے ایسے بچوں کو غلام بنانے سے منع فرمادیا۔

حَدَّثَنَا وَجِيعٌ، عَنْ يَسْعَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهْمَلٍ، عَنِ الْمُسْتَوْدِ بْنِ الْأَخْنَفِ،

قَالَ: سَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ: إِنَّ عَمِّي رُوِيَ وَلِيدَتُهُ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَسْتَعْرِقَ

وَلَدِي، قَالَ: لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ. (مصنف ابن ابی شیبہ؛ حدیث (21277))

ایک شخص عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، میرے چچا نے اپنی لونڈی کی شادی مجھ سے کر دی تھی۔ اب وہ میری اولاد کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، "ایسا نہیں ہو سکتا۔"

ابن کثیر نے اس معاملے کا ایک مختصر نظریہ درج کیا ہے کہ ماں یا باپ میں سے اگر ایک بھی آزاد ہو تو ان کے بچے بھی آزاد رہیں گے (تفسیر سورۃ نساء: 25)

رہے وہ بچے جن کے ماں اور باپ دونوں غلام ہوں، ان کے بارے میں بھی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث نہیں مل سکی۔ فقیر رفتی کی کتاب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے تابع ہی ہوں گے۔ جب تک ان کے والدین غلام ہیں گے، یہ بچے بھی غلام ہی تصور کئے جائیں گے اور جب والدین آزاد ہو جائیں گے تو ان میں سے کوئی مکاتبت کر کے تو یہ بچے خود بخود ان کے ساتھ ہی آزاد ہو جائیں گے۔ اگر والدین میں سے ایک آزاد اور ایک غلام ہو تو عورت کا کیا جائے گا۔

حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنِ الْعُمَرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَلَدُ أُمِّ الْوَلِيدِ

يَعْتَبَرُ لَيْكًا. (مصنف ابن ابی شیبہ؛ حدیث (21000))

حضرت نافع کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، "ولڈی کی (اپنے مالک کے ملوہ اولاد) اپنی ماں کے درجے پر ہے (یعنی وہ اس کے ساتھ ہی آزاد ہو جائے گی)"



اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْحَنَّةَ .

ضمیر مجرور پر عطف کرنا ہو تو عموماً حرف جر کا اعادہ کیا جاتا ہے۔

جیسے سَرَزَتْ بِهٖ وَبَزَيْدٍ اور بعض اوقات اعادہ نہیں کیا جاتا، جیسے قرآن پاک میں وَكُفِّرْ بِهٖ وَالْمَسْحِدِ الْحَرَامِ آیا ہے۔

فائدہ :

بعض عبارتوں میں عطف کی یہ نشانیاں ہوتی ہیں ۔ عطف عطا یا عطف عفا ۔

عطف بیان کی تعریف :

وہ تابع ہے جو صفت تو نہ ہو لیکن صفت کی طرح اپنے متبوع کو واضح کرے یا اپنے متبوع سے زیادہ مشہور ہو جائے۔

جیسے اَفْسَسَ مَا اَلَيْهِ اَبُو خَفِصٍ عَمَرٌ ۔ اس مثال میں عمر قانع ہے جس پر متبوع ابو خفص کو واضح کیا ۔ اور قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ اَبُو هُرَيْرَةَ، تابع کو عطف بیان اور متبوع کو مبین کہتے ہیں ۔

عطف بیان کے چند ضروری قواعد :

۱۔ اگر متبوع اور مسموع ایک ہی قسم کے ہوں تو ان میں سے مشہور و عطف بیان نہ کیجئے مذکورہ امثالوں میں پہلی میں غسر اور دوسری میں اَبُو هُرَيْرَةَ عطف بیان ہیں۔

۲۔ اگر متبوع معزز ہو تو عطف بیان انکی وضاحت کرتا ہے جیسے مذکورہ مثالیں اور اگر وہ حق تعالیٰ کا فائدہ دیتا ہے۔

جیسے وَيُسْقِي مِنْ مَّاءٍ صَدِيدٍ ۔ اس مثال میں صدید عطف بیان نے ماء متبوع کی تخصیص کی ۔

عطف بیان تخصیص اور ازالہ و ہم کیلئے بھی آتا ہے۔

جیسے اَوْ كَفَّارَةً طَعَامٍ مَسْكِينٍ اور اَمَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُؤَسَّى وَهَرُونَ ۔

## بَابُ الْعَلَدِ يَتَعْنِي بَقِصَةً

باب حق بعض کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن محمود بابر نے فقہی یہ ارحمہ کہتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے غلام کی بعض آزادی کوکل آزادی سے مؤخر کر دیا ہے۔ کیونکہ غلام کی آزادی خلق علیہ ہے جبکہ غلام کی بعض آزادی مختلف فیہ ہے بعد از خلق علیہ کو مقدم ذکر کرنا تو یہی تھا جس صاحب ہدایہ نے اپنا کیا ہے۔ (عنا یہ شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۳۰۷، بیروت)

غلام کی بعض آزادی سے متعلق فقہی آثار

حضرت مجدد القندین عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ نہ کر دے اور اس شخص کے پاس ان مال کی غلام کی قیت دے سکے تو اس غلام کی قیت کا ہر ایک شریک کو موافق حصہ دار کرے گا اور نہ اس کی طرف سے آزادی ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو جس قدر اس غلام میں سے آزادی ہو جائے اس کا حصہ آزادی ہو جائے گا۔

(۱) حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے کہ مولیٰ اگر اپنے مرے کے جدا اپنے غلام کا یہ حصہ جیسے شت یا ربع یا نصف آزاد کرے تو بعد مولیٰ کے مرے سے کسی قدر حصہ جنت مولیٰ سے آزاد ہو جائے گا کیونکہ اس حصے کی آزادی بعد مولیٰ کے مرے کے لازم ہوئی اور جب تک مولیٰ زندہ تھا اس کو اختیار تھا جس پر چاہے تو موافق اس کی وصیت کے کسی قدر حصہ آزادی ہوگا اور باقی غلام آزادی ہوگا اس واسطے کہ وہ غیر کی ملک ہوگا تو باقی غلام غیر کی طرف سے کیونکر آزاد ہوگا نہ اس نے آزادی شروع کی اور نہ بات کی اور نہ اس کے واسطے دیا ہے بلکہ یہ میت کا فضل ہے اسی نے آزادی کی اور اسی نے اپنے لیے دلائی اور بات کی تو غیر کے مال میں کیونکر درست ہوگا اگر آپ میت کو چاہے کہ باقی غلام بھی اس کے مال میں سے آزادی کر دیا جائے گا ورنہ مال میں سے وہ غلام آزاد ہو سکتا ہو تو آزادی ہو جائے گا پھر جس کے شریکوں یا وارثوں کو تعرض نہیں پہنچتا کیونکہ ان کا کچھ ضرر نہیں۔

(۲) حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیاری میں تہائی غلام آزادی کر دیا تو وہ شت مال میں سے چار آزادی ہو جائے گا کیونکہ یہ شت اس شخص کے نہیں ہے جو باقی تہائی غلام کی آزادی اپنی موت پر متعلق کر دے اس واسطے کہ اس کی آزادی قطعی نہیں جب تک زندہ ہے جو رج کر سکتا ہے اور جس نے اپنے مرض میں تہائی غلام قطع آزادی کر دیا اور وہ زندہ رہ گیا تو کل غلام آزادی ہو جائے گا کیونکہ میت کا تہائی مال میں وصیت درست ہے جیسے صحیح سالم کا تصرف کل مال میں درست ہے۔

(۳) حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس شخص نے اپنا غلام قطعی طور پر آزادی کر دیا یہاں تک کہ اس کی شہادت ہوئی اور اس کی حرمت پوری ہوگئی اور اس کی میراث ثابت ہوگئی اب اس کے مولیٰ کو نہیں پہنچتا کس اس پر کسی مال نہ خدمت کی شہادت ہو۔ یہ

اس پر بکھٹو غلامی کا یوہڑا لے لے کر ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس اپنے حصہ غلام میں سے آزاد کر دے تو اس کی قیمت کا کرہ ایک شریک کو کھا کر آزاد کرے اور غلام اس کے اوپر آزاد ہو جائے گا پس جس صورت میں وہ غلام خاص کسی کی ملک ہے تو زیادہ تر اس کی آزادی پوری کرنے کا حقدار ہوگا اور غلامی کا یوہڑا اس پر نہ رکھے سکے گا۔

(موطاء امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1150)

اعتراف کے اجزاء و عدم اجزاء کا بیان

(وَإِذَا عَتَقَ الْمُؤَلَى بَعْضَ عَبْدِهِ) عَتَقَ ذَلِكَ الْقَدْرَ وَبَسَعَى فِي بَقِيَّةِ قَيْمَتِهِ لِمَوْلَاهُ  
عِنْدَ أَسَى خَبِيفَةَ رَحْمَةِ اللَّهِ، وَقَالَ: (يَعْنِي كُلَّهُ) وَأَصْلُهُ أَنَّ الْبَائِعَ عَاقِبَ يَتَجَرَّأُ عِنْدَهُ  
فَيَقْفُصِرُ عَلَى مَا عَتَقَ وَعِنْدَهُمَا لَا يَتَجَرَّأُ وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ، فَإِصَافَتُهُ إِلَى  
الْبَعْضِ كِبَاضًا فَيَبِيحُ إِلَى الْكُلِّ فَلِهَذَا يَعْني كُلَّهُ.  
لَهُمْ أَنَّ الْبَائِعَ عَاقِبَ الْبَيْعِ وَهُوَ قُوَّةٌ حُكْمِيَّةٌ، وَإِنِ اجْتَبَاهَا بِإِزَالَةِ صِدْعِهَا وَهُوَ الرِّقُّ الْبَلْدِيُّ  
هُوَ صَعْفٌ حُكْمِيٌّ وَهَذَا لَا يَتَجَرَّأَنِ قَصَارٌ عَنِ الْقِصَاصِ وَالْإِسْتِيلَادِ.  
وَلَأَسَى خَبِيفَةَ رَحْمَةِ اللَّهِ أَنَّ الْبَائِعَ عَاقِبَ الْبَيْعِ بِإِزَالَةِ الْمِلْكِ، أَوْ هُوَ إِزَالَةُ الْمِلْكِ  
لِأَنَّ الْمِلْكَ حَقُّهُ وَالرِّقُّ حَقُّ الشَّرْعِ أَوْ حَقُّ الْعَامَّةِ.  
وَحُكْمُ التَّصَرُّفِ مَا يَدْخُلُ تَحْتَهُ وَلَا يَتِيهِ التَّصَرُّفُ وَهُوَ إِزَالَةُ حَقِّهِ لَا حَقُّ غَيْرِهِ.

وَالْأَصْلُ أَنَّ التَّصَرُّفَ يَقْتَضِرُ عَلَى مَوْضِعِ الْإِضَافَةِ وَالتَّعْدَى إِلَى مَا وَرَاءَهُ وَضُرُورَةُ عَدَمِ  
التَّجَرُّؤِ، وَالْمِلْكُ مُتَجَرَّأٌ كَمَا فِي التَّبَعِ وَالْهَيْةُ قَيْمَتُهُ عَلَى الْأَصْلِ، وَتَجِبُ  
السَّعْيَةُ لِاخْتِيَارِ مَالِيَةِ الْبَعْضِ عِنْدَ الْعَبْدِ، وَالْمُسْتَسْقَى بِمَزَالَةِ الْمُكَاتَبِ عِنْدَهُ لِأَنَّ  
الْإِضَافَةَ إِلَى الْبَعْضِ تَوْجِبُ ثُبُوتِ الْمَالِكِيَّةِ فِي كُلِّهِ، وَبَقَاءُ الْمِلْكِ فِي بَعْضِهِ يَسْتَعِي  
فَعَمَلْنَا بِاللَّذَلِيلِيِّ بِإِزَالَةِ الْمُكَاتَبِ إِذْ هُوَ مَالِكٌ يَدُ الْأَرْقَبَةِ، وَالسَّعْيَةُ كَتَبَدِلِ الْكَيْفِيَّةِ،  
قُلُّهُ أَنْ يَسْتَسْعِي.

وَلَوْ خِيَارٌ أَنْ يَعْطِفَهُ لِأَنَّ الْمُكَاتَبَ قَابِلٌ لِلْبَائِعِ عَاقِبَ، غَيْرَ أَنَّهُ إِذَا عَحَرَ لَا يَزِدُّ إِلَى الرِّقِّ لِأَنَّهُ  
إِسْقَاطٌ لَا إِلْسَى أَحَدٌ فَلَا يَقْبَلُ الْفَسْخَ، بِخِلَافِ الْكَيْفِيَّةِ الْمَقْصُودَةِ لِأَنَّهُ عَقْدٌ يُقَالُ

وَيُفْسَخُ، وَلَيْسَ فِي الطَّلَاقِ وَالْعَقْرِ عَنِ الْقِصَاصِ خَالَةً مُتَوَسِّطَةً،  
فَاتِّسَافَةُ فِي الْكُلِّ تَرْجِيحًا لِلْمَحْرَمِ، وَالْإِسْتِيلَادُ مُتَجَرَّأٌ عِنْدَهُ، حَتَّى لَوْ اسْتَوْلَتْ بَعْضُهُ  
مِنْ مُدَبَّرَةٍ يَقْتَضِرُ عَلَيْهِ، وَفِي الْيَقِينَةِ لَمَّا ضَمِنَ تَبَيُّتُ صَاحِبِهِ بِالْإِفْسَادِ مَلَكُهُ بِالصَّمَانِ  
فَكَمَّلَ الْإِسْتِيلَادُ.

ترجمہ

۱۔ جب آقا نے اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کیا ہو تو اس مقدار سے وہ غلام آزاد ہوگا حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ  
وہ خود ہی قیمت میں آقا کے لئے سخی کرے گا جبکہ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ وہ پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔  
اور اس کی اصل یہ ہے کہ حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ عتاق تجزی ہو سکتا ہے اسی وجہ سے آزادی اقل مقدار پر  
آزادی مختصر ہوگی جتنا آقا نے آزاد کیا ہو جبکہ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ عتاق تجزی نہیں ہو سکتا اور حضرت امام شافعی علیہ  
الرحمہ بھی یہی قوی اس لئے بعض غلام کی طرف آزادی کی انصاف کرنا غلام کی طرف انصاف کرنے کی صرح ہے اسی وجہ سے  
چاندہ آزاد ہو جائے گا ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ عتاق اثبات قوت کا نام ہے اور وہ قوت حکم ہے اور اس کا اثبات اس کی  
مذکورہ ختم کرنے سے ہوگا اور قوت کی ضد وہ رقیقت ہے جو کسی کمزوری ہے اور یہ دونوں تجزی نہیں ہو سکتے اسی وجہ سے یہ عتاق اس میں  
تفاسل صاف کرنے اور اہم ولد بتانے کی طرح ہو گیا۔

جبکہ امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ ملک کو ذائل کے حق ثابت کرنے کا نام عتاق ہے یا خود عتاق ہی ملک ذائل کرنے کا  
نام ہے کیونکہ ملک معن کا حق ہے یا عوام کا حق ہے اور تصرف کا حکم اسی قدر ہوتا ہے جتنا کہ تصرف کی ولایت کے تحت داخل ہوتا ہے  
اور یہ اپنے حق کو ختم کرنا ہے یا کمزوروں کے حق کو ارضا پانے ہے کہ تصرف موجب اضافت ملک محدود رہتا ہے۔

اور اس کے علاوہ کی طرف متعدد ہونا تجزی کے نہ پانے جانے کی ضرورت ہوتا ہے اور ملک تجزی ہے جیسا کہ بیخ  
اور یہ میں ہے اسی وجہ سے تصرف عتاق اپنی اصل پر باقی رہے گا اور غلام پر سخی کرنا واجب ہوگا اس لئے کہ اس کے پاس کچھ  
مالیت موجود ہے اور حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مستحق مکاتب کے درجے میں ہے۔ اس لئے کہ بعض غلام کی  
حرف اشرق کو منسوب کرنے پر غلام میں ثبوت ملکیت کے موجب ہے لیکن بعض غلام میں ملکیت کی بناء اس کے لئے ہے  
بندہ جس نے دونوں دلیلوں پر عمل کرے اس کو مکاتب قرار دے دیا اس لئے کہ وہ تصرف کا مالک ہے نہ کہ رقبہ کا اور مکاتبی کرنا بدل  
تسمیت کی طرف ہے۔ اس لئے آقا کی بھی اختیار ہے کہ وہ غلام سے مکاتبی کر دالے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اس کو آزاد کر دے اس  
لئے کہ مکاتب عتاق کے لائق رہتا ہے لیکن اگر وہ مکاتبی کرنے سے عاجز ہو جائے تو اسے رقیقت کی طرف نہیں جڑایا جائے گا۔ س  
لئے کہ یہ اسقاط الالاحد ہے اس لئے کہ اس کو قبول نہیں کرے گا کتابت مقصودہ کے خلاف اس لئے کہ وہ ایسا عقد ہے جس کا

اقالہ بھی ہو سکتا ہے اور جو بھی ہو سکتا ہے۔

اور حضرت ابو قتادہ کا صحابہ کرام میں کوئی درمیانی حالت نہیں اس سے ہم نے عزم کو ترجیح دیتے ہوئے ان کے کل میں ثابت کر دیا اور حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ استیلا یعنی ام ولد بنانا تجویز ہوتا ہے یہاں تک کہ آقا کا نہ ہو بدیہی سے اپنے حق کو مودہ یا دودہ اس کے لئے جس تک محدود رہے گا اور کامل نموک باندی میں جب کسی نے انہی کی وجہ سے اپنے ساتھی کے حصے کا تاوان دے دیا تو خزان کی وجہ سے وہ اس کا مالک ہو گیا اس لئے استیلا اور پورا ہو گیا۔

بعض آزاد کی کے اعتبار کا بیان

حضرت ابو یوسف (تاجانی) اپنے والد کرم (حضرت اسامہ ابن غیر صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے ایک خادم نام سے بڑھ چھڑا کر دیا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خدا کا کوئی شریک نہیں ہے" اور پھر یہ حکم دیا کہ اس کو اس کا مالک آزاد کر دینا ہے۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 582)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ جو بھی کام اللہ تعالیٰ کے لئے کیا جائے اور وہ عبادت کی قسم سے ہو تو اس میں اپنے حصہ کو شریک نہ کرنا ہے۔ جہذا ایک خادم کے حصہ کو آزاد کر دیا اور بعض حصوں کو بدستور غلام رکھنا مناسب نہیں ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ آزادی اور غلامی پختہ نہیں ہوتی لیکن حضرت امام عظیم ابو یوسف چونکہ تجویز کے قائل ہیں اس لئے ان کے نزدیک ان الفاظ سے معنی یہ ہیں کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خادم کو بالکل آزاد کر دینے کا حکم دیا یا اس کو ترک کر دیا تو اس کے حصہ کو اس کی ترغیب دلانی کہ وہ اس غلام کو بالکل آزاد کر دے۔

غلام سے معاہدے لینے متعلق فقہی تشریحات

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی خادم (مشترک) میں سے اپنے حصہ کو آزاد کر دیا تو اسے چھڑانا اس کے مال میں ہے اگر اس کے پاس مال ہو اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام کی درمیانی قیمت لگائی جائے گی اور دوسرے حصہ کے شرکاء کے حصوں کی قیمت کے برابر غلام سے مزدوری کرائی جائے گی بغیر اس پر مشقت ڈالے ہوئے امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ پھر غلام سے سخت مزدوری کر دینی بھی بغیر مشقت ڈالنے ہوئے اس پر۔

(مشن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 547)

احادیث سے واضح ہے کہ کسی غلام سے اتنا ہی کام اور سی کام لیا جہاں سے اس کی جسمانی اور دینی ملازمتوں کے مطابق ہو۔ اگر وہ کوئی کام سرانجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو مالک پر لازم ہے کہ وہ خود اس کی مدد کرے۔ ایسے مالک کو اللہ تعالیٰ بہت

بڑے ناز ہوگا۔

اخرنا ابو یعلیٰ قال حدثنا ابو خثیمہ قال حدثنا عبد اللہ بن یزید قال حدثنی سعید بن ابی ایوب قال حدثنی ابو ہانہ قال حدثنی عمرو بن حرث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما محفت عن خادمک من عملہ کان لک اجرا فی موازینک (صحیح ابن حبان، حدیث (4314)

خرو بن حرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جو اپنے خادم کے کام میں لگتا ہے، اسے اس کا اجر اپنے اعمال کے وزن کے وقت ملے گا۔"

امام بیہقی شرح السنن میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی غلام پر جو بھلائی دے متعلق ہوئے فرماتے ہیں:

قال شافعی: یو معنی قوله "لا یكلف من العمل الا ما یطیق" یعنی... والله اعلم... لا ما یطیق الدوام علیہ، لاما یطیق یوما اور یومین، او ثلاثہ، ونحو ذلك ثم یعجز. وجملہ ذلك ما لا یضر بیدنہ الضرر البین، فان عسی او زمن، انفق علیہ مولاہ، و لیس له ان یتصرع الامۃ غیر ولہا الا ان یکون فیہا فصل عن ربہ، او یکون ولہا یعتل بالطعام، فقیم بیدنہ، فلا یاسی بہ (بیہقی، شرح السنۃ، کتاب النکاح)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں، اس ارشاد کہ "غلام پر کام کا جتنی بوجھل دے جس کو وہ طاقت رکھتا ہے۔" کا معنی یہ ہے، (اللہ ہی بہتر جانتے والا ہے) کہ اس سے ایسا کام نہ لیا جائے جس کا بیش کرتے رہنا اس کے لئے ممکن نہ ہو۔ اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ وہ ایک دو تین دن کسی کام کو کرے اور اس کے بعد (بہر پر کر) اس سے عاجز آجائے۔ اس میں وہ تمام مثال میں جن کے نتیجے میں اس کی صحت کو واضح نقصان پہنچ سکے جو جیسے وہ کسی کام کے نتیجے میں تاجہ ہو جائے وہ بہر پر جائے۔

(نہایت کی صورت میں) مالک پر لازم ہے کہ وہ اس پر خرچ کرے۔ اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کسی کو لوندی کو اپنے پیٹے سے غلام دوسرے کسی بچے کو دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے اس کے اس کے اس پر اپنے رب کا فضل ہو (یعنی ایک بچے کی نہایت سے زیادہ دودھ داتا ہو) یا پھر اس کا اپنا بچہ کچھ اور کھا کر نشوونما پا دے (اور اس کا دودھ فالتو ہو جائے) تو پھر کسی اور کے بچے کو دودھ پلانے میں خرچ نہیں ہے۔

سعی میں غلاموں سے حسن سلوک کرنے کا بیان

کسی کو یہ خیال نہ رہے کہ ان حقوق کی تقصیر محض اخلاق کی نوعیت کی تھی۔ اگر اب بھی ہوتا ہے بھی صحابہ کرام کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یہ کہانی تھا لیکن ان حقوق کو کوئی طور پر بھی نافذ کر دیا گیا۔ اس کی تفصیل ان روایات میں بیان کی گئی ہے۔

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، أَنَّهُ تَلَعَّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْمُحَطَّابِ كَانَ يُدْهَبُ إِلَى الْعَوَالِي كُلِّ يَوْمٍ سَبَّ، فَوَدَّ أَنْ يَجِدَ غَدَاً لَمْ يَغْنَا لَا تَطْفُئُهُ، وَضَعَهُ عَنْهُ مَهْ. (موطاء مالک، کتاب الجامع، حدیث (2807)



حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہر شے کے دن میں دو نوح میں (واقعہ کھیتوں وغیرہ) میں جایا کرتے اور اگر نہیں کوئی یہ ناعلم ہاں تا جہاں ملتا ہے تو بھوکا کام کر دیتا ہوتا تو آپ کا بوجھ کم کر دیتے۔

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عُمَرَ أَبِي سَهْلٍ نَبِي مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَهُوَ يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ: لَا تَكْفُلُوا الْأُمَّةَ غَيْرَ ذَاتِ الصَّغَةِ الْكُتُبِ، فَبِمَكِّمْ مَتَى كَفَفْتُمْوهَا ذَلِكَ كَسَبَتْ بِغَرَجِهَا، وَلَا تَكْلُوا الصَّغِيرَ الْكُتُبِ، فَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يَحْذَرْ سَرَقَ، وَعَفُوا إِذَا أَغْفَكُمُ اللَّهُ، وَعَلَيْكُمْ مِنَ الْمُنْطَاعِ بِمَا كَلَّتْ مِنْهَا. (موطأ، مالک، کتاب الجامع، حدیث (2808)

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، "اگر تمہاری لوٹ باری کوئی ہرن نہ جاتی ہوں تو انہیں کمانے کے لئے مت کہو۔ اگر تم اپنا کرو گے تو اس کے نتیجے میں وہ عسرت فریاد کرنا شروع کریں گی۔ بچوں کو بھی کمانے کے لئے مت کہو کیونکہ اگر انہیں روزگار نہ ملے گا تو وہ چوری شروع کریں گے۔ ان سے میری کاسلوک کر دو کیونکہ اللہ تم سے میری کی ہے۔ تم پر یہ لازم ہے کہ انہیں خوراک اور علاج کی تہنیتیں مہیا کرو۔

غلاموں کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے مالکوں کے مال میں سے رواج کے مطابق بنیادی ضروریات کا سامان لے سکتے تھے۔

عبد الرزاق عن بن جريج قال سمعت نافعاً يحدث أن عبد الله بن عمر يقول إن المملوك لا يحوز له أن يعطى من ماله أحدا شيئا ولا يعق ولا يتصدق منه بشيء إلا بإذن سيده ولكنه يأكل بالعرف

ویکتسی هو ولده وامراته. (مسندک حاکم، حدیث (2856)

حضرت نافع کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہہ کرتے تھے، "غلام کو اس کی اجازت تو نہیں ہے کہ وہ اپنے مالک کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کوئی چیز دے یا مالک کا غلام آزاد کرے یا اس میں سے صدقہ کرے۔ لیکن اسے ضرورت کے مطابق اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے خوراک اور کپڑا لینے کا حق حاصل ہے۔"

غلاموں کے ان حقوق کا اللہ اس دے گا تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حقوق فراہم نہ کرنے والے مالک پر غلام کے جرم کی سزا نافذ کی۔

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَخْصِي بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَالِطٍ، أَنَّ زُهَيْرًا لِحِطَابٍ سَرَقُوا نَاقَةً لِرَجُلٍ مِنْ هِمْزَةٍ، فَاتَّخَذُوا قَوْلَهُ ذَلِكَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَمَرَ عُمَرُ خَيْرَ بْنَ الصَّلْبِ أَنْ يَطْعَمَ أَبْنَاءَهُمْ، ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: إِنْ أَرَأَيْتُمْ أَنِّي أَطْعَمُهُمْ، ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ لَا عَزَمَ مَنَّا أَنْ يَطْعَمَ عَلَيْكَ، ثُمَّ قَالَ: لِلْمَرْثِيِّ حَقٌّ تَمَنَّى نَقِيلُ؟ فَقَالَ الْمَرْثِيُّ: قَدْ كُفْتُ وَاللَّهِ أَتَمَنَّى مِنْ أَنْ يَطْعَمَ مِنِّي دَرْهَمٌ. فَقَالَ عُمَرُ: أَطْعِمُهُ تَمَنَّى مِنْ دَرْهَمٍ. (موطأ مالک، کتاب القاضیہ، حدیث (2178)

حضرت عبدالرحمن بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ (ان کے والد) عطاء کے ایک غلام نے ہومزینہ کے کسی شخص کی انڈی

چرا کرتے ذبح کر کے کھا لیا۔ یہ عالم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عدالت میں لایا گیا۔ (پٹل) سیدنا عمر نے سیر جلیق کو اس غلام کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا لیکن پھر (آقا سے) ارشاد فرمایا، "مجھے لگتا ہے تم انہیں بھوکا رکھتے ہو۔" پھر فرمایا، "اللہ کی قسم! میں تم پر ایسا جرم عائد کروں گا جو تمہیں مارا کرے گا۔" اس کے بعد ہومزینہ کے اس مالک سے چچہ، "تمہاری انڈی کی قیمت کیا ہے؟" اس نے کہا، "و اللہ میں نے تو اس کے چار سو درہم قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے، "آقا سے" ارشاد فرمایا، "اسے آٹھ سو درہم ادا کرو۔"

مشرک غلام کو کسی ایک کے آزاد کرنے کا بیان

(وَأَيُّهَا الْعَبْدُ الْغَنِيُّ شَرِيكِي فَأَتَقِ أَخْذَهُمَا نَصِيحَةَ عَتَقٍ)، قَوْلُ كَانَ مُؤَيَّرًا فَشَرِيكُهُ بِالْجِنْدِ، إِنْ شَاءَ أَغْنَى، وَإِنْ شَاءَ حَصَّنَ شَرِيكُهُ لِنَصِيحَةِ نَصِيحِهِ، وَإِنْ شَاءَ اسْتَشْعَى الْعَبْدُ،.

ترجمہ

اور جب ایک غلام دو شریکوں میں مشرک ہو اور ان میں سے کسی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہو تو اس کا حصہ آزاد ہو جائے گا پھر اگر وہ شریک مالدار ہو تو اس کے ساتھی کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو اپنے حصے کو آزاد کر دے اور اگر چاہے تو اپنے شریک سے اپنے حصے کی ضمان لے لے اور اگر چاہے تو غلام سے کما لی کر لے۔

مشرک غلام سے استعصاء میں شوائع و احتاف کا اختلاف

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کسی (مشرک) غلام کے اپنے حصہ کو آزاد کرے (تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ) اگر اس کے پاس اتنا مال موجود ہو جو (اس غلام کے باقی حصوں) کی قیمت کے بقدر ہو تو انصاف کے ساتھ (یعنی بغیر کسی بیشی کے) اس غلام کے (باقی ان حصوں) کی قیمت لگائی جائے گی اور وہ اس غلام کے دوسرے شریکوں کو ان کے حصوں کی قیمت دے دے وہ غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو پھر اس غلام کا جو حصہ اس شخص نے آزاد کیا ہے وہ آزاد ہو جائے گا (اور دوسرے شرکاء کو حصے ملوگ رہیں گے۔) (بخاری و مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 574 مسلم)

اس حدیث کا خلاصہ یہی مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اگر ایک غلام کے مثلاً دو مالک ہوں اور ان میں سے ایک حصہ دار اپنا حصہ آزاد کرنا چاہے تو اگر وہ آزاد کرانے والا شخص صاحب مقدر ہو تو وہ دوسرے شریک کو اس کے حصہ کے بقدر قیمت ادا کر دے اس صورت میں وہ غلام اس کی طرف سے آزاد ہو جائے گا اور اگر آزاد کرنے والا شخص صاحب مقدر نہ ہو (اور دوسرے شریک کو اس کے حصہ کی قیمت ادا نہ کر سکا ہو) تو اس صورت میں وہ غلام اس شخص کے حصہ کے بقدر تو آزاد ہو جائے گا اور دوسرے شریک کے حصہ کے بقدر غلام رہے گا۔

تیز حدیث کا بہرہ مفہوم اس بات پر است کرتا ہے کہ آزادی و زندگی ترقی ہو سکتی ہیں (یعنی کسی قدر مہم کیوجہ سے آزاد رہنا اور کچھ غلام رہنا بڑا نفع دیتا ہے) اور دوسرے شریک کو اپنا حصہ آزادی کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس غلام سے استغناء (محنت) کرائی جائے اپنا بچہ حضرت امام شافعی کا بھی مسلک ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ باوجود کچھ آزادی اور زندگی کی تجویز کرنے کا حال ہیں لیکن اس صورت میں ان کا مسلک یہ ہے کہ اگر آزادی کے لئے غلام صاحب مقدور ہو تو دوسرے شریک کا حصہ ہر دے (یعنی وہ اس کو اس کے حصہ کی قیمت ادا کرے) یا دوسرے شریک اپنے حصے کے بقدر اس غلام سے استغناء کرے یا وہ شریک بھی اپنا حصہ آزادی کر دے اور اگر آزادی کرنے والا غلام صاحب مقدور نہ ہو تو ہر دے اپنے شریک کو اس کا حصہ نہ پھیر دے۔ بلکہ وہ شریک یا تو اس غلام سے استغناء کے ذریعہ اپنے حصہ کی قیمت وصول کر لے یا حصہ آزادی کر دے اس صورت میں حق دہ دونوں کو صل ہوگا اس بارے میں صاحبین جن حضرت امام ابو سف اور امام محمد کا یہ قول ہے کہ آزادی کرنے والا غلام اگر صاحب مقدور ہو تو دوسرے شریک کا حصہ بھیج دے اور اگر صاحب مقدور نہ ہو دوسرے شریک اس غلام سے استغناء کے ذریعہ اپنے حصہ کی قیمت حاصل کر لے اور چونکہ آزادی تجویز نہیں ہوتی اس لئے اس صورت میں حق دہ صرف آزادی کرنے والے کو حاصل ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 573)

اس باب میں جن مسائل و احکام سے متعلق احادیث نقل کی جائیں گی ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی غلام مشترک ہو مثلاً دو شخص زید و عمر مشترک طور پر ایک خادم کے مالک ہوں اور ان میں سے ایک شریک مثلاً زید اپنا حصہ آزادی کر دے تو دوسرا یا کرے؟ چنانچہ اس بارے میں جزوی آزادی (یعنی ایک غلام کا مثلاً ادا حصہ آزادی ہو جائے اور دوسرا غلام ہی رہے) معتبر ہے یا نہیں خود حنفیہ کے ہاں مختلف اقوال ہیں، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ تو یہ فرماتے ہیں کہ "جزوی آزادی معتبر ہے لیکن صاحبین جن حضرت امام ابو سف اور حضرت امام محمد کا قول یہ ہے کہ جزوی آزادی معتبر نہیں ہے، اقوال کے اس اختلاف کا تعلق مسئلہ کے صرف اس ایک جزو سے نہیں ہے بلکہ اس سے دوسرے احکام و مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

باب کا دوسرا جزو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے غلام کو خریدے ہو جس کا قرابت دار ہو تو وہ غلام شخص خریدنے سے آزاد ہو جائے گا خود وہ شخص اس کو آزادی دے یا نہ کرے؟ اپنا اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ "قرابت دار" سے کس کس رشتہ کے لوگ مراد ہیں اس کی تفصیل بھی آگے آئے گی۔

باب کا تیسرا جزو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیماری کی حالت میں نہ ہو کہ آزادی دے تو اس کا کیا ستم ہے؟ چنانچہ اس کے متعلق احکام و مسائل بھی حسب موقع احادیث کی تشریح کے ضمن میں بیان کئے جائیں گے۔

مشترک غلام کے بارے میں صاحبین کی استدلال کردہ حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص (مشترک) غلام کے اپنے حصہ کو آزادی دے گا تو وہ غلام پورا آزاد ہو جائے گا" (اور یہ آزادی اس آزادی کرنے والے شخص کی طرف سے منظور ہوگی)

اور اگر اس شخص کے پاس (اتحاد) مال ہو (کہ وہ اپنے حصہ کے علاوہ باقی حصوں کی قیمت کی ادائیگی کر سکے تو دوسرے شریک کو مال کے حصوں کی قیمت دے دے) اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو پھر غلام (ان باقی حصوں) کے بقدر محنت مزدوری یا دوسرے شریک کی خدمت پر مامور کیا جائے لیکن غلام کو (کسی ایسے کام اور محنت کی) مشقت میں جمل نہیں کیا جائے (جو اس کی طاقت سے باہر ہو)۔ (بخاری و مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 575 مسلم)

متعدد مالکوں کے مشترک غلام کی مکاہت

یہ اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک شخص متعدد مالکوں کا غلام ہوتا تھا۔ اس کی صورت ایسی تھی جیسے کہ اگر کوئی کسی بزنس میں کچھ کام نہ ہو۔ ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اگر کوئی ایک یا متعدد غلام میں اپنے حصہ کو آزادی کر دے یا بقیہ بزنس میں اپنے حصہ کو آزادی کر دے۔ اگر وہ مالک کرے یا نہ کرے یہ تیار نہ ہوں تو غلام خود خود مالک کا درجہ اختیار کر جائے گا۔ وہ مالک اپنے باقی مالکان کو ادائیگی کرے گا اور اس معاملے میں اس پر سختی نہیں کی جائے گی۔

قال الاسام البخاری حدثنا بشر بن محمد: أخبرنا عبد الله: أخبرنا سعيد بن أبي عروبة، عن قتادة، عن الصرم بن أنس، عن بشير بن بهيث، عن أبي هريرة رضي الله عنه، عن أبي صبيحة، عن عبد الله بن مسعود، قال: (ومن اعتق شقيقا من مملوكه فلعليه خلاصه في ماله، فإن لم يكن له مال، قوم المملوك قيمة عدل، ثم استعصى غير مشقوق عليه، ((بخاری، کتاب الشریک، حدیث (2492)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "اگر کسی نے غلام میں سے اپنے حصہ کو آزادی کر دے یا بقیہ بزنس میں سے اپنے حصہ کو آزادی کر دے، اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس نام نہ من صاحب قیمت گواہی جائے اور اسے اسے کما لے گا کہہ جائے گا اور اس پر سختی نہیں کی جائے گی۔

ضمان کی صورت میں متفق کا غلام سے رجوع کرنے کا بیان

لَإِنْ ضَمِنَ رَجَعَ الْمُعْتَقُ عَلَى الْعَبْدِ (وَالْوَلَاءُ لِمُعْتَقِي، وَإِنْ أَعْتَقَ أَوْ اسْتَسْعَى فَالْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا، وَإِنْ كَانَ الْمُعْتَقُ مُعْتَبَرًا فَالشَّرِيكُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى الْعَبْدُ) وَالْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا فِي التَّوَجُّهِينِ، وَهَذَا عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ.

ترجمہ

پھر اگر اس نے ضمان لے لیا تو متفق غلام سے رجوع کرنے کا اور اس کا دلا و متفق کو ملے گا اور اگر شریک کو ملے گا تو اسے لے کر دیا جائے گا اس سے کمائی کرائی تو دلا و ان دونوں کے درمیان مشترک ہوگا۔ اور اگر متفق تنہا ہے تو شریک کو اختیار ہوگا اگر وہ چاہے تو آزادی کر دے اور اگر وہ چاہے اس سے محنت کرے اور دلا و دونوں صورتوں میں ان کے درمیان ہوگی اور یہ حضرت امام اعظم

رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے۔

ولاء کی لغوی تشریح کا بیان

ولاء عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ "و" ہے، "ی" ہے ولی کا مطلب ہے دوست، مددگار، حلیف، قریبی، حامی اسی سے ولایہ لفظ بنا ہے جس کا مطلب ہے دوستی، قربت، محبت، اہمیت۔ جب یہ لفظ ال کے اضافے کے ساتھ الولاء کے طور پر استعمال ہوتا ہے تو ایک شرعی اصطلاح بن جاتی ہے جس کا مطلب یہ واضح کرنا ہے کہ مومن "دی کو کس کس سے دوستی اور محبت کرنی چاہیے۔" ولایہ غلط شرعی اصطلاح میں بھی قدر پر مع ہے کہ اردو کے کسی ایک غلط کے ساتھ اس کی خبیث تحریف تہمتی مشکل ہے۔ ہر نے اس کی ترجمانی کی ہے "دوستی" کا لفظ منتخب کیا ہے لیکن اس دوستی سے مراد وہ سرکاری تعلقات نہیں جو عارضی مفادات یا بعض دیگر ذیلی اسباب کے تابع ہوتے ہیں بلکہ اس دوستی سے مراد وہ نفسی تعلق ہے جو ہمیشہ قائم رہے اور جس میں دلی محبت اور وفا کوٹ کوٹ کر بھری ہو سر سے خون کی عریاں ہی کیوں نہ گزر جائیں لیکن اس دوستی میں ذرہ برابر فرق نہ آئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولایہ کی فتح در اس کے سب سے فتح فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2387)

شہاب کھتے تھے کہ سنت جاری ہے اس بات پر جب غلام آزاد ہو جائے اس کا مال اسی کو ملے گا۔ امام مالک نے کہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ غلام اور مالک جب مفلس ہو جائیں تو ان کے مالک اور دام دہ لے لیں گے مگر ولایہ کو نہ لیں گے کیونکہ ولایہ غلام کا مال نہیں ہے۔

امام مالک نے کہا ہے اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ غلام جب بیچا جائے اور خریدار اس کے مالک بننے کی طرف کے تے تو ولایہ اس میں داخل نہ ہوگی۔

امام مالک نے کہا ہے غلام اگر کسی کو خرید کرے تو اس دیت میں وہ خود اور مال اس کا گرفت کیا جائے گا مگر اس کی ولایہ سے مواخذہ نہ ہوگا۔ (موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1153)

یعنی وہ کاغذی غلام یا لونڈی کا ترکہ جب وہ مر جائے تو اس کا آزاد کرنا ولایہ اس کا وارث بنے۔ عرب میں غلام اور آزاد کے مابین تعلق کو سمجھ کر نے یہ ہیرہ کر دیا تھا۔ شروع سے اس سے منع کر دیا۔ اس لیے کہ ولایہ فرب کی طرح ہے جو کسی طبعی ذوق نہیں ہو سکتا۔ اس پر تمام فقہاء عراق اور حجاز کا اتفاق ہے۔ (حاشیہ، بخاری، کتاب الترقی)

غلام اس کا ذرہ بخاری یعنی علیہ الرحمہ ولایہ سے متعلق لکھتے ہیں۔

فرع فی الأصل علی ما إذا مات المعتق عن ابنین، فقال: لو مات الابن وان ولایہ

ابن ولایہ اخر اسنان ثم مات المعتق فمیراث المعتق بینہم؛ لأن الولاء لم یصر میراثاً

بین ابن المعتق بل هو باقی فی المعتق علی حالہ، ثم یخلفہ فیہ اقرب عصبہ علی ما ذکرنا، وهؤلاء فی القرب إلیہ علی السواء (محیط برہانی، ج ۴، ص ۱۷۶، بیروت)

شریک ثانی کیلئے ضمان کا بیان

(وَقَالَ: لَيْسَ لَهُ إِلَّا الضَّمَانُ مَعَ الْيَسَارِ وَالسَّعْيَةِ مَعَ الْإِعْسَارِ، وَلَا يَرْجِعُ الْمُعْتِقُ عَلَى الْعَتِيدِ وَالْوَلَاءُ لِلْمُعْتِقِ) وَهَذِهِ الْمَسْأَلَةُ تُبْنَى عَلَى خَرْفَيْنِ: أَحَدُهُمَا: تَحْرِيرُ الْإِعْسَاقِ وَعَدَمُهُ عَلَى مَا يَبْهَاهُ، وَالثَّانِي: أَنَّ يَسَارَ الْمُعْتِقِ لَا يَمْنَعُ بِعَيْنَةِ الْعَتِيدِ عَدَمَهُ وَعَدَمُهُمَا يَمْنَعُ. لِهَذَا فِي الثَّانِي قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ يُعْتِقُ نَصِيْبَهُ، إِنْ كَانَ غَيِّبًا ضَمِيْنًا، وَإِنْ كَانَ قَافِرًا اسْتَعَى فِي حَضَةِ الْآخَرِ، فَسَمِ وَالنَّصِيْبَةُ تَنَافِي الشَّرِيْكَةُ وَلَهُ أَنَّهُ أَحْبَبْتُ مَا لَيْتُهُ نَصِيْبِي عِنْدَ الْعَتِيدِ فَلَهُ أَنْ يُضْمِنَهُ كَمَا إِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ فِي ثَوْبِ إِنْسَانٍ وَانْقَلَبَتْ فِي صَنِيعٍ غَيْرِهِ حَتَّى انْصَبَّ بِهِ فَعَلَى صَاحِبِ الثَّوْبِ قِيَمَةً صَنِيعِ الْآخَرِ مُوَبَّرًا كَانَ أَوْ مُعْتَمِرًا لِمَا قُلْنَا قَلْبًا هَاهُنَا، إِلَّا أَنَّ الْعَتِيدَ قَفِيْرٌ قِيَسْتَمِيْهِ. ثُمَّ الْمُعْتَبَرُ يَسَارُ الْقِيَسِيْرِ، وَهُوَ أَنْ يُمْلِكَ مِنَ الْمَالِ قَدْرَ قِيَمَةِ نَصِيْبِ الْآخَرِ لَا يَسَارُ الْيَعْنِي، وَلَئِنْ يَهْ يَتَعَدَّلُ النَّظَرُ مِنَ الْخَابِتَيْنِ بِتَحْقِيْقِ مَا قَصَدَهُ الْمُعْتِقُ مِنَ الْقَرْنَةِ وَابْتِصَالِ بَذَلِ حَقِّ السَّائِكِ إِلَيْهِ،

ترجمہ

حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ شریک اول کے مالدار ہونے کی صورت میں شریک ثانی کو صرف ضمان کا حق ہوگا جبکہ اس کے شریک ہونے کی صورت میں اسے صرف ضمان کی رائے کا حق ہوگا۔ اور معتق غلام سے رجوع نہیں کرے گا اور ولایہ صرف معتق کے لئے ہوگا اور یہ مسئلہ دو اصولوں پر مبنی ہے ان میں سے ایک عام کا ہے کہ اگر کسی کو مال ہو تو نہ ہونا جو ہم بیان کر چکے ہیں اور دوسری اصل یہ ہے کہ معتق کا خوش حال ہونا حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کے ہاں اس کے سب سے مانع نہیں ہے جبکہ حضرات صاحبین کے ہاں مانع ہے۔ اصل یہی ہے کہ حضرات صاحبین کی دلیل آپ علیہ السلام کے فرمان سے اس شخص کے بارے میں جو اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے یا مالدار ہو تو ضامن ہوگا اور اگر وہ فقیر ہو تو غلام دوسرے کے حصے کے لئے کہی گئی ہے کہ اسے آپ علیہ السلام نے تقسیم فرمادی اور تقسیم شرکت کے مافی ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ شریک ثانی کے حصے کی میت نہا کے پاس جیوں سے اس لئے اس کو تادان دینے کا اختیار ہوگا جس طرح کہ اگر ہوا ہے کسی شخص کے لئے کہ اگر کسی دوسرے کی رنگ میں ڈال دیا اور وہ پیرا دیکھیں ہو گیا تو کپڑے

کے مالک پر دوسرے کی قیمت واجب ہے چاہے وہ مالدار ہو یا غلام۔ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے میں حکم بصورت سند نہیں دیتی لیکن اگر عدم فقیر ہو تو شریک ہائی اس سے کوئی کرانے۔ اس کے بعد یہ رتبہ میرا ہے اور دوسرے کے اتنی مالیت کا۔ لگ ہو کہ دوسرے کے حصے کی قیمت ادا کر سکے اور یا غلام مراد نہیں میاں لے کے یا رتبہ میرے دونوں طرف شفقت پر رتبہ ہے کیونکہ متعلق کے لئے اس کا پاباؤ شریعتاً ثابت کا ہو جائے گا اور سب کو اس کے حق کا بدل مل جائے گا۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غلام (مشترک) میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس کے غلام کی منسوب قیمت لگنی جائے گی۔ اور اس کے بقید شرکاء کو ادا نہیں کی جائے گی ان کے حصول کے بقدر اور عدم اس پر آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو جتنا حصہ اس نے آزاد کیا ہے تو ہی آزاد رہے گا۔

(سنن ابوداؤد، جلد سوم، حدیث نمبر 549)

ترجمہ

حضرات صحابین کے قول پر ترجمہ خطبر ہے اس لئے متعلق کا عدم سے مال من واپس نہ لینا بلکہ اس کی حالت میں معاویہ واجب نہ ہونے کی صورت میں ہے کیونکہ وہ متعلق کے لئے ہے اور جو حق بھی اس کی طرف سے واقع ہوا ہے اور یہ بھی دلیل ہے کہ حق کے اجراء نہیں ہوتے۔ البتہ امام صاحب کے قول پر ترجمہ کرنے کا حکم شریک کے لئے احق کا اختیار دیتا ہے۔ کیونکہ بقید تمام میں اس کی ملکیت باقی ہے۔ کیونکہ یہاں ان کے نزدیک احقاق کے اجزاء ہو سکتے ہیں اور ضمانت لینے کا حق اس وجہ سے ہے متعلق اس کے حصے کو خراب کرتے ہوئے زیادتی کرنے والا ہے۔ البتہ دوسرے شریک کے لئے احق اور اس کے تابع اور استعلاء کے سوا بیحد و غیرہ کے احکام ختم کر دئے ہیں اس کی دلیل وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور متعلق کو غلام سے واپس لے گا۔ اس لئے کہ ضمانت ادا کرنے کی وجہ سے وہ سب سے قائم مقام ہو گیا ہے۔ اور جب سب کیلئے استعلاء کے ذریعے یہ اختیار تھا تو متعلق کو بھی حق حاصل ہو گا اور اس لئے بھی کہ متعلق دائے ضمانت کی وجہ سے اس غلام کو کوئی طور پر مالک ہو چکا ہے البتہ ایسا اس طرح ہو چکا ہے کہ جس طرح پورا ایسا کا ہے۔ حالانکہ اس نے بعض ہی غلام آزاد کیا ہے تو اسے یہ اختیار ہے کہ باقی کو آزاد کرے یا جب چاہے تو اس سے ضمانت کرانے۔ اور اس صورت میں وہ متعلق کو اسے کیونکہ مکمل حق ہی اس کی جانب واقع ہوا ہے کیونکہ ضمانت ادا کر کے وہ اس کا مالک ہو چکا ہے۔

شرح

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ وہ متعلق کیسے ہے۔ جس طرح حدیث متواترہ میں ہے اور اس کو امام بخاری کے سمیت کثیر ائمہ حدیث نے بیان کیا ہے اور اس کی بحث گزری بھی ہے ایک سند وہ حدیث اس طرح ہے۔  
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے برہہ کو خریدنا تو اس کے مالک نے

کے مالک پر دوسرے کی قیمت واجب ہے چاہے وہ مالدار ہو یا غلام۔ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے میں حکم بصورت سند نہیں دیتی لیکن اگر عدم فقیر ہو تو شریک ہائی اس سے کوئی کرانے۔ اس کے بعد یہ رتبہ میرا ہے اور دوسرے کے اتنی مالیت کا۔ لگ ہو کہ دوسرے کے حصے کی قیمت ادا کر سکے اور یا غلام مراد نہیں میاں لے کے یا رتبہ میرے دونوں طرف شفقت پر رتبہ ہے کیونکہ متعلق کے لئے اس کا پاباؤ شریعتاً ثابت کا ہو جائے گا اور سب کو اس کے حق کا بدل مل جائے گا۔

شرح

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی غلام (مشترک) میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اس کے غلام کی منسوب قیمت لگنی جائے گی۔ اور اس کے بقید شرکاء کو ادا نہیں کی جائے گی ان کے حصول کے بقدر اور عدم اس پر آزاد ہو جائے گا اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو جتنا حصہ اس نے آزاد کیا ہے تو ہی آزاد رہے گا۔

(سنن ابوداؤد، جلد سوم، حدیث نمبر 549)

خود بخوار اس پر ترجمہ کیا جائے گا بلکہ اس سے ضمانت نہ ہو سکے تو جتنا آزاد ہوا تھا آزاد باقی حصہ غلام رہے گا۔ یہ باب مالک امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے دونوں الفاظ میں تفسیق دی، یعنی بعض روایتوں میں یوں آیا ہے۔ والا فقد عتق مہ ماعتق اور مضبوط میں یوں آیا ہے استعسسی غیر مشقوق علیہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلی صورت جب ہے کہ غلام ضمانت مشقت کے قائل نہ ہو اور آزاد کر کے دانا ناوار ہو اور دوسری صورت جب ہے کہ وہ ضمانت مشقت اور کوئی کے قائل ہو۔

ایک دور وہ بھی تھا کہ کسی ایک غلام کو کوئی آدمی مل کر خرید لے کر لے جاتے۔ اب اُمران سبھیوں میں سے کوئی شخص اس غلام کے بچے کو آزاد کرنا چاہتا تھا تو اس کے لیے اسلام نے یہ حکم دیا کہ اس پہلے اس غلام کی صحیح قیمت جو بڑی کی جائے۔ پھر اپنا حصہ آزاد کرے دانا اگر مالدار ہے تو باقی حصہ دونوں کو تخمینہ کے مطابق ان کے حصوں کی قیمتیں ادا کر دے اس صورت میں وہ غلام مکمل آزاد ہو گیا۔ اگر وہ شخص مالدار نہیں ہو پھر صرف اس کا حصہ آزاد ہوا ہے۔ بعض فقہی غلام کو ضمانت مزدوری کر کے ادا کرے۔ اس صورت میں وہ پوری آزادی حاصل کر سکے گا۔

اس حدیث کو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے مختلف طرق سے کئی جگہ ذکر فرمایا ہے اور اس سے بہت سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔ اس روشنی حقیقت کے ہوتے ہوئے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آیات واحدہ حدیث سے مسائل کے استنباط کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔

مالدار کی حالت میں عدم وجوب سبایہ کا بیان

فَمِ التَّخْرِيعِ عَلَى قَوْلِهِمَا ظَاهِرٌ، فَقَدْ رُجِعَ الْمُعْتَقُ بِمَا صَمِنَ عَلَى الْعَبْدِ لِعَدَمِ

شرط لگانے کو دل و جسم لیں گے میں نے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا کوئی وارث نہ ہے۔  
 دلا واس کے لیے جو وہ پیسہ سے چنانچہ میں نے برہہ کو زائد کر دی جس میں خلیفہ و مسلم اس کو دیا یہ اس کو س کے ساتھ  
 منقطع اختیار دیا تو اس نے کہا کہ اگر وہ مجھ کو اتنا اذکار دے تو مجھ میں اس سے سخت درد ہو جس چیز میں وہ اپنے شوہر سے جدا ہو گئی۔  
 (صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ نمبر 2388 حدیث نمبر ۱۰۱۰۱)

آزاد کرنے والے کی تنگدستی کا بیان

وَفِي خَالِ اغْتِسَارِ الْمُتَعَنِّي إِنْ شَاءَ اعْتَقَ لِقَاءَ مِلْكِهِ ، وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْقَى لِمَا بَيْنَهُ ،  
وَالْوَلَاءَ لَهُ فِي الْوَجْهِينِ لِأَنَّ الْمُتَعَنِّي مِنْ حَبِيبِهِ ، وَلَا يَبْرُجُ الْمُسْتَسْقَى عَلَى الْمُتَعَنِّي بِمَا  
أَدَّى بِاجْتِمَاعِ بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُ يَسْتَعِي لِفِكَارِ رَقَبَتِهِ أَوْ لَا يَقْبِضُ دَيْنًا عَلَى الْمُتَعَنِّي إِذْ لَا شَيْءَ  
عَلَيْهِ لِمُسَرَّتِهِ ، بِخِلَافِ الْمُتَعَنِّي إِذَا اغْتَفَقَ الرَّاهِنُ الْمُغْبِرُ لِأَنَّهُ يَسْعَى فِي رَقَبَتِهِ قَدْ  
فُكِّسَ أَوْ يُقْبِضُ دَيْنًا عَلَى الرَّاهِنِ فَلِهَذَا يَبْرُجُ عَلَيْهِ ، وَقَوْلُ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي  
الْمُؤَبَّرِ كَقَوْلِهِمَا ،

وَقَالَ فِي الْمُغِيرِ: يَتَقَى نَصِيبُ السَّائِكِ عَلَى مِلْكِهِ يَأْخُذُ وَيُوَهِّبُ لِأَنَّهُ لَا رُجْعَ إِلَى تَضْمِينِ الشَّرِيكِ لِلْإِعْسَارِ وَلَا إِلَى السَّعَايَةِ لِأَنَّ الْعَبْدَ لَيْسَ بِحَافٍ وَلَا رَاصٍ بِهِ وَلَا إِلَى إِغْنَاكِ الْكُلِّ لِلْإِضْرَارِ بِالسَّائِكِ فَمَتَّعَ مَا عَيْنَاهُ.

فَلَمَّا إِلَى الْإِسْتِغْفَارِ سَبِيلَ لَأَنَّهُ لَا يَتَغَفَّرُ إِلَى الْحَيَاةِ كُلُّ نَفْسٍ السَّعْيَةِ عَلَى اخْتِيَابِ  
الْمَسَالِكِ فَلَا يَصْغُرُ إِلَى الْجَمْعِ بَيْنَ الْقُوَّةِ الْمُرْجِيَةِ لِلْمَالِكِيَّةِ وَالضَّعْفِ السَّالِبِ لَهَا فِي  
شَخْصٍ وَاحِدٍ.

ترجمہ

اور مفتق کے تختہ گزشتہ ہونے کی حالت میں اگر شریک کیانی چاہے تو اپنے خاندن بھی آزاد کر دے کیوں کہ اس کی ملکیت باقی ہے اور شریک ہے تو اس سے کہی کر اے اس دیکھ کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے اور دونوں صورتوں میں اس کو بھی دے دے چکے کیوں کہ اس کی طرف سے بھی حق واقع ہوا ہے اور غلام مستحق مفتق سے اپنا آزاد کر دے وہاں نہیں لے سکتا بلکہ اتفاقاً فقہائے احناف کیوں کہ وہ تو بڑی گردن چھڑنے کیسے کرتے کہ باہر مفتق پر کوئی قرعہ نہیں آتا کہ وہ اسے اپنے حق مفتق کے عمر کر دے اس پر کچھ بھی نہیں لازم ہے بخلاف عیدم یون کے جب اسے عمر راہن آزاد کر دے، اس کے عمر عیدم ہوتا ہے اگر آزاد کر لے کی کر دے تو یہ جو بھٹ بھٹ

ہے یا وہ ایسا قرضہ ادا کرتا ہے جو راہن پر تھا لہذا وہ راہن سے واپس لے لے گا۔

اور مومر کے متعلق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول حضرات صاحبین کے قول کی طرح جب کہ مصر کے متعلق ابن کا قوس یہ کہ  
ساکت کا حصہ اس کی ملکیت برقرار رہے گا جسے بھی چاہے گا اور نہ بھی کیا جائے گا کیوں کہ شریک اول کے مصر ہونے کی وجہ  
سے اس سے ضمن لینے کی کوئی صورت نہیں ہے اور نہ ہی غلام سے اس کی کرانے کا اختیار ہے کیوں کہ نہ تو وہ خلم ہے اور نہ ہی آزادی  
پر مرضی ہے اور پھر اسے غلام کو آزاد کرنے کی بھی کوئی صورت نہیں ہے اس لیے کہ اس میں ساکت کا ضرر ہے لہذا ہم نے جو کہ متعین  
کیا ہے وہی متعین ہے، ہم جواب یہ دیتے ہیں کہ شریک غنی کے لیے غلام سے اس کی کرانے کی راہ ہے کیوں کہ استعوا کے لیے یہ بنا  
یت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ استعوا اس کی مالیت کے احتساب پر ہی ہے لہذا ایک ہی غلام میں قوت جو مومر جب ملکیت سے وہ اور  
مضع جہاں قوت کو تسلیم کرنے والا ہے وہ دونوں باہم جمع نہیں ہوں گی۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنا حصہ کسی قلام میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنا حصہ کھام میں آزاد کر دیا تو اس پر اس کا آزاد کرنا اپنے مال سے واجب ہے اگر اس کے پاس مل جو نور اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اس غلام سے محنت کرائی جائے گی لیکن اس کو شہادت میں نہ لانا جائے۔ تھانہ بنی جن بنی ابان اور موسیٰ بن خثیفہ نے قادیان سے روایت کی ہے اور اس کو شعبہ مختصر بطور بیان کیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2379)

جب غلام کی آزادی کی شہادت ایک آدمی بیان کرے

قَالَ ( وَكَوْنُهُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الشَّرِيكَيْنِ عَلَى صَاحِبِهِ بِالْعَقْدِ سَعَى الْعَقْدِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي تَصْيِهِ مُوسِرٍ كَمَا أَوْ مُعْسِرٍ عَنِ أَبِي حَتْمَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ) وَكَذَا إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا مُوسِرًا وَالْآخَرُ مُعْسِرًا ، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَرْغُمُ أَنَّ صَاحِبَهُ أَتَقَى تَصْيِهِ فَصَارَ مَكْرِيًّا فِي رَغْبِهِ عِنْدَهُ وَحَرَمٌ عَلَيْهِ الْإِسْتِزْقَاقُ فَيُضْطَرُّ فِي حَقِّ نَفْسِهِ فَيَمْنَعُ مِنَ اسْتِزْقَاقِهِ وَيَسْتَعِيدُ لَأَنَّا تَبَقَّ بِحَقِّ الْإِسْتِغْنَاءِ كَاذِبًا كَانَ أَوْ صَادِقًا لِأَنَّهُ مَكْرِيَّةٌ أَوْ مَمْلُوكَةٌ فَلِهَذَا يَسْتَوْصِيهِ ، وَلَا يَخْتَلِفُ ذَلِكَ بِالِيسَارِ وَالْإِعْسَارِ لِأَنَّ حَقَّهُ فِي الْحَالَيْنِ فِي أَحَدِ شَيْئَيْنِ ، لِأَنَّهُ يَسَارُ الْمُتَعَقِّ لَا يَمْنَعُ السَّعَاةَ عِنْدَهُ ، وَقَدْ تَعَدَّى التَّضْمِينُ لِنَكَارِ الشَّرِيكِ فَتَعَيَّنَ الْآخَرُ وَهُوَ السَّعَاةُ ، وَالْوَلَاءُ لَهَا لِأَنَّ كُلًّا مِنْهُمَا يَقُولُ عَقَقَ

نَصِيبٌ صَاحِبِي عَلَيْهِ بِإِغْتَاوِهِ وَلَاؤُهُ لَهُ، وَغَتَّى نَصِيبِي بِالسَّعَايَةِ وَلَاؤُهُ لِي.

(وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: إِنَّ كُنَّا مُوسِرِينَ فَلَا سَعَايَةَ عَلَيْهِ) لَاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَسْرًا عَنْ سَعَايَتِهِ يَدْعُو الْغَنَاقَ عَلَى صَاحِبِهِ لِأَنَّ يَسْرًا الْمُنْعِي يَمْنَعُ السَّعَايَةَ عَنْهُمَا، إِلَّا أَنَّ الدَّعْوَى لَمْ تَنْتِ لِإِنْكَارِ الْآخِرِ وَالْبَرَاءَةُ عَنْ السَّعَايَةِ قَدْ تَنْتِ لِإِفْرَاقِهِ عَلَى نَفْسِهِ (وَأَنَّ كُنَّا مُفْعِرِينَ سَعَى لَيْهْمَا) لَاَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَدْعُو السَّعَايَةَ عَلَيْهِ صَادِقًا كَانَ أَوْ كَاذِبًا عَلَى مَا بَيَّنَّاهُ إِذْ الْمُنْعِيُّ مُفْعِرٌ (وَأَنَّ كَانَ أَحَدُهُمَا مُوسِرًا وَالْآخَرُ مُفْعِرًا سَعَى لِلْمُوسِرِ مِنْهُمَا) لِأَنَّهُ لَا يَدْعُو الضَّمَانَ عَلَى صَاحِبِهِ لِإِغْسَارِهِ، وَإِنَّمَا يَدْعُو عَلَيْهِ السَّعَايَةَ فَلَا يَسْرًا عَنْهُ (وَلَا يَسْعَى لِلْمُفْعِرِ مِنْهُمَا) لِأَنَّهُ يَدْعُو الضَّمَانَ عَلَى صَاحِبِهِ يَسْرًا فَيَكُونُ مُسْرًا لِلْعَدِّ عَنْ السَّعَايَةِ، وَالْوَلَاءُ مُؤَقَّوفٌ فِي جَمِيعِ ذَلِكَ عَنْهُمَا لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يُجِئُهُ عَلَى صَاحِبِهِ وَهُوَ يَسْرًا عَنْهُ فَيَبْقَى مُؤَقَّوفًا إِلَى أَنْ يَتَّصِفَا عَلَى إِغْتَاوِهِمَا

ترجمہ

اور جب دونوں شریکوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی پر غلام آزاد کرنے کی گواہی دی تو ہم بوضیفہ اللہ تعالیٰ کے یہاں غلام نام میں سے ہر ایک کے لیے اس کے بھتیجے مزدوری کرے گا۔ اگرچہ وہ دونوں مالدار ہوں یا وہ دونوں غربت میں ہوں اور اسی طرح جب ان میں سے ایک مال والا ہو اور دوسرا غریب ہو اور ان میں سے ہر ایک بخیر یا بکواس کے ساتھی نے اپنا حصہ آزاد کر دیا ہے۔ پس غلام اس کے خیال کے مطابق مکاتب ہو جائے گا اور پھر اسی پر اس غلام کو دوبارہ غلام بنانا حرام ہے کیونکہ ان کی شریک کے حق میں اس کی نقد کرنی قبیح ہے۔ اور اس شریک کو ستر قاق کے طور پر غلامی سے منع کر دیا جائے گا۔ ہاں اس سے محنت کروائی جائے گی۔ کیونکہ استمساکہ یقین ہے خود وہ شریک چاہو یا چھوڑا۔ کیونکہ وہ اس کا مکاتب ہے یا وہ اس کا مملوک ہے۔ پس وہ دونوں غلاموں سے کمائی کر نہیں گئے۔ اور عذر دہر کی حالت میں یہ حکم مختلف نہ ہوگا کیونکہ دونوں احوال میں سے کسی ایک حالت میں آقا کا حق ہے۔ اس لئے کہ حق کا مالدار ہونا ام عظیم علیہ الرحمہ کے نزدیک غلام کی محنت کے بغیر نہ ہوگا جبکہ شریک کے انکار کے سبب تاوان لین بھی نامکن ہے۔ لہذا اس میں دوسری دلیل متعین ہو جائے گی۔ اور وہ صرف کمائی کروانا ہے جبکہ وہ دونوں کو ملے گا۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس حکم کا قائل ہے کہ دوسرے کا حصہ اس کے آزاد کرنے سے سبب آزاد ہوا ہے

بہاؤی کا دلا دہر سے ہے۔

صاحبین میں ہر ایک نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ دونوں مالی طور پر مستحکم ہیں تو غلام پر کمائی کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی پر ضمان کا دعویٰ کرنے والا اور اس کو کمائی سے بری کرنے والا ہے۔ لہذا صاحبین کے نزدیک کمائی کرنا مالدار مطلق ہے۔ ہاں البتہ دوسرے کے انکار کی وجہ سے دعویٰ ثابت کرنے والا نہ ہوگا۔ جبکہ غلام کا کمائی سے بری اندر نہ ہو سکی تو اس کی ذات پر اس کے ذاتی اقرار کے ثبوت سے ہوتا ہے۔ اور اگر دونوں شریک غریب ہوں تو غلام دونوں کیلئے کمائی کرے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک شریک غلام پر محنت کرنے کے دعویٰ کا حق رکھتا ہے۔ خود وہ چاہو یا چھوڑا ہو۔ جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں کیونکہ محنت سندست ہے۔ اور جب دونوں شرکا میں سے ایک مالدار اور دوسرا غلامدست ہو تو اس صورت میں غلام صرف سندست کیلئے کمائی کرے گا۔ کیونکہ عسر کے سبب وہ اپنے شریک پر دعویٰ نہیں کرنے والا اور وہ صرف کمائی کا دعویٰ کرنے والا ہے پس غلام اس طرح کمائی سے بری اندر نہ ہوگا اور غلام عسر والے کیلئے کمائی نہ کرے گا کیونکہ دوسرے شریک کے مالدار ہونے کی وجہ سے عسر و محنت کا دعویٰ کرنے والا ہے۔ پس وہ غلام کو کمائی سے بری کرنے والا ہوگا جبکہ صاحبین کے نزدیک ان تمام صورتوں میں وہ مؤقف ہوگا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک والا دوسرے کے ہر ذمہ کرنے والا ہے حالانکہ دوسرا اس سے برأت کرنے والا ہے لہذا والا مؤقف رہے گا۔ حتیٰ کہ دونوں شرکا کسی ایک غلام آزاد کرنے پر متفق ہو جائیں۔

شرح

اگر کسی حصہ کو آزاد کیا تو اتنا ہی آزاد ہوگا یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ حصہ معین ہو مثلاً آدھا۔ تہائی۔ چوتھائی۔ اور اگر غیر معین ہو مثلاً تیرہ حصہ آزاد ہے تو اس صورت میں بھی آزاد ہوگا مگر چونکہ حصہ غیر معین ہے، لہذا لک سے تعین کرانی چاہئے گی۔ گہری مراد لک ہے جو وہ بتائے اذتہ آزاد قرار پائے گا اور دونوں صورتوں میں یعنی بعض معین یا غیر معین میں بقت باقی ہے اس میں سعایت کرنا نہیں کے یعنی اس غلام کی اس روز جو قیمت بازار کے نرخ سے ہو اس قیمت کا جتنا حصہ غیر آزاد شدہ کے متبادل ہوا تھا مزدوری وغیرہ کا وصول کریں جب قیمت کا وہ حصہ وصول ہو جائے اس وقت پورا آزاد ہو جائیگا۔

حضرت علی بن عبد اللہ غفرنا عن رسول اللہ اپنے والد سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے ایسا غلام آزاد کیا جو آزاد دیوں کے درمیان شریک ہو اگر وہ مالدار ہے تو اس غلام کی قیمت لک لی جائے گی پھر وہ غلام آزاد کر دیا جائے گا (باقی حصوں کی قیمت آزاد کرنے والے کو دینی ہوگی)۔

(مجمع بخاری، ج ۱، حدیث نمبر 2373)

حضرت عبد اللہ بن یوسف، لک، نافع عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنا حصہ کسی غلام آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو کہ چار غلام کی قیمت کے برابر ہو تو اس غلام کی قیمت چھ لک لی جائے گی اور ان کے شریکوں کو ان کے حصہ کی قیمت دے دے پھر وہ آزاد ہو جائے گا ورنہ بصورت تک دتی اس غلام کا اتنا ہی حصہ

آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2374)

علامہ وباندی کی شہادت میں مذاہب اربعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غلام اگر عادل ہے تو اس کی گواہی جائز ہے بشرط کہ روزِ رادرہ نہ اونی ہے جس سے جائز قرار دیا ہے۔ ابنِ عمرؓ نے کہا کہ اس کی گواہی جائز ہے سوا اس صورت کے جب غلام اپنے مالک کے حق میں گواہی دے۔ کیوں کہ اس میں مالک کی طرف داری کا حتمال ہے۔ حسن اور ابیہیم نے معمولی چیزوں میں حد اس کی گواہی کی اجازت دی ہے۔ قاضی شریح نے کہا کہ تم میں سے ہر شخص غلاموں اور باندیوں کی اولاد ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تم سب کو لٹری غلام وہاں لے کر آئیے گا کہ کوئی کچھ کرے گا نہ کرے گا۔ امام احمد بن حنبل نے اسی کے موافق حکم دیا ہے کہ کوئی غلام کہ جب وہ عادل و راشد ہو، گواہی مقبول ہے۔ مگر اس حدیث کے اسی کو نہ کرے گا نہ کرے گا۔ حضرت امام بخاری و مسلم و ابی داؤد کی غلاموں کی شہادت جب وہ عادل و راشد ہوں ثابت فرماتے ہیں۔

غلام کی آزادی کو معلق کرنے کا بیان

( وَلَوْ قَالَ أَحَدُ الشَّرِيقَيْنِ إِنَّمَا يَدْخُلُ فَلَانٌ هِدْيُهُ الدَّارَ عَدَا فُتُوحَهُ حَرُّ، وَقَالَ الْآخَرُ

إِنْ دَخَلَ فِيهِ حُرٌّ قَمِصَ الْعَدُوَّ لَا يُدْرِي أَدْخَا أَمْ لَا عَنَ الصُّفِّ سَعْدُ لَمَمَاف

النَّصْفِ الْآخَرِ، وَهَذَا عُنْدَآرٍ حَافَّةٍ وَأَلْبُودُ فَرَسٌ أَلْبَسَ

وَقَالَ رَبِّ ارْحَمْنِي وَمَنْ عَمِلَ صَالَةً فَلَهُ أَجْرٌ يُكَفِّرُ عَنْهُ

وَقَالَ مُحَمَّدٌ: يُسْأَلُ فِي جَمِيعِ لِقَائِهِ لِأَنَ الْمَقْصِدَ عَلَيْهِ بِسَفَرِهِ السَّعَادَةِ مَجْهُولٌ،

ولا يَمِينُ الفضاء على المجهولِ قِصَارَ كِهْ

يَرْهَمُ فَإِنَّهُ لَا يَقْضِي شَيْءًا لِلْجَهَالَةِ ، كَذَا هَذَا .

وَلَهُمَا أَنَا تَقِيًّا بِسُقُوطِ نِصْفِ السَّعَايَةِ لِأَنَّ أَحَدَهُمَا حَانِئٌ بِبَقِيْنِ ، وَمَعَ التَّيَقُنِ بِسُقُوطِ

النَّصِيفِ كَيْفَ يُقْصَى بِوُجُوبِ الْكُلِّ، وَالْجِهَالَةُ تَرْفَعُ بِالشُّيُوعِ وَالتَّوْزِيعِ، كَمَا إِذَا

أَعْتَقَ أَحَدَ عِبْدِهِ لَا بَعْنَهُ أَوْ بَعْنَهُ وَنَسَهُ وَمَاتَ قَبْلَ التَّذْكِ أَوْ الْبَيَانِ، وَ

ترجمہ

اور جب کسی ایک شریک نے کہا کہ اگر فلاں شخص آنے والی جگہ میں اس گھر داخل نہ ہوا تو وہ غلام آزاد ہے۔ جبکہ دوسرے نے کہا کہ اگر وہ داخل ہوا تو وہ آزاد ہے اور آنے والا کل گزر گیا لیکن یہ سب سے بدل چل سکا کہ وہ داخل ہوا ہے یا نہیں۔ تو نصف غلام آزاد

ہو جائے گا اور تیار آدھے کیلئے دس سواہیہ کرے گا۔ یہ حکم یحییٰ بن زکریا کے جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ پوری قیمت اور اس کی پختہ کرے گا۔ کیونکہ جس شریک کے سبب سقوط کا حکم دیا جاتا ہے وہ مجبور ہے اور کسی مجبور پر کوئی فیصلہ ممکن نہیں ہے اس طرح جو یحییٰ بن زکریا کے جس کسی نے دوسرے سے کہا ہم میں سے کسی ایک پر تیرے لئے ایک ہزار درہم ہیں۔ تو جہات کے سبب کوئی فیصلہ نہ ہوگا اور اسی طرح یحییٰ بن زکریا کی دلیل یہ ہے کہ یحییٰ آدھے سواہیہ کے سقوط کا یقین ہے۔ کیونکہ دونوں شرکا وہ ہیں۔ ایک یقینی عاقل ہے۔ بلکہ اضعف سواہیہ کے سقوط کے یقین ہوتے ہوئے مکمل سواہیہ کے وجوب کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا۔ کیونکہ چھیننے اور پھیلانے سے جہات دور ہو جاتی ہے جس طرح کسی غیر یمنی دو دھلاصوں میں سے کسی ایک کو آزاد کیا یہ یمنین کرتے ہوئے آزاد کیا ہیں اس شخص نے جس یمنین کو تھپا تھا کو کھسک گیا۔ اور پھر اس کو آزاد کرنے یا بیان کرنے سے پہلے فوت ہو گیا۔ اور اس مسئلہ کی تفریح کے حاصل اس طرح ہے کہ آسانی (باداری) سواہیہ کے مانع ہے یا نہیں ہے اور یہ اسی اختلاف پر ہے جو اس سے پہلے میں بیان کر چکے ہیں۔

شرح

ایک کی طرف سے جب شرط پائی گئی تو مشرودہ کے پائے جانے کے سبب وہ غلام اسٹےٹس میں آزاد ہو کر بغیر اس مسئلہ کی صورت ہوگی جو مشرودہ کے غلام کی آزادی جب کی ایک کی جانب سے ہو جسے احادیث میں بھی مذکور ہوا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی غلام میں اپنا حصہ آزادی کا پورا پورا حصہ غلام کا آزاد کرنا واجب ہے اگر اس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کی قیمت کے برابر ہو اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو کسی غلام کی تجویز کے مطابق اس کی پوری قیمت ہو تو اس کا اتنا ہی حصہ آزادی کا جتنا اس نے آزادی کیا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد اوں: حدیث نمبر 2375)

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ہادی دیتے تھے اگر کوئی غلام یا لونڈی چند شہر کیوں کے درمیان مشنک  
ہو، ان میں سے کوئی شخص اپنا حصہ زاد کر دے تو اس پر پورے غلام کا آزاد کرنا واجب ہے جب کہ آزاد کرنے والے کے پاس نہ  
ہو، بلکہ جو مال کی تجویز کے مطابق اس کی قیمت کے برابر ہوا اور شہر کیوں کو ان کے حصہ کی قیمت دیدی جائے گی اور آزاد کیے ہو۔  
(غلام اور لونڈی) کا راستہ چھوڑ دیا جائے گا، ان میں عربی فعلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے اور اس کی کٹھ اور ابن ابی ذئب (ابن  
اسحاق و جویریہ) نے بھی ابن سعید اور اسحاق ابن امیہ بن عوف سے وہ ابن عمر سے نبی کریم فعلی اللہ علیہ وسلم سے متفقہ طور پر روایت کرتے  
ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2378)

دو شرکاء کی دو غلاموں پر قسم کھانے کا بیان

(وَلَوْ خَلَفَا عَلَى عَبْدَيْنِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِأَحَدِهِمَا بِعَيْنِهِ لَمْ يَعْرِقْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا) لِأَنَّ

الْمَقْضَىٰ عَلَيْهِ بِالْعَبْدِ مَجْهُولٌ، وَكَذَلِكَ الْمَقْضَىٰ لَهُ فَتَفَاحَشْتُ الْجَهْلَ فَامْتَنَعُ

الْقَضَاءُ، وَفِي الْعَبْدِ الْوَاحِدِ الْمُفْصَلِ لَهُ وَالْمُفْصَلِ بِهِ مَعْلُومٌ فَلَمَّا الْمَعْلُومُ الْمَجْهُولُ

ترجمہ

اور جب دو آدمیوں نے وعدہ ہوں پر قسم کھائی اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کیلئے قسم کھائی تو ان میں ایک غلام بھی آزاد نہ ہوگا کیونکہ جس پر آزادی کا حکم کیا گیا تھا وہ مجبول ہے اور جس کا تھا خدا کی جانتا تھا وہ بھی مجبول ہے اور یہ جہات فاش ہوگئی مذہب فاسد ہو گیا ہے جبکہ ایک غلام کے بارے میں خدا کر دہ حکم معلوم ہے اور معلوم مجبول پر عتاب ہو گیا۔

شرح

حضرت عبید بن اسامیل، ابواسامہ، عبید اللہ، تابع، ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی غلام میں اپنے حصہ آزاد کیا تو اس پر پورے غلام کا آزاد کرنا واجب ہے اگر اس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کی قیمت کے برابر ہو اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ اس کی تجویز کے مطابق اس کی پوری قیمت ہو تو اس کا اتنا ہی حصہ آزاد ہو جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2375)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے اپنا حصہ کسی غلام کا آزاد کیا ورنہ اس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کی قیمت کے برابر ہو تو وہ آزاد کر دیا جائے گا تا نفع نہ لے لیا کہ ورنہ بصورت تک دتی جتنے آزاد کیا جائے اتنا ہی آزاد ہوگا ایوب نے بیان کیا میں نہیں جانتا کہ یہ نافع کا قول ہے یا حدیث میں شامل ہے۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2377)

جب دو لگوں میں کسی ایک نے بیٹا خرید لیا

(وَإِذَا اشْتَرَى الرَّجُلَانِ ابْنًا أَحَدُهُمَا عَقَقَ نَصِيبُ الْآلِ) لِأَنَّهُ مَلَكَ نَفْسَ قَرِيْبِهِ وَشِرَاؤُهُ إِعْتَاقٌ عَلَى مَا مَرَّ وَلَا صَمَانٌ عَلَيْهِ عَلَيْهِمُ الْآخَرُ أَنَّهُ ابْنُ شَرِيْكَهِ أَوْ لَمْ يَعْلَمْ وَكُنْدًا إِذَا وَدَّاهُ، وَالشَّرِيْكَ بِالْإِخْتِيَارِ إِنْ شَاءَ أَعْتَقَ نَصِيبَهُ وَإِنْ شَاءَ اسْتَصْعَى الْعَبْدَ وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ.

وَقَالَا: يَفِي الشَّرَاءُ بِتَضَمُّنِ الْآلِ بِصَفِ قِيَمَتِهِ إِنْ كَانَ مُوَسَّرًا، وَإِنْ كَانَ مُعْسِرًا اسْتَمَى الْإِبْنُ فِي نَصْفِ لِيَمْتَحِنَهُ لِشَرِيْكَ أَبِيهِ، وَعَلَى هَذَا الْخِلَافِ إِذَا مَلَكَ، يَهْبَةُ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ وَصِيَّةٍ، وَعَلَى هَذَا إِذَا اشْتَرَاهُ رَجُلَانِ وَأَحَدُهُمَا قَدْ خَلَّفَ بَعِيْثَهُ إِنْ اشْتَرَى نَصْفَهُ. لِهَسْمَا أَنَّهُ أَبْطَلَ نَصِيبَ صَاحِبِهِ بِالْإِعْتَاقِ لِأَنَّ شِرَاءَ الْقَرِيبِ إِعْتَاقٌ، وَصَارَ هَذَا كَمَا إِذَا

كَانَ الْعَبْدُ ابْنًا أَحَبَّيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيبَهُ، وَلَهُ أَنَّهُ رَضِيَ بِإِفْسَادِ نَصِيبِهِ فَلَا يَضْمَنُهُ، كَمَا إِذَا ابْنًا لَمْ يَأْتِ نَصِيبَهُ صَرِيْحًا، وَذَلِكَ لِأَنَّهُ شَارَكَهُ فِيمَا هُوَ عَلَيْهِ الْعَبْقُ وَهُوَ الشَّرَاءُ لِأَنَّ شِرَاءَ الْقَرِيبِ إِعْتَاقٌ حَتَّى يَخْرُجَ بِهِ عَنْ عَهْدَةِ الْكِفَاةِ عِدَّتًا، وَهَذَا صَمَانٌ إِفْسَادٌ فِي ظَاهِرِ قَوْلِهِمَا حَتَّى يَخْلِفَ بِالْإِسَارِ وَالْإِعْسَارِ فَيَسْقُطَ بِالْإِسَارِ، وَلَا يَخْلِفُ الْجَوَابُ بَيْنَ الْعِلْمِ وَعَدْوِهِ، وَهُوَ ظَاهِرُ الرُّوَايَةِ عَنِ لَأَنَّ الْحُكْمَ يُدَارِعُ عَلَى السَّبَبِ، كَمَا إِذَا قَالَ لِقَرِيْبِهِ: كُلْ هَذَا الطَّعَامَ وَهُوَ مَمْلُوكٌ لِلْأَمْرِ وَلَا يَعْلَمُ الْأَمْرُ بِمِلْكِهِ.

ترجمہ

اور جب دو شخص نے آپس میں سے کسی ایک کے بیٹے کو خرید لیا تو باقی داہ حصہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ وہ بیٹے قریب جسے کا مالک ہوا ہے اور اسے خریدنا بیٹا کی آزادی ہے جس طرح بیٹے نے چکا ہے اور اس پر کوئی ضمان نہیں ہے اگرچہ دوسرے کو اس کی بات کا حکم ہو کہ وہ غلام اس کے حصے دار کر دیتا ہے یا اس کا غلام نہ ہو اور اسی طرح جب وہ دونوں وارث ہوں تو میں دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ چاہے وہ اپنے حصے کو آزاد کرے اور اگر وہ چاہے تو اس سے سخت کرے اور یہ حکم حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک خریداری کی صورت میں اگر باپ، لدا اور بے تمام کی نصف قیمت کا ضمان ہوگا اور اگر وہ تنگ دست ہے تو ضمان بیٹا اپنے باپ کے شریک کیلئے آدھی قیمت کیلئے کافی کرے گا اور یہ مسند اختلاف پر ہے اور جب وہ دونوں بہہ بصدقہ یا نصیب سے گذریں اس کے، ملک ہو جائیں اور یہ اختلاف اس طرح بھی ہے کہ جب دو آدمیوں نے کسی غلام کو خرید لیا اور ان میں سے ایک نے یہ قسم اٹھا کر لی کہ اگر اس نے غلام کا نصف خریدا تو وہ آزاد ہے۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے شریک نے آزاد کر کے اپنے ساتھی کے حصے کو باطل کر دیا ہے کیونکہ قریب جس شخص کو خریدنا آزاد ہے جس پر یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح غلام دو بیٹوں یا مالکوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک نے اپنا آزاد کر دیا ہو

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں شریک اپنا حصہ خراب کرنے پر خود راضی ہوا ہے لہذا اس کا ضمان نہ ہوگا جس طرح جب اس نے دوسرے کو کھراحت کے طور پر اپنا حصہ آزاد کرنے کی اجازت دی اور اس کی رضامندی کی دلیل یہ ہے کہ اس نے باپ کے ساتھ اس طرح چیز میں شرکت کی ہے جو آزادی کی علت ہے اور وہ چیز خریدنا ہے کیونکہ قربت کی خریداری آزادی ہے حتیٰ کہ عمار نے نزدیک شراے قریب کے سبب مشتری کو کفار سے بری اللہ وہ چاہے گا۔

صاحبین کے ظہری فرمان کے مطابق یہ ضمان افشاء ہے۔ کیونکہ عموماً دیر کے سبب حکم مختلف ہوتا رہتا ہے۔ پس رضائے سبب



شأن ساقط ہو جائے گا۔ جبکہ عدم عدم ہم کے سبب حکم مقتض نہ ہوگا اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک خاہر الروایۃ کے مطابق اس صریح روایت سے ہی کہ حکم کا رد احسن ہے (عقدہ تہذیبہ، رضوی فنی عند) جس طرح کسی شخص نے کہا کہ کھانا کھاؤ جبکہ حکم اپنے دائرہ خلاصہ اور محرکوں کی ملکیت کا حکم ہی نہیں ہے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی بیٹا اپنے باپ کا بد نہ بنیں اس لئے کہ اس صورت میں کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے اور اس کو خرید کر آزاد کرے۔" (مسلم)

اس حدیث کے خاموشی منسوب سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ شخص بیٹے کے خرید بیٹے سے ہی آزاد ہو جائے گا۔ جب اسے اس کا بیٹا خرید کر آزاد کرے جب آزاد ہو جائے۔ چنانچہ صحیح تہذیبہ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن جمہور علماء کا یہ مسلک ہے کہ باپ اپنے بیٹے کی شخص ملکیت میں آجائے سے آزاد ہو جائے۔ اس کی صراحت دوسری فصل کی پہلی حدیث سے بھی ہوتی ہے اور اس حدیث کے کئی بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ تفسیر میں حرف قاصب کے لئے ہے۔ اس صورت میں حدیث کے آخری جز کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "جب کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام پائے اور اس کو آزاد کرنے کے لئے خرید لے" لہذا خریدنے کے بعد اس کی ضرورت نہیں ہوگی کہ بیٹا اس باپ سے یوں کہے کہ میں نے تمہیں آزاد کیا بلکہ وہ شخص بیٹے کے خرید لینے سے آزاد ہو جائے گا۔

حضرت ابو ذر کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا عمل بہتر ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا" ابو ذر کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا "کونسا مردہ آزاد کرنا بہتر ہے؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو گرامن حقیقت ہو اور اپنے مالک کو بہت پیارا ہو" میں نے عرض کیا کہ "اگر گرامن نہ ہو؟" (جی ہاں) اس کی شکل نہیں بلکہ زار و بخار و عدم استہانت عت یا عدم آزاد کرنا (رسول؟) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کہ مر کرنے والے کی مدد کرنا جو شخص کسی چیز کو نہ پائے مگر اس کی مدد چاہتا ہو "میں نے عرض کیا "اگر میں ہی (بھی) نہ کر سکوں تو یہ کیوں؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لوگوں کو برائی پہنچانے سے احتیاج کرو یا دیکھو یہ ایک اچھی خدمت ہے جس کے ذریعہ تم اپنے نفس کے ساتھ بھلائی کرتے ہو۔" (بخاری و مسلم)

ایمان کا بہتر ہونا تو بالکل بدیہی بات ہے کہ خیر و بھلائی کی بنیاد ہی ایمان ہے، اگر ایمان کی روشنی موجود نہ ہو تو چمکونی کبھی عمل نہیں نہیں ہوتا تو وہ کتنی ہی اہم ہو اور کتنا ہی نقص کیوں نہ ہو اور جہاد اس اعتبار سے بہتر عمل ہے کہ وہ دین کی تقویت اور مسلمانوں کی برتری و عظمت اور غلبہ کا باعث ہوتا ہے۔ جہاں تک نماز روزہ کا تعلق ہے وہ دونوں حیثیات اور دوسری وجوہ بنیاد پر (ایک دوسرے) عمل سے برتر اور بہتر ہیں لہذا جہاد کو نماز روزہ پر فوقیت دینا دراصل انہی ہے۔ یا پھر یہ کہ اس موقع پر جہاد "سے مراد مطلق" "مشقت برداشت کرنا" ہے جس کا تعلق جہاد سے بھی ہے اور دوسری طاعات و عبادات سے بھی، چنانچہ مامورات پر عمل کرنے اور مہنمات سے بچنے کی نفسی مشقت اور پراخت "جہاد اکبر" فرمایا گیا ہے اس صورت میں آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ سب سے بہتر عمل، ایمان لانا اور ایمان کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے۔ یہی کہ فرمایا ہے قل استباللہ ثم استقم کا حکم کرنے والے کی مدد کرنا "کام سے مراد مردہ چیز ہے جو انسان کے حاشا کا ذریعہ خورد و خوراک و صنعت و کارگیری ہو یا تجارت ہو۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اپنے کسی پیشہ و کسب میں بگاڑا ہو اور اس کا پیشہ و کسب اس کی اور اس کے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا نہ کرنا ہو تو وہ شخص اپنے ضعف و مجبوری کی وجہ سے اس کسب و پیشہ کو چھوڑ کر نئی زندگی بسر کرے جو اس کی شخص کی مدد کرے "اسی طرح" جو شخص کسی چیز کو نہ پائے مگر اس کا جاننا ہوتا ہے "کا مطلب یہی ہے کہ کوئی شخص اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے اپنے پیشے کے کام کو نہ کر سکا ہو تو اس کام کا کم رو کرے کہ وہ جہاد سے سہارے پائی ضروریات زندگی کو پورا کر سکے۔ "لوگوں کو برائی پہنچانے سے احتیاج کرو" کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو برے کام میں مبتلا نہ کر دے کوئی زبان اور اپنے ہاتھ سے ایذا نہ پہنچاؤ اور نہ کسی کو کسی قسم کا نقصان پہنچاؤ کیونکہ لوگوں کو برائی پہنچانے سے احتیاج کرنا بھی خیر و بھلائی کے خصوص اس صورت میں جب کہ برائی (یعنی کسی کو ایذا و نقصان) پہنچانے پر قدرت بھی حاصل ہو یہ مراد غیر توامید نیست شمرنا ہے اس موقع پر عبارت کے خاموشی اسلوب کا تقاضہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے کہ "یہ ایک اچھی خدمت ہے جس کے ذریعہ تم لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہو" لیکن چونکہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنا درحقیقت اپنے نفس کے ساتھ بھلائی کرنا ہے یاں امور کے اس بھلائی کے مختلف فوائد اسے حاصل ہوتے ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ "جس کے ذریعہ تم اپنے نفس کے ساتھ بھلائی کرتے ہو۔"

علامہ ابن محمود باری حقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ

قال العلامة ابن محمود الباری الحنفی علیہ الرحمہ فی شرح ہدایہ العبدۃ، قوله (وَلَا صَنَاعَاتٍ عَلَيْهِ) أَيُّ عَلَى الْأَبِّ، وَقَوْلُهُ (وَتَحْتَادُوا زُرَّاهُ) يُعْنِي بِإِلْتِمَاعِي، وَصُورَةُ الْمَرْءَةِ انْتَشَرَتْ مِنْ زَوْجِهَا فَمَنْتَ عَزَّاجُ زَوْجِ كَانِ الصُّفْلُ لِلزَّوْجِ وَتُعْنِقُ عَنِيهِ، أَوْ مَرَأَةً لَهَا زَوْجٌ وَأَتَتْ وَلَهَا غُلَامٌ وَهُوَ أُمٌّ زَوْجِهَا فَمَنْتَ الْمَرْءَةُ صَارَ عِلَاقُهَا بِمِرْثِ بْنِ زَوْجِهَا وَأَتَتْهَا، وَقَوْلُهُ (وَفَلَا فِي الشَّرَاءِ) إِشَارَةٌ إِلَى مَا ذَكَرْنَاهُ مِنَ الْإِتِّفَاقِ فِي صُورَةِ الرَّبِّ، وَقَوْلُهُ (فَدَّ حَلْفٌ بِعَيْنِي إِنْ اشْتَرَى بَضْعَةً) إِسْمَاعِيلُ بْنُ صَفِيٍّ، لِأَنَّهُ إِذَا خَلَفَ بِعَيْنِي لَمْ أَشْتَرِ بِشَرْكَهَ الْأَخْرَجَ بِعَيْنِي عَلَيْهِ لِأَنَّ الشَّرْطَ شَرْعٌ عَنِ الْعَدَبِ وَلَمْ يَوْجَدْ، وَوَجْهٌ قَوْلُهُمَا عَلَى مَا ذَكَرَهُ فِي الْكِتَابِ طَاهَرٌ، وَوَجْهٌ قَوْلُهُ مَا ذَكَرَهُ فِيهِ، وَتَرْغِيهِ: الشَّرْطُ أَلَا تَخْرُجِي بِفُسَادٍ نَصِيْبِهِ وَمَنْ رَضِيَ بِذَلِكَ لَا يَضُمُّ الْمُسْتَدَّ كَمَا إِذَا أُدِينَ لَهُ بِإِغْتِاقٍ نَصِيْبِهِ ضَرْبِيحًا وَدَلَّاهُ دَلِكُ) أَيْ السَّابِلُ عَلَى رِضَاهُ بِفُسَادٍ نَصِيْبِهِ (أَنَّهُ شَرْكَتُهُ بِمَا هُوَ عِلَّةُ الْعَيْنِ، وَهُوَ الشَّرَاءُ لِأَنَّ شَرْعًا الْقَرِيبَ إِغْتِاقٌ حَتَّى يَخْرُجَ بِعَيْنِ عَهْدِهِ الْكُفْرَانُ عَيْنًا) وَالْمُشَارَكَةُ فِي عَيْنِ الْعَيْنِ رِضَا بِالْعَيْنِ لَا مَخَانَةَ، وَالْمَرْءُ بِالْعِلَّةِ عَيْنَ الْعِلَّةِ لِأَنَّ الشَّرَاءَ عَيْنَ التَّمَلُّكِ وَالتَّمَلُّكِ فِي الْقَرِيبِ عِلَّةُ الْعَيْنِ، وَالْحُكْمُ يُصَافُ بِأَيِّ عَيْنِ الْعِلَّةِ إِذَا لَمْ تَضْلَعْ الْعَيْنَ لِلْبَاضَةِ إِلَيْهَا، وَهَذَا كَذِبٌ لِأَنَّ

الْمَسْكُ حُكْمٌ شَرِيعِي يَنْشُتُ بَعْدَ مُنْصَرَفَةِ عَيْنِهِ بِغَيْرِ احْتِيَابٍ ، بِجَلَابِ اِبْرُوتِ فَبَيْتُهُ لَا اِعتَاقِي  
هَذَا وَلَيْهَذَا لَا يَخْرُجُ بِهِ عَنْ الْكُفَّارَةِ . وَقَوْلُهُ ( وَهَذَا صَمَانٌ اِفْسَادٌ ) يَخْرُجُ اَنْ يَكُونَ خَوْناً  
عَشَا يُقَالُ اِنَّمَا كُنَ الرِّصَا مُنْقَضَاً لِلصَّمَانِ اَنْ لَوْ كَانَ صَمَانٌ اِفْسَادٌ ، وَامَّا اِدَا كَانَ صَمَانٌ  
سَدَقٌ فَلَا يَنْقُطُ بِهِ كَمَا اِذَا اسْتَوْلَدَ اَحَدُ الشَّرْبِيكِ الْحَادِيَةِ بِوَدِهِ فَبَيْتُهُ لَا يَنْقُطُ بِهِ لِلصَّمَانِ  
لَا أَنَّهُ صَمَانٌ تَمَيُّنٌ اِذَا اِلْتِمَادٌ مَوْصُوعٌ يَطْلُبُ اَنْ يَلْبِغَ ، فَلَا يُكْمَلُ اَنْ يَبْلُغَ  
اَوْ اَجِبَ بِهِ صَمَانٌ عِنَقِي وَهُوَ غَيْرُ مَوْصُوعٍ لَهُ فَكَانَ صَمَانٌ تَمَلُّقٌ ، وَوَحْهَ اَلْخَوَابِ اَنَّهُ  
صَمَانٌ اِفْسَادٌ فِي طَاهِرٍ قَوْلُهُمَا حَتَّى يَحْتَبِثَ بِاَلْمِثَارِ وَالْبَاعْسَارِ فَيَنْقُطُ بِالرِّصَا ، وَابْنُ قَيَّةٍ  
يَقُولُ فِي طَاهِرٍ قَوْلُهُمَا لَأنَّهُ رَوَى عَنْ أَبِي يُونُسَ أَنَّ هَذَا صَمَانٌ تَمَلُّقٌ فَلَا يَحْتَلِفُ بِالْمِثَارِ  
وَالْبَاعْسَارِ فَلَا يَنْقُطُ بِهِ الصَّمَانُ . وَقَوْلُهُ ( وَلَا يَحْتَلِفُ اَلْخَوَابُ بَيْنَ الْعِلْمِ ) اَيْ بِالْقَرَارَةِ  
وَعَدِيمِهِ فِي طَاهِرٍ الرَّوْيَةِ عَنْ أَبِي خَيْفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ بِأَنَّ اَلْحُكْمَ يَدَارُ عَنْ السَّبَبِ ) اَيْ الْعِلَّةِ  
( كَمَا اِذَا قَالَ لِبُعِيرِهِ كُنْ هَذَا الطَّعَامُ وَهُوَ مَمْلُوكٌ لِمَا يَمُرُّ وَلَا يَعْلَمُ اَلْمَا يَمُرُّ بِمِلْكِي ) وَالسَّبَبُ قَدْ  
وُجِدَ بَعْدَ مَرَّةٍ .

وَرَوَى السُّنْسُ عَنْ أَبِي خَيْفَةَ اَنَّهُ فَصَلَ بَيْنَ مَا اِذَا كَانَ عَالِمًا بِالْقَرَارَةِ وَبَيْنَ مَا اِذَا لَمْ يَكُنْ  
عَالِمًا بِهَا وَيُحْكَمُ الصَّمَانُ لِأَنَّ الرِّصَا لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا بِدَا كُنَ عَالِمًا بِهَا . (عبانہ شرح

الہادیہ ، ج ۶ ، ص ۳۳۰ ، بیروت)

نام کو پاپ اور انہی کے خریدنے کا بیان

( وَإِنْ بَدَأَ الْاَجْنَسِي فَاَشْتَرَى بَيْضَةً ثُمَّ اشْتَرَى الْاَبَّ بَيْضَةً الْاٰخَرَ وَهُوَ مُوسِرٌ فَلَا اَجْنَسِي  
بِالْمُخَارِجِ اِنْ شَاءَ صَمْنُ الْاَبِّ ) لِأَنَّهُ مَا رَضِيَ بِاِفْسَادِ نَصِيهِ ( وَإِنْ شَاءَ اسْتَشْعَى الْاِنَّ  
فِي بَيْضِ قَيْمِيهِ ) لِاحْتِسَابِ مَالِيَّتِهِ عِنْدَهُ ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي خَيْفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ لِأَنَّ يَسَارَ  
الْمُتَعَقِّقِ لَا يَمْنَعُ السَّعَايَةَ عِنْدَهُ .

وَقَالَ : لَا خِيَارَ لَهُ وَيَصْنَعُ الْاَبَّ بَيْضَ قَيْمِيهِ لِأَنَّ يَدَ اِلْمُتَعَقِّقِ يَمْنَعُ السَّعَايَةَ عِنْدَهُمَا

ترجمہ

اور جب کسی انہی نے ابتداء کرتے ہوئے غلام کا نصف حصہ خرید یا پھر باپ نے غلام کا دوسرا حصہ خرید اور وہ مالدار بھی ہے تو  
اس انہی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چاہے تو باپ سے تادان وصول کرے کیونکہ وہ اپنا حصہ خراب کرنے پر راضی نہیں ہے اور اگر وہ چاہے  
تو بیٹے سے اس کی نصف قیمت کیلئے کمائی کرے کیونکہ اس وقت بیٹے کے پاس انہی کی مالیت قید میں ہے۔ اور حضرت امام اعظم

رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ حکم اسی طرح ہے کیونکہ یہاں معنی کیسے بر سعایہ کے ، فتح نہیں ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک نہیں و  
معنی کا اختیار نہیں ہے اور یہ نصف قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ معنی کیسے بر سعایہ سے مانع ہے۔ (یہ صاحبین کے نزدیک ہے

)

یہ کے مانع سعایہ ہونے میں فقہاء احناف کا اختلاف

صاحب ہدایہ نے یہاں پر فقہاء احناف کا اختلاف اس مسئلہ میں بیان کیا ہے کہ مذکورہ صورت میں یہ یعنی جب باپ مالدار  
ہو تو اس صورت میں اس کا حال سنی میں ہوتا ہے سعایہ کے مانع ہے یا نہیں تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک  
نہیں ہے کیونکہ اس میں آزاد کرنے والے کیلئے حالت ہیراں کو یہ نہ کر دینے والی ہے۔ جبکہ صاحبین کیلئے مانع ہے کیونکہ ان  
کے نزدیک انہی کیلئے یہ حکم نہیں کیا جاسکتا۔

مالدار والی کا نصف بیٹا خریدنے کا بیان

( وَمَنْ اشْتَرَى نِصْفَ ابْنِهِ وَهُوَ مُوسِرٌ فَلَا صَمَانٌ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي خَيْفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ،  
وَقَالَ : يَصْنَعُ اِذَا كَانَ مُوسِرًا ) وَمَعْنَاهُ اِذَا اشْتَرَى بَيْضَةً وَمَنْ يَمْلِكُ كُلَّهُ فَلَا يَصْنَعُ  
لِبَتَاعِهِ شَيْئًا عِنْدَهُ ، وَالْوَجْهُ قَدْ ذَكَرْنَاهُ .

ترجمہ

اور جس شخص نے اپنا نصف بیٹا خرید لیا اور وہ شخص مالدار ہے تو امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک اس پر کوئی ضمان نہیں ہے جبکہ  
صاحبین کے نزدیک اگر باپ حالت یر والا ہے تو وہ ضمان ہوگا اور اس کا حکم یہ ہے کہ باپ نے اس شخص سے بیٹے کا نصف خریدا ہے  
جو اس کے کل کا نصف ہے۔ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک باپ اپنے بیٹے کیلئے کبھی بیٹے کا ضامن نہ ہوگا اس کی دلیل وہی ہے جو  
ہم بیان کر چکے ہیں۔

یہ کے سب ضمانت ہونے میں فقہاء احناف کا اختلاف

صاحب ہدایہ کی مذکورہ عبارت میں بیان کر دہ مسئلہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک چونکہ باپ مالدار ہے ہذا  
اس پر کوئی ضمانت نہیں ہے جبکہ صاحبین کے حال ہیر میں وہ ضمان ہوگا کیونکہ اس حالت میں اس کیلئے ضمانت کے طور ادا ہوگی میں  
کوئی حرج نہیں ہے اور ایک ماہرین میں لازم ہونے والی ذہن داری عہدہ براہو نامی ہے۔

تین آدمیوں کے درمیان مشترک غلام کا بیان

( وَإِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ ثَلَاثَةٍ تَقَرَّرَ قَدَرُهُمْ اَحَدُهُمْ وَهُوَ مُوسِرٌ ثُمَّ اَعْتَقَهُ الْاٰخَرُ وَهُوَ مُوسِرٌ )

فَارَادُوا الصَّمَانَ فَلَيْسَ كَيْتَ أَنْ يُضْمَنَ الْمُذْبِرَ ثَلَاثَ قِيمَتَيْهِ فَإِذَا لَا يُضْمَنُ الْمُعْتَقُ.

(وَلِلْمُذْبِرِ أَنْ يُضْمَنَ الْمُعْتَقُ ثَلَاثَ قِيمَتَيْهِ مُذْتَرًّا وَلَا يُضْمَنُ الثَّلَاثَ الَّتِي صَمِنَ، وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَبِيبَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَ الْغَنِيُّ كُلُّهُ لِلَّذِي ذَبَّرَهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَيُضْمَنُ ثَلَاثِي قِيمَتِهِ لِشَرِّهِ بِغَيْرِهِ مُوسِرًا كَانَ أَوْ مُعْسِرًا)

ترجمہ

اور جب کوئی غلام تین آدمیوں میں مشترک ہو اور اس میں سے کسی ایک نے اس کو دہرنا دیا ہے اور دوسرے نے اس کے بعد دوسرے نے نہ زاد کر دیا ہے اور تیسری دہرنا بھی دونوں نے نہ دینا چاہا تو وہ موش کو پکے کر دہر کر کے والے سے صرف رقت کی تہائی قیمت کی ضمانت لے کر اس کو دہرنا حاصل کرے کہ وہ حق سے غلام کدہ پر ہونے کے حساب سے اس کی تہائی قیمت کا بطور ضمانت لے کر اس کی تہائی قیمت کا ضمانت لے کر اس کو دہرنا حاصل کرے اور یہ حکم حضرت امام عظیم علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے جبکہ صاحبین نے کے نزدیک پر اخلاص امام اسی شخص کا ہے جس بندے نے پہلی بار اس کو دہرنا کیا ہے اور دہرنا کے وقت کا دہرنا ہی اپنے شرکاء کیسے نہ دینا چاہو اگرچہ وہ مالدار ہو یا محتاج فقیر میں ہو۔

شرح

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قوی دینے تھے اگر کوئی غلام یا لونڈی چند شریکوں کے درمیان مشترک ہو ان میں سے کوئی شخص اپنا حصہ آزاد کر دے تو اس پر پورے غلام کا آزاد کرنا واجب ہے جب کہ آزاد کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو کہ اس کی تہائی قیمت کے برابر ہو اور شریکوں کو ان کے حصے کی قیمت دیدی جائے گی اور آزاد کیے ہوئے (غلام اور لونڈی) کا راستہ چھوڑ دیا جائے گا، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے اور اس کی بیعت و امان الہی ذیاب ابن سحاقؒ جو جریج بن سیدہ اور اس کے بیٹے امیہ بن امیہ بن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختص طور پر روایت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2378)

تدبیر کی اصل میں امام عظیم و صاحبین کا اختلاف

وَأَصْلُ هَذَا أَنَّ التَّذْبِيرَ يَجْعَلُ أَبِي حَبِيبَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ بَيِّنًا لِفَا لَهَا كَالِإِعْتَاقِ لِأَنَّهُ شُعْبَةٌ مِنْ شُعْبَتِهِ فَيَكُونُ مُعْتَبَرًا بِهِ، وَلَمَّا كَانَ مَتَجَرِّدًا عِنْدَهُ انْقَصَرَ عَلَى نَصِيهِهِ، وَقَدْ أَفْسَدَ بِالتَّذْبِيرِ نَصِيبَ الْآخَرَيْنِ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُذَبِّرَ نَصِيبَهُ أَوْ يُعْتِقَ أَوْ يُكَاتِبَ أَوْ يُضْمَنَ الْمُذْبِرَ أَوْ يَسْتَسْجِيَ الْعَدُوَّ أَوْ يَتْرُكَهُ عَلَى خَالِهِ لِأَنَّ نَصِيبَهُ بَاقٍ عَلَى مِلْكِهِ

قَابِلًا بِإِفْسَادِ شَرِّهِ كَيْفَ سَدَّ عَلَيْهِ طُرُقَ الْإِنْفَاعِ بِهِ بَيِّنًا وَهَبَةً عَلَى مَا مَرَّ، فَإِذَا اخْتَارَ أَحَدُهُمَا الْعِتْقَ تَعَيَّنَ حَقُّهُ فِيهِ وَفَسَقَ اخْتِيَارُهُ عِزَّهُ فَتَوَجَّهَ لِلْسَّكَيْتِ سَبَبَ ضَمَانِ تَذْبِيرِ الْمُذْبِرِ وَإِعْتَاقِ هَذَا الْمُعْتَقِ، غَيْرَ أَنَّ لَهُ أَنْ يُضْمَنَ الْمُذْبِرَ لِيَكُونَ الضَّمَانُ ضَمَانًا مُعَاوَضَةً إِذَا هُوَ الْأَصْلُ حَتَّى يُجْعَلَ الْعُقُوبُ ضَمَانًا مُعَاوَضَةً عَلَى أَصْلِهِ، وَأَمَّا كُنْ ذَلِكَ فِي التَّذْبِيرِ لِكُفُورِهِ قَابِلًا لِلْقُلُّ مِنْ مِلْكِهِ إِلَى مِلْكِهِ وَقَدْ التَّذْبِيرُ، وَلَا يُمَكِّنُ ذَلِكَ فِي الْإِعْتَاقِ لِأَنَّهُ عِنْدَ ذَلِكَ مُكَاتَبٌ أَوْ حُرٌّ عَنْ اخْتِلَافِ الْأَصْنَنِ،

ترجمہ

اور اس اختلاف کا سبب یہ قاعدہ ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک تدبیر میں الزام ہوتا ہے جیسے اس میں نہ مبین ہے اختلاف کیا ہے جس طرح اعتاق ہے کیونکہ دہرنا بھی اعتاق کا ایک حصہ ہے۔ جس تدبیر کو اعتاق پر نہیں کیا گیا ہے گا اور جب امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک تدبیر میں تجویز ہے تو وہ حکم کا انحصار پر ہی رہے گا۔ البتہ دہرنا کے تدبیر کرتے ہوئے دوسروں کے حصوں کو خراب کیا ہے تو ان ساتھیوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے حصہ کو دہرنا کرے یا اسے آزاد کرے یا رعیت بنائے یا پسپا کرے یا غلام سے کٹائی کرے یا اس کو اس حال پر چھوڑ دے کیونکہ ہر ایک کا حصہ اس کی ملک پر باقی رہے گا البتہ دہرنا کے افساد کے پیش نظر یہ ملک دہرنا ہوئے گی کیونکہ اس نے بیعت اور اس ندامت سے نہ وہ اٹھانے کے طریقہ تدبیر کرے ہیں جس طرح اس سے پہلے نہ چکا ہے۔

اس کے بعد جب ان میں سے کسی ایک نے حق کو اختیار کر لیا ہے تو اس حق میں اس کا حق متعین ہو گیا ہے اور اس حق کے سوا کا حق باقی رہا تو وہ چاہے گا اور حاضر رہنے والے کیسے ضمان کے اسباب ثابت ہوئے (۱) کہ دہرنا کرنا (۲) آزاد کرنے والا کا آزاد کرنا ہے۔ البتہ اس کو دہرنا ضمانت دینا اختیار ہے۔ تاکہ یہ تاوان اتنا دیا معاوضہ بن جائے۔ کیونکہ معاوضہ کا تاوان ہی اصل ہے جس کی کہارے قاعدہ کے مطابق غاصب کی ضمانت کو بھی ضمان معاوضہ قرار دیا جائے اور ایسا کرنا تدبیر میں ممکن ہے کیونکہ تدبیر کے وقت غلام ایک ملکیت سے دوسری ملکیت میں منتقل ہونے کا اہل ہے جبکہ اعتاق میں یہ ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ اعتاق کے وقت یہ غلام مکاتب ہو گا یا پھر آزاد ہو گا۔ (اس اختلاف کا سبب امام کے قاعدہ تھے کہ اختلاف کے صلہ حق ہے)۔

شرح

کسی نے اپنے دو غلاموں کو مکاتب کر کے کہا تم میں کا ایک آزاد ہو تو اسے بیان کرنا ہو گا جس کو تم نے اسے مراد لیا وہ آزاد ہو جائے گا اور بیان سے ایک کو بیچ لیا یا رہن رکھا یا مکاتب کیا دہرنا کرنا تو دوسرا آزاد ہونے کے لیے ممکن ہو گیا۔ اور اگر نہ بیان کیا نہ اس قسم کا کوئی تعارف کیا اور ایک مر گیا تو باقی ہے وہ آزاد ہو گا اور اگر مر گیا تو وارث کو بیان کرنے کا حق نہیں

بلکہ ہر ایک میں سے دو احاد آزاد اور آدھے باقی میں دووں نہایت کریں۔ (علم گیری، کتاب حقائق، ج ۲، ص ۲۰)

مکاتبت ختم کرنے میں مکاتبت کی رضا مندی کا بیان

وَلَا بُدَّ مِنْ رِضَا الْمَكَاتِبِ بِفَسْخِخِهِ حَتَّى يَقْبَلَ الْإِنْفَاقَ قَلْبُهُدَا يَضْمَنُ الْمُدَبِّرُ، ثُمَّ  
لِلْمُدَبِّرِ أَنْ يَضْمَنَ الْمُتَعَيَّنَ لِنَفْسِهِ مَدَبَرًا لِأَنَّهُ أَقْسَدَ عَلَيْهِ تَصْيِبُهُ مَدَبَرًا، وَالضَّمَانُ  
يَتَقَدَّرُ بِقِسْمَةِ الْمُتَعَيَّنِ، وَقِسْمَةُ الْمُدَبِّرِ لِنَفْسِهِ قَبْلَ مَا قَالُوا.

وَلَا يَضْمَنُهُ قِسْمَةُ مَا مَلَكَ بِالضَّمَانِ مِنْ جِهَةِ السَّاجِدِ لِأَنَّ مَلَكَهُ يَنْبُتُ مُسْتَحْدًا وَهُوَ  
ثَابِتٌ مِنْ وَجْهِ دُونَ وَجْهِ، فَلَا يَظْهَرُ فِي حَقِّ التَّضْمِينِ.

وَالْوَلَاءُ بَيْنَ الْمُتَعَيَّنِ وَالْمُدَبِّرِ أَثْلَاثًا لِنَاءِ لِلْمُدَبِّرِ وَالنَّكَثُ لِلْمُتَعَيَّنِ لِأَنَّ الْعَبْدَ عَقَقَ عَلَى  
مَلَكَهُمَا عَلَى هَذَا الْمُقْدَارِ.

وَإِذَا لَمْ يَكُنِ التَّضْمِينُ مُتَجَرِّدًا عَنْهُمَا صَارَ كُلُّهُ مُدَبِّرًا لِلْمُدَبِّرِ وَقَدْ أَقْسَدَ نَصِيبُ  
شَرِيكِهِ لِمَا بَيْنَا يَضْمَنُهُ، وَلَا يَخْتَلِفُ بِالنِّسَارِ وَالْبِغْسَارِ لِأَنَّهُ ضَمَانٌ تَمْلُكٌ فَالْأَثْبَتُ  
الْإِسْتِيلَادُ، بِخِلَافِ الْإِعْثَاقِ لِأَنَّهُ ضَمَانٌ جَنَائِدُ، وَالْوَلَاءُ كُلُّهُ لِلْمُدَبِّرِ وَهَذَا ظَاهِرٌ.

ترجمہ

عقد مکاتبت ختم کرنے کیلئے مکاتبت کی رضا مندی ضروری ہے۔ تاکہ وہ انتقال ملکیت کو قبول کرنے والا بن جائے اسی دلیل کے پیش نظر سرگت مرہ سے ضمان وصول کرے گا اور پھر حق کو اختیار ہوگا کہ متفق سے مدہ غلام کی تہی قیت کا ضمان وصول کرے کیونکہ متفق عدم کے آزاد ہونے کی حاست میں ہی اس کا حصر خراب کرنے والا ہے۔ اور ضمان تلف شدہ چیز کی قیت کی مقدار کے مطابق ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور ہر کی قیت خاص عدم کی دہوتہ کی قیت ہوتی ہے جس طرح مشغ غفہا نے فرمایا ہے اور جب مدہ شریک مساکت جو قیت دی ہے متفق اس سے ضمان نہیں لے سکتا۔ کیونکہ ہر کی ملکیت اس کے مدیر کرتے وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ کیونکہ ہر ایک طرح غایت ہے اور ایک طرح غایت نہیں ہے جس خاص بنانے کے حق میں یہ ملکیت ظاہر نہ ہوگی۔ اور مدہ رضی کے درمیان تین تہی کے حسب سے دوا و مشرک ہوگا یعنی ہر کیلئے دہوتہ کی اور ایک تہی متفق کیلئے ہوگی۔ کیونکہ غلام ان کی دونوں کی اسی قدر ملکیت میں آزاد ہوا ہے۔

صاحبین کے نزدیک مدہ بریں تجزی نہیں ہوتی تو ان کے نزدیک غلام ایک ہی کیلئے مدہ ہوگا کیونکہ مدہ بریں دووں مشرک۔

کا حصر خراب کر دیا ہے۔ لہذا دونوں کے حصے کا ضمان ہوگا۔ روح امت عمرو لیس کے سبب یہ ضمان مختلف نہ ہوگا کیونکہ یہ ضمان ملکیت حاصل کرنے کا معاوضہ ہے پس یہ استیلا کے موافق ہو گیا ہے۔ جبکہ احقاق میں ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ نہایت کا ضمان ہے اور مکمل والا مدہ ہر کا ہے اور یہی ظاہر ہے۔

ضمان تلف شدہ چیز کی قیت کی مقدار کے مطابق قاعدہ فقہیہ

ضمان تلف شدہ چیز کی قیت کی مقدار کے مطابق ہوتی ہے۔ (قاعدہ فقہیہ)

حضرت عبداللہ بن یوسف مالک بھی بن سعید عمروہ بنت عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ امام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بریرہ مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں مدہ بٹھنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ اگر تہا کرے، مالک پند کریں تو میں ان کو تیری قیت یک مشت دے دوں اور تجھے آزاد کروں بریرہ نے اپنے مالکوں سے چا کر بیان کیا تو ان لوگوں نے کہا ہم نہیں بیچے ہیں مگر اس شرط پر کہ تیری دوا ہم لیں گے۔ مالک نے بھی یہ قول بیان کیا عمرہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ باہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو خرید لو اور آزاد کرو اس لیے کہ دوا دہی کو لے کر جو آزاد کرے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2413)

حضرت ابوہریرہ عبداللہ بن ابی بن کر تے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیس میں نے کہا کہ میں تہا بن ابیہاب کے پاس تہا عتبا کا انتقال ہوا اور ان کے بیٹے میرے وارث ہوئے اور ان لوگوں نے مجھ ابی بن عمرو کے ہاتھ بیچ دیا ابی بن عمرو نے مجھ کو آزاد کر دیا اور ہوتے نہ دل کی شرط اپنے لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ میرے پاس آئی اور مدہ مکاتبت میں اس نے کہا کہ مجھے خرید لیجئے اور آزاد کر دیجئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اچھا تو بریرہ کو لی کہ وہ مجھے نہیں بیچیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ دوں دالیں گے حضرت عائشہ نے کہا کہ پھر مجھے اس کی حاست نہیں جی جی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا انہوں نے وہی بیان کیا جو بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے ان سے کہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو خرید لو اور آزاد کر دیا اور ان کے مالکوں نے دل کی شرط اپنے لیے کر لی لیکن صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوا اس کو لے کر جو آزاد کرے اگرچہ پتنگلوں میں شریک لگائے۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2414)

دوا مالکوں کے درمیان مشرکہ باندی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا كَانَتْ جَارِيَةً بَيْنَ رَجُلَيْنِ دَعَمَ أَحَدُهُمَا آتَاهَا وَلَدًا لِصَاحِبِهِ وَأَنْكَرَ ذَلِكَ  
الْآخَرُ فَيَسِي مَوْفُوقَةً يَوْمًا وَيَوْمًا تَخْدُمُ الْمُنْكَرَ عِنْدَ أَبِي خُوَيْفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَقَالَ: إِنَّ  
خَاصَ الْمُنْكَرِ اسْتَمْعَى الْجَارِيَةَ فِي نِصْفِ قِيمَتِهَا ثُمَّ تَكُونُ حُرَّةً لَا سَبِيلَ عَلَيْهَا) لَهَا

أَنَّهُ لَمَّا لَمْ يُصَدِّقْهُ صَاحِبُهُ انْقَلَبَ إِفْرَارُ الْمُقِرِّ عَلَيْهِ كَأَنَّهُ اسْتَوْلَدَهَا فَصَارَ كَمَا إِذَا أُفْرِقَ الْمُشْتَرَى عَلَى السَّائِعِ أَنَّهُ اغْتَنَى الْمَبِيعَ قَبْلَ النَّبِيِّ كَأَنَّهُ اغْتَنَى كَذَا هَذَا مُتَمَتِّعٌ بِالْخِدْمَةِ وَنَصِيبُ الْمُسْكِرِ عَلَى مِلْكِهِ فِي الْحُكْمِ فَتَخْرُجُ إِلَى الْعَقَابِ بِالسَّعَايَةِ كَأَمُ وَلَدِ النَّصْرَانِيِّ إِذَا اسْلَمَتْ .

وَلَا يَسِي حَقِيقَةً رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ الْمُقِرَّ لَوْ صَدَّقَ كَانَتْ الْخِدْمَةُ كُلُّهَا لِلْمُسْكِرِ ، وَلَوْ كَذَبَ كَانَ لَهُ نِصْفُ الْخِدْمَةِ قَبِيضٌ مَا هُوَ الْمُتَمَتِّعُ بِهِ وَهُوَ النِّصْفُ ، وَلَا خِدْمَةٌ لِلْمُشْرِكِ الشَّاهِدِ وَلَا اسْتِيسَاءٌ لِأَنَّهُ بَشَرٌ عَنْ جَمِيعِ ذَلِكَ بِذَعْوَى إِلَاسِيْلَاوِي وَالصَّغْنَانِ ، وَالْإِفْرَارُ بِأَمُومِيَّةِ الْوَلَدِ يَتَصَمَّنُ الْإِفْرَارُ بِالنِّسْبِ وَهُوَ أَمْرٌ لَا يَزِيدُ لَا يَنْقُصُ بِالرَّزَّةِ ، فَلَا يُمْكِنُ أَنْ يُجْعَلَ الْمُقِرُّ كَالْمُسْتَوْلَدِ .

ترجمہ

فرمایا اور اگر ایک لونڈی دو مالکوں کے درمیان مشترک تھی اور پھر ان میں سے کسی ایک نے دعویٰ کر دیا کہ وہ اس کے شریک کی امداد ہے جبکہ دوسرے نے اسے اس کا مالک کر دیا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک دن تو قوت کی جائے گا اور وہ ایک دن غیر شریک کی خدمت کرے۔

صاحبین کے نزدیک اگر مشترک چاہے تو نصف قیمت میں باندی سے کٹائی کرانے تو پھر وہ باندی آزاد ہو جائے گی۔ اور اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ صاحبین کے دلیل یہ ہے کہ جب اقرار کرنے والے نے اس کے ساتھی سے تصدیق نہیں کی تو مشترک اقرار ہی پر صحت آئے گا۔ گویا باندی کو امام ولد بنانے والی دہی دہی ہے اور یہ ای طرح ہو گیا جس طرح مشترک نے بیع پر اقرار کیا کہ بائع نے فروخت کرنے سے پہلے بیع کو آزاد کر دیا ہے اور یہ اقرار اس طرح ہو جائے جس طرح مشترک نے خود آزاد کیا ہے۔ اور یہاں بھی یہی طرح حکم ہے۔ پس خدمت لینا مستحب ہے اور مشترک کا حصہ اس کی ملکیت میں مکمل طور پر باقی ہے۔ پس امتناع کیلئے سبب سے برباد ہو جائے گی۔ جس طرح نصرانی کی امداد جب وہ مسلمان ہو جائے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر اقرار کرنے والے کی تصدیق کی جاتی تو مشترک کیلئے پوری قیمت ہوتی اور جب اس کو چھوڑا گیا تو مشترک کیلئے آدھی خدمت ہوگی۔ بعد ازاں اگر اس کا ثابت ہوگا جو یقین سے ثابت ہوگی۔ اور وہ نصف ہے اور موجودہ شریک کیلئے نہ خدمت کا حق ہے اور نہ ہی سبب کا حق ہے کیونکہ یہ شریک استیلا اور ضمان کا دعویٰ کرتے ہوئے اس سب سے بری ہے اور امداد کا اقرار کسی اقرار کی طرح ثابت ہو جائے گا۔ اور حکم لازم ہے جو رد کرنے سے رد ہو جائے گا۔ پس اقرار کرنے والا مستولدی کی طرح نہ ہوگا۔

خبر کہ باندی سے جماع کی ممانعت میں صاحب اربعہ

اگر باندی دو مالکوں کے درمیان مشترک ہے تو ان دونوں کا باندی سے جماع کرنا ہی طرح حرام ہے جس طرح کسی شادی نہ ہو باندی سے جماع حرام ہے اور اس پر فقہاء اربعہ کا اجماع ہے۔

ماہرین قدس سرہ اللہ تعالیٰ انہی میں کچھ اس طرح نظر فرماتے ہیں: اگر مالک اپنی لونڈی کی شادی کر دے تو مالک کا اس کے ساتھ جماع کرنا حرام ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں:

شادی شدہ لونڈی سے جماع کی تحریم میں کوئی شک و شبہ نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی اختلاف ہے۔ وہ تو صرف خدا کے لیے مباح ہے اور بھری بھی ہے کہ ایک عورت دوسروں کے لیے حلال نہیں مگر مالک نے اس سے جماع کیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اسے تعزیر کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اور ایک جگہ پر ان کا قول ہے: امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اسے دڑ لگائے جائیں گے اور سزا نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اسے کوڑوں کی صورت میں تعزیر لگائی جائے گی۔ (الحی لاہن قدما ۹ / 497)

دو مالکوں کے درمیان ام ولد کے مشترک ہونے کا بیان

( وَإِنْ كَانَتْ أُمٌ وَلَدٌ بَيْنَهُمَا فَأَغْنَاهَا أَحَدُهُمَا وَهُوَ مُؤَيَّرٌ فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ ، وَقَالَا : يَضْمَنُ نِصْفَ قِيمَتِهَا ) لِأَنَّ مَالِيَّةَ أُمِّ الْوَلَدِ غَيْرُ مُتَقَوِّمَةٍ عِنْدَهُ وَمُتَقَوِّمَةٌ عِنْدَهُمَا ، وَعَلَى هَذَا الْأَصْلِ يُتَبَيَّنُ عِدَّةٌ مِنَ الْمَسَائِلِ أَوْزَنَاهَا فِي كِفَايَةِ الْمُتَنَهِّي .

وَجَدَ قَوْلَهُمَا أَنَّهُمَا مُتَمَتِّعٌ بِهَا وَطَنًا وَإِجَارَةً وَاسْتِخْدَامًا ، وَهَذَا هُوَ دَلَالَةُ النُّقُومِ ، وَبِمُتَمَتِّعٍ بِبَيْعِهَا لَا يَنْقُطُ تَقَوُّمُهَا كَمَا فِي الْمُدَبِّرِ ، أَلَا تَرَى أَنَّ أُمَّ وَلَدِ النَّصْرَانِيِّ إِذَا اسْلَمَتْ عَلَيْهَا السَّعَايَةُ ، وَهَذَا آيَةُ النُّقُومِ ، غَيْرَ أَنَّ قِيمَتَهَا ثَلَاثُ قِيمَتِهَا قَبْلَ ذَلِكَ عَلَى مَا قَالُوا لِقَوَائِمِ مَنَفَعَةِ الْبَيْعِ وَالسَّعَايَةِ بَعْدَ الْمَوْتِ ، بِخِلَافِ الْمُدَبِّرِ لِأَنَّ الْفَالِتَ مَنَفَعَةُ الْبَيْعِ ، أَمَّا السَّعَايَةُ وَالْإِسْتِخْدَامُ بَالِقِيَانِ .

وَلَا يَسِي حَقِيقَةً رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ النُّقُومَ بِالْإِخْرَازِ وَهِيَ مُحَرَّرَةٌ لِلنِّسْبِ لَا لِلنُّقُومِ وَالْإِخْرَازُ لِلنُّقُومِ تَابِعٌ ، وَلِهَذَا لَا تَسْعَى لِعَرِيقٍ وَلَا لِيَوَارِثٍ بِخِلَافِ الْمُدَبِّرِ ، وَهَذَا لِأَنَّ النَّسَبَ فِيهَا مُتَحَقِّقٌ فِي الْحَالِ وَهُوَ الْحُزْنِيَّةُ الْفَاسِيَةُ بِوَاسِطَةِ الْوَلَدِ عَلَى مَا عُرِفَ فِي حُرْمَةِ

الْمَصَاهِرَةِ ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يُظْهِرْ عَمَلَهُ فِي حَقِّ الْمَلِكِ صَرُورَةَ الْإِنْفَاقِ فَعَمِلَ السَّبَبُ فِي  
إِسْقَاطِ التَّقْوَمِ ، وَفِي الْمُدَبَّرِ يُعْقِدُ السَّبَبُ بَعْدَ الْمَوْتِ ، وَامْتِنَاعُ النَّبِيِّ فِيهِ لِتَحْقِيقِ  
مَقْصُودِهِ فَافْتَرَقَا .  
وَلَمَّا أُمِّدَ الْمَصْرَانِي قَصَبًا يَتَكَثَّرُ عَلَيْهَا دَفْعًا لِلضَّرَرِ عَنِ الْحَايِيَيْنِ ، وَبَدَلُ الْكِتَابَةِ لَا  
يُفْتَقِرُ وَجُوهُهُ إِلَى التَّقْوَمِ .

ترجمہ

اور جب ام ولد دو مالکوں کے درمیان مشترک تھی اور ایک نے اس کو اس حال میں آزاد کر دیا کہ وہ مالدار ہے۔ تو امام اعظم  
رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس پر ضمان نہیں ہے جبکہ ہمیں کے نزدیک وہ ام ولد کی نصف قیمت کا ضمان ہوگا۔ کیونکہ امام اعظم  
الرحمہ کے نزدیک ام ولد کی اہلیت قیمت قوی نہیں ہے۔

بنت صاحبین کے نزدیک قوی قیمت ہے اور اسی قاعدے پر کئی مسائل مشتمل ہیں جن کو ہم نے کلامیہ میں بیان کر دیا ہے۔  
صاحبین کے فرہنگ دہل سے یہ کہہ دوں گا، چارہ اور خدمت لینے کے طور پر اس باندی سے نفع اخذ نامکن ہے اور یہ اس کی قوی قیمت  
ہونے کی دلیل ہے۔ البتہ اس کی بیچ کا منع ہونا اس کی قیمت کو قوی ہونے سے ساقط کرنے والا نہیں ہے۔ جس طرح یہ ہے۔ کیا تم  
غور نگاہ کرتے کہ جب نصرانی کی ام ولد جب مسلمان ہو جائے تو اس پر سحایہ واجب ہے اور قیمت قوی ہونے کی دلیل ہے۔  
البتہ اس کی قیمت صرف باندی کی تہائی قیمت ہوگی۔ جس طرح مشرک فقہاء نے فرمایا ہے۔ کیونکہ فوت ہونے کے بعد حج اور سحایہ کا  
نفع ختم ہو جاتا ہے۔ جبکہ ہر میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس میں صرف حج کا نفع فوت ہوا ہے۔ جبکہ خدمت لینا اور مکانی کروانا تو وہ  
دونوں موجود ہیں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے کہ قیمت کا قوی ہونا یہ اعزاز کے سبب سے ہے اور ام ولد نسب کیسے محرز ہوا کرتی  
ہے جبکہ توہم کیسے نہیں ہوتی۔ البتہ توہم کیلئے اعزاز تابع ہے۔ اسی دلیل کے پیش نظر ام ولد کی قرض خواہ وارث کیلئے کنی نہیں  
کرتی۔ جبکہ ہر میں ایسا نہیں ہے۔

اس حکم کی دلیل یہ ہے کہ اس میں موجودہ حالت میں سبب ثابت ہے اور وہ چارہ پیدا ہونے کے سبب جزیت ہے۔ جس طرح  
حرمت مصاہرت میں بتایا گیا ہے۔ البتہ انقار کی ضرورت کے پیش نظر ملکیت کے حق میں اس کا عمل ظاہر نہ ہوا۔ پس یہی سبب  
منوط توہم میں مؤثر ہو گیا جبکہ ہر میں موت کے بعد سبب کا انعقاد ہوتا ہے۔ اور اس کی بیچ کا ممتنع ہونا اس کے مقصود کے ثابت  
ہونے کے سبب سے ہے کیونکہ دونوں میں فرق واضح ہو گیا ہے۔

البتہ نصرانی کی ام ولد میں ہم نے دونوں اطراف سے نقصان کو دور کرنے کیلئے مکاتب ہونے کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ بدل

ثابت کا وجہ تقوم کا محتاج ہونے والا نہیں ہے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام کے بارے میں فرمایا جو دو  
ذبیوں کے درمیان مشترک ہے پھر ایک ان میں سے (اپنا حصہ) آزاد کر دے تو وہ دوسرے شریک کے حصے کا ضمان ہوگا۔ (مگر  
ہمارے ہو) (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1279)

حضرت بشیر بن نمیک سے روایت ہے کہ ایک شخص نے غلام (مشترک) میں سے اپنے حصے کو آزاد کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم نے اس کے آزاد کرنے کو جائز قرار دیا اور باقی غلام کی قیمت بطور تادان مالک کو دلوائی (کیونکہ آدھا آزاد ہوا دھ  
دہ) یہ نامکن ہے لہذا حق تو جائز ہے البتہ آزاد کرنے والا اپنے شریک کے حصے کی قیمت اپنے شریک کو ادا کرے گا۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 543)

## باب عشق احد العبدین

یہ باب اپنے غلاموں میں سے کسی ایک غلام کو آزاد کرنے کے بیان میں ہے  
باب کسی ایک غلام کو آزاد کرنے کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن عساکر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ باب بھی بعض آزادی سے متعلق ہے۔ اور اس سے پہلے بھی بعض آزادی سے متعلق احکام بیان کیے گئے ہیں۔ البتہ وہ ایک عام کی بعض خدای متعلق تھا اس لئے اس کو مقدم کیا ہے اور یہ باب متعدد غلاموں سے بعض کی آزادی سے متعلق ہے لہذا اس کو اس سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ لہذا پہلا جزء کے درجے ہو تو اس کو مقدم ذکر کیا و دوسرے کل کے درجے میں ہذا اس کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ (فتح، قدیر، ج ۱۰ ص ۱۸۰، بیروت)

علامہ ابن عساکر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مصنف علیہ الرحمہ جب کسی ایک غلام کی بعض آزادی کو بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب انہوں کی غلاموں میں سے کسی ایک غلام کو آزاد کرنے سے متعلق احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے۔ یہ نکتہ واحد متنبیہ سے مقدم ہوا کرتا ہے۔ (عیان شرح الہدایہ، ج ۶ ص ۳۵۱، بیروت)

تین غلاموں میں سے ایک کی آزادی کا بیان

(وَمَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثَةُ أَعْدٍ دَخَلَ عَلَيْهِ اثْنَانِ فَقَالَ: أَخَذْتُكُمْ خُرْتُكُمْ خَرَجَ وَاحِدٌ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَالَ أَخَذْتُكُمْ خُرْتُكُمْ مَاتَ وَلَمْ يَبَيِّنْ عَقْرُ مَنْ الَّذِي أُعِيدَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ ثَلَاثَةَ أَزْوَاجِهِ وَنُصِفَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْآخَرَيْنِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبُو يُوسُفَ رَحِمَهُمَا اللَّهُ. وَقَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ كَذَلِكَ إِلَّا فِي الْعَبْدِ الْآخَرِ فَإِنَّهُ يُعْتَقُ رُبْعُهُ) أَمَّا الْخَارِجُ فَلَأَنَّ الْإِبْجَابَ الْأَوَّلَ ذَابِرَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الدَّخْلِ، وَهُوَ الَّذِي أُعِيدَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ فَلَوَجَبَ عَقْرُ رَقَبَةٍ بَيْنَهُمَا لِأَنَّهُمَا لِيَهْمَا فَيُصِيبُ كُلًّا مِنْهُمَا النُّصْفُ، غَيْرَ أَنَّ النَّائِبَ اسْتَفَادَ بِالْإِبْجَابِ النَّائِبِ رُبْعًا آخَرَ لِأَنَّ النَّائِبَ ذَابِرَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الدَّخْلِ، وَهُوَ الَّذِي سَمَّاهُ فِي الْكِتَابِ آخِرًا فَيَنْصَفُ بَيْنَهُمَا، غَيْرَ أَنَّ النَّائِبَ اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْحُرَّةِ بِالْإِبْجَابِ الْأَوَّلِ فَشَاعَ النُّصْفُ الْمُسْتَحَقُّ بِالنَّائِبِ فِي نِصْفِهِ، فَمَا أَصَابَ الْمُسْتَحَقَّ بِالْأَوَّلِ لَعَا، وَمَا أَصَابَ الْآخَرَ غَيْرَ مَقِيٍّ فَيَكُونُ لَهُ الرُّبْعُ فَتَمَّتْ لَهُ ثَلَاثَةُ الْأَزْوَاجِ وَلِأَنَّهُ لَوْ أُرِيدَ هُوَ بِالنَّائِبِ يُعْتَقُ نِصْفُهُ، وَلَوْ أُرِيدَ بِهِ الدَّخِلُ لَا يُعْتَقُ هَذَا النُّصْفُ فَيَنْصَفُ فَيُعْتَقُ مِنْهُ الرُّبْعُ بِالنَّائِبِ

وَالنُّصْفُ بِالْأَوَّلِ، وَأَمَّا الدَّخِلُ فَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللَّهُ يَقُولُ: لَمَّا دَارَ الْإِبْجَابُ النَّائِبِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّائِبِ وَقَدْ أَصَابَ النَّائِبُ مِنْهُ الرُّبْعَ فَكَذَلِكَ يُصِيبُ الدَّخِلُ وَهُمَا يَقُولَانِ إِنَّهُ ذَابِرٌ بَيْنَهُمَا، وَقَضِيَّتُهُ التَّنْصِيفُ وَإِنَّمَا نَزَلَ إِلَى الرُّبْعِ فِي عَقْرِ النَّائِبِ لِأَسْتَحَقَّاقِهِ النُّصْفَ بِالْإِبْجَابِ الْأَوَّلِ كَمَا ذَكَرْنَا، وَلَا اسْتَحَقَّاقٍ لِلدَّخِلِ مِنْ قَبْلِ قَبْضَتِهِ فِيهِ النُّصْفُ.

قَالَ (فَإِنْ كَانَ الْقَوْلُ مِنْهُ فِي الْمَرَضِ قِسْمَ الثَّلَاثِ عَلَى هَذَا) وَشَرَحَ ذَلِكَ أَنَّ يُجْمَعُ بَيْنَ سِهَامِ الْعُنُقِ وَهِيَ سَبْعَةٌ عَلَى قَوْلِهِمَا لِأَنَّا نَجْعَلُ كُلَّ رَقَبَةٍ عَلَى أَرْبَعَةٍ لِجَاجِنَا إِلَى ثَلَاثَةِ الْأَزْوَاجِ فَقَوْلُ: يُعْتَقُ مِنَ النَّائِبِ ثَلَاثَةُ أَشْهُمٍ وَمِنَ الْآخَرَيْنِ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا سَهْمَانِ فَيَنْبَغُ سِهَامُ الْعُنُقِ سَبْعَةٌ، وَالْعُنُقُ فِي مَرَضِ الْمَوْتِ وَصِيَّةٌ وَمَحَلٌّ لَهَا الثَّلَاثُ، فَلَا بُدَّ أَنْ يُجْعَلَ سِهَامُ الْمَوْتَةِ نِصْفُ ذَلِكَ فَيَجْعَلُ كُلَّ رَقَبَةٍ عَلَى سَبْعَةٍ وَخَوِصُّ الْمَالِ أَحَدٌ وَعِشْرُونَ فَيُعْتَقُ مِنَ النَّائِبِ ثَلَاثَةٌ وَيَسْعَى فِي أَرْبَعَةٍ وَيُعْتَقُ مِنَ الْآخَرَيْنِ مِنْ كُلِّ مِنْهُمَا سَهْمَانِ وَيَسْعَى فِي خَمْسَةٍ، فَإِذَا تَأَمَّلْتَ وَجَمَعْتَ اسْتَقَامَ الثَّلَاثُ وَالنَّائِبَانِ. وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ يُجْعَلُ كُلُّ رَقَبَةٍ عَلَى سَبْعٍ لِأَنَّهُ يُعْتَقُ مِنَ الدَّخِلِ عِنْدَهُ سَهْمٌ فَقُصِّتْ سِهَامُ الْعُنُقِ بِسَهْمٍ وَصَارَ جَمِيعُ الْمَالِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ، وَبَاقِي التَّخْرِيجِ مَا مَرَّ.

ترجمہ

جس شخص کے تین غلام ہوں اور اس کے پاس دو غلام آئے اور اس نے کہا تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ایک نکل گیا اور دوسرا آج پھر مرنے کے کہا تم میں سے ایک آزاد ہے اس کے بعد مرنے والا اس نے آزاد کئے گئے کی وضاحت نہ کی تو انہم اور امام ابو یوسف کے یہاں جس غلام پر قول کا عائد کیا گیا ہے اس کے تین چوتھا ہی ہے آزاد ہوں کے اور دوسرے دونوں کا نصف آزاد ہوگا امام محمد نے بھی بیان فرمایا ہے سو اسے بعد میں آنے والے غلام کے چنانچہ اس کا چوتھا ہی آزاد ہوگا۔

البتہ نکلنے والے غلام باقی رہنے والے غلام کے درمیان اشتراک ہی وجہ سے برابر ہے۔ اور ثابت وہ غلام تو ہے جس پر قول کا عائد کیا گیا ہے لہذا ایجاب اول نے ان دونوں کے مابین ایک رقبہ کے حق کو واجب کر دیا اسلئے کہ وہ دونوں برابر ہیں لہذا ان میں سے ہر ایک کو دوا آدھا حق حاصل ہوا۔

علامہ الزہری ثابت غلام نے دوسرے ایجاب سے رقبہ اخذ کے حق کا فائدہ حاصل کر لیا اس لئے کہ ایجاب ثانی اس کے اور داخل

ہوں اسے غلام کے درمیان مشترک ہے بہذا حق ثانی بھی ان کے درمیان نصف نصف ہوگا لیکن غلام موجودا ایجاب اول کے ذریعے اسے حریّت کا مستحق ہو چکا ہے اس لئے یہ غلام ایجاب ثانی سے جس نصب کا مستحق ہوا وہ اس کے دونوں نصب میں بچل گیا لہذا یہ یہ اب اس سے جو اسے عادیہ ہو گیا اور جو غیر مستحق نہ رہے اسے باقی ہوا وہ رہا اور ایجاب ثانی سے ربح ملے اور تین چوتھائی اسکے لئے مکمل ہو گیا۔

اور اس کے اگر ایجاب ثانی سے جتنی غلام مراد ہیں جاسے تو اس کا نصف باقی آزاد ہو چکا اور اگر ایجاب ثانی سے داخل کیا جائے تو ”دھ آ زائوش“ ہوگا لہذا آزادی کو دھا آ کر دیا اور غلام موجودا ربح ایجاب ثانی سے آزاد ہو جائے گا اور اس کا آدھا ایجاب اس سے آزاد ہو جائیگا رہا داخل تو اب محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ایجاب ثانی غلام داخل غلام داخل کے درمیان مشترک ہے اور اس آزادی سے ثابت کہ ربح ملے ہے تو داخل کو بھی ربح ملے گا اور تین مرتبہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایجاب ثانی ثابت اور داخل مشترک ہے اور یہ اشتراک تنصیف کا مستحق ہے مگر موجود کے حق میں ربح کی طرف موقوف کیا گیا ہے اس لئے کہ وہ ایجاب اول سے نصف آزادی کا مستحق دار ہو گیا ہے جب کہ ہم نے بیان کر دیا اور داخل کے لئے اس سے پہلے کوئی اشتقاق ثابت نہیں ہے پس اس میں ”دھا حق ثابت ہوگا۔“ اب محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر مولیٰ کا یہ قول مرض موت میں ہو تو اس کا ثبوت اس کی حساب سے تقسیم کیا جائے گا اور اس کی تخریج یہ ہے کہ آزادی کے حصول کو کیا چاہئے؟ جو حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہم کے قول پر مات ہیں کیونکہ ہم ہر دو کے چار حصے کر دیں گے اس لئے کہ ہمیں تین چوتھائی حصوں کی ضرورت ہے جبکہ ہم کہیں گے کہ غلام موجود کے تین حصے آزاد ہوں گے اور آخر کے دووں میں سے ہر ایک کے دو حصے آزاد ہوں اور آزادی کے سات حصے ہو جائیں گے اور مرض الموت کا حق وصیت ہے اور اس کا کل نفاذ تہائی مال ہے لہذا اگر تہاء کے سہام اس کے دو حصے قرار دینا ضروری ہے اس لئے ہر تمام کے سات حصے ہوں گے اور پورے مال کے تیس حصے ہوں گے جبکہ غلام موجود کے تین حصے آزاد ہوں گے اور چار حصوں میں دو کائے کے گا اور باقی دووں غلاموں میں سے ہر ایک کے دو حصے آزاد ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک پانچ حصوں میں کئی کرے گا پھر جب تم غور کر کے (انہیں) جمع کرو گے تو لث ثلثان ملے ہوں گے اور امام محمدؒ کے یہاں ہر غلام کے چھ حصے کے پانچ حصے ہوں گے اس لئے کہ ان کے یہاں عبد داخل کا یہ ایک حصہ آزاد ہوگا ہذا الحق کے سہام میں سے ایک حصہ کہ ہو جائے گا اور پورے مال کے اٹھارہ حصے ہوں گے اور باقی تین گز خرچ ہو چکی ہے

شرح

حسن بصری اور محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنے چچ غلام کو آزاد کر دیا یاصل اللہ علیہ وسلم نے قرعہ اُل کر دیا آزادی قائم رکھی۔ (موط امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1151)

یہیہ بن ابی عبد الرحمن سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابن بن عثمان کی خلافت میں اپنے سب غلاموں کو آزاد کر دیا اور اسو ان غلاموں کے اور کچھ مال اس شخص کے پاس نہ تھا تو ابن بن عثمان نے حکم کیا ان غلاموں کے تین حصے کے لئے پھر جس سے چرے

میت کا حصہ غلام غلام آزاد ہو گئے اور جب حصوں پر وارثوں کا نام لکھا وہ غلام رہے۔

(موط امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1152)

اگر کوئی غلام مشترک ہو شاذ دو شخص زید اور بکر مشترک طور پر ایک غلام کے مالک ہوں اور ان میں سے ایک شریک شاذ زید اپنے حصہ آزاد کر دے تو دوسرا کیا کرے؟ چنانچہ اس بارے میں جزوی آزادی (یعنی ایک غلام کا شاذ آدھا حصہ آزاد ہو جائے اور دوسرا حصہ باقی رہے) معتبر ہے یا نہیں خود خلیفہ کے ہاں مختلف اقوال ہیں، حضرت امام اعظم ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ”جزوی آزادی معتبر ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کا قول یہ ہے کہ جزوی آزادی معتبر نہیں ہے، اقوال کے اس خلاف کا تعلق مسئلہ کے صرف اسی ایک جزو سے نہیں ہے بلکہ اس سے دوسرے احکام و مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔“

باب کا دوسرا جزء یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے غلام کو خریدے جو اس کا قربت دار ہو تو وہ غلام محض خرید لینے سے آزاد ہو جائے گا خواہ وہ شخص اس کو آزاد کرے یا نہ کرے البتہ اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ ”قربت دار“ کے سے کس کس رشتہ کے لوگ مراد ہیں اس کی تفصیل بھی آگے آئے گی۔

باب کا تیسرا جزء یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیماری کی حالت میں غلام کو آزاد کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ چنانچہ اس کے متعلق احکام و مسائل بھی حسب موقع احادیث کی تخریج کے ضمن میں بیان کئے جائیں گے۔

مستوفیٰ حق کی مختلف صورتوں کا بیان

(وَلَوْ كَانَ هَذَا فِي الطَّلَاقِ وَهُنَّ غَيْرُ مَذْخُولَاتٍ وَمَاتَ الزَّوْجُ قَبْلَ الْبَيَانِ مَقْطُومٌ مِّنْ مَّهْرٍ الْحَارِجَةِ وَبُعْهُ وَمِنْ مَّهْرٍ النَّاسِيَةِ ثَلَاثَةُ أَلْفَ مِائَةٍ وَمِنْ مَّهْرٍ الدَّائِلَةِ ثَمْنَةٌ) قِيلَ هَذَا قَوْلُ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ حَاصَةً، وَعِنْدَهُمَا يَسْقُطُ رُبُعُهُ، وَقِيلَ هُوَ قَوْلُهُمَا أَيْضًا، وَقَدْ ذَكَرْنَا الْفَرْقَ وَكَلَامَ تَفَرُّعَاتِهَا فِي الزُّبَا دَاتِ.

ترجمہ

اور اگر یہ قول طلاق کے متعلق ہو اور جو تین غیر مذخولات ہیں ہوں اور وضاحت کرنے سے پہلے شوہر مر جائے تو خارجہ کے مہر سے چوتھائی ساقط ہوگا اور ناسیہ کے مہر سے تہائی شش ساقط ہوگا اور دائلہ کے مہر سے اس کا شش ساقط ہوگا ایک قول یہ ہے کہ یہ امام محمدؒ کی قول ہے اور حضرات شیخین کے یہاں داخلہ کے مہر کا ربع ساقط ہوگا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہی حضرات شیخین رحمۃ اللہ علیہم کا بھی قول ہے اور ہم (طلاق اور عتاق کے) فرق کو اور اس مسئلے کی تمام جزئیات کو زیادت میں بیان کر چکے ہیں۔



شرح

سابقہ مسائل میں صواب ہر بیان مختلف صورتوں کو بیان کرتے ہیں جن کے سبب مختلف حقوق ساقط ہو جاتے ہیں۔ البتہ طلاق متفرق کی بعض صورتوں میں فرق ہے نہ ہر سبب ایک، سبب میں حق رد کا حکم ہے جبکہ دوسرے باب میں حق طلاق کا حکم ہے اور اسی طرح نیک چیز کی تفریق کا پابجائی کی طرح کے متفرق احکام میں ہوتا ہے کیونکہ انواع میں اختلاف تنوع بھی اس کا سبب ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح بعض کا بعض سے مختلف ہونے بھی پایا جاتا ہے۔

دو غلاموں میں سے ایک کی آزادی کا اعلان کرنا

(وَمَنْ قَالَ لِعَبْدَيْهِ اخْذْهُمَا خُرْقًا اَوْ خَذَهُمَا اَوْ مَاتَ اَوْ قَالَ لَهُ اَنْتَ خُرْقٌ نَعْدُ مَوْتِي عَقَّ الْاُخْرَى) لِأَنَّهُ لَمْ يَنْقُ مَحَلًّا لِلْعَقِّ أَصْلًا بِالْمَوْتِ وَلِلْعَقِّ مِنْ جِهَتِهِ بِالْبَيْعِ وَلِلْعَقِّ مِنْ كُلِّ وَجْهِ بِالتَّذْيِيرِ فَتَعَيَّنَ لَهُ الْاُخْرَى، وَلَأَنَّهُ بِالْبَيْعِ قَصْدُ الْوُضُوءِ إِلَى التَّمَيُّنِ وَبِالتَّذْيِيرِ اِنْشَاءُ الْاِلْتِمَاعِ إِلَى مَوْتِهِ، وَالْمَقْصُودَانِ مُبَافِيَانِ الْعَقَّ الْمُتَلَزِمَ فَتَعَيَّنَ لَهُ الْاُخْرَى دَلَالَةً وَكَذَا إِذَا اسْتَوْلَتْ اِحْدَاهُمَا لِلْمَعْنِيَيْنِ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْبَيْعِ الصَّحِيحِ وَالْقَامِدِ مَعَ الْقَنْصِ وَسُورِهِ وَالْمُطْلَقِ وَبَشْرَاطِ الْجَارِ لِأَخِيذِ الْمُتَعَقِّينِ لِإِطْلَاقِ جَوَابِ الْكِتَابِ وَالْمَعْنَى مَا قُلْنَا، وَالْعَرَضُ عَلَى الْبَيْعِ مُحْتَقِقٌ بِهِ فِي الْمَحْظُوظِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ، وَالْهَيْئَةُ وَالنَّسْلُ وَالصَّدَقَةُ وَالنَّسْلُ بِمَنْزِلَةِ الْبَيْعِ لِأَنَّهُ تَمْثِيلٌ،

ترجمہ

جس شخص نے اپنے دو غلاموں سے کہا تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ان میں سے ایک کو فروخت کر دیا یا ایک غلام مر گیا یا ایک سے موتی نہ کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو دو دوسرا غلام آزاد ہو گا کیوں کہ مرنا ہوا نکل موت کی وجہ سے گل آزادی نہ رہا لہذا دوسرا غلام (آزادی کے لیے) متعین ہو گیا اور اس لیے کہ آقا نے بیچ سے شخص وصول کرنے کا ارادہ کیا ہے اور تدبیر سے الٹی موت تک نفع ٹھانے کا ارادہ کیا ہے اور یہ دونوں مقصود حق متزعم کے مافی ہیں ہذا دوسرا غلام آزادی کے لیے دلالت متعین ہو گیا اور ایسے ہی جب (دو باندیوں میں سے) ایک کو آقا نے ام ولد بنا لیا ہو، نہیں دونوں متعین کی وجہ سے اور بیچ صحیح اور بیچ فاسد مع بعض اور بدوین انقض میں کوئی فرق نہیں ہے اسی طرح بیچ مطلق اور حادثت تدبیر کے لیے بیچ شرط الحاق میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کیوں کہ بیچ مع صغر کا حکم مطلق ہے اور مطلب وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں اور ام ابیوسف سے مروی محفوظ میں بیچ کے لیے پیش کرنا بھی بیچ کے ساتھ لاحق ہے اور جب مع تسلیم اور صدق مع تسلیم بیچ کے درجے میں سے کیوں کہ ان میں سے ہر ایک

تملیک ہے۔

شرح

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے مشترک غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کر دے اور اس کے پاس بٹال ہو جو غلام کی قیمت کو بیچ جائے تو اس غلام کی اندازے کے ساتھ قیمت لگائی جائے گی اور باقی شرکا کو ان کے حصوں کی قیمت ادا کی جائے گی اور اس کی طرف وہ غلام آزاد ہو جائے گا ورنہ جتنا اس نے اپنے حصہ غلام آزاد کیا اتنا ہی ہو گا یعنی پورا آزاد نہ ہو گا۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1277)

دو بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق دینے کا بیان

وَكَذَلِكَ لَوْ قَالَ لَا مَرَأَتِي اِحْدَاهُمَا طَلَّقْتُ ثُمَّ مَاتَتْ اِحْدَاهُمَا لِمَا قُلْنَا، وَكَذَلِكَ لَوْ طَلَّقَ اِحْدَاهُمَا لِمَا نُسِبَ (وَلَوْ قَالَ لَا مَعْنِيَةَ اِحْدَاهُمَا حُرَّةً ثُمَّ جَامَعَ اِحْدَاهُمَا) لَمْ تَغْنِ الْاُخْرَى عِنْدَ أَبِي حَبِيْبَةَ رَحِمَهُ اللهُ.

وَقَالَ تَغْنِي لَأَنَّ الطَّوْعَ لَا يَجِزُ إِلَّا فِي الْمِلْكِ وَإِحْدَاهُمَا حُرَّةٌ فَكَانَ بِالطَّوْعِ مُسْتَقْبِلًا الْمِلْكَ فِي الْمَوْطُوعَةِ فَتَعَيَّنَتْ الْاُخْرَى لِزَوَالِهَا بِالْعَقِّ كَمَا فِي الطَّلَاقِ وَلَهُ أَنَّ الْمِلْكَ قَائِمٌ فِي الْمَوْطُوعَةِ لِأَنَّ الْإِبْقَاعَ فِي الْمُنْكَرَةِ وَهِيَ مُعَيَّنَةٌ فَكَانَ طَوْعُهَا خِلَافًا فَلَا يُجْعَلُ بَيِّنًا وَلِهَذَا حَلَّ وَطَوْعُهَا عَلَى مَذْهَبِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَفْتِي بِهِ، ثُمَّ يَقَالُ الْعِنُقُ غَيْرُ نَازِلٍ قَبْلَ الْبَيِّنَاتِ لِتَعْلُقِهِ بِهِ أَوْ يَقَالُ نَازِلٌ فِي الْمُنْكَرَةِ فَيُظْهِرُ فِي حَقِّ حُكْمِ تَقْبِيلِهِ وَالطَّوْعَ يُضَافُ الْمُعَيَّنَةُ، بِخِلَافِ الطَّلَاقِ لِأَنَّ الْمَقْصُودَ الْأَصْلِيَّ مِنَ النِّكَاحِ الْمَوْلَدَ، وَقَصْدُ الْمَوْلَدِ بِالطَّوْعِ بَدَلٌ عَلَى اسْتِقْبَالِ الْمِلْكَ فِي الْمَوْطُوعَةِ صِيَانَةً لِلْمَوْلَدِ، أَمَّا الْأَمَةُ فَالْمَقْصُودُ مِنْ طَلْقِهَا قَضَاءُ الشُّهُورَةِ ذَوْنِ الْمَوْلَدِ فَلَا يَدُلُّ عَلَى الْإِسْتِقْبَالِ

ترجمہ

ایسے ہی اگر کسی نے اپنی دو بیویوں سے کہا تم میں سے ایک کو طلاق ہے پھر ان میں سے ایک مر گئی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں ایسے ہی اگر شوہر نے ان میں سے ایک سے طلاق کر لی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور اگر کسی نے اپنی دو باندیوں سے کہا تم میں سے ایک آزاد ہے پھر ان میں سے ایک سے ہم ہستی کر لی تو ہم ابیوسف کے نزدیک دوسری باندی آزاد ہو گی حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ دوسری باندی آزاد ہو جائے گی۔ کیونکہ طلاق صرف ایک ملکیت میں حلال ہے نہ ہذا دلیل کے

آق مہوہ، وہیں ملکیت باقی رکھنا چاہتا ہے اس لیے دوسری آزادی کے لیے متعین ہو جائے گی کیوں کہ آزادی سے ملکیت ختم ہوگی جیسے طلاق میں ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مہوہ میں ملکیت موجود ہے کیوں کہ اطلاق حریت غیر مبین باندی میں ہے اور مہوہ باندی حسینہ سے بھڑا اکل و کھلاں ہوگی اور اسے بیان نہیں کرادیا جس کا اس لیے امام ابوحنیفہؒ نے مذہب پران دونوں سے وکی حد سے اس بات میں اکتفا نہیں کیا کہ بھڑا کہا جائے گا کہ کوضاحت سے پہلے آزادی واقع نہیں ہوگی اس لیے کہ آزادی وضاحت سے متعلق ہے یا یوں کہا جائے گا کہ غیر مبین باندی میں آزادی واقع ہوگی اور اس حکم کے حق میں ظاہر ہوگا جسے وہ غیر مبین باندی قبول کے لیے ناکام دلی حسینہ باندی سے واقع ہوئی ہے برخلاف طلاق کے کیوں کہ نکاح کا مقصد صافی سے اولاد کا ارادہ کرنا حفاظت ولد کے حوالے سے مہوہ میں ملکیت باقی رکھنے کے مقصد پر دلیل ہے رہی باندی تو اس سے ولی کر کے شہوت پوری کرنا مقصود ہے نہ کہ ولد لہذا یہ استقامت ملکیت پر دلیل نہیں ہوگا۔

شرح

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو حارثہ سے تھا، آپ کا شمار مدینہ منورہ کے دولت مندوں میں ہوتا تھا، دور بیوت میں آپ نے چند افراد کے ساتھ کہ جا کر اسلام قبول کیا تھا، وہ دور جہالت میں بھی نوشت و خواہ سے واقف تھے، حضور اکرم ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد ہجرین و انصار کے درمیان مواخات قائم ہوئی تو انھیں حضرت عبدالرحمن بن عوف کا بھیجنا یا گیا، جنھوں نے انھیں اپنے مکان لے جا کر سیریز کیا کیونکہ ان کا یہاں اپنے مکان، مال اور بارگاہ میں سے ہر ایک کا ادھان حصہ تھا کہ نہ کرتا ہوں اور یہ کہ میں اپنی دیر یوں میں سے ایک کو طلاق دیدوں گا تاکہ آپ ان سے نکاح کر سکیں، یہ ان کے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت سعد بن ربیع کا شکر یہ ادا کیا اور اپنے ذریعہ محاش کے طور پر تجارت شروع کردی۔

امام مالک علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ میں خبر دی کہ ابن شہاب نے کہا کہ میں نے مدینہ سے رافع بن سلمہ کی بیٹی سے نکاح کیا۔ چنانچہ وہ ان کے پاس رہیں۔ ان کی موجودگی میں ایک جوان عورت سے نکاح کر لیا۔ اور اس کی طرف زیادہ مال ہو گئے۔ پہلی بیوی نے طلاق کا مطالبہ کیا تو ایک طلاق دیدی اور انھیں روکے رکھا۔ جب عدت گزرنے لگی تو ان سے رجوع کر لیا۔ پھر جوان عورت کی طرف زیادہ مال ہو گئے تو انھیں نے پھر طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ پھر ایک طلاق دیدی اور انھیں روکے رکھا۔ جب عدت گزرنے لگی تو ان سے رجوع کر لیا اور لونگیا۔ پھر وہ جوان عورت کی طرف مال ہو گئے تو انھیں نے پھر طلاق مانگی۔ آپ نے کہا تم کیا چاہتی ہو۔ اب ایک طلاق باقی رہ گئی ہے۔ اگر چاہتی ہو تو ایسی طرح رہو۔ اگر چاہو تو میں تمھیں طلاق دوں۔ پہلی بیوی نے کہا میں اس کی طرف مال ہونے کے باوجود ایسی طرح برقرار رہنا منظور کرتی ہوں۔ تو رافع نے انھیں روکے رکھا اور رافع نے اس بار سے کوئی گناہ تصویب نہیں کیا جبکہ وہ ترجیح پر ماضی ہو گئیں۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جب عورت کو ظلم ہو کہ اسے کتاہ کش ہو جائے گا اختیار ہے اور وہ ماضی ہو جائے۔ اور میں ابوحنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے۔ (مؤطا امام محمد، حدیث نمبر ۵۸۳)

باندی کی آزادی کو بچہ جننے سے متعلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِأَمِيَّةٍ إِنْ كَانَ أَوْلٌ وَلَدَ تَلِدِيهِ عِلْمًا فَلَانَتْ حُرَّةٌ فَلَا تَدَّ عِلْمًا وَجَارِيَةً وَلَا يَذَرِي أَكْبَهُمَا وَلَدَ أَوْلَا عَقٌّ يَصِفُ الْأَمَّ وَيَصِفُ الْجَارِيَةَ وَالْعِلْمُ عَبْدٌ) لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَعْتِقُ فِي خَالٍ وَهُوَ مَا إِذَا وَلَدَتْ الْعِلْمُ أَوْلَ مَرَّةً الْأَمَّ بِشَرِطٍ وَالْجَارِيَةَ لِكُونِهَا تَبَعًا لَهَا، إِذَا الْأَمُّ حُرَّةٌ حِينَ وَلَدَتْهَا، وَتَرَوِي فِي خَالٍ وَهُوَ مَا إِذَا وَلَدَتْ الْجَارِيَةَ أَوْلَا لِعَدَمِ الشَّرِطِ لَيَعْتِقُ يَصِفُ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَتَسْقَى فِي النَّصْفِ، أَمَّا الْعِلْمُ يَرَوِي فِي الْحَالِيَةِ فَلَيْلَهُمَا يَكُونُ عَبْدًا، وَإِنْ أَدَعَتْ الْأَمَّ أَنَّ الْعِلْمَ هُوَ الْمَوْلُودُ أَوْلَا وَأَنَّكَ الْمَوْلَى وَالْجَارِيَةَ صَغِيرَةً فَلَالْقَوْلُ قَوْلُهُ مَعَ الْيَمِينِ لِإِنْ كَانَتْ شَرَطَ الْعَقِّ، فَإِذَا خَلَفَتْ يَعْتِقُ وَاحِدَةً مِنْهُمَا، وَإِنْ تَكَلَّ عَقَّتْ الْأَمَّ وَالْجَارِيَةَ، لِأَنَّ دَعَايَ الْأَمَّ حُرَّةً الصَّغِيرَةَ مُعْتَبَرَةً لِكُونِهَا نَفْعًا تَحْصًا فَاعْتَبَرُ النُّكُولُ فِي حَقِّ حُرَّتِيهِمَا فَعَقَّتَا، وَلَوْ كَانَتْ الْجَارِيَةَ حَجِيرَةً وَلَمْ تَدَّ عَقًّا وَالْمَسْأَلَةُ بِحَالِهَا عَقَّتْ الْأَمَّ بِنُكُولِ الْمَوْلَى خَاصَّةً دُونَ الْجَارِيَةِ، لِأَنَّ دَعَايَ الْأَمَّ غَيْرَ مُعْتَبَرَةٍ فِي حَقِّ الْجَارِيَةِ الْحَجِيرَةِ، وَصَحَّةُ النُّكُولِ تَبْتَنِي عَلَى الدَّعَايِ فَلَمْ يَطْهَرُ فِي حَقِّ الْجَارِيَةِ وَلَوْ كَانَتْ الْجَارِيَةَ الْكَبِيرَةَ هِيَ الْمُدْعِيَةُ لِسَبْقِ وَلَا دَعَا الْعِلْمَ وَالْأَمَّ مَسَاكِينَةً تَبْتَنِي عَقِّي الْجَارِيَةَ بِنُكُولِ الْمَوْلَى دُونَ الْأَمِّ لِمَا قُلْنَا، وَالْتَحِيلُ عَلَى الْعِلْمِ فِيمَا ذَكَرْنَا لِأَنَّهُ اسْتِخْلَافٌ عَلَى لُغَلِ الْغَيْرِ، وَبِهَذَا الْقَدْرِ يُعْرَفُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ الْوَجْهِ فِي كِفَايَةِ الْمُتَنَهِّي.

ترجمہ

جس نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر پہلا بچہ لڑکا پیدا ہوا تو تو آزاد ہے پھر اس سے لڑکا اور لڑکی دونوں بنے اور یہ نہیں مقرر ہو سکا کہ پہلے کون پیدا ہوا تو آزاد ہو جائے گی نصف ماں اور نصف لڑکی، اور لڑکا غلام مرے گا ماں لے کر ان دونوں میں سے ہر ایک ایک حالت میں آزاد ہوئی ہے اور وہ حالت یہ ہے کہ جب پہلے اس سے لڑکا جاتا ہو، ماں شرط کی وجہ سے آزاد ہوگی اور لڑکی ماں کے تابع ہونے کی وجہ سے آزاد ہوگی، کیوں کہ بوقت ولادت جاریہ ماں آزاد ہو چکی ہے۔ اور ایک حالت میں ماں اور لڑکی میں سے ہر ایک رقیق رہے گی اور وہ حالت یہ ہے کہ جب ماں نے لڑکی جنی ہو، کیوں کہ شرط معدوم ہے لہذا ان میں سے ہر ایک کا ادھ

آزاد ہوگا اور آدھے کیلئے کمائی کریں گے، ہالاکا تو وہ دونوں حالتوں میں رہیں گے گا اسی لئے وہ ظالم کہلائے گا۔

اور اگر ماں نے یہ دعویٰ کیا کہ لڑکا ہی پیسے پیدا ہوا ہے اور سولی نے انکار کر دیا اور لڑکی ابھی چھوٹی ہے تو عین کے ساتھ سولی کی بات کا اعتبار ہوگا کیوں کہ وہ شرط آزادی کا انکار کرنے والے ہے پھر اگر سولی نے قسم کھائی تو ان میں سے کوئی آزاد نہ ہوگا اور اگر وہ قسم سے انکار کر دے تو ماں اور لڑکی آزاد ہو جائیں گی، اس لئے کہ صغیرہ کی حریت کے حوالے سے ماں کا دعویٰ معتبر ہے کیوں کہ یہ صرف نفع ہے، بہذا دونوں کی حریت کے حق میں انکار کا اعتبار کر لیا جائے گا اور ماں اور لڑکی دونوں آزاد ہو جائیں گی۔ اور اگر لڑکی باخدا ہو اور اس نے (حریت کا) دعویٰ نہ کیا ہو اور باقی مستند اس طرح ہو تو سولی کے انکار سے صرف ماں آزاد ہوگی اور لڑکی آزاد نہیں ہوگی، کیوں کہ بالذکر کے حق میں ماں کا دعویٰ معتبر نہیں ہے اور انکار کی صحت دعویٰ پر ہی مبنی ہے لہذا لڑکی کے حق میں یہ انکار معتبر نہیں ہوگا۔ اور اگر بالذکر کی بی بی کے کیسبقت ولادت کا دعویٰ کرنے والی ہو اور ماں کا دعویٰ ہو تو سولی کے انکار سے یہ بی بی آزاد ہو جائے گی لیکن ماں آزاد نہیں ہوگی اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے بیان کر دی۔ اور ہماری بیان کردہ تمام صورتوں میں یہ قسم کر جائے گی کیوں کہ یہ دوسرے کے فعل پر قسم لینا ہے اور اس مقدار بیان سے دوسروں میں بھی واضح ہو جائی ہیں جنہیں ہم نے گامیت الہی میں بیان کیا ہے۔

تفویض شرط تقویت مشروط کو مستلزم کا قاعدہ فقہیہ

اذا فأت الشرط فأت المشروط (الاشباہ)

جب شرط فوت ہو جائے تو شرط بھی فوت ہو جاتا ہے اس کا قاعدہ کا محض یہ ہے۔

ترجمہ: جبکہ نماز مسنون پر وقت مقررہ پر فرض ہے۔ (الاشباہ)

آیت سے معلوم ہوا کہ آزادی کا ادائیگی کیلئے وقت شرط ہے۔ اور اسی طرح و مشروط ہے

شرط کی اقسام:

شرط کی تین اقسام ہیں۔ ۱۔ شرط جز ۲۔ شرط قاسد ۳۔ شرط لغو

۱۔ شرط جائز کی تعریف

ہر وہ شرط جو عقد کا قاعدہ نہ کرے اور وہ اسی عقد کے مناسب بھی ہو یا وہ شرط معارضہ ہے جس میں جاری ہو یا اس کے جواز پر حکم شرعی موجود ہو، اسے شرط جائز کہتے ہیں۔ اس کی مثال خیار شرط کے مسائل سے ملتی ہے۔ اور اس کے جواز کا ثبوت یہ حدیث مبارکہ ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو کسی سے بیع کرے تو یہ کہہ کر بیع اور تہارے درمیان کوئی تین تین اور میرے لئے تین دن تک اختیار ہے۔

۲۔ شرط فی سبکی تعریف:

ہر وہ شرط جس کا قاعدہ نہ عقیدہ کرنا ہو اور نہ ہی وہ عقد کے مناسب ہو اور اس میں متعاقدین میں سے کسی ایک کا نفع ہو۔

۳۔ شرط لغوی تعریف:

ہر وہ شرط جو شرط جائز اور شرط قاسد کے سوا ہو وہ شرط لغوی کہلاتی ہے۔

اختیار:

خیر شرط کا اختیار دینا ہی طرف منتقل نہیں ہوتا۔ اگر کسی شخص کے لئے خیار قاعدہ اور وہ مریخ توخیر باطل ہوگا۔ (تدویری)

دو ایہوں کی شہادت پر آزادی کا بیان

قَالَ (وَإِذَا شَهِدَ رَجُلَانِ عَلَى رَجُلٍ أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عِبْدَيْهِ فَالشَّهَادَةُ بَاطِلَةٌ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي وَصِيَّةٍ) اِنْشِخَسَانًا ذَكَرَهُ فِي كِتَابِ الْعَقَاقِ (وَإِنْ شَهِدَ أَنَّهُ طَلَّقَ إِحْدَى نِسَائِهِ جَاوَزَتْ الشَّهَادَةُ وَيُحْرُجُ الزَّوْجُ عَلَى أَنْ يُطَلِّقَ إِحْدَاهُنَّ) وَهَذَا بِالْإِجْمَاعِ (وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللَّهُ: الشَّهَادَةُ فِي الْعَقَقِ مِثْلُ ذَلِكَ) وَأَصْلُ هَذَا أَنَّ الشَّهَادَةَ عَلَى عِتْقِ الْعَبْدِ لَا تُقْبَلُ مِنْ غَيْرِ دَعْوَى الْعَبْدِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ، وَعِنْدَهُمَا تُقْبَلُ، وَالشَّهَادَةُ عَلَى عِتْقِ الْأَمَةِ وَطَلَاقِ الْمُتَكَوِّنَةِ مَقْبُولَةٌ مِنْ غَيْرِ دَعْوَى بِالِاتِّفَاقِ وَالْمَسْأَلَةُ مَعْرُوفَةٌ. وَإِذَا كَانَ دَعْوَى الْعَبْدِ شَرْطًا عِنْدَهُ لَمْ تَتَحَقَّقْ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ، لِأَنَّ الدَّعْوَى مِنَ الْمُتَجَوِّلِ لَا تَتَحَقَّقُ فَلَا تُقْبَلُ الشَّهَادَةُ وَعِنْدَهُمَا لَيْسَ بِشَرْطٍ فُقِلَتِ الشَّهَادَةُ وَإِنْ انْعَدَمَتِ الدَّعْوَى. أَمَّا فِي الطَّلَاقِ فَقَدْ مَرَّ الدَّعْوَى لَا يُوجِبُ خِلَافًا فِي الشَّهَادَةِ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ بِشَرْطٍ فِيهَا.

وَلَوْ شَهِدَا أَنَّهُ أَعْتَقَ إِحْدَى أَمَتَيْهِ لَا تُقْبَلُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ وَإِنْ لَمْ تَكُنِ الدَّعْوَى شَرْطًا فِيهَا لِأَنَّهُ لَا تَشْتَرِطُ الدَّعْوَى لِمَا أَنَّهُ يَتَصَمَّنُ تَحْرِيمَ الْفَرْجِ لِقَابَتِهِ الطَّلَاقِ، وَالْعِتْقُ الْمُتَبَهَّمُ لَا يُوجِبُ تَحْرِيمَ الْفَرْجِ عِنْدَهُ عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ قَصَارَ كَمَا الشَّهَادَةُ عَلَى عِتْقِ أَحَدِ الْعَبْدَيْنِ. وَهَذَا كُلُّهُ إِذَا شَهِدَا فِي صَحْبِهِ عَلَى أَنَّهُ أَعْتَقَ أَحَدَ عِبْدَيْهِ.

2.7

فریاد کا گرد و دو گونے سے شخص کے بارے میں یہ شبہاوت دی کہ اس نے اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آواز کر دیا ہے تو یہ افسوس کے نزدیک کوئی اصل ہے مگر یہ کج دست میں ہو۔ اور ہم مجھے نصیب نہ ملا۔ حق میں کیا ہے، اور دو گونے نے یہ گواہی دی کہ لکھن میں سے ایک کو اطلاع دی دی ہے تو گواہی جو بڑ ہوگی اور شہر کو بوجھ کر کیا جائے گا کہ ان میں سے ایک کو اطلاع دیے۔ اور یہ بالآخر ہے۔

صالحینؑ فرماتے ہیں کہ حق کی شہادت بھی شہادت طلاق کی طرح ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حق عید کی شہادت دعوایہ عید کے بغیر نہیں قبول ہے اور صاحبؒ کے نزدیک مقبول ہے اور باجمعی کے حق اور منکوحہ کے طلاق کی شہادت کے بغیر دعوئی کے بھی باطل تھا قبول ہے اور یہ مسئلہ مشہور ہے اور جب امام صاحبؒ کے نزدیک غلام کا دعویٰ کا شرط ہے تو جامع صغیر کے مسئلہ میں دعویٰ تحقیق نہیں ہوگا کیوں کہ مجہول کی طرف سے دعویٰ تحقیق نہیں ہوتا بلکہ گواہی بھی مقبول نہیں ہوگی اور صالحینؑ کے نزدیک (دعویٰ عید) شرط نہیں ہے تو شہادت مقبول ہوگی اگرچہ دعویٰ معدوم ہو، لیکن طلاق میں دعویٰ معدوم ہونے سے شہادت میں خلل نہیں ہوتا اسلئے کہ اس میں دعویٰ شرط نہیں ہے۔

اور اگر آدمیوں نے یہ شہادت دی کہ کھلاں نے اپنی دو بالائیوں میں سے ایک پانی آبادی کی ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ شہادت بھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ اس میں دعویٰ شرط نہیں ہے اس لیے کہ دعویٰ صرف اس وجہ سے شرط نہیں ہے کہ شرط خرچ ہوگی کہ حرمات کو قطعاً نہ ہے بلکہ اس طریق کے مشابہ ہو گیا۔ اور امام عظیم ابوحنیفہؒ کے یہاں عقاب بھی تمام فروع کا موجب نہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ہذا یہ شہادت اعداد العین کو نہ تو آزاد کرنے کی شہادت کی طرح ہوگی اور یہ تمام اس صورت میں ہے جب دونوں گواہوں نے یہ شہادت دی کہ کھلاں نے اپنی محنت کے زمانے میں اسے دو غلاموں کو میں سے ایک کو آزاد کیا ہے۔

شہادت آزادی کو شہادت طلاق پر قیاس کرنے کا بیان

مذکورہ مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مابین اور صاحبین کے درمیان اختلاف کا سبب یہی ہے کہ صاحبین نے آزادی کی شہادت کو طلاق کی شہادت پر قیاس کیا ہے لہذا ان کے نزدیک یہ شہادت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور شہادت کے پیش نظر کلام یا باندھنا آزادی ہو یا عقیقہ نہیں ہے۔ جبکہ امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ شہادت تب جلیب کی جائے جب کلام اس کا جوڑی کے ذریعہ ہوگا اور شہادت نہیں۔

غلام و باندی کی شہادت میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ غلام اگر عادل ہے تو اس کی گواہی جائز ہے، بشرط اور زرارہ بن اوفیٰ نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ ابن میرین نے کہا کہ اس کی گواہی جائز ہے، سوا اس صورت کے جب غلام اپنے مالک کے حق میں گواہی دے۔

یہیں کہ اس ممالک کی طرف داری کا احتمال ہے) حسن اور برائیتیم نے معمولی چیزوں میں خدا مکی گواہی کی اجازت دی ہے۔  
 تاجی شرح نے کیا کہ ترمیں سے ہر شخص غلام اور باندیوں کی اول دے۔ (صحیح بخاری، کتاب شہادات، رقم ۲۶۵۷)

مطلب یہ ہے کہ سب اللہ کے لٹری میں غلام ہو اور اللہ ہی سے لٹری میں غلاموں کی او دل و دوا اس سے کسی کو بھی پھر کرنا ہی نہیں ہے۔ اہم ترین مسئلہ یہی ہے کہ سو فیصد حق دیا ہے کہ لٹری میں غلام کی جب وہ دل اور شہادت ہوں، گواہی مقبول ہے۔ مگر ان حالات نے اس کو جائز نہیں رکھا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ لٹری میں غلاموں کی شہادت جب وہ عادل اللہ ہوں ثابت فرما رہے ہیں۔ ترجمہ ان باب میں نقل کردہ آثار سے آپ کا مدعا بخوبی ثابت ہوتا ہے۔

مرض موت میں غلام کو آزاد کرنے کا بیان

أَمَّا إِذَا شَهِدَ أَنَّهُ أَعْقَى أَحَدَ عِبْدِهِ فِي مَرَضٍ مَوْتِهِ أَوْ شَهِدَ عَلَى تَدْبِيرِهِ فِي صِحَّتِهِ أَوْ فِي مَرَضِهِ وَأَدَّى الشَّهَادَةَ فِي مَرَضٍ مَوْتِهِ أَوْ بَعْدَ الْوَفَاةِ فَقَبِلَ اسْتِحْسَانًا؛ لِأَنَّ التَّدْبِيرَ حَيْثُمَا وَقَعَ وَقَعَ وَصِيَّةً، وَكَذَلِكَ الْعِقْ فِي مَرَضٍ الْمَوْتِ وَصِيَّةً، وَالْخِصْمُ فِي الْوَصِيَّةِ إِنَّمَا هُوَ الْمَوْصِي وَهُوَ مَعْلُومٌ. وَعَنْهُ خَلَفَ وَهُوَ الْوَارِثُ، وَلَئِنْ الْعِقَّ فِي مَرَضٍ الْمَوْتِ يَتَّبِعُ بِالْمَوْتِ فِيهِمَا لِمَا نَصَرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خِصْمًا مَعْنَاؤُهُ شَهِدَا بَعْدَ مَوْتِهِ أَنَّهُ قَالَ فِي صِحَّتِهِ أَحَدُكُمَا حُرٌّ فَقَدْ قِيلَ: لَا نَقْبُلُ لَأَنَّهُ لَيْسَ بِوَصِيَّةٍ. وَقِيلَ: نَقْبُلُ لِلشُّبُوحِ هُوَ الصَّحِيحُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

ترجمہ

اور اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں نے اپنے مرض الموت میں اپنا ایک تمام آزاد کیا ہے یا یہ شہادت دی کہ اس نے اپنی صحت یا اپنے مرض میں ایک غلام کو ہر بنایا ہے اور اس شہادت کی ادا سنگی فلاں کے مرض الموت میں یا اس کی وفات کے بعد ہو تو اختتام یہ شہادت مقبول ہوگی کہ کیوں کہ تمہرے جرب بھی واقع ہوتی ہے وصیت ہی واقع ہوتی ہے نیز مرض الموت میں آزادی بھی وصیت ہے اور وصیت کے مسئلے میں عمومی خصم ہے اور وہ معلوم ہے اور اس کا غلط بھی ہے ورنہ یا وارث اور اس کے مرض الموت کا حق آقا کی موت سے دونوں غلاموں میں چیل جائے تا جب لہذا ان میں سے ہر ایک غلام خصم متعین ہو گیا اور آقا کی موت کے بعد وہ لوگوں نے یہ گواہی دی کہ آقا نے اپنی محنت کے دوران کہا تھا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے تو ایک قول یہ ہے کہ یہ شہادت مقبول نہیں ہوگی کیوں کہ یہ وصیت نہیں ہے اور دوم قول یہ ہے کہ شہادت مقبول ہوگی کیوں کہ حق دونوں غلاموں میں چیل چکا ہے۔

شرح

حضرت عمر ابن ابی بنیصرین راوی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کر دیے اور اس شخص کے پاس ان

أَبُو الْحَلْفِ وَالْعَمَى

﴿یہ باب حلف بہ عتق کے بیان کے میں ہے﴾

باب حلف بہ عتق کی فقہی مطابقت کا بیان

علاء الدین محمود باقری رضی اللہ علیہ ارحمہ نے حنفی میں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے حنفی سے معنیٰ کر دیا آزاد کی کو موثر کر کیا ہے کیونکہ یہ آزاد کی شرط کے ساتھ متفق ہے۔ کیونکہ جب شرط پائی جائے گی تب ہی آزاد پائی جائے گی۔ لہذا اس کا سبب مؤثر ہونے کی وجہ سے اس کو موثر ذکر کیا ہے۔ (علاء شرح اُلهامیہ، ج ۶، ص ۱۰۱، میر دست)

آزادی کو شرط کے ساتھ معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ إِذَا دَخَلْتَ الدَّارَ كُلَّ مَمْلُوكٍ لِي يَوْمَئِذٍ فَهُوَ حُرٌّ وَلَيْسَ لَهُ مَمْلُوكٌ فَاشْتَرَى مَمْلُوكًا ثُمَّ دَخَلَ عَنَقَ) لِأَن قَوْلَهُ يَوْمَئِذٍ تَقْدِيرُهُ يَوْمَ إِذْ دَخَلَ، إِلَّا أَنَّهُ أَسْفَطَ الْعَمَلَ وَعَوَضَهُ بِالتَّوْبَتَيْنِ فَكَانَ الْمُعْتَبَرُ قِيَامَ الْهَلِكِ وَفَتْ الدُّخُولِ وَكَذَا لَوْ كَانَ فِي مَلِكِهِ يَوْمَ خَلَفَ عَبْدٌ فَتَبَّى عَلَى مَلِكِهِ حَتَّى دَخَلَ عَنَقَ لِمَا قُلْنَا.

قَالَ ( وَلَوْ لَمْ يَكُنْ قَالَ فِي يَمِينِهِ يُؤْتِيهِ لَمْ يُعْطَ ) لِأَن قَوْلَهُ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي لِلْحَالِ وَالْجَزَاءُ حُرِّيَّةُ الْمَمْلُوكِ فِي الْحَالِ ، أَلَا إِنَّهُ لَمَّا دَخَلَ الشَّرْطُ عَلَى الْجَزَاءِ تَأَخَّرَ إِلَى وَجُودِ مُعْطَى إِذَا بَقِيَ عَلَى يَمِينِهِ إِلَى وَقْتِ الدُّخُولِ وَلَا يَتَأَوَّلُ مَنْ أَشْرَأَهُ بَعْدَ الْيَمِينِ .

آزموده

جس شخص نے کہا اگر میں گھر میں داخل ہوتا تو اس دن میرا ہر نام آزاد ہے اور اس کا کوئی غلام نہیں ہے پھر میں نے ایک غلام خرید لیا اور گھر میں داخل ہوا تو وہ غلام آزاد ہو گا کیوں کہ نصف کے قول پر ہونے کی قدر پریم اور دوست ہے لیکن اسے فصل کو ساقہ کر کے اس کے خوش توبہ کر دیا لہذا اوقات دخول ملکیت کا قیام معتبر ہو گا یہی اگر تم کھانے کے دن اس کی ملکیت میں کوئی غلام ہو اور اس کے گھر میں داخل ہوئے تک وہ غلام اس کی ملکیت پر برقرار رہے تو وہ بھی آزاد ہو جائے گا اس دلیل کی وجہ جو ہم بین کر چکے ہیں۔

اور اگر حالف نے اپنی قسم میں یومئذ نہ کیا ہو تو (بعد میں خرید ہوا غلام) آزاد نہیں ہوگا کیوں کہ اس کا قول مملوک یعنی فی الحال کے لیے اور اس قول کی جزا وہ ہے کہ جو فی الحال اس کا غلام رہے وہی آزاد ہو سکیں جب شرط پر ازاد ہوئی تو جزا جو شرط کے وقت تک مگر ہوگی لہذا بوقت دخول جو غلام اس کی ملکیت میں رہے گا وہی آزاد اور جو حالف نے قسم کے بعد خریدے اسے اپنے جزا

شامل نہیں ہوگی۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا کی مشروط آزادی کا بیان

حضرت سفینہ کہتے ہیں کہ (ابتداءً) میں حضرت ام سلمہ کی ملکیت میں تھی (ایک دن) انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ "میں تمہیں آزاد کرنا چاہتی ہوں، لیکن یہ شرط ہے کہ تیری ہوں کہ تم جب تک زندہ رہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہو" مجھے "میں نے عرض کیا (کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت تو میرے لئے سعادت و خوش بختی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے) اگر آپ یہ شرط نہ کرنا پسند کرتے تو مجھ میں اپنے بچنے کی رسوا کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوتا "چنانچہ حضرت ام سلمہ نے مجھے آزاد کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی شرط مجھ پر عائد کر دی۔

(ابوداؤد ابن ماجہ مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 583)

حضرت سفینہ تجی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے لیکن بعض حضرات یہ فرماتے تھے کہ یہ حضرت ام سلمہ کے غلام تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں، پھر حضرت ام سلمہ نے کوئٹہ کو رہا کر دیا تھا۔ سفینہ کا اصل نام مہران بن یونس تھا اور یہاں تک انکی کنیت ابوامید۔ ممکن یا ابوالہجری تھی، سفینہ ان کا لقب تھا اور اسی نام کے ساتھ زیادہ مشہور تھے۔ ان کا قبیلہ بنی مضر یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی خدمت کیا کرتے تھے جب غزوات میں جاتے تو لوگوں کا سامان اٹھایا بیٹھ کر لاؤ کرادھار دیکھنا پڑتا تھا۔

"سفینہ" کنشکی کو کہتے ہیں جس طرح کنشکی بد بردار کی کام آتی ہے اس طرح یہ بھی لوگوں کے بوجھ و بھارت تھے۔ اسی اعتبار سے ان کا لقب "سفینہ" ہو گیا۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سفینہ اسلامی لشکر کے ہمراہ تھے کہ قاعدہ سے ہجڑے اور جنگ میں راستہ بھٹ گئے وہ راستہ کی تلاش میں سرگرداں تھے کہ راستے میں قریب کی چھاڑیوں سے ایک شیر نمودار ہوا اور ان کے سامنے آ گیا، انہوں نے شیر کو دیکھتے ہی کہہ کرالواریٹ! میں سفینہ ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہے! یہ سنتے ہی شیر دم ہلانے لگا اور پھر ان کے آگے ہو گیا اور ان کا منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

مذکر غلام کو آزاد کرنے کی شرط کا بیان

وَمَنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي ذَكَرَ فَهُوَ حُرٌّ وَلَمْ يَذْكُرْ أَهْلَهُ فَلَمْ يَنْتَهِ

وَهَذَا إِذَا وَلَدَتْ لِسَيِّئَةِ أَهْلِهِ قَصَاعَةً طَاهِرَةً، لِأَنَّ اللَّفْظَ لِلْحَالِ، وَفِي قِيَامِ الْحَمْلِ

وَقَدْ تَلَوَّيْتُ أَحْصَاءَ لَوْ جُودَ أَقْلَ مَدَّةِ الْحَمْلِ بَعْدَهُ، وَكَذَا إِذَا وَلَدَتْ لِأَقْلَ مِنْ سَيِّئَةِ

أَهْلِهِ، لِأَنَّ اللَّفْظَ يَتَنَاوَلُ الْمَمْلُوكَ الْمُطْلَقَ، وَالْحَبْلَيْنِ مَمْلُوكٌ تَبَعًا لِلَّامِ لَا مُقْصَدًا

، وَلَا أَنَّهُ عَصُومٌ مِنْ وَجْهِهِ وَأَسْمُ الْمَمْلُوكِ يَتَنَاوَلُ الْأَنْفُسَ دُونَ الْأَعْضَاءِ وَلِهَذَا لَا

يَمْلِكُ بَيْعَهُ مُتَّفَقًا .

قَالَ الْعَمْدُ الضَّعِيفُ: وَلَمَّا نَزَلَتْ النِّقْيَةُ بِوَصْفِ الذَّكُورَةِ أَنَّ لَوْ قَالَ: كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي

تَدْخُلُ الْحَامِلُ فَيَدْخُلُ الْحَمْلُ تَبَعًا لَهَا .

ترجمہ

میں شخص نے کہا کہ میرے مذکر غلام آزاد ہے اور اس کی ایک حاملہ باندی ہے جس نے لڑکا جنم دیا تو وہ لڑکا آزاد نہیں ہوگا یہ حکم اس صورت میں جب (کہنے کے وقت سے) مجھے دیا یا اس سے نہ نہدیت میں باندی نے لڑکا جنم دیا تو وہ لڑکا ہرے کیوں کہ لفظ فی الحال کے لیے ہے اور بوقت قسم قیام میں ملک ہے کیوں کہ اس کے بعد جس کی اس مدت موجود ہے اور اسے یہ جب تھے مگر اس میں باندی نے جنم دیا تو وہ کیوں کہ لفظ مطلق ملک کو شامل ہے اور جس میں اس کے تابع ہو کر ملک ہے اور یہ ذات خود ملک نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ جن میں من و وجہ نہیں ہے اور لفظ ملک نفوس کو شامل ہوتا ہے نہ کہ اعضاء کو اس لیے کہ صرف حمل کو فروخت کرنے کا حکم نہیں ہے جب تک کتاب فرماتے ہیں کہ (غلام) وصف ذکر کے ساتھ مقید کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر حاملہ کل ملک کی کہتا تو اس میں حاملہ باندی داخل ہو جاتی اور حاملہ باندی کے تابع ہو کر حمل بھی داخل ہو جاتا۔

مشروط قسم میں عدم قید کی بناء پر حکم کی معدومیت کا بیان

صاحب ہدایہ نے مذکورہ عبارت میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ جب مالک کے قسم مذکر غلام کی اٹھائی جبکہ باندی کا حمل اس قسم کے احاطے میں شمار نہ ہوگا اور اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ قسم میں مذکورہ قید ذکر بیت ایک نفس نہیں جان جو وصف مذکر کے ساتھ خاص ہو مراد ہے جبکہ حاملہ کے حمل پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ جنین ماں کے تابع ہونے کے سبب حکم حیرت سے خارج ہو گیا۔ (رضوی محلی عند)

مالک کا مملوک کی ملکیت کے ساتھ آزادی مقید کرنے کا بیان

وَإِنْ قَالَ كُلُّ مَمْلُوكٍ أَمْلِكُهُ حُرٌّ بَعْدَ عَيْدٍ، أَوْ قَالَ: كُلُّ مَمْلُوكٍ لِي فَهُوَ حُرٌّ بَعْدَ

عَيْدٍ وَلَمْ يَمْلِكْ فَاشْتَرَى آخَرَ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ عَيْدٍ عَقَى الذَّيْ فِي مِلْكِهِ يَوْمَ حَلَّتْ، لِأَنَّ

قَوْلَهُ أَمْلِكُهُ لِلْحَالِ حَقِيقَةٌ يَقَالُ: أَنَا أَمْلِكُ كَذَا وَكَذَا وَبُرْأَاهُ إِلَى الْحَالِ، وَكَذَا

يُسْتَعْمَلُ لَهُ مِنْ غَيْرِ قَرِينَةٍ وَلَا اسْتِغْبَالَ بِقَرِينَةِ السَّيْنِ أَوْ سَوْفَ فَيَكُونُ مُطْلَقًا لِلْحَالِ

فَكَانَ الْبُحْزَاءُ حُرَّتَهُ الْمَمْلُوكِ فِي الْحَالِ مُضَافًا إِلَى مَا بَعْدَ الْعَيْدِ فَلَا يَتَنَاوَلُ مَا يَشْتَرِيهِ

بَعْدَ الْيَمِينِ .

ترجمہ

اور اگر غلبہ نہ کیا ہو وہ نموک جس کا میں مالک ہوں وہ کل کے بعد آزاد ہے یا اس کا میرا مالک کل کے بعد آزاد ہے اور اس کا ایک مالک ہے پھر اس نے دوسرا خرید اور غلبہ کے بعد داؤن آیا تو وہی غلام آزاد ہوگا جو تم کھانے کے دن اس کی ملکیت میں ہوگا، کیوں کہ حالف کا قول الحکمہ درحقیقت فی الحال موجود نموک کی لئے ہے۔ کہہ جاتا ہے کہ میں اسے اور اسے کا مالک ہوں اور اس فی الحال جو نموک چھڑیں ہوتی ہیں وہی مراد ہوتی ہیں اور مالک بغیر قرینہ کے حالف کیسے مستقل ہے اور میں یا سوف کے قرینہ سے استنبال کیلئے مستعمل ہوتا ہے، اس سے مطلق ملک حال کیسے ہوگا لہذا جزاء جو فی الحال نموک ہے انکی آزادی ہوگی جو اب بعد افدہ کی طرف منصف ہوگی اور حالف نے جسے یحییٰ کے بعد خرید اسے اسے جزا و مثال نہیں ہوگی۔

شرح

علاحدہ والدین جنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب آقے نے آزادی کو کسی شرط پر معلق کیا مثلاً اگر تو فلاں کام کرے تو آزاد ہے اور وشرط پائی گئی تو غلام آزاد ہے جبکہ شرط پائی جانے کے وقت انکی ملک میں ہو اور اگر ایسی شرط پر معلق کی جو فی الحال موجود ہے مثلاً اگر میں تیرا مالک ہو جاؤں تو آزاد ہے تو فوراً آزاد ہو جائے گا۔ لہذا وہی حالیہ اسے آزاد کیا تو اس کے شکم میں جو پیچہ ہے وہ بھی آزاد ہے اور اگر صرف بیٹ کے پیچہ کو آزاد کیا تو وہی آزاد ہوگا لہذا لوطی نے آزاد نہ ہوگی، مگر جب تک پیچہ پیچہ پائندہ ہو لے لہذا لوطی کو بیچ نہیں سکتا۔ (روایت کتاب حق، ج ۵، ص ۳۰۸، بیروت)

## بَابُ الْعِتْقِ عَلَى جُعْلٍ

﴿یہ باب مال کے بدلے آزاد کرنے کے بیان میں ہے﴾

### باب جعل حق کی قیمی مطابقت کا بیان

علاحدہ ابن جنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ باب عتق کے ابواب میں سے ہے اور اس کو حق کے ابواب میں اسی طرح مؤخر ذکر کیا ہے جس طرح طلاق سے خلق کو مؤخر ذکر کیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں ابواب اسقاط مال سے ہے جو اصل نہیں ہے۔ کیونکہ اصل عدم مال سے اسقاط ہے جو کہ عیناں معدوم ہے۔ لہذا اس کو اس کی اصل سے مؤخر ذکر کیا ہے۔ صحیح میں ہے کہ جعل کو حکم کے شمار ادراعی طرح جیم کی سرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے "وَالْعَقْلُ مَا يُعْقَلُ لِبَانْسَانٍ عَلَى شَيْءٍ يَفْعَلُهُ" اور ایک غریب حدیث میں ہے۔ جو تھیں سے اور غلامی کے دیوان اب میں اس کو حق کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ پس اس میں دونوں طرح جائز ہے۔ (شرح القدریہ ص ۱۰۷، بیروت)

غلام کو مال کے بدلے میں آزاد کرنے کا بیان

وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلَى مَالٍ فَقِيلَ الْعَبْدُ عَقَقَ ، وَذَلِكَ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ أَنْتَ حُرٌّ عَلَى أَلْفٍ دِرْهَمٍ أَوْ بِأَلْفٍ دِرْهَمٍ وَإِنَّمَا يَعْتَقُ يَقْبُولُهُ ؛ لِأَنَّهُ مَعَاوَضَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ إِذَا الْعَبْدُ لَا يَمْلِكُ نَفْسَهُ وَمِنْ قِصَصِ الْمَعَاوَضَةِ ثُبُوتُ الْحُكْمِ بِقَبُولِ الْعَوِصِ لِلْحَالِ كَمَا فِي التَّبَعِ ، فَإِذَا قِيلَ صَارَ حُرًّا ، وَمَا شَرَطَ دَيْنٌ عَلَيْهِ حَتَّى تَصِحَّ الْكِفَالَةُ بِهِ ، بِخِلَافِ بَدَلِ الْكِفَالَةِ ؛ لِأَنَّهُ بَيِّنٌ مَعَ الْمَنَافَى وَهُوَ قِيَامُ الرُّقَى عَلَى مَا عُرِفَ ، وَإِطْلَاقُ لَفْظِ الْمَالِ يَنْتَظِمُ أَنْوَاعَهُ مِنَ الْقَبْدِ وَالْعَرَضِ وَالْحَيَوَانِ ، وَإِنْ كَانَ يَغْيِرُ غَيْبُهُ ؛ لِأَنَّهُ مَعَاوَضَةُ الْمَالِ بِغَيْرِ الْمَالِ فَتَسَابَةُ السُّجَاعِ وَالطَّلَاقِ وَالضَّلْعِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ ، وَكَذَا الطَّعَامُ وَالْمَكِيلُ وَالْمَوْزُونُ إِذَا كَانَ مَعْلُومَ الْحِسِّ ، وَلَا تَضَرُّهُ جَهَالَةُ الْوَصِيفِ ؛ لِأَنَّهَا بَيِّنَةٌ .

ترجمہ

اور جس شخص نے مال کے بدلے غلام کو آزاد کیا اور غلام نے اس کو قبول کر لیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور یہ مثال اسی طرح ہے جس طرح کوئی شخص یہ کہے کہ تم ایک ہزار درہم یا ایک ہزار درہم کے بدلے میں آزاد ہو تو غلام اس کو قبول کرنے کے بعد ہی آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ مال کا بدلہ بغیر مال کے کیونکہ غلام کی ذات کا کلمہ نہیں ہو کر اسے جبکہ معاوضہ کا تقدہ ہے کہ کوئی قبول کرتے ہی

کی حالت میں حکم ثابت ہو جائے گا جس طرح بیع میں ہوتا ہے پس جب غلام نے بدل قبول کر لیا تو وہ آزاد ہو جائے گا اور شرط والا مال خدام پر قرض ہو گا حتیٰ کہ اس کا کفہ صحیح ہو جائے۔ جبکہ بدل کثرت میں انہیں ہے کیونکہ منافی کے ہونے کے باوجود وہ ثابت ہو جائے۔ جس طرح اس کا حکم ہو چکا ہے۔ اور وہ آزادی کے منافی کا پایا جاتا ہے جبکہ غلام مال کا اطلاق مال کی تمام اقسام کو شامل ہے جس طرح نقدی سامان اور حیوان ہیں۔ خواہ وہ ممکن نہ ہو۔ کیونکہ یہ مال بدل بغير مال ہے پس بیع کا اطلاق اور قسٹ عدم میں سے کہ شرط ہے اور افتادہ مال عدم ناپ تو والی اشیاء کو بھی شامل ہے۔ لیکن میں شرط یہ ہے کہ ان کی جنس معلوم ہو جائے اور نصف کی جہالت کی عدم معتر ہو اس کے قتل ہونے کے سبب ہے۔

شرح

علامہ والدین مثالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عین کی اس آیت کے بدلے میں بیع ہے جو بائع پر ہے تو اس کی رضا مندی سے جائز ہے۔ لکن وہ بچہ کہ یہ صرف درمختار نہیں ہے اور مختار نہیں کہا گیا کہ اگر کسی نے درمختار کے بدلے یا ایک بوری گندم کے بدلے اور بیعت کیا تو ان دونوں کے بدلے کوئی اور شے بھی لے سکتا ہے اور یہی حکم ہے بقصد سے پہلے دین کا، جیسے مہر، اجرت، ضمانت، شہرہ، مکان، خانہ، بیع کا بدل، مال کے بدلے آزاد کرنا، مال مورث اور مال جس کی وصیت کی گئی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام شیعوں و درویشوں میں بقصد سے پہلے شرط ہے ہاں ضرور ہے کہ جس بھی میں اس کے عوض دو پیڑ یا ٹھہرے اسی مجلس میں تمام مال و مال روپیہ اور فوت ہو جائے اس کی شرط کے ہاں ضرور ہے کہ جس بھی میں اس کے عوض دو پیڑ یا ٹھہرے اسی مجلس میں تمام مال و مال روپیہ اور کر دیا جائے ورنہ یہ محاورہ یعنی بیسوں یا نوٹوں کے بدلے جو روپیہ یا قریب قرار پایا ہے یا جائز ہو جائیگا۔ (درمختار کتاب البیوع فصل فی النصف فی البیع مطبع مجتہدی دہلی)

معلق آزادی میں غلام کے ماذون ہونے کا بیان

قَالَ ( وَلَوْ عَلَّقَ عَقْدَهُ بِإِدَاءِ الْمَالِ صَحَّ وَصَارَ مَآذُونًا ) وَذَلِكَ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ إِنْ أَقْبَيْتَ إِلَيَّ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَانْتِ حُرٌّ ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ صَحَّ أَنَّهُ يُعَقِّدُ عِنْدَ الْإِدَاءِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَبْسُرَ مُكَاتَبًا ، لِأَنَّهُ صَرِيحٌ فِي تَعْلِيلِي الْعِنَقِ بِالْإِدَاءِ وَإِنْ كَانَ فِيهِ مَعْنَى الْمُعَاوَضَةِ فِي الْإِنْتِهَاءِ عَلَى مَا يُبَيِّنُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى .

وَأَمَّا صَارَ مَآذُونًا ، لِأَنَّهُ رَغِبَ فِي الْإِسْتِثْنَاءِ بِطَلَبِهِ الْإِدَاءَ مِنْهُ ، وَمَوَازُهُ التَّجَارَةُ فَوَنَ الْتَكْدِي فَكَانَ إِذْنًا لَهُ ذَلَالَةً .

ترجمہ

فرمایا اور جب کسی مالک نے آزادی کو مل کی ادائیگی کے ساتھ معین کیا تو یہ اعتنا صحیح ہوگا اور وہ غلام ماذون ہو جائے گا اور یہ

اس کی مثل ہے جس طرح کوئی شخص کے گرتے ہوئے ایک ہزار درہم ادا کیے تو وہ آزاد ہے۔ اس کے قول کا حکم یہ ہے کہ بغیر کسی ممانعت کے ادائیگی کے وقت اس کی آزادی صحیح ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں آزادی کی صراحت ادائیگی کے ساتھ مطلق ہونے میں واضح ہے اور چنانچہ اجتہاد سے اس میں معاوضہ کا معنی بیان کیا جا سکتا ہے جس کو ہم ان شاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

شرح

وَلَيْسَتْ تَقْصِفُ الْإِذْنَ لَا يَحْذَرُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُعْطِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الْكَيْفَ بِمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۚ وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الْبَدَىٰ أَيْتَكُمْ وَلَا تُكْرِهُوا فَتِيحَكُمْ عَلَى الْبِعَاءِ ۚ إِنْ أَرَادْتُمْ أَنْ تُخَفِّضُوا عَنْ عَصْرِ الْحَيَوَةِ الذَّنْيَا وَمَنْ يُكْرِهْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِهِ أَكْرَهَهُمْ عَفْوَ رَحِيمٍ . (البور، ۳۳)

اور چاہئے کہ بچہ رہیں وہ جو نکاح کا مقدمہ نہیں رکھتے۔ یہاں تک کہ امت اس میں مقدور والا کر دے اپنے فضل سے اور تمہارے ہاتھ کی ملک بندی غلاموں میں سے جو یہ چاہیں کہ کچھ مال منے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو تو لکھ دو۔ اگر ان میں کچھ بھلائی ہو تو اس پر ان کی مدد کرو واللہ کے مال سے جو تم کو دیا۔ اور مجبور نہ کرو اپنی کثرتوں کو بدکاری پر جب کہ وہ چاہتا ہے یا تاکر ترقی و ترقی کے لئے مال چاہے اور جو انہیں مجبور کرے گا وہ بیعت کا مقدمہ لکھ دے کہ وہ مجبور کی جس کی حالت پر ہیں بخشنے و مہربان ہے۔ (کنز العمال بیان فی ترجمہ القرآن)

صدا کا فاضل مولانا غلام نبی مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وہ اس قدر ماں اور کر کے آزاد ہو جائے نہیں اور اس طرف کی کوئی کوکرت کہتے ہیں اور آیت میں اس کا امر استحب کے لئے ہے اور یہ استحب اس شرط کے ساتھ شرط ہے جو اس کے بعد کی آیت میں مذکور ہے۔

شرح نودول . حویطب بن عبد العزی کی غلام بیعت نے اپنے مولیٰ سے کثرت کی درخواست کی، مولیٰ نے انکار کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو حویطب نے اس کو سودا پر مکتب کر دیا اور ان میں سے بیس اس کو بخش دئے باقی اس نے ادا کر دیے۔ بھلائی سے امر امانت و دیانت اور کم کی قدرت رکھتا ہے کہ وہ حلال روزی سے مال حاصل کر کے آزاد ہو سکے اور مولیٰ کو مال دے کر آزادی حاصل کرنے کے لئے بیعت نہ مانگتا پھر اسے اس لئے حضرت سمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کو مکتب کرنے سے انکار فرمایا جو اسے بیعت کے کوئی ذریعہ کسب کا نہ رکھتا تھا۔

مسلمانوں کو ارشاد ہے کہ وہ مکتب غلاموں کو رکھ دو وغیرہ دے کہ ہر کم کی جس سے وہ بدل سکتے ہیں اور انہیں بھلائی کے لئے اور آزادی ہو سکیں۔ (غزوان العراق، نو، ۳۳)

حافظ ابن کثیر و مثالی لکھتے ہیں۔



جو علموں کے، ملک ہیں کہ اگر ان کے غلام ان سے اپنی آزادی کی بابت کوئی تحریر کرتی چاہیں تو وہ انکار نہ کریں۔ غلام اپنی مکتبی سے وہ مال جمع کر کے اپنے آقا کو دے گا اور آزاد ہو جائے گا۔ اگر علم فرماتے ہیں یہ حکم ضروری نہیں فرض وہ واجب نہیں بلکہ بطور استحباب کے اور خیر خواہی کے ہے۔ آقا کو اختیار ہے کہ غلام جب کوئی ہنر جانتا ہو اور وہ کہے کہ مجھ سے اسی قدر روپیہ ملے اور مجھے آزاد کر دو تو اسے اختیار ہے خواہ اس قسم کا غلام اس سے اپنی آزادی کی بابت تحریر کرے یا نہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام میر بن نے جو مالدار تھا ان سے درخواست کی کہ مجھ سے میری آزادی کی کتابت کرو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا اور بارگاہِ رافقی میں مقدمہ گیا، آپ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا اور ان کے زمانے پر کوڑے لگوائے اور یہی امت خلافت فرمائی یہاں تک کہ انہوں نے تحریر کھسادی۔ (بخاری)

عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے دونوں قول مروی ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول یہی تھا لیکن نیا قول یہ ہے کہ واجب نہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے مسلمان کا ہر امیر اس کی دلی خوشی کے طحال نہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ واجب نہیں۔ میں نے نہیں سنا کہ کسی امام نے کسی آقا کو مجبور کیا ہو کہ وہ اپنے غلام کی آزادی کی تحریر کر دے، اللہ کا یہ حکم بطور اجازت کے ہے نہ کہ بطور وجوب کے۔

یہی قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختار قول وجوب کا ہے۔ غنیمہ سے مراد نمانت داری، سچی، دل اور مال کے حاصل کرنے پر قدرت وغیرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر تم اپنے غلاموں میں جو تم سے مکاتبہ کرنا چاہیں، مال کے کم سے کم صلاحیت دیکھو تو ان کی اس خواہش کو پوری کرو ورنہ نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ لوگوں پر اپنا ہوا چڑھائیں گے یعنی ان سے سوال کریں گے اور تم پوری کرنا چاہیں گے اس کے بعد فرمایا ہے کہ انہیں اپنے مال میں سے کچھ دو۔ جن جو تم غنیمت رکھیں گے اس میں سے کچھ معاف کر دو۔ چوتھا یہ چاہائی یا آ رہا یا کچھ حصہ۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ مال زکوٰۃ سے ان کی مدد کرو۔ تیسری اور دوسری مسلمان بھی اسے مال زکوٰۃ دیں تاکہ وہ ضرورت پوری کر کے آزاد ہو جائے۔

(تفسیر انکار کثیر، نور ۳۳)

حاکم کا مالک کو مال لینے پر مجبور کرنے کا بیان

(وَإِنْ أَحْصَرَ الْمَالُ أَجْبَرَهُ الْحَاجِمُ عَلَى قَبْضِهِ وَعَقَقَ الْعَبْدُ وَمَعْنَى الْإِجْتِبَارِ فِيهِ وَفِي سَائِرِ الْمُحَقِّقِينَ أَنَّهُ يَنْزِلُ قَابِضًا بِالتَّخْلِيفِ.

وَقَالَ زُفَرٌ رَحِمَهُ اللَّهُ: لَا يُجْبَرُ عَلَى الْقَبْضِ وَهُوَ الْفَيْتَاسُ؛ لِأَنَّهُ تَصَرَّفَ بِمِثْلِ إِذْ هُوَ تَعْلِيلُ الْفَيْتِ بِالشَّرْطِ لِقَطْعٍ، وَلِهَذَا لَا يَتَوَقَّفُ عَلَى قَوْلِ الْعَبْدِ وَلَا يَحْتَمِلُ الْقَسْحَ وَلَا

خَرَّ عَلَى مُبَاسَرَةِ شُرُوطِ الْأَيْمَانِ، لِأَنَّهُ لَا اسْتِحْقَاقَ قَبْلَ وُجُودِ الشَّرْطِ، وَبِخِلَافِ الْكَيْفَانِيَّةِ؛ لِأَنَّهُ مَعَاوَضَةٌ وَالْبَدَلُ فِيهَا وَاجِبٌ.

وَلَمَّا أَنَّهُ تَعْلِيلٌ نَظَرًا إِلَى اللَّفْظِ وَمَعَاوَضَةٌ نَظَرًا إِلَى الْمَقْصُودِ؛ لِأَنَّهُ مَا عَقَقَ عَقَقَهُ بِالْأَدَاءِ إِلَّا لِيَحْتَمِلَ عَلَى دَفْعِ الْمَالِ فَيَنْتَالِ الْغَدَّ شَرَفَ الْخُرُوبَةِ وَالْمَوْتِ الْمَالِ بِمُقَابَلَتِهِ بِمَنْزِلَةِ الْكَيْفَانِيَّةِ، وَلِهَذَا كَانَ عَوَضًا فِي الطَّلَاقِ فِي مِثْلِ هَذَا اللَّفْظِ حَتَّى كَانَ بَابًا فَحَعَلْنَاهُ

تَعْلِيلًا فِي الْإِنْعَادِ عَمَلًا بِاللَّفْظِ وَدَفْعًا لِلصَّرْحِ عَنِ الْمَوْتِ حَتَّى لَا يَنْتَعِ عَلَيْهِ بَيْعُهُ.

وَلَا يَكُونُ الْعَبْدُ أَحَقَّ بِمَكَايِيسِهِ وَلَا يُسَرَى إِلَى الْوَلَدِ الْمَوْلُودِ قَبْلَ الْأَدَاءِ، وَجَعَلْنَاهُ مَعَاوَضَةً فِي الْإِنْتِهَاءِ عِنْدَ الْأَدَاءِ دَفْعًا لِلْفُرُورِ عَنِ الْعَبْدِ حَتَّى يُجْزَرَ الْمَوْتِ عَلَى الْقَبُولِ،

فَعَلَى هَذَا يَتَوَرَّعُ الْفَقْهُ وَتَخْرُجُ الْمَسَائِلُ نَظِيرُهُ الْهَيْئَةُ يَسْتَرْطِ الْعَبْدُ.

وَلَوْ أَذَى الْقَبْضُ يُجْزَرُ عَلَى الْقَبُولِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَتَوَقَّفُ مَا يَزِيدُ الْكُلَّ لَعَدَمِ الشَّرْطِ كَمَا إِذَا حَقَّ الْقَبْضُ وَأَذَى النَّبَاقِ.

ثُمَّ لَوْ أَذَى الْفَأْ أَحْتَسَبَهَا قَبْلَ التَّعْلِيلِ رَجَعَ الْمَوْتِ عَلَيْهِ وَعَقَقَ لَاسْتِحْقَاقِهَا، وَلَوْ كَانَ أَحْتَسَبَهَا بَعْدَهُ لَمْ يَرْجِعْ عَلَيْهِ، لِأَنَّهُ مَا ذُوْنُ مِنْ جِهَتِهِ بِالْأَدَاءِ مِنْهُ، ثُمَّ الْأَدَاءُ فِي قَوْلِهِ

إِنْ أَذْنَتْ يَفْقَسُ عَلَى الْمُتَعَلِّقِ؛ لِأَنَّهُ تَخْيِيرٌ، وَفِي قَوْلِهِ إِذَا أَذْنَتْ لَا يَقْتَصِرُ، لِأَنَّهُ إِذَا تَسْتَعْمَلَ لِلْوَقْتِ بِمَنْزِلَةِ مَتَى.

ترجمہ

اور جب کسی شخص کا غلام مال لایا تو حاکم اس غلام کے، ملک کو مال لیکر آزاد کرنے مجبور کرے گا اور وہ آزاد ہو جائے گا۔ اس حکم اور تمام اجاری احکام کا مقصد یہ ہے کہ غلام کی صورت میں آقا مال لینے والا شمار ہوگا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مالک پر مال لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ تم کا تصرف ہے اور قیاس کا قاضی بھی اسی طرح ہے کیونکہ فقہ حنفی کے ساتھ شرط معنی ہے۔ یہ بھی دلیل ہے کہ تصرف غلام کے موقوف کرنے پر نہیں ہوتا ورنہ تصرف نہی ختم ہونے کا احتمال دیکھتے والے۔ اور تم کی شرائط کو انجام دینے کیلئے جبر نہیں کیا جائے گا کیونکہ وجود شرط سے پہلے تم کا حق ثابت ہی نہیں ہوتا۔ جبکہ عقد کتابت میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ عقد کتابت بدلہ ہے اور اس میں معاوضہ واجب ہوتا ہے۔ ہمارے دوسرے ائمہ احناف کی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ لفظ کے اعتبار سے یہ عقیدہ ہے لیکن مقصود کے اعتبار سے معاوضہ ہے۔

کیونکہ ملک نے غلام کو مال کی ادائیگی کے ساتھ "راہی" پر معقول کیا ہے تاکہ وہ اس کو مال دینے پر ابھارے۔ پس غلام آزاد کی سے مشرف دینے کا۔ اور اس کے غلام میں ملک مال دینے کو مجاہد جس طرح عقد کرتا ہے وہاں کرتا ہے۔

اور یہ بھی دلیل ہے کہ اس طرح کا غلام طلاق میں معذور بنتا ہے۔ یہاں تک وہ طلاق یا نکاح واقع ہو جاتی ہے۔ پس ہم نے ملک کے قول کو اہل حق میں تحقیق قرار دیا ہے تاکہ اس غلام پر عیس ہو جائے۔ اور ملک سے نصحت دور ہو جائے۔ حتیٰ کہ ملک کا اس غلام کو بیچنا منع نہیں ہے اور یہی غلام چلی نہائی میں خود اختیار دوا بھی نہیں ہے ورنہ اس کے لئے پیدائش والی دوا دینا واجب آزادی سرائت کرنے والی نہیں ہے۔

اور انتہائی اعتبار سے مال کے وقت غلام سے نصحت دور کرنے کیلئے ہم نے اس کو معذور قرار دیا ہے۔ لہذا مال ملک کو مال لینے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کی پرفہ (اصول) کا دارود رہے اور اس اصول سے بہت سے مسائل کی تخریج ہوتی ہے۔ اور اس کی مثال غرض کی شرط کا ساتھ والا ہے۔

اور جب غلام کچھ مال ادا کیا تو جب بھی مال ملک کو لینے پر مجبور کیا جائے گا۔ لیکن جب تک غلام مکمل مال ادا نہیں کرتا اس وقت تک وہ آزاد نہ ہوگا کیونکہ شرط ختم ہو چکی ہے۔ جس طرح مال ملک مال میں سے کچھ کر کے اور غلام بھی بقیہ ادا کر کے تو بھی آزاد نہ ہوگا اور غلام سے قطعیت سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک ہزار درہم ادا کیے تو مالک دوبارہ اس سے اتنی رقم لے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا کیونکہ مالک ان درہم کا حقدار تھا۔ اور اگر غلام نے وہ درہم تقطیع کے بعد کما حقہ اس صورت میں مالک اس سے دوبارہ نہیں لے گا کیونکہ مالک کی حق سے شرط لگانے پر غلام مالک کی طرف سے اداؤں ہو جائے گا اور اس کے بعد مالک کا قول "اِنْ اَقْبَلْتُ اَمْسِ ادا کر کے انحصار محض تک رہے گا کیونکہ یہ اختیار ہے اور "اداءیت" کہنے کی حالت میں ادا کرنا مجلس پر موقوف نہ ہوگا کیونکہ "اداءیت" کی طرح اس کا استعمال وقت کیلئے ہوتا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ لونڈی غلام نے اگر خود نکاح کر لیا یا ان کا نکاح کسی اور نے کر دیا تو یہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر رد و قہ ہے جائز کرے گا نافذ ہو جائے گا، رد کر دے گا، باطل ہو جائے گا، پھر اگر وہ بھی ہو چکی اور مولیٰ نے رد کر دیا تو جب تک آزاد نہ ہو لونڈی کا منہر مطہ نہیں کر سکتی، غلام سے مطالبہ ہو سکتا ہے اور اگر وہ بلی نہ ہوئی جب تو صبر واجب ہی نہ ہو۔ یہیں مولیٰ سے مراد وہ ہے جسے اس کے نکاح کی ولایت حاصل ہو مثلاً مالک یا بالغ ہو تو اس کا باپ یا دادا یا قاضی یا کسی ورنہ کسی سے غلام سے مراد وہ ہیں، مگر ملک، باذن والد یا وہ جس کا کچھ حصہ آزاد ہو چکا کسب کو شامل ہے۔ ملک یا اپنی ورنہ کسی کا نکاح اپنے اذن سے کر سکتا ہے اور اپنا اپنے غلام کا نہیں کر سکتا اور ماؤں غلام، لونڈی کا بھی نہیں کر سکتا۔ مولیٰ کی اجازت سے غلام سے نکاح کیا تو صبر و نقد و غلام پر واجب ہے، مولیٰ پر نہیں اور مرگیا تو صبر و نقد دونوں ساتھ اور غلام خالص منہر و نقد کے سبب بیع ڈال دینے کا اور ہر ممکنہ تنہی سے نہیں بلکہ انہیں حکم دیا جائے کہ کما کر ادا کرتے رہیں۔ ہاں ملک اگر بدل نہیں دے

عاجز ہو تو اب ملک کا بند رہے گا اور منہر و نقد میں بیچ جائے گا اور غلام کی بیع اس کو مولیٰ کرے، اگر وہ انکار کرے تو اس کے سامنے قاضی بیع کر دے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس دامن کو فروخت ہو رہا ہے، مولیٰ اپنے پاس سے اسے دام دیدے اور فروخت نہ ہونے دے۔ (رہنما کتاب نکاح غلام)

غلام کی آزادی کو موت کے بعد ایک ہزار سے معلق کرنے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِعَبْدِهِ: اَنْتَ حُرٌّ بَعْدَ مَوْتِي عَلَى الْاَلْفِ ذِرْهَمٍ فَلَا يَقْبُولُ بَعْدَ الْمَوْتِ) لِإِصَافَةِ الْإِبْخَابِ إِلَى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ فَصَارَ كَمَا إِذَا قَالَ اَنْتَ حُرٌّ عَدَا بِأَلْفِ ذِرْهَمٍ، بِإِخْلَافِ مَا إِذَا قَالَ اَنْتَ مُدْتَبِّرٌ عَلَى الْاَلْفِ ذِرْهَمٍ حَيْثُ يَكُونُ الْقَبُولُ إِلَيْهِ فِي الْحَالِ لِأَنَّ إِخْلَافَ التَّأْيِيدِ فِي الْحَالِ لِأَنَّهُ لَا يَجِبُ الْمَالُ لِقِيَامِ الْوَرِثَةِ. قَالُوا: لَا يُعْتَقُ عَلَيْهِ فِي مَسْأَلَةِ الْكِتَابِ، وَإِنْ قِيلَ بَعْدَ الْمَوْتِ مَا لَمْ يُعَيَّنْهُ الْوَارِثُ؛ لِأَنَّ الْمَيِّتَ كَيْسَ بِأَهْلِ لِلْإِعْتِقَاقِ، وَهَذَا صَحِيحٌ.

ترجمہ

اور جب کسی مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تم میرے مرنے کے بعد ایک ہزار درہم ادا کر کے آزاد ہو تو غلام کا اس کے قول کو قبول کرنا موت کے بعد ہوگا کیونکہ آزادی کا یہ جب موت کے بعد کی طرف مضاف ہے اور یہ اسی طرح ہو گیا جس طرح کسی مالک نے کہا کہ تم ایک ہزار درہم کے بدلے مکمل آزاد ہو۔

جبکہ ملک کے قول میں ایسا نہیں ہے کہ جب ملک نے کہا "اَنْتَ مُدْتَبِّرٌ عَلَى الْاَلْفِ ذِرْهَمٍ" تو غلام کی موت کی وقت قبول کرنا ہوگا کیونکہ اس میں اس حال میں مدد ہونے کا ایجاب ہو چکا ہے۔ مگر مال واجب نہ ہوگا کیونکہ غلامی موجود ہے۔

مشائخ فقہاء نے کہا ہے کہ جابح صغیر کے مطابق جب تک روئے آزاد نہ کرے غلام آزاد نہ ہوگا کیونکہ مالک کی موت کے بعد آزادی کا ایجاب قبول کرے کیونکہ میت میں اسحاق کی اہلیت نہیں ہے اور صحیح بھی یہی ہے۔

شرح

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ہر متقدم کو مولیٰ مراد اور اسی وصف پر موت واقع ہوئی مثلاً جس مرض یا وقت میں مرنے پر اس کا آزاد ہو کر کہا تھا وہی ہوا تو تنہائی مال سے آزاد ہو چکا اور نہیں۔ اور ایسے ہر کوئی وہب و صدقہ وغیرہ کر سکتے ہیں۔ مولیٰ نے کہا تو میرے مرنے سے ایک مہینہ پہلے آزاد ہے اور اس کہنے کے بعد ایک مہینہ کے اندر مولیٰ مر گیا تو آزاد ہوا اور اگر ایک مہینہ یا زائد پر مرنا تو مرنا چاہا آزاد ہو گیا اگرچہ مولیٰ کے پاس اس کے علاوہ کچھ مال نہ ہو۔ مولیٰ نے کہا کہ تو میرے مرنے کے ایک دن بعد آزاد ہے تو نہ مرنا، نہ بھلا نہ آزاد نہ ہوگا۔ ہر کے پچھ پچھ ہوا تو یہ بھی مدد ہے، جبکہ مدد ہر مدد ہوا اور مر متقدم ہو

تو نہیں۔ (در مختار کتاب حقوق)

آزادی کو خدمت کے ساتھ متعلق کرنے کا بیان

قَالَ: (وَمَنْ أَعْتَقَ عَبْدَهُ عَلَى خِدْمَتِهِ أَرْبَعَ سِنِينَ فَقِيلَ الْعَبْدُ لَعَنَكَ ثُمَّ مَاتَ مِنْ سَاعِيهِ فَعَلَيْهِ قِسْمَةُ نَفْسِهِ فِي مَالِهِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: عَلَيْهِ قِسْمَةُ خِدْمَتِهِ أَرْبَعَ سِنِينَ) أَمَّا الْعَقْدُ فَلِلَّأَنَّهُ جَعَلَ الْخِدْمَةَ فِي مَدَّةٍ مَعْلُومَةٍ عَوَضًا فَيَتَعَلَّقُ الْعَقْدُ بِالْقَبُولِ، وَقَدْ وَجَدَ وَلَزِمَهُ خِدْمَةُ أَرْبَعِ سِنِينَ. لِأَنَّهُ يَصْلُحُ عَوَضًا قَصَارًا كَمَا إِذَا أَعْتَقَ عَلَى أَلْفِ ذَهَبٍ، ثُمَّ إِذَا مَاتَ الْعَبْدُ فَلِلْخَالِيفَةِ فِيهِ بِنَاءٌ عَلَى خِلَافَةِ أُخْرَى، وَهِيَ أَنَّ مَنْ بَاعَ نَفْسَ الْعَبْدِ مِنْهُ بِعَارِيَةٍ بَعْنِيهَا ثُمَّ اسْتَحَقَّتِ الْخَارِجَةُ أَوْ هَلَكَتْ يَرْجِعَ الْمَوْلَى عَلَى الْعَبْدِ بِقِسْمَةِ نَفْسِهِ عَنْهُمَا وَرِقِيمَةِ الْخَارِجَةِ عَنْهُ وَهِيَ مَعْرُوفَةٌ.

وَوَجْهُ الْبَيِّنَةِ كَمَا يَتَعَدَّرُ تَسْلِيمُ الْخَارِجَةِ بِالْهَلَاكِ وَالْإِسْتِحْقَاقِ يَتَعَدَّرُ الْوُصُولُ إِلَى الْخِدْمَةِ بِمَوْتِ الْعَبْدِ، وَكَذَا يَمُوتُ الْمَوْلَى قَصَارًا لِنَظِيرِهَا.

ترجمہ

فرمایا اور جس شخص نے اپنے غلام کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ چار سال اس کی خدمت کرے گا اور غلام نے اس کو قبول کر لیا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ غلام اسی وقت فوت ہو گیا تو وہ امام اعظم ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک ملک کے مال میں اس کی قیمت واجب ہوگی۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: اگر چار سال خدمت کی قیمت واجب ہوگی۔ البتہ آزاد ہونا اس سبب سے ہے کہ وہ ایک عین کردہ مدت تک خدمت کرنے کا بدلہ ہے۔ البتہ آزادی قبول کرنے پر معتقل ہو جائے گی اور غلام کا قبول کرنا یا جاریا رہے جس غلام پر چار سالہ خدمت واجب ہوگئی۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ خدمت میں پہلا، چھٹے کی صلاحیت ہے اور یہ اسی طرح ہو جائے گا جس طرح، ایک ملک نے ایک ہزار درہم کے بدلے غلام کو آزاد کر دیا ہو۔ اور اس کے بعد غلام فوت ہو جائے تو اس مسئلہ کا اختلاف دوسرے اختلاف پہنچا ہے۔ اور وہ مسئلہ یہ ہے۔

ایک مالک نے اپنے غلام سے ایک متعین باندی کے بدلے میں اسی غلام کی جان کو بیچا پھر وہ مستحق نکل گئی یا ہلاک ہوگئی تو شیخین کے نزدیک مالک غلام کی جان کی قیمت واپس لے گا جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک مالک باندی کی قیمت واپس لے گا۔ اور مشہور مسئلہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح باندی کے ہلاک ہو جانے یا شیخ کے نکل جانے کے سبب اس کو سپرد کرنا یا نہیں

ہو یا نہ ہو اسی طرح غلام کی موت کے سبب بھی خدمت ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسے، مالک کی مدت کے سبب بھی معتذر ہے جس سے مسداہی مسئلہ طرہ ہو گیا۔

شرح

حضرت امام مالک حیدر رحمہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے غلام کو مکاتب کی سونے یا چاندی پر اور اس کی کتابت میں کوئی شرط لگا دی سفر یا خدمت یا خرید یا بیکن اس شرط کو نہیں کر دیا پھر مکاتب اپنے مشطوں کے ادا کرنے پر مدت سے پہلے قد ہو گیا اور اس نے قسین اور کر دیں عمر یہ شرط اس پر پڑتی ہے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور حرمت کی کی پوری ہو جائے گی اب اس شرط کو دیکھیں گے کہ وہ شرط کی ہے جو مکاتب کو خواہ اور کرنا پڑتی ہے (جیسے سفر یا خدمت کی شرط) تو یہ مکاتب پر لازم نہ ہوگی اور نہ کوئی کوئی شرط کے پر کرنے کا استحقاق ہوگا اور جو شرط مالک سے جس میں کچھ دینا پڑتا ہے جیسے خرید یا بیکن کے شرط تو یہ، نذر دینا اور قبول کر کے ہوگی اس چیز کی قیمت لگا دو گی یا اپنی مشطوں کے ساتھ ادا کر دے گا جب تک ادا نہ کرے گا آزاد نہ ہوگا۔

مکاتب مثل غلام کے ہے جس کو کوئی آزاد کر دے دس برس تک خدمت کرنے کے بعد اگر معمولی مر جائے اور دس برس نہ خورے نہ بول تو اور دس کی خدمت میں دس برس پورے کرے گا اور دس کی اسی کو ملے گی جس نے اس کی آزادی ثابت کی یا اس کی اولاد کو مردوں میں سے یا عصبہ کو۔

جو شخص اپنے مکاتب سے شرط لگائے تو سفر نہ کرنا یا نکاح نہ کرنا یا میرے ملک میں سے باہر نہ جانا وغیرہ میرے چوتھے ہوئے اثر تو ایسا کرے گا تو حری کی ثابت باطل کر دینا میرے اختیار میں ہوگا۔ صورت میں کتابت کا باطل کرنا اس کے اختیار میں نہ ہوگا مگر یہ مکاتب ان کاموں میں سے کوئی کام کرے اگر مکاتب کی کتابت کو کوئی باطل کرے تو مکاتب کو چاہیے کہ کم سے کم ستنے فریاد کرے وہ حکم کر دے کہ کتابت باطل نہیں ہو سکتی مگر اسی بات ہے کہ مکاتب کو نکاح کرنا یا سفر کرنا یا ملک سے باہر جانا وغیرہ میں سے پوچھتے ہوئے درست نہیں ہے خواہ اس کی شرط بولی ہو یا نہ بولی ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ دلی اپنے غلام کو دینا یا رکے پر سے میں مکاتب کرتا ہے اور غلام کے پاس ہزار درہم جو دوتے ہیں تو وہ نقد کر کے ان دینا ردوں کو کہہ کر دے میں جادو ہو پھر جڑ جو کرمونی کے پاس آتا ہے خدا کے پاس مولیٰ ہوتا ہے نہ اور کچھ اس میں اس معمولی کا نقصان ہے یا مکاتب سفر کرتا ہے اور مشطوں کے دن آج ہے جس لیکن وہ نہیں فرمیں ہوتا تو اس میں مولیٰ کا حرج ہوتا ہے اسی نظر سے مکاتب کو درست نہیں کہ بغیر مولیٰ کے پوچھتے ہوئے نکاح کرے یا سفر کرے بلکہ ان امور اور کتابت کا اختیار مولیٰ کو چاہیے یا اجازت دے چاہے منع کرے۔

(موطا امام مالک کتاب حقوق)

دوسرے شخص سے باندی آزاد کرانے کا بیان

(وَمَنْ قَالَ لِأَخِي: أَعْتَقْتُكَ عَلَى أَلْفِ ذَهَبٍ عَلَى أَنْ تُزَوِّجَ حَبِيْبَتِي فَعَلَّ قَائِبَتُ أَنْ

کرنے کا تعلق نہیں ہے۔ اس ہزارہ اور وضع پر تسلیم ہو گیا ہے۔ اور جو چیز امر کے پیر کی گئی ہے یعنی رقیقہ آمر سے مقداریہ  
مصدق واجب ہوگا۔ اور وضع جو امر کے پیر کی نہیں ہوئی ہے تو اس کے درجہ آمر سے برتر ہو جائیگا۔ اور اگر وہ باندی امر  
سے کچھ کرے جبکہ اس مسئلہ وہاں ہمہ گیر یا اس مسئلہ سے بے خبر نہیں ہو۔ اس طرح ہے کہ ہزارہ میں سے جو باندی کی قیمت  
تین سو تیلے میں ہے، بصورت اول میں سے قطعاً دو سو تیلے کے گے اور دوسری صورت میں دو قیمت، مکمل ہو گئی۔ اور بعضی مقدار باندی سے  
بہتر جس کے مقابلے میں آئے گی وہ دونوں صورتوں میں مہر بنے گی۔

شرح

طلاق میں انجمنی پر بدل لگانے کی شرط کے جواز کا بیان

صاحب ہدایہ نے مذکورہ مسئلہ میں اس دلیل کو بھی ذکر کیا ہے کہ حلاق میں کسی انجمنی شخص کو بدل بنانے کی شرط واجب نہ قرار دیا  
ہے کیونکہ اس میں حکم کا اصل مقصود پایا جا رہا ہے۔

یاد رہے کہ بدل ہونے کی صلاحیت میں انجمنیت کا اثر اس کو زائل کرنے والا نہیں ہے کیونکہ بدل میں اصل یہی ہوتا ہے کہ کسی  
خبرہ اس کی اصل سے اس کے غیر کی طرف پھیرا جائے۔ اور جب اس میں کوئی دلیل اختلاف نہ ہو اور اس کی اصل کا مقصد فوت بھی  
نہ ہو یا تو حکم کو پھیرنے میں کسی قسم کی قاحت نہیں ہے۔

ترجمہ

اور جس شخص نے کسی دوسرے مالک سے کہا کہ تم مجھ پر ایک ہزار درہم کے بدلے میں اپنی باندی کو آزاد کرو۔ اور شرط یہ ہے  
کہ تم اس باندی کا مجھ سے نکاح کرو۔ لہذا اس مالک باندی نے یہی کیا لیکن باندی نے اس شخص سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا  
تو آزادی کا جائزہ اور حکم دینے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ جس شخص نے دوسرے بندے سے کہا ہے کہ تم ایک ہزار درہم سے  
بندے سے بے نیاز کرو اور ایک ہزار مجھ پر لازم ہو جائے۔ اور مالک دوسرے کی طرح کر دے تو حکم دینے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا۔ جبکہ  
آزادی کا مور کی جانب سے واقع ہوگی۔ یہ خلاف اس صورت کے کہ جب کسی شخص نے کسی دوسرے بندے سے کہا کہ ایک ہزار  
کے بدلے میں اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ اور ایک ہزار مجھ پر لازم ہوں گے اور اگر مالک دوسرے طلاق دی تو آخر پر ایک ہزار واجب ہوں  
گے۔ کیونکہ حلاق میں انجمنی پر بدل کی شرط کا جائز ہے۔ جبکہ آزادی میں نہ نہیں ہے اور اس کو ہم پہلے بھی ثابت کر چکے ہیں۔

اور جب کسی شخص نے کہا کہ تو میری طرف سے ایک ہزار کے بدلے میں اپنی باندی کو آزاد کر دے اور یہ مسئلہ اس حال پر باق  
ہزار سو باندی کی قیمت اور اس کے مہر مثلی پر تسلیم کیا جائے گا۔ اور جو قیمت کے مقابلے میں سے گا اس کو آمر ادا کرے گا۔ اور جو مہر  
کے بدلے میں آئے گا وہ آمر سے برتر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب آمر نے میری جانب سے کہا تو اس کا قول بطور فیصلہ شرکاء کو شامل  
ہے جس طرح معلوم ہو چکا ہے۔ پس جب اس طرح کی صورت حال ہے تو آمر نے ہزار کو نکلام کی گردن خریدنے اور وضع سے نکاح

- ٢١ -

مدبر کی اقسام کا فقہی بیان

دہری کی دو قسمیں ہیں۔ دہریہ بر مطلق۔ دہریہ بر مقید۔ دہریہ بر مطلق وہ جس میں کسی ایسے امر کا ضد نہ پایا ہو جس کا ہونا ضروری نہ ہو جیسی  
مطلقات موت پر اور ہونا قرار یا ایسا اُمر میں مردوں تو خوش رہے اور اگر کسی وقت معین پر یہ وصف کے ساتھ موت پر رہا ہوتا کہ تو  
مقید ہے مثلاً اس میں مردوں یا اس مرض میں مردوں کا کسی سبب یا اس مرض سے مرنا ضروری نہیں اور کوئی ایسی وقت مقرر کیا۔  
ناب گمان اس سے پہلے کر جانا ہے مثلاً بڑھاخص میں کہہ کر آئے سے سوہہ برس پر مردوں تو خوش زاد ہوئے تو یہ دہریہ بر مطلق ہی ہے کہ یہ  
وقت کی قدر کیا رہے کیونکہ ناب گمان میں یہ کہ سب سے سوہہ برس تک زندہ رہے گا۔ (عام لکھنوی، کتاب حقائق)

علامہ علامہ دہلوی نے فی حقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اگر یہ کہ جس دن مردوں کو آواز دے گا اگرچہ رات میں سرے وہ آواز دے گا کہ دن سے مرد دیکھتا ہے مطلق وقت ہے وہ  
 مرد کہے کہ دن سے میری مراد صبح ہے غروب آفتاب تک کا وقت ہے یعنی اس کے کہ وہ تو یہ نسبت اس کی جہاں تک گلاب یہ مدبر  
 مقید ہوگا۔ (در مختار کتاب مرقی)

حضرت امام باقر علیہ السلام نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے نام کو ہر کرے پھر میرے نام کاں میں لکھ دے جو وہ سچا ہے یا نہیں۔  
 جو شخص قدمو موجود ہو اس کی کشت میں سے ہر کر دو رکھ دے اور اس کی کتابی کو بھی جمع کرتے ہیں گے یہاں تک کہ جو نام  
 باقی رہے وہ بھی نکل آئے۔ پھر اگر مومن کی کشت میں سے ہر کر آ زاد ہو سکے گا تو آ زاد ہو جائے گا اور ہر کر باطل و دکنی اسی  
 کشتی اور جو کشت میں سے کھڑے آ زاد نہ ہو سکے گا تو کشتی ہی کی تعداد آ زاد نہ ہو سکے گا اس کا مال اسی کے پاس رہے گا۔

حضرت ام، مک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ آراؤں کی عقل و بصیرتیں ہیں صحت میں ہوں یا عرض میں اس میں رجوع و تفریع کر سکتے  
ہے مگر تہجیر میں جب کسی کو گھر پر کر دیا یا اس کے فیض کا اختیار نہ ہوگا۔

حضرت امامؑ، نگد علیٰ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس لکھنوی کے آؤ زادہ نے کسی وصیت کی اور اس کو وہ برت نہ کی تو اس کی اوراد واجبی ہے کہ تھوڑا زادہ ہوگی اس لیے کہ رسولی کا اس وصیت کے بدل ڈالنے کا وقتناقصا تھا نہ ان کی مہ کے لیے تو آزادی ثابت ہوئی تھی بلکہ یہاں کوئی کچھ گرفتاری لکھنوی میرے سر نہ تھک رہے تھے وہ زادہ میرے چچا اور اس کے سر نہ تھک رہے تھے تو آزاد ہو جائے گی مگر رسولی اختیار رہے کہ موت سے پیشتر اس کو یا اس کی اوراد کو پہنچے تو آزادی کی وصیت اور تہہ کی وصیت میں مستند تہہ کی رو سے بہت فرق ہے۔ اگر وصیت مصل تہہ کے ہوتی تو کوئی شخص اپنی وصیت میں تعمیر جہل کا اختیار نہ رکھتا۔

حضرت امام ہاگ علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص اپنے چند غلاموں کو کھیت کی حالت میں مدبر کرے اور سو انان کے کچھ مال نہ دے تو ہوا کر اس نے اس طرح مدبر کر کے پہلے ایک کو پھر دوسرے کو جس کو پہلے مدبر کیا وہ شت مال میں سے آزاد ہو جائے گا پھر دوسرا نیز تیسرا ہی اس طرح جب تک شت مال میں نفاخت ہو اور سب مالک سہ مدبر کرے ایک ہی کلام میں تو ہر ایک مالک شت آزاد ہو جائے گا

بَابُ التَّدْبِيرِ

﴿یہ باب مذہبِ غلام کے بیان میں ہے﴾

## باب تدبیر کی فقہی مطابقت کا بیان

علامہ ابن ہمام غفرلہ یہ امر کہہ گئے ہیں کہ جب مصنف علیٰ الرحمہ آزدی سے متعلق وہ احکام جو نزدیکی سے متعلق رکھتے ہیں اور بیابان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب انہوں نے آزادی سے متعلق موت سے متعلق ہونے والے احکام کو بیان کرنا شروع کیا ہے اور اس کی وجہ مذمت فقہی حفاظت کا ہے۔ اور مدقت فقہی کی سب سے اچھی دلیل یہ ہے کہ عقیدہ ہے اور عقیدہ مرکب ہوتا ہے اور مرکب بیش مضمر دے مقرر ہوتا ہے کیونکہ اس سے سابقہ جب عقلمن مصنف میں صرف میں سے مسائل جو عقیدہ ہیں لیکن ان کا تعلق زندگی کے ساتھ ہے جبکہ اس باب میں غلام کی آزادی سے تو مسائل کو موت کے ساتھ عقیدہ کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح تہذیب کا مطلق معیار کے تحت نظر کرتے۔ (فتح القدیر، ج ۱۰، ص ۲۸۱، بیروت)

۱۔ بر غلام کا فقہی مفہوم

علاء الدین بن محمد، یہی حنفی حلیہ ارحمہ رکھتے ہیں کہ ہر اس کو کہتے ہیں جس کی نسبت مولیٰ نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد  
 زاد ہے۔ یہاں کہہ لیا کہ اگر میں مر جاؤں یا جب میں مر لوں تو آزاد ہے، فرض اسی قسم ہے وہ الفاظ جن سے مرنے کے بعد اس کو آزاد  
 ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (جو ہر غیرہ، کتاب عقاق، باب تہرہ)

عربی زبان سے اسم مشتق ہے۔ معانی مزید یہ کہ اسے باب تفعیل سے مصدر ہا رد میں بطور حاصل مصدر مستعمل ہے۔ سب  
 سے پہلے 1680 کو قصیدہ ابو شعیمہ "عین مستعمل مائے۔"

جب آقا نے اپنی موت کے ساتھ آزادی متعین کیا

( إِذَا قَالِ الْمَوْلَىٰ لِمَمْلُوكِهِ إِذِمْتْ فَانْتَ حُرٌّ أَوْ أَنْتَ حُرٌّ عَنْ ذُبُرٍ مَّيَّ أَوْ أَنْتَ مَذْبُورٌ أَوْ  
قَدْ ذُبُرْتُكَ فَقَدْ صَارَ مَذْبُورًا ) : لِأَنَّ هَذِهِ الْأَلْفَاقَ صَرِيحٌ فِي التَّذْيِيرِ فَإِنَّهُ إِثْبَاتُ الْعِنَى  
عَنْ ذُبُرٍ

## 2.1

جب کسی مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ جب فوت ہو جاؤ تو آزاد ہو جاؤ یا میرے بعد تو آزاد ہو یا تو میرے پاس لے  
 چکے ہو یا تو وہ غلام ہو رہو جانے گا کیونکہ تم میری بدالفاظ صراحت کے ساتھ آئے ہیں۔ لہذا میرے ہونے سے آزادی ثابت ہو



مطلوہ کے ترجمہ خوب میں فہم سن فہم کہہ بیگن ۳۰، نے یہ وہ حد کی ہے کہ یہ بہت کی شے ہے اصل میں فہم کی کا  
دوسرا معنی ہے، اس دوسرے نام کی وجہ سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں جنت  
میں داخل ہوا دوں، عجم کی نذر (یعنی آؤ زنی) "سن من سبت سے نہیں سن سہا جائے گا۔"  
مذہب کے جدا ہونے پر قول کو پس نہیں لے سکتا۔ ہر مطلق و درجہ کے ہیں۔ مذہب ہر کہتے مذہب میں رکھ سکتے  
حد در کہتے ہیں۔ (۱) مکئی، (۲) شامی، (۳) عراقی

ہر برکی کچھ میں فقہی مذاہب اربعہ

ہر بروہا جس کے آقا کا فیصد ہو کہ وہ اس کی وصیت کے بعد زیادہ ہو چکے گا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان  
اور حدیث کا مقبول ہونا یہ ہے کہ ہر برکی کچھ پر ہے۔ اس بارے میں امام قطرانی نے چھ اقوال نقل کئے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں:  
وقال النووي الصحيح ان الحديث على ظاهره وانه يجوز بيع المذنب بكل حال ما لم يمت السيد (قطرانی  
) یعنی نووی نے کہا کہ کچھ بھی ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے درجہ میں ہر برکی کچھ پر ہے جب تک اس کا آؤ نہ ہو۔  
امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مذہب بھی ہے کہ ہر برکی کچھ پر ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور مالکیہ کا مذہب ہے  
کہ اگر مولیٰ مدین ہو اور دوسری کی بی بی یا بیواؤں سے قرض ۱۰۰ روپے تو ہر برکی ہر جہ سے روٹ نہیں۔ حنفیہ نے نماز کو بھی  
جن حدیثوں سے دلیل لی ہے۔ ان کا استدلال تو یہ مضبوط ہے لہذا ترجیح مذہب احناف کو ہے۔

جب آقا نے غلام کو خدمت یا اجرت کے ساتھ مقید کیا

قَالَ: وَلِلْمَوْلَى أَنْ يَسْتَحْجِمَهُ وَيُؤَاجِرَهُ وَإِنْ كَانَتْ أَمَةٌ وَطَنَهَا وَلَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا (وَلَا يُلْغِي فِيهِ نَائِلٌ لَهُ وَبِهِ تَسْتَفَادُ وَلَا يَمْلِكُ خِدْمَةَ التَّصَرُّفَاتِ  
(قِيَادًا مَاتَ الْمَوْلَى عَقِبَ الْمَمْتَرِ مِنْ نَتِجَ مَالِهِ) لِمَا رَوَيْنَا، وَلَئِنْ التَّذْيِيرَ وَصِيَّةً، لِأَنَّهُ  
تَسْرِعُ مُصَافٍ إِلَى وَفَيْتِ الْوُفُوتِ وَالْحُكْمُ غَيْرُ نَائِلٍ فِي الْحَالِ فَيُفَدُ مِنَ التَّلْثِ، حَتَّى  
لَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ يَسْعَى فِي ثَلَاثِهِ، وَإِنْ كَانَ عَلَى الْمَوْلَى ذِيَّةٌ يَسْعَى فِي كُلِّ  
قِسْمَةٍ، لِيَسْقُطَ الدَّيْنُ عَلَى الْوَصِيَّةِ وَلَا يُمْكِنُ نَقْضُ الْعِنَى فَيَحِبُّ رَدَّ قِسْمِهِ (وَوَلَدَ  
الْمُذْتَرَّةَ مُذْتَرًّا) وَعَلَى ذَلِكَ يُقَالُ إِخْمَاعُ الصَّخَابَةِ وَصِيَّ اللَّهُ عَنْهُمْ.

ترجمہ

فرماتے ہیں کہ اگر کوہر غلام سے خدمت لینے اور اسے کرایہ پر دینے کا اختیار ہے اور اگر باندی مدبرہ ہو تو آقا کو اس سے ولی

کرنے اور (اسی دوسرے سے) اس کا نکاح کرنے کا بھی حق ہے کیوں کہ ہر میں آقا کی ملکیت ثابت اور وصیت ہی سے نہ  
تصرف کی وصیت حاصل ہوتی ہے پھر جب آقا مر جائے تو وہ اس کے تہائی مال سے زیادہ جو اس حدیث پاک کی وجہ سے جوہر  
یہاں کر چکے ہیں اور اس سے کہہ دیا وصیت ہے کیوں یہ ایسا تحریر ہے جو قوت موت کی طرف منسوب ہے اور عمر کی احوال ثابت بھی  
نہیں ہے لہذا یہ حق تہائی مال سے نافذ ہوگا حتیٰ کہ اگر آقا کے پاس ہر کے علاوہ دوسرے کوئی مال نہ ہو تو غلام اپنے دو ٹکٹ میں کوئی  
ترے گا اور اگر آقا پر قرض ہو تو غلام اپنی پوری قیمت میں مائی کرے گا اس سے کہ قرض وصیت سے مقدم ہوتا ہے اور ہر برکی  
راوی و قلم کرنا نہیں نہیں ہے لہذا اس کی قیمت و کس کرنا ضروری ہے اور ہر برکی اول و دھکی مدبرہ ہوگی اور اسی پر بھی با کرام نہیں  
اللہ عزوجل کا اہتمام منظور ہے۔

شرح

سید بن مسیب کہتے تھے جب کوئی شخص اپنی عورت کو ہر کرے تو اس سے ولی کر سکتا ہے مگر حج یہ نہیں کر سکتا اور اس کی اور  
بھی مثل اپنی ماں کے ہوں گی۔ (موطأ امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1188)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

مدبر غلامی ہے یعنی اپنے مولیٰ کی ہیک سے۔ اس کو آزاد کر سکتا ہے مگر اس سے اس سے خدمت لے سکتا ہے مدبرہ  
پر دے سکتا ہے، اپنی ولایت سے اس کا نکاح کر سکتا ہے اور اگر کوئی مدبرہ ہے تو اس سے ولی کر سکتا ہے۔ اس کا دوسرے سے  
نکاح کر سکتا ہے اور مدبرہ سے اگر مولیٰ کی اولاد ہو تو تو وہ ام ولد ہوگی۔

جب مولیٰ مرے گا تو اس کے تہائی مال سے مدبر آزاد ہو جائے گا یعنی اگر تہائی مال ہے یا اس سے کم تو بقیہ آقا آزاد ہوگی  
اور اگر تہائی سے زیادہ قیمت کا ہے تو تہائی کی قدر آزاد ہوگی باقی کے لیے معایت کرے اور اس کے علاوہ اس کے پاس اور کچھ  
نہ ہو تو اس کے تہائی آزاد باقی دو تہائیوں میں معایت کرے۔ یہ اس وقت ہے کہ نہ شرط نہ زنت نہ دیں اور اگر زنت دیدیں یا اس کا  
کوئی وارث ہی نہیں توکل آزاد ہے۔ اور اگر مولیٰ پر ذین ہے کہ یہ غلام اس دین میں مستغرق ہے تو کل قیمت میں معایت کرے  
قرض خواہن کو آزاد کرے۔ (در مختار کتاب عتاق)

مدبر کو موت کے ساتھ معلق کرنے کا بیان

(وَإِنْ عَلَّقَ التَّذْيِيرَ بِمَوْتِهِ عَلَى صِفَةٍ مِثْلُ أَنْ يَقُولَ إِنَّ مِثْرًا مِنْ مَرَضِي هَذَا أَوْ سَقَرِي  
هَذَا أَوْ مِنْ مَرَضٍ كَذَا فَلَيْسَ بِمُذْتَبَّرٍ وَيَحُورُ بَيْعُهُ) لِأَنَّ السَّبَبَ لَمْ يَنْعَقِدْ فِي الْحَالِ  
لِتَرَدُّدِهِ فِي تِلْكَ الصَّفَةِ، بِخِلَافِ الْمُذْتَبَّرِ الْمُطْلَقِ، لِأَنَّهُ تَعَلَّقَ عَنْقُهُ بِمُطْلَقِ الْوُفُوتِ  
وَهُوَ كَأَنَّهُ لَا مَحَالَةَ (فَإِنْ مَاتَ الْمَوْلَى عَلَى الصَّفَةِ الَّتِي ذَكَرَهَا عَنْقٌ كَمَا يَعْنِي الْمُذْتَبَّرُ





## بَابُ الْاِسْتِیْلَاذِ

یہ باب ام ولد کے بیان میں ہے ﴿

باب استیلاذ کی فقہی مطابقت کا بیان

علماء میں ہم فقہی علیٰ اہل رحمہ لکھتے ہیں کہ باب استیلاذ کی فقہی مطابقت باب تدبیر کے ساتھ اس طرح ہے کہ ان دونوں ابواب میں آزادی موت کے ساتھ عقیدہ ہے۔ لہذا ان دونوں اسباب کے اشتراک کی وجہ سے انہیں آپس میں ملایا ہے۔ در یہ دونوں ابواب استحقاق عقد کے اعتبار سے ملحق ہے۔ البتہ باب تدبیر کے عقد کی وجہ سے یہ کہ وہ نسب ہے۔ کیونکہ اس میں آزادی لفظ محبوب کے ساتھ ہے جبکہ اس باب میں استیلاذ کے ساتھ ہے لہذا اس کو مقدم کر دیا ہے۔ اور استیلاذ مصدر ہے اس کو مفعول پکڑنا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱۰ ص ۳۱۶، بیروت)

اس سے پہلے باب میں چونکہ آزادی کو مقدم کرنا غلام کے ساتھ تھا اور اس میں باندی کے ساتھ ہے۔ اور جنس خلاصیت میں غلام باندی سے فضل ہے۔ کیونکہ یہیت غلام کا ہیبت باندی سے اعلیٰ ہوتا یا شیعہ ہے لہذا افضل کو مقدم کرنا اولیٰ تھا تو اس کو مقدم کر دیا ہے اور ام ولد والے باب کو اس سے مؤخر کر دیا ہے۔

ام ولد ہونے کا فقہی مفہوم

علماء مدلل و مدنی فقہی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ام وداں لونی کو کہتے ہیں جس کے بچہ پیدا ہوا اور موی نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے خواہ بچہ پیدا ہونے کے بعد اس نے اقرار کیا کہ نہ محض میں اقرار یہ ہو کہ یہ مجھ حمل سے ہے اور اس صورت میں ضروری ہے کہ اقرار کے وقت سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہو۔ (مختار کتاب حلق - باب استیلاذ، ج ۵ ص ۲۳۸، بیروت)

استیلاذ (۱) طلب بچہ کردن، فرزند خواستن۔ بار فرزند کردن کنیز کو را۔ ام ولد کردن محبت کردن یا کنیز کو تا از وی فرزند آید۔ (تاج المصادر، بیانی)

ولدت خواستن، غیث، (یا کنیز کو آمیدن برای فرزند شدن، محبت کردن یا کنیز کو تا از او فرزند باشد، (روزنی)

(طلب الولد من الامه، (تقریفات جرچانی)

(اصلاح فقہ) الاستیلاذ درانت مطلقاً یہ معنی طلب فرزند و شرط قرار دادن کنیز است بنام مادر کوک (ام ولد) و این عمل یہ دوش صورت پذیرد: یکی دوی کوک، و در بودن کنیز را نسبت بخود دیگر، لک بودن پدر مر کنیز را یعنی کنیز، و زریہ پدر کوک باشد۔

کذا فی جامع الرموز فی فصل التدمیر، (کشاف اصحاحات الفنون)

در اثر نزدیکی موی یا آمد خود ولدی بوجود آمدن اگر چہ علقہ باشد، استیلاذ موجب آن است کہ اعتبارات موی نسبت

بہستولہ محمد و شود و جز در موارد مخصوص ہو، نہ اور البتہ منتقل کنیز اگر نیکو انقباض سبب سرخ زرد آ زادی او گردد، منشوراً تقدیر اختیار ہوا  
آن است کہ مستولہ جس از مرگ موی از کم الارث ولد خود آ زاد شود۔

ام ولد ہونے کا شرعی ثبوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جس مرد کی باندی سے اس کی اولاد ہو جائے تو وہ باندی اس کے (انتقال) بعد آ زاد ہو جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 673)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت ابراہیم کی والدہ کا تذکرہ ہوا تو فرمایا: اسے اس کے بچے نے آ زاد کر دیا۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 674)

ام ولد سے متعلق اصلاحات

اسلام سے پہلے لوہڑوں اور ان کے بچوں کا وہ شرے میں بہت پست مقام تھا۔ لوہڑی کے بچوں کو آ زاد و تن کے بچوں کی نسبت حقیر سمجھا جاتا۔ ام وداں کو بیچنے کا دواں تو عرب میں کم ہی تھا لیکن تجھڑا بہت پایا جاتا تھا۔ اسلام نے اس ضمن میں یہ اصلاح کی کہ بیچنے والی لوہڑی جسے ام ولد کہا جاتا ہے، کی خدمت کی متعلق تقاضی ہو پر ممنوع قرار دیا گیا۔ ایسی لوہڑی اپنے خاوند کی بیوی کے ہم پایا قرار پائی، اس کے بچے کا بھی معاشرے میں وہی مقام قرار پایا جو کہ آ زاد عورت کے بچے کا تھا۔

حدثنا عبد الله بن محمد النخيلي، ثنا محمد بن سلمة، عن محمد بن إسحاق، عن خطاب بن صالح مولى الأنصار، عن أمه، عن سلامة بنت معقل امرأة من خارجة قيس عيلان، قالت: أقدمت بي عمى فى الجاهلية، فباعنى من الحباب بن عمرو أخى أبى اليسر بن عمرو، فولدت له عبد الرحمن بن الحباب ثم هلك، فقاتل امرأته: الآن والله تابعين فى ذنبه، فانبت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: يا رسول الله، ابنى امرأة من خارجة قيس عيلان قدم بي عمى المديدة فى الجاهلية، فباعنى من الحباب بن عمرو أحمى أبى اليسر بن عمرو، فولدت له عبد الرحمن بن الحباب، فقاتلت امرأته: الآن والله تابعين فى ذنبه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من ولئى الحباب؟" قيل: أحوه أبو اليسر بن عمرو، فبعث إليه فقال: "اعطوها، فإذا سمعتم مرقيق قدم عني فأتوني أعوضكم منها" (ابو داؤد، كتاب العتق، حديث (3953)

سلامہ بنت معقل بیون کرتی ہیں کہ میں خارجیہ قیس عیلان سے تعلق رکھتی ہوں اور اپنے بچے کے ساتھ آئی تھی۔ میرے بچے نے مجھے دور جاہلیت میں حباب بن عمرو کے ہاتھ بیچ دیا تھا جو کہ ابی الیسر بن عمرو کے بھائی تھے۔ میرے ہاں ان سے عبد الرحمن بن حباب کی پیدائش ہوئی، اس کے بعد حباب فوت ہو گئے۔ ان کی بیوی کہتی تھی، خدا کی قسم اب تو ہم اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے تمہیں بھیجیں گے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خارجیہ قیس طایان سے اپنے بچے کا منہ زور پر لیت میں مدینہ آئی تھی۔ انہوں نے مجھے جناب میں عمرو کے ہاتھ لگا دیا تھا اور میرے من سے عبدالرحمن بن حبیب کی پیرائش ہوئی ہے۔ اب ان کی بیوی کہہ رہی ہے کہ وہ ان کا فرض ادا کرنے کے لئے مجھے بھیج دیں گی۔" آپ نے فرمایا، "جناب کے بعد نہ ان کا سر پرست کون ہے؟" کہہ گی، ان کے بیوی کو یسیر بن عمرو۔ "آپ خود ان کے پاس تحریف لے گئے، ورنہ، انہیں آزاد کر دو۔ جب بھی کسی عمامہ کے بارے میں سنو تو میرے آجے آ کر وہاں میں جنہیں اس کا ماحول ضرور ملے گا۔"

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ تَوْسُطٍ، أَنَا وَكَأَنَّهُ عَصِمٌ، لَنَا أَبُو ذَكْوَانَ، يَقِي، الْهَمْلِيُّ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَفَعْتُ أُمَّ إِبْرَاهِيمَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: (أَغْفَقَهَا وَلَدُهَا، رَابِعًا، مَاحَةً، كِتَابَ الْعَقْرِ، حَدِيثُ (2516)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ام ابراہیم (ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا) کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا، "اس کے بچے نے اسے آزاد کر دیا ہے۔"

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: لَنَا وَكَأَنَّهُ عَصِمٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عِكْرَمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (رَبَّتَا رَجُلٍ وَلَدَتْ أَمَةً مِنْهُ، فَهِيَ مُعْتَقَةٌ عَنْ ذَمِّ مَوْلَاهُ) (اس ماحہ، کتاب العقی، حدیث 2515، مشکوٰۃ، کتاب العقی، حدیث (3394)۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جس شخص نے ہاں بھی کسی لونڈی سے بچہ پیدا ہو جائے تو وہ اس کے فوت ہونے سے آزاد ہو جائے گی۔"

ان دونوں احادیث کی سند میں اگرچہ حسین بن عبد اللہ ضیف راوی ہیں لیکن اس حدیث کی دیگر صحیح اسناد میں موجود ہیں۔ ہادی میں میں حدیث صحیح سند سے روایت کی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے من سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان فرمایا تھا کہ اسام ولد کی عقل خور پر روک کر اس کی آزادی پر عمل درآمد کیا جائے۔

حدیث عبد اللہ بن اسحاق بن ابی ابراہیم البغوی یا ابو زید بن طریف لا ابی ابراہیم بن یوسف الحضرمی یا الحسن بن عیسیٰ الحنفی عن الحكم بن أبان عن عكرمة عن بن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أم الولد حرة وإن كان سقطا. (دارقطني، کتاب المکاتب، مسند ابن الجعد)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "ام ولد آزادی ہے اگرچہ اس کا حمل ساقط ہو جائے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام ولد کی آزادی کو بچے کے پیدا ہونے سے شرط نہیں فرمایا بلکہ جس حمل شہرہ بنے سے

شرط فرمایا اگرچہ حمل بعد میں ضائع بھی ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس ضمن میں سختی سے ام ولد کی آزادی کو نڈھال کیا۔

حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ سَالِفٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: بَيِّنَا وَلِيدَةً وَلَدَتْ مِنْ سَيِّدِنَا، فَإِنَّهُ لَا يَبِيعُهَا، وَلَا يَهْبِئُهَا، وَلَا يُوْرُّهَا، وَهُوَ يَسْتَمْتَعُ بِهَا، فَإِذَا مَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ. (موطأ مالك، کتاب العقی، حدیث (2248)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: جس لونڈی کے بچے کی ام اپنے آقا سے بچہ پیدا ہو تو اس کی خدمات کو نہ تو بیچا جائے گا، نہ ہی کسی کو تمتعت منتقل کیا جائے گا، نہ ہی وراثت میں منتقل کیا جائے گا۔ وہ ایک ملک بنی اس سے فائدہ اٹھائے گا اور اس کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوگی۔

ام ولد کی بیع کی ممانعت کا بیان

(وَأِذَا وَلَدَتْ الْأَمَةُ مِنْ مَوْلَاهَا فَلَقَدْ صَارَتْ أُمًّا وَلَدٍ لَهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهَا وَلَا تَمْلِكُ بَيْعَهَا) لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (أَغْفَقَهَا وَلَدُهَا) أَخْبَرَ عَنْ إِعْطَائِهَا فَيُنْتَبِغُ مَعْصُومًا وَهُوَ حُرْمَةُ الْبَيْعِ، وَلَئِنْ الْجُزْئِيَّةُ قَدْ حَصَلَتْ بَيْنَ الزَّوْجِ وَالْمَوْطُوعِ بِوَسْطِطَةِ الْوَلَدِ فَإِنَّ الْمَاءَ بَيْنَ قَدْ اخْتَلَطَا بِحَيْثُ لَا يُمَكِّنُ الْمَيَّزُ بَيْنَهُمَا عَلَى مَا عَرَفَ فِي حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ، إِلَّا أَنَّ بَعْدَ الْإِنْفِصَالِ تَبَقِيَ الْجُزْئِيَّةُ حُكْمًا لَا حَقِيقَةً فَضَعُفَ السَّبَبُ فَأَوْجَبَ حُكْمًا مُزْجِلًا إِلَى مَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَتَقَاءَ الْجُزْئِيَّةُ حُكْمًا بِإِغْتِيَابِ النَّسَبِ وَهُوَ مِنْ جَانِبِ الرِّجَالِ.

فَكَذًا الْحُرِّيَّةُ تَنْبُتُ فِي حَقِّهِمْ لَا فِي حَقِّهِمْ، حَتَّى إِذَا مَلَكَتِ الْحُرَّةُ زَوْجَهَا وَقَدْ وَلَدَتْ مِنْهُ لَمْ يَمُتْ الزَّوْجُ الَّذِي عَمَلُكَ بِمَوْتِهَا، وَيَبْطُلُ عَنْهُ مَوْجَلُ بَيْتٍ حَقُّ الْحُرِّيَّةِ فِي الْحَالِ فَيَمْنَعُ جَوَارَ الْبَيْعِ وَإِخْرَاجُهَا إِلَى الْحُرِّيَّةِ فِي الْحَالِ وَيُوجِبُ عَقْدُهَا بَعْدَ مَوْتِهِ، وَكَذًا إِذَا كَانَ بَعْضُهَا مَمْلُوكًا لَهُ، لِأَنَّ الْإِسْلَامَ لَا يَتَحَرَّزُ فَإِنَّهُ فَرَعَ النَّسَبِ قَبْعَتُ بَاضِيَةٍ.

ترجمہ

جب باندی نے اپنے آقا (کے غلام) سے بچہ جاتا تو وہ اپنے آقا کی ام ولد ہوگی اور اسے بیچنا اور (دوسرے کی) ملکیت میں

۱۰ یا چار نہیں ہے کیونکہ پہلے چار کا شمار گرامی ہے اس کے لئے آزاد کروا کر آپ ﷺ کے باندی کے آزاد ہونے کی خبر دی، لہذا اس آزادی سے اس کے بعض احکام بھی ثابت ہو جائیں گے اور وہ بیع کا حرام ہونا ہے۔ اور اس لئے کواعلیٰ و مروجہ کے مابین لڑکے کے واسطے سے جزیہ ثابت ہو جاتی ہے اس لئے کہ دونوں پانی اس طرح ایک دوسرے سے مل گئے کہ ان میں فرق کرنا ناممکن ہے جبکہ حرمت مصاہرت میں یہ معلوم ہو چکا ہے اس وجہ سے بچہ لٹنے کے بعد یہ جزیہ نکلا جائے گا۔ ہاں یہ نہ کہ جزیہ لہذا سب کچھ ہو گیا وہی وجہ ہے اس سب سے ایسا حکم ثابت کیا جو موت کے بعد تک موقوف ہے اور حکم جزیہ کا پانی رہنا سب کے اعتبار سے ہوتا ہے اور سب کا اعتبار مردوں کی طرف سے ہوتا ہے اسی لئے آزادی بھی مردوں کے حق میں ثابت ہوگی مگر عورتوں کے حق میں ثابت نہیں ہوتی اگرچہ آزاد عورت اپنے شوہر کی لگ ہوگی اور اس شوہر سے اس کی اولاد بھی ہو تو بھی اس عورت کے مرنے سے اس کا شوہر آزاد نہیں ہوگا۔

اور آزادی مؤمن کا ثبوت (ام ولد میں) فی الحال حق آزادی کو ثابت کرتا ہے۔ لہذا اسے فی الوقت فروخت کرنا اور غیر حریت کی طرف نکالنا منع ہوگا اور قاضی کی موت کے بعد باندی کی آزادی کو ثابت کرے گی، ایسے ہی جب باندی کا کچھ حصہ قاضی کا ملک ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ استیلاء کے اجزاء نہیں ہوتے، اس وجہ سے کہ استیلاء سب کی فراغ ہے اس لئے اسے اس کی اصل پر قیاس کیا جائے گا۔

### ام ولد کی بیعت میں ممانعت کے دلائل کا بیان

اسلام سے پہلے لوٹریوں اور ان کے بچوں کا معاشرے میں بہت پست مقام تھا۔ لوٹری کے بچوں کو آزاد خانوں کے بچوں کی نسبت حقیر سمجھا جاتا۔ ام ولد کو بیچنے کا رواج تو عرب میں کم ہی تھا لیکن تھوڑا بہت پایا جاتا تھا۔ اسلام نے اس ضمن میں یہ اصلاح کی کہ بچے کی لونڈی جسے ام ولد کہا جاتا ہے، کی خدمات کی منتہی کو قسطنطین طور پر موقوف قرار دیا گیا۔ ایسی کوڑی اپنے ذہن کی آزاد ہونے کے ہم پل قرار پائی اس کے بچے کا بھی معاشرے میں وہی مقام قرار پایا جو کہ آزاد عورت کے بچے کا تھا۔

مسماہد متفقہ مختل بیان کرتی ہیں کہ میں جب قیس عیسیٰ سے نقل رکھتی ہو اور اپنے بچے کے ساتھ آتی تھی۔ میرے بچانے مجھے دور جاہلیت میں جب بن عمرو کے ہاتھ لگا دیتے جو کہ انکی ایسیر بن عمرو کے ہوتے تھے۔ میرے ہاں ان سے عبد الرحمن بن حباب کی بیعت ہوتی۔ اس کے بعد جب فوت ہو گئے۔ ان کی بیوی کی بیعت کی، خدا کی قسم اب تو ہم اس کے قرض کی ان کی بیعت کے لئے تمہیں بھیجیں گے۔"

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی، "یا رسول اللہ ﷺ میں خارجہ قیس علیہا نے اپنے بچے کے ساتھ دور جاہلیت میں مدینہ آتی تھی۔ انہوں نے مجھے حباب بن عمرو کے ہاتھ لگا دیا تھا اور میرے وطن سے عبد الرحمن بن حباب کی بیعت پیش ہوئی ہے۔ اب ان کی بیوی کی بیعت ہی ہے کہ وہ ان کا قرض ادا کرنے کے لئے مجھے بھیج دیں گی۔" آپ نے فرمایا، "حباب کے بعد نہ ان کا سر پرست کون ہے؟" کہا گیا، "ان کے بھائی ابوالیسر بن عمرو۔" آپ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور

فرمایا، "انہیں آزاد کرو۔" جب بھی کسی عداوت کے بارے میں سنتو میرے آجایا کرو۔ میں تمہیں اس کا معاوضہ دوں گا۔ (۱۰) راوی: کتاب الفتن، حدیث ۳۹۵۳

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ام ایبراہیم (ماریہ قطیبہ رضی اللہ عنہا) کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا، "اس کے بچے نے اسے آزاد کروا دیا ہے۔" (ابن ماجہ، کتاب الفتن، حدیث ۲۵۱۶)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جس شخص کے ہاں بھی کسی بیوی سے بچہ پیدا ہو جائے، تو وہ اس کے فوت ہونے ہی آزاد ہو جائے گی۔" (ابن ماجہ، کتاب الفتن، حدیث ۲۵۱۵، مشکوٰۃ، کتاب الفتن، حدیث ۳۹۹۴)

ان دونوں احادیث کی سند میں اگرچہ حسین بن عبد اللہ ضعیف راوی ہیں لیکن اس حدیث کی دیگر صحیح اسناد بھی موجود ہیں۔ درمی میں یہ حدیث صحیح سند سے روایت کی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی فرما تھا کہ ام ولد کی کوئی مکمل طور پر روک کر اس کی آزادی میں تردد نہ کیا جائے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "ام ولد آزاد ہی ہے اگرچہ اس کا حمل ساقط ہو جائے۔" (دارقطنی، کتاب الکاتب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام ولد کی آزادی کو بچے کے پیدا ہونے سے شروع نہیں فرمایا بلکہ حمل منظر ہونے سے شروع فرمایا، اگرچہ حمل بعد میں ضائع بھی ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس ضمن میں خنسی سے ام ولد کی آزادی کو نافذ کیا۔

حَدَّثَنِي سَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ: إِنَّمَا وَبِلِدَّةٍ وَلَدَتْ مِنْ سَيِّدِهَا، فَإِنَّهُ لَا يَبِيعُهَا، وَلَا يَبْرُئُهَا، وَهِيَ بَسْتَمُتُ بِهَا، فَإِذَا مَاتَ فَهِيَ حُرَّةٌ (موطأ مالك، کتاب

العق، حدیث ۲۲۴۸)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا، "جس بیوی کے بچے اپنے آقا سے بچہ پیدا ہو تو اس کی خدمت کو نہ تو بیچا جائے گا نہ ہی کسی کو خنسی منتقل کیا جائے گا نہ ہی خنسی منتقل کیا جائے گا۔ وہ مک کی اس سے فائدہ اٹھائے گا اور اس کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوگی۔"

یہ حکم جاری کرتے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تصریح فرمائی تھی کہ انہوں نے ایسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق کیا تھا۔

حدثنا محمد بن الحسن النقاش ثنا الحسن بن سفيان بن عمرو نا سفيان بن عيينة عن عبد الرحمن الألبريقی عن مسلم بن يسار عن سعيد بن المسيب أن عمر رضي الله تعالى عنه أعتق أمهات

الاولاد وقال عمر اعتقهن رسول الله صلى الله عليه وسلم. (دارقطني، كتاب المكاتيب)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب ام ولد لوٹیوں کو آزاد کیا تو فرمایا، "ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آزاد فرمایا تھا۔"

ام ولد کی آزادی میں حضرت فاروق اعظم کا اصول

آقا سے جس لوٹی کے اولاد پیدا ہوتا ہے اس کو ام ولد کہتے ہیں، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سے پہلے اس قسم کی لوٹیاں عام لوٹیوں کے برابر سمجھی جاتی تھیں، لیکن حضرت عمرؓ نے یہ عام قاعدہ مقرر فرمایا کہ اس قسم کی لوٹیاں نہ فروخت کی جائیں، نہ ان میں وراثت، نہ بیوی ہو سکتی، نہ ان کا بیہوش کیا جاسکے، بلکہ وہ آقا کی موت کے بعد آزاد ہو جائیں گی، اس طرح لوٹیوں کی آزادی کا نیا راستہ نکل آیا۔ (موطا امام محمد باب بیع امہات الاولاد)

حضرت ام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جو شخص اپنی لوٹی کو مدبر کرے بعد اس کے اس کی اولاد پیدا ہو پھر وہ لوٹی مولیٰ کے سامنے مروجے تو اس کی اوڑھ پائی ہوگی مروجے کی وجہ سے مروجے کا اور نسل مال میں عجائز ہو تو آزاد ہو جائے گی۔

حضرت ام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہر عورت کی اولاد اپنی مال کی مثل ہوگی اگر وہ مدبر ہے یہ مکاتیب ہے یا معتق الی ایض ہے یا محمد ہے یا معتق ایض ہے یا گروہ ہے یا ام ولد ہے۔ ہر ایک کی اولاد اپنی مال کی مثل ہوگی وہ آزاد تو وہ آزاد اور وہ لوٹی ہو جائے گی تو وہ بھی ملک ہو جائے گی۔

حضرت ام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر لوٹی کی حالت میں مدبر ہوئی تو اس کا بچہ بھی مدبر ہو جائے گا اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی جائیداد کو آزاد کر دیا اور اس کو معلوم نہ تھا کہ وہ اس کا بچہ بھی آزاد ہو جائے گا۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس طرح اگر ایک شخص حاملہ لوٹی کو بیچے تو وہ لوٹی اور اس کے بیٹ کا بچہ مشتری کا ہوگا خواہ مشتری اس کی شرط لگا کر بیوی نہ لگا کر ہو۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس طرح بائع کے لئے درست نہیں کہ لوٹی کو بیچے اور اس کا حاصل بیچے کیونکہ اس میں حوکا ہے شیعی بچہ پیدا ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کوئی شخص بیٹ کے لئے کو بیچے اس کی بیع درست نہیں۔

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر مدبر ہر اسے مولیٰ سے کہے تو مجھے ابھی آزاد کر دے میں تجھے بچاؤ دینا رقتا دار دینا ہوں مولیٰ کے بچا تھا تو آزاد ہے تو مجھے بچاؤ دینا یا بچاؤ کرکے اس سے دینا ہر سال دس دینا کے حساب سے مدبر اس پر مرضی ہو جائے بعد اس کے دو تین دن میں مولیٰ مر جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا اور بچاؤ دینا یا بچاؤ کرکے اس سے دینا ہوں مولیٰ کو گواہی جائز ہو جائے گی اور اس کی حرمت اور میراث اور حدود پورے ہو جائیں گے اور مولیٰ کے مر جانے سے ان بچوں کو دینا میں کچھ کمی نہ ہو گی۔ (موطا امام مالک، جہادوں: حدیث نمبر 1184)

ام ولد سے خدمات لینے کا بیان

قَالَ: وَلَهُ وَطْنُهَا وَاسْتَبَدَّ امُهَا وَاجَارَ نَهَا وَتَزَوَّجَهَا. لِأَنَّ الْمِلْتَ هِيَ قَانِمٌ قَانِيَّتِ الْمُدَبِّرَ وَلَا يَبْتَئُ نَسَبٌ وَلَيْدَهَا إِلَّا أَنْ يَغْتَرَفَ بِهِ. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ: يَنْبَتُ نَسَبُهُ مِنْهُ وَإِنْ لَمْ يَدْعُ، لِأَنَّهُ لَمَّا بَتَّ النِّسَبُ بِالْعَقْدِ فَلَاَنْ يَنْبَتُ بِالْوَطْنِ. وَأَنَّهُ أَكْثَرُ إِفْضَاءٍ أَوْكَى. وَلَنَا أَنَّ وَطْنَ الْأَمَةِ يُفْضَدُ بِقَصَاةِ الشَّهْوَةِ ذَوِ الْوَلَدِ، لَوْ جُودَ الْمَنَاعِ عَنْهُ فَلَا بُدَّ مِنَ الدَّعْوَةِ بِمَنْزِلَةِ مَالِكِ الْيَمِينِ مِنْ غَيْرِ وَطْنٍ، بِحَالِ الْعَقْدِ، لِأَنَّ الْوَلَدَ يَنْتَعِنُ مَقْصُودًا مِنْهُ فَلَا حَاجَةَ إِلَى الدَّعْوَةِ.

ترجمہ

فرمایا کہ آقا کا اس ام ولد سے جماع کرنا خدمت لینا اور اسے اجرت پر دینا اور اس کا نکاح کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ اس میں ملکیت موجود ہے تو یہ مدبر کے مشابہ ہوگی اور اس کے لئے کہ نسب آقا سے ثابت نہیں ہوگا مگر یہ کہ آقا اس کا فرار کرے۔ ام ولد شافعی فرماتے ہیں کہ اس کے بچے کا نسب آقا سے ثابت ہو جائے گا اگرچہ آقا اس کا دعویٰ نہ کرے۔ اس وجہ سے کہ جب عقد نکاح سے نسب ثابت ہو جائے تو جماع سے درج اولیٰ ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ جماع عقد نکاح سے زیادہ بچے کی طرف سے ہے، ہاں اگر دہلی میں ہے کہ باندی کے جماع سے نفاذ شہوت مقصود ہوتی ہے سوائے ولد کے۔ کیونکہ بچے کے نسب کے متعلق پایا جا رہا ہے اس لئے کہ نسب کا دعویٰ کرنا نام نہان ہے جس طرح کہ وہ باندی کو ملکیت میں ہو اور اس سے جماع نہ کیا گیا ہو جبکہ عقد میں ایسا نہیں ہے کیونکہ عقد نکاح سے بچے کا حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اس دہلی کے پیش نظر دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے۔

ام ولد کے مدبر کے مشابہ ہونے کا فقہی بیان

صاحب برائے نے مذکورہ عبارت میں یہ بیان کیا ہے کہ ام ولد سے خدمت لینا اور اس کی طرح اس سے جماع کرنا اور اس کو اجرت پر دینا نکاح کرنا سب کے لئے اس کی دلیل منصف علیہ الرحمہ نے یہ بیان کی ہے کہ ام ولد میں ملکیت کا وجود پایا جا رہا ہے اور مذکورہ کام ملکیت کے سبب کے پیش نظر ثابت ہوئے ہیں۔ لہذا جب ملکیت یعنی اصل جو مذکورہ احکام کا سبب ہے وہ پایا گئی تو حکم بھی اسی طرح پایا جائے گا۔

ام ولد اور اولاد کے درمیان علیحدگی کی ممانعت کا فقہی بیان

خادم خاندان کو بیچ کر بھی دے دیا گیا کہ ان کی قسم کی منگی کی صورت میں ان کے خاندان کو الگ نہ کیا جائے گا۔  
حدیثنا عمر بن حفص بن عمر الشیبانی أخبرنا عبد الله بن وهب أخبرني حبي عن أبي عبد الرحمن

الحسلی عن ابی ایوب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من فرق بین والدہ وولدها فرق اللہ بینہ وبنین احبہ یوم القیامۃ۔ قال ابو عیسیٰ ولی الباب عن علی وھذا حدیث حسن غریب۔ والعمل علی ھذا عند اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم کھوا الطریق بین الہی بین الولدہ وولدها وبنین الولد وبنین الاخوۃ۔ (ترمذی، کتاب الجہاد، حدیث (1566)

حضرت سیدنا ابوالیوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "جس نے ماں اور اس کے بیٹے کو الگ کیا، اللہ قیامت کے دن اس کو اس کے پیاروں سے الگ کر دے گا۔"

ترمذی کہتے ہیں، "یہ حدیث حسن غریب درجے کی ہے اور اس کی روایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام یا بیادور دیگر اہل علم کا عمل بھی یہی ہے۔ وہ اس بات کو سخت ناپسند کرتے تھے کہ غلاموں میں ماں اور بیٹے، باپ اور بیٹے اور بہن بھائیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔"

حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُنِيتَ بِالنِّسَاءِ أَغْطَى أَهْلَ الْبَيْتِ عِيْقًا كَرَاهِيَةً أَنْ يُعْرِقَ بَيْنَهُمْ، (ابن ابی شیبہ؛ حدیث (23265)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی جنگی قیدیوں کی خدمات کو تقسیم کرتے تو ان کے ایک پورے گھرانے کو ایک گھر کی خدمت کے لئے دیا کرتے۔ آپ اسے سخت ناپسند فرماتے کہ ایک ہی گھر کے افراد میں علیحدگی کر دوائے۔

حَدَّثَنَا حُفَظٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: بَحَثَ مَعِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُلَامَتَيْنِ سَبْعِينَ مَسْمُومَتَيْنِ أَبْيَهُمَا، فَلَمَّا أَبْيَهُمَا، قَالَ: بَحَثْتُ أَوْ قُرُوتٌ؟ قُلْتُ: قُرُوتٌ، قَالَ: فَأَذِرْ لِي أَذْرِي. (ابن ابی شیبہ؛ حدیث (23258)

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو جنگی قیدی غلاموں کو میرے ساتھ کچھ کران کی خدمات کو فروخت کر دیا جائے۔ جب میں واپس آیا تو آپ نے پوچھا، "انہیں کتنا رکھا ہے یا الگ الگ؟" میں نے عرض کیا، "الگ الگ۔" آپ نے فرمایا، "تمہیں اس بات کا علم ہو چاہیے تھا کہ نہیں، الگ کرنا جائز نہیں ہے۔"

حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِيهِ طَائِفَةَ ابْنَيْ حُسَيْنٍ، أَنَّ زَيْنَةَ بِنْتَ خَدَاجَةَ قَدِمَتْ بِغُفَيسٍ مِنْ أَيْلَةٍ، فَأَخْبَرَتْ بَنَاتِهَا بِمَا بَعْضُهُمْ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى امْرَأَةً مِنْهُمْ تَبْكِي، قَالَ: مَا شَأْنُ هَذِهِ؟ فَأُخْبِرَ أَنَّ زَيْنَةَ بَاتَتْ وَلَدَهَا، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَدْتَهُ أَوْ شِئْتَهُ. (ابن ابی شیبہ؛ حدیث (23257)

حضرت فاطمہ بنت حسیں بیان کرتی ہیں کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ابلیس سے واپس آئے۔ انہوں نے کچھ غلاموں کی خدمات کو فروخت کر دیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آپ نے ایک خاتون کو روٹے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا، "انہیں کیا ہو؟" آپ کو بتایا کہ یہ زید بن حارثہ کی خدمات کو فروخت کر رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (خدمات خریدنے والوں سے) فرمایا، "یا تو ان سے بیٹے کو واپس کر دیا پھر اس کی خدمات کو بھی خرید لو۔"

حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ، عَنْ أَبِي ثَوْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ قُرُوحٍ، قَالَ: كَتَبَ عَمْرُو: إِنَّ لَتَقْرَأُوا بَيْنَ الْأَخَوَيْنِ. (ابن ابی شیبہ؛ حدیث (23259)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قانون بنایا، "(خدمات کی منتقلی کے وقت) دو بھائیوں میں علیحدگی نہ کروائی جائے۔"

حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ، عَنْ عَمْرِو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قُرُوحٍ، عَنْ زَيْنَةَ قَالَتْ: عَنْ أَبِيهِ: إِنَّ عَمْرُو، قَالَ: لَا تَقْرَأُوا بَيْنَ الْأُمِّ وَوَلَدِهَا. (ابن ابی شیبہ؛ حدیث (23260)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قانون بنایا، "(خدمات کی منتقلی کے وقت) ماں اور اس کی اولاد میں علیحدگی نہ کروائی جائے۔"

حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، قَالَ: قَالَ عِقَالٌ: أَوْ حَكِيمٌ يُرْ عِقَالٌ قَالَ: كَتَبَ عُفَّانُ بْنُ عَقَّانٍ إِلَى عِقَالٍ: أَنَّ يَشْمُسِي مَنَةً أَهْلِي بَيْتِ يَرْفَعُهُمْ إِلَى الْقَدِيدَةِ، وَلَا تَشْتَرِي لِي شَيْئًا تَقْرَأُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ وَالِدَيْهِ. (ابن ابی شیبہ؛ حدیث (23261)

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عقال کو لکھا، "ایک ہی خاندان کے سوا افراد کی خدمات کو خرید کر نہیں بیچنا روا نہ کرو۔"

خدمات کی خریداری اس طرح سے مت کرنا جس کے نتیجے میں اور والدہ اور والدین میں علیحدگی ہو جائے۔"

ان احادیث کو درج ذیل حدیث کے ساتھ مل کر پڑھا جائے تو صورت اور واضح ہو جاتی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ عَنْ زُكْرَى عَنْ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَبِيلَةَ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنْ عَاسِ بْنِ رَسُولٍ لَسَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَاذَ بْنِ جَبْرِ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ اتَّقِ دُعَاةَ الْمَطُومِ فَإِنَهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ. قَالَ أَبُو عِيسَى وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي سَعِيدٍ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو مَعْبُدٍ اسْمُهُ نَافِلٌ. (ترمذی، کتاب الادب، حدیث (2014)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنا کر بھیجا تو فرمایا، "ظلم کو بددعا سے بچنا۔ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔" ترمذی نے اس حدیث کو اس ابواب پر، "عبداللہ بن عمر اور ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔"

اس معاملے میں مسلمانوں کے اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کسی بھی حالت میں غلاموں کے خاندان کو تقسیم نہیں کیا

جائے گا۔ خطائی کہتے ہیں:

و لا یختلف مذاهب العلماء فی کراهة التفريق بین الجارية و ولدھا الصغیر سواء کانت مسیبة من بلاد الکفر او کان الولد من زنا او کان زوجھا اهلها فی الاسلام فجاءت بولد . و لا اعلمھم یختلفون فی ان التفريق ینھما فی العتق جائز و ذلک ان العتق لا یمنع من الحصاة کما یمنع منها البیع . (خطیبی، معالم السنن، کتاب الجہاد)

ایک نوید ای اور اس کے چھوٹے بچے کو عہدہ کرنے کے بارے میں علماء کے نقطہ ہائے نظر میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ دشمن کے کسی ملک سے آئی ہو یا اس کا بچہ یا کارکن کا قیدی ہو یا اس کے، مکوں نے اس کی شادی مسلمانوں میں کر دی ہو (برصورت میں اس کا بچہ نہ کہ پسر ہی رہے گا)۔ اس معاملے میں بھی مجھے کوئی اختلاف نہیں مل سکا کہ (میں یا اپنے میں سے کسی ایک کو) آزاد کر دینے کی صورت میں عہد کی جڑ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زائد کر دینے کی صورت میں تو اس اپنے بچے کی پرورش کر سکتے ہیں، غرض ہمت کی منتہی کی صورت میں نہیں۔

ولد ثانی کیلئے ولد اول کا ثبوت نسب میں عدم اقرار کا بیان

(فَإِنْ) حَاجَا تَ بَعْدَ ذَلِكَ بَوْلُهُ لَبَسَ نَسَبَهُ بِغَيْرِ إِقْرَارٍ مَغْنَاهُ نَعْدَ اغْتِرَابِ مِنْهُ بِالْوَلَدِ الْأَوَّلِ؛ لِأَنَّهُ بَدَعُوهُ الْوَلَدَ الْأَوَّلَ تَعَيَّنَ الْوَلَدُ مَقْصُودًا مِنْهَا فَصَارَتْ فِرَاشًا كَالْمَقْصُودِ (إِلَّا أَنَّهُ إِذَا نَسَاهُ يَنْفِي بِقَوْلِهِ) لَوْلَا فِرَاشُهَا ضَعِيفٌ حَتَّى يَمْلِكَ نَقْلُهُ بِالتَّزْوِيجِ، بِخِلَافِ الْمُنْكَوْحَةِ حَيْثُ لَا يَنْفِي الْوَلَدُ بِغَيْرِهِ إِلَّا بِالْبَلْعَانِ؛ لِتَأْكِيدِ الْفِرَاشِ حَتَّى لَا يَمْلِكَ إِبْطَالُهُ بِالتَّزْوِيجِ، وَهَذَا الَّذِي ذَكَرْنَاهُ حُكْمٌ.

فَأَمَّا السَّابِقَةُ، فَإِنْ كَانَ وَطْنُهَا وَحَصْنُهَا وَلَمْ يَنْزِلْ عَنْهَا يَلْزُمُهُ أَنْ يَعْتَرِفَ بِهِ وَيَتَعَدَّى؛ لِأَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ الْوَلَدَ مِنْهُ، وَإِنْ عَرَلَ عَنْهَا أَوْ لَمْ يُحْصِنْهَا جَارَ لَهُ أَنْ يُنْفِيَهُ؛ لِأَنَّ هَذَا الظَّاهِرَ يُغَالِبُهُ ظَاهِرُ آخَرٍ، هَكَذَا رَوَى عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَجَمَهُ اللَّهُ، وَفِيهِ وَوَاتَيْنَ أَخْرَجَانِ عَنْ أَبِي يُوسُفَ وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَجَمَهُمَا اللَّهُ ذَكَرْنَاهُمَا فِي كِفَايَةِ الْمُنتَهَى.

ترجمہ

پس جب آقا کے پہلے کا اقرار لیا جائے گا تو اگر اس کے بعد دوسرا ایسا یا باندی سے پیدا ہوگا تو اقرار کے بغیر اس کا نسب ثابت ہو جائے گا اس کا حکم یہ ہے کہ تا کی طرف سے پہلے بچے کے اقرار کے بعد جبکہ اس باندی سے بچے کا حصول مقصود نہیں۔

متعین ہو چکا ہے تو یہ ام ولد فرماں ہوگی جس طرح شادی شدہ عورت فرماں ہو جاتی ہے مگر جب آقا دوسرے سے بچے کی نئی کر دے تو اس کے قبوں سے اس بچے کے نسب کی نئی ثابت ہو جائے گی کیونکہ اس کا فرماں نہ کر دے۔ اسی لئے شہرانی مکتوجہ کا کہنا ہے کہ اگر تیسرا اس فرماں کو ختم کرنے کا مالک نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ کم لیکن دیانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ اگر تیسرا ہم وہد سے جمع کر لیں اور اس سے محفوظ رکھا اور اس سے عزل نہیں کیا تو آقا کے لئے ضروری ہے۔ اس بچے کا اقرار کرے اور اس کا دعویٰ کرے کیونکہ خطہ بریک سے بچہ اسی کا ہے۔ اگر آقا اس سے عزل کرنا چاہیں اس کو محفوظ نہیں رکھتا تو اس بچے کی نئی کرنا جواز ہے۔ اس لئے اس کو اس طے ہر کے متعلق میں ایک اور دعا پڑھ لی ہے اسی طرح امام ابو حنیفہ نے بیان کیا ہے اور صاحبین سے دور روایات اور بھی روایت کی گئی ہیں۔ جن کو ہم نے کفایت السنن میں بیان کر دیا ہے۔

شرح

صاحب دہلی نے مذکورہ عبارت میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ ولد ثانی کیلئے الگ اقرار لینا ضروری نہ ہوگا کیونکہ جب آقا پہلے بچے کا اقرار کر چکا ہے اور دوسرا بچہ بھی اسی باندی سے پیدا ہوا ہے۔ اس مسئلہ کی دلیل یہ ہے ولد اول ولد ثانی کیلئے بطور صلہ و شمار حکم اور ولد ثانی ولد اول کیلئے فرع بطور حکم ہوا اور دونوں میں علت مشترکہ اقرار اول ہے۔ ہاں البتہ جب دو نئی کر دے گا تو حکم ولد ثانی سے ختم ہو جائے گا کیونکہ علت مشترکہ کا معدوم ہونا حکم کے عدم کو لازم ہے۔ (رضوی غفرلہ)

ام ولد کی خدمات کے انتقال میں بعض فقہی نظریات

ام ولد خطابی نے معالم السنن میں بیان کیا ہے کہ دور جاہلیت میں بھی ایسا بہت ہی کم ہوتا تھا کہ کوئی اپنے بچے کی ماں کی خدمت کسی اور کی طرف منتقل کر دے۔ اپنے بچے کی ماں کو منتقل کرنا آسان کام نہیں۔ اگر ایسا کرتے ہوئے بچے کو ماں سے الگ کر لیا جائے تو یہ جہنم کا عمل ہوگا جس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین نے ہمیشہ منع فرمایا ہے۔ اگر بچے کی ماں کو منتقل کرتے ہوئے بچے کو اس کے ساتھ ہی رہنے دے تو وہ کوئی نامعیرت مندرپ ہوگا جو اپنے بچے کو کسی اور کی غلامی میں جے نہ سکا۔

اس روایت کو سیدنا ابن ربیع رحمہ اللہ رضی اللہ عنہما سے منسوب کیا گیا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی جمیل اقدام ہے لی میں جن کا ذاتی کردار خود اس روایت کی نئی کر دیتا ہے۔ بخاری کی مشہور روایت کے مطابق سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے والد جب جنگ احد میں شہید ہوئے تو یہ تیرہ جوان تھے اور ان کی چھوٹی چھوٹی بہنیں تھیں جن کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا۔ انہوں نے اپنے جوانی کے جذبات کو ایک طرف رکھ کر ایک بڑی عمر کی خاتون سے شادی کر لی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایسا صرف اپنی بہنوں کے لئے کیا ہے تاکہ وہ بڑی عمر کی خاتون ان کی بہنوں کی دیکھ بھال آسانی سے کر سکیں۔ ایسے کردار کے شخص سے کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے بچے کی والدہ کو کسی اور کی طرف منتقل کر دے گا؟

اس روایت سے بظاہر تاثر یہ ملتا ہے کہ ام ولد کی خدمات کو فروخت کرنا عہد رس میں گویا ایک عام معمول تھا۔ اگر یہ سچا تھا تو کس ضمن میں اس کی روایت ملتی چاکھیل جن میں لوگوں نے ام ولد کی خدمات کو منتقل کیا ہو۔ عہد رس ملت میں ایہ ایک ہی واقعہ ہے جس کی طراح ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود پر کراس معا لے کر دوک دیا۔ عہد رس ملت تو کیا درج بیت میں بھی ایسے واقعات استثنائی تھے۔

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی بات کو سمجھنے میں کسی راوی کو شبہ یہ غلطی لاحق ہوئی ہے۔ انہوں نے کچھ اور فرمایا ہوگا سنا راوی نے کچھ کا کچھ کر دیا ہے۔ غائب گن ہے کہ انہوں نے یہ بیان فرمایا ہوگا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے پہلے ام ولد کی خدمات کو منتقل کرنے کے خلاف حکومت کی جانب سے باقاعدہ کارروائی نہیں کی گئی تھی جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسے قابل تحریر جرم قرار دے دیا گیا تھا۔

ام بغوی نے شرح السنہ میں بیان کیا ہے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس اقدام سے پہلے لوگوں میں کچھ تشویش پائی جاتی تھی۔ آپ کے اس اقدام کے بعد سب لوگوں کا ذہن اس معاملے میں واضح ہو گیا اور اس پر امت کا اجماع ہو گیا کہ ام ولد کی خدمات کو منتقل نہیں کیا جائے۔

ام ولد کے نکاح کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا بیان

( فَإِنْ رَزَقَهَا فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَهُوَ فِي حُكْمِ أُمِّهِ ) لِأَنَّ حَقَّ الْخُرُوجِ يَسْرِي إِلَى الْوَلَدِ كَالْتَلْبِيسِ ، أَلَا تَرَى أَنَّ وَلَدَ الْخُرُوجِ حُرٌّ وَوَلَدَ الْفَيْزِ رَقِيقٌ وَالنَّسَبُ يَنْبُتُ مِنَ الزَّوْجِ لِأَنَّ الْفَيْزَ رَأْسُ لَهْ ، وَإِنْ كَانَ السَّكَّاحُ فَاقِيدًا إِذْ الْفَاقِيدُ مُلْحَقٌ بِالصَّاحِبِ فِي حَقِّ الْأَحْكَامِ ، وَلَوْ ادَّعَا الْوَلَدُ أَنَّهُ لَا يَنْبُتُ نَسَبُهُ مِنْهُ لِأَنَّهُ قَابِلُ النَّسَبِ مِنْ غَيْرِهِ ، وَيُعْتَقُ الْوَلَدُ وَتَصِيرُ أُمُّهُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ لِإِقْرَارِهِ .

ترجمہ

اور جب تھانے اپنی ام ولد کا نکاح کر دیا تو اس کے بعد اگر اس نے بچہ پیدا کیا تو وہ بچہ اپنی ماں کے حکم میں ہوگا اس نے کہ آزاد ہونے کا حق بچے کی طرف سرائیت کر جاتا ہے جس طرح تدبیر میں سرائیت کر جاتا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ آزاد عورت کا بچہ آزاد ہوتا ہے۔ اور خاص باندی کا بچہ خاص غلام ہوتا ہے۔ اور سب طرح سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن اسی کا ہوتا ہے اگر بچہ نکاح فاسدی کیوں نہ ہو اس وجہ سے کہ نکاح فاسدی احکام میں نکاح صحیح کے ساتھ ملا ہوا ہے اس لئے کہ اگر آپ اس بچے کا دعویٰ بھی کرے تو آپ اسے اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس بچے کا نسب آپ کے علاوہ دوسرے باپ سے ثابت ہے اور بچہ آزاد ہو جائے گا اور اس کی ماں اس آقا کی ام ولد ہو جائے گی کیونکہ آپ اس کا اقرار کر چکا ہے۔

شرح

اس سے عروہ بن زہیر نے بیان کیا کہ یہ مندرجہ فیہ اللہ عنہ نے فرمایا جب بنی ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زہد کی باندی کے بچے کو اپنے قبضے میں لے لے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ لڑکا میرا ہے۔ پھر جب حج مکہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) تشریف لائے تو سعد رضی اللہ عنہ نے زہد کی باندی کے لڑکے کو لے لیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عہد بن زہد بھی ساتھ تھے۔ سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے۔ جو زہد (میرے والد) کی باندی کا لڑکا ہے۔ انہوں نے قرآن پر یہ پڑھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہد کی باندی کے لڑکے کو دیکھا تو واقعی وہ حبیبی صورت پر تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عہد بن زہد! تمہاری پرورش میں رہے گا۔ کیوں کہ بچہ تمہارے والدین کے قرآن میں پیدا ہوا ہے۔ آپ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اے سوہد بن زہد! رضی اللہ عنہما! (مومنین) اس سے پردہ یہ کہ یہ بیادیت آپ نے اس لیے کی تھی کہ بچے میں حبیبی شبابت دیکھ لی تھی۔ سوہد رضی اللہ عنہ عجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں۔ (بخاری) اس حدیث میں ام ولد کا ذکر ہے۔ یہاں یہ حدیث لائے کا یہی مطلب ہے۔

آقا کی موت کے بعد ام ولد کا پورے مال سے آزاد ہونا

( وَإِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ عَقَّتْ مِنْ جَمِيعِ الْمَالِ ) لِخَدِيبِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَبِّبِ ( أَنَّ السَّيِّدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِعُنَى أَهْلِيهِ الْأَوْلَادِ وَأَنَّ لَا يَبْعَنَ فِي ذَلِكُمْ وَلَا يُجْعَلَنَّ مِنْ الذَّلِيلِ ) . وَلَئِنْ الْحَسْبَ إِلَى الْوَلَدِ أَضْلَيْتَ فَقَدْ عَلَيَّ حَقَّ الْوَلَدَيْنِ وَالذَّيْنِ كَالْمُكْتَفِينَ ، بِخِلَافِ التَّلْبِيسِ ؛ لِأَنَّهُ وَصِيَّةٌ بِمَا هُوَ مِنْ زَوْلِدِ الْخَوَالِجِ .

ترجمہ

اور جب آقا فوت ہو جائے تو ام ولد مکمل مال کے ساتھ آزاد ہو جائے گی۔ کیونکہ حضرت سعید بن مسیب کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے اہل بیت کو آزاد کرانے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ اس کو کسی قرض میں فروخت نہ کیا جائے اور اس کو تہائی مال کے ساتھ آزاد نہ کیا جائے اس لئے کہ بچے کی ضرورت اصل ہے اس وجہ سے یہ راء ہے کہ حق اور قرض پر مقدم کر کے بچے جیسے مکمل ذہن تدبیر کے خلاف کیونکہ تدبیر ضرورت اصل سے آزاد ہونے کی وصیت ہے۔

موت کے بعد ام ولد کی آزادی میں عداہب اور بچہ

ام ولد کو کوٹری ہے جو اپنے مالک کو بیٹے۔ اگر غلام کو بیٹے ہیں کہ وہ مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے۔ ام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی یہی قول ہے اور امام احمد اور اسحاق بھی اسی طرف ہیں۔ بعض علماء نے کہا وہ آزاد نہیں ہوتی اور اس کا بیع جائز اور امام شافعی کی یہی قول ہے اور امام احمد اور اسحاق بھی اسی طرف ہیں۔ بعض علماء نے کہا وہ آزاد نہیں ہوتی اور اس کا بیع جائز

تے۔ ترجیح قول دہی کو کا ہے۔ قیمت کی نشانی دہی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ اس لیے اسے تاکہ شہود ہو کہ مرد کی بیع جائز نہیں اور ام ولد کا بیچنا یا اس کا بیٹا اولاد کی ملک میں رہن قیامت کی نشانی ہے۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں: وقد اختلف السلف والخلف فی عتق ام الولد و فی جواز

بیعہا فالنائب عن عمر عدم جواز بیعہا۔

یعنی نائب اور شف کا کام وہ کہ آزادی اور اس کی بیع کے بارے میں مختلف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کا عدم جواز ثابت ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ بعد رسالت میں پھر بعد نبی میں ام ولد کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے عہد میں تجو صناع کی نہ پران کی بیع کو ممنوع قرار دے دی اور بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ وقتی فیصلہ ایک اجتماعی مسئلہ بن گیا۔

قال الطیبی هذا من اقوی الدلائل علی بطلان بیع امہات الاولاد و ذلك ان الصحابة لو لم یعلموا ان الحق مع عمر لم يتابعوه علیه ولم يسکروا عنه (حاشیہ بخاری ج ۱: ص 344) یعنی طیبی نے کہا کہ حضرت عمر کا یہ فیصلہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ اولاد والی لونڈی کا بیچنا باطل ہے۔ اگر صحابہ کرام یہ نہ جانتے کہ حق عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے تو وہ نہ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے اور نہ اس فیصلہ پر خاموش رہتے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہی حق تھا۔

الفاظ حدیث: ان للامامۃ ربہا کے ذیل میں شارحین لکھتے ہیں۔ الرب لغة السيد و المالك و المربی و المنعم و المراد ههنا المولى معناه اتساع الاسلام و استبلاء اہلہ علی الفرق و اتخاذہم سراری و اذا استولد الجارية كان الولد بمنزلة ربہا لانه ولد سيدہا و لانه فی الحسب كابیہ اولان الاماء یلدن المملوك فتصیر الامام من جملة السراعیاء و هو كناية عن عتق الاولاد بان یعامل الولد امہ معاملة السيد امہ الخ (شرح بخاری)

یعنی رہن سخت میں سید اور مالک اور مربی اور منعم کو کہا جاتا ہے۔ یہاں مولد مراد ہے۔ یعنی یہ کہ اسلام بہت وسیع ہو چکا اور مسلمان ترکوں پر غالب آ کر ان کو غلام بناتیں گے اور جب لونڈی پر چڑھتے تو گویا اس نے خود اپنے مالک کو ختم دیا۔ اس لیے کہ وہ

اس کے مالک کا بچہ یا وہ حسب میں اپنے باپ کے۔ غنہ ہے یا یہ کہ لونڈیاں یا دشمنوں کو غنہ میں جس نہ مٹی رعایا میں ہو چکی ہے۔ یا اس جملہ میں اولاد کی تا فرمایاں پر اشارہ ہے کہ اولاد اپنی ماں کے ساتھ ایسا رہتا و کرے گی جیسا کہ ایک لونڈی کے ساتھ اس کا آ کر رہتا و کرتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرب قیمت کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ لونڈیوں کی اولاد دایمہ بن جائے گی۔

مالک کے قرض خواہوں کے سبب ام ولد پر کمائی کے عدم وجوب کا بیان

(و لا یسعیۃ علیہا فی ذین الموالی للغمراء) لَمَّا رَوَّيْنَا ، وَلَئِنَّا لَكَيْسَتْ بِمَالٍ مَقْتُومٍ حَتَّى لَا تَضْمَنَ بِالغَضَبِ عَنْهُ اَبَى حَبِيبَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَاتَّعَلَقَ بِهَا حَتَّى الْغَمْرَاءُ كَالْفِصَاصِ ، بِخِلَافِ الْمُدْبِرِ ، لِأَنَّهُ مَالٌ مَقْتُومٌ۔

ترجمہ

اور ام ولد پر آ کر کے قرض داروں کے لئے کمائی واجب نہیں ہوگی اس حدیث کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں کیونکہ ام ولد ماقوم نہیں ہے بلکہ غصب کی وجہ سے مرد مضمون نہیں ہوگی اس لئے ام ولد سے قرض داروں کا تعلق نہیں ہوگا جیسے قصاص ہے جبکہ مرد میں اس طرح نہیں ہے۔ اس لئے کہ مرد بر مال مقوم ہے۔

شرح

اس مسئلہ کی دلیل مذکورہ روایات میں بیان کردہ حدیث ہے۔ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ ام ولد کا مال مقوم نہ ہونا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وہ مال کے قرض داروں کو قرض کرنے کی مکلف نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اس تکلیف کی ہیبت ہی نہیں ہے۔ اور غیر کے حق میں کسی کو مکلف کرنا درست نہیں ہے۔

اس مسئلہ کی دلیل دوسری یہ ہے کہ اس مسئلہ کو قصاص پر قیاس کیا گیا ہے۔ جس طرح قصاص وہیوں کیلئے ام ولد مکلف نہ ہوگی اور البتہ مرد اس صورت میں فرق کرنا فقہی تفریق کے طور پر ضروری ہوگا کیونکہ بطور عموم ام ولد اور مرد میں فرق واضح ہے۔

نصرانی کی ام ولد کے مکاتحہ کی طرح ہونے کا بیان

(وَإِذَا أَسْلَمْتَ أَمَ وَلَدُ النَّصْرَانِي فَقَلْبُهَا أَنْ تَسْعَى فِي فَيْعَتِهَا) وَهِيَ بَيْنُوْلَةُ الْمُكَاتَبِ لَا تُعْتَقُ حَتَّى تَوَدَّى السَّعَايَةَ ، وَقَالَ وَقُرَّ رَحِمَهُ اللّٰهُ : نَعْتَقُ فِي الْخَالِ وَالسَّعَايَةَ ذَيْنَ عَلَيْنَا ، وَهَذَا الْخِلَافُ فِيمَا إِذَا عُرِضَ عَلَى الْمَوْلى الْإِسْلَامَ فَأَبَى ، فَإِنْ أَسْلَمَ تَقَى عَنَى خَالِهَا . لَمْ أَنْ إِزَالَةَ الدُّلِّ عَنْهَا بَعْدَ مَا أَسْلَمَتْ وَاجِبَةً وَذَلِكَ بِالنَّبِيِّ أَوْ الْإِعْتَاقِ وَقَدْ تَعَلَّرَ الْأَمِيحُ فَتَعَيَّنَ الْإِعْتَاقُ .



وَلَمَّا أَنَّ النَّظَرَ مِنَ الْحَايِينَ فِي خَلِيلِهَا مَكْنَبَةً ۖ لِأَنَّهُ يَنْدَفِعُ الذُّلُّ عَنْهَا بِصِرُّورِ رِيَّتِهَا حُرَّةً  
يَسَدًا وَالصَّرْرَ عَنْ الذُّمِّ لِأَنِّيَابَهَا عَلَى الْكُتْبِ بَلَا لَشَرِّ الْحُرَّةِ قَبِيلُ الذُّمِّ ابْنِي  
مَدَنِي مِلْكِهِ ۖ أَمَّا لَوْ أُغِيقَتْ وَهِيَ مُفْلِسَةٌ تَتَوَاتَى فِي الْكُتْبِ وَمَالِيَّةٌ أَمْ الْوَلَدُ يَتَقَدَّمُ  
السُّمِّيُّ مُتَقَوِّمَةٌ فَيَتَرُكُ وَمَا يَتَقَدَّمُ ۖ وَلَئِنَّا إِنْ لَمْ نَكُنْ مُتَقَوِّمَةً فِيهِ مُحْتَرَمَةً ۖ وَهَذَا  
يَكْفِي لِرُجُوبِ الصَّمَانِ كَمَا فِي الْقَصَاصِ الْمُتَشَرِّكِ إِذَا عَقَّا أَحَدَ الْأَزْلِيَاءِ يَجِبُ  
الْمَالُ لِلْبَائِقِينَ

( وَلَوْ مَاتَ مَوْلَاهَا عَقَّتْ بِلَا يَسْعَايَةِ ) ۖ لِأَنَّا هُمْ وَلَدُ لَهُ ۖ وَلَوْ عَجَزَتْ فِي حَيَاتِهِ لَا تُرَدُّ  
فِيهِ ۖ لِأَنَّا لَوْ رُدَّتْ فَبِهِ أَعِيدَتْ مَكْنَبَةُ لِقِيَامِ الْمُوجِبِ

ترجمہ

اور اگر گھرائی کی ام ولد ایمان لے آئے تو وہ خوش کرے گی اپنی قیمت کے لئے اور وہ مکاتبہ کی طرح ہو جائے گی اور وہ آزاد  
نہیں ہوگی جب تک وہ سعایہ نہ ادا کر دے امام زفر بیان فرماتے ہیں کہ وہ اسی وقت آزاد ہو جائے گی اور سعایہ یا اس پر قرض ہوگا اور یہ  
اختلاف اس صورت میں ہے جب آقا پر اسلام پیش کیا گیا ہو اور اس نے انکار کر دیا ہو اس کے بعد اگر وہ ایمان لے آئے تو امام وہ  
اسی حالت میں لوٹ آئے گی امام زفر یہ دلیل دیتے ہیں کہ امام ولد مسلمان ہونے کے بعد اس سے ذلت کو دور کر دینا واجب ہے اور یہ  
الہیاء تو حق ہے ہوگا یا آزاد کر دے سے ہوگا اور حق تو یمن ہو سکتی ہے اس لئے آزاد کرنا یمن ہو گیا اور ہم کہتے ہیں امام ولد کو غرائی  
بنانے میں ہر دونوں طرف سے شفقت ہے کیونکہ امام ولد کے قبضہ کے اعتبار سے آداب ہونے کی وجہ سے اس سے ذلت دور ہو جائے  
گی اور ذی سے ضرر دور ہو جائے گا اس لئے کہ امام ولد کی حریت کا شرف حاصل کرنے کے لئے آقا اس کو کہنے پر ابھارے گا  
اور ذی اپنی ملکیت کا بدلہ پے گا اور اگر وہ امام ولد اسی وقت زبردستی جائے اس حال میں کہ وہ مخلص ہو تو وہ کمائی کرنے میں سستی  
کرے گی۔ اور ذی اپنی ام ولد کی ریت کو مستحکم سمجھتا ہے اس لئے ذی کو اس کے اعتقاد کے ساتھ چھوڑ دینے کا اور اس کے امام  
وہ کی مالیت اگرچہ مستحکم نہیں اس کے باوجود بھی وہ محترم ضرور ہے۔ اور اس کا محترم ہونا اس کے مغان کے واجب ہونے کے لئے  
کافی ہے۔ جس طرح قصہ مشترک میں اگر ایک ولی معاف کر دے تو دوسروں کے لئے مال واجب ہوگا اور جب اس کا آقا  
مرجے تو قیام وہ دوسری کے بغیر آزاد ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ امام ولد ہے اور آقا کی زندگی میں وہ سعایہ سے عاجز ہو گئی تو وہ دوبارہ  
خالص باندگی نہیں ہوگی۔ کیونکہ اگر اسے خالص غلام قرار دیا جائے تو وہ دوبارہ مکاتبہ ہو جائے گی کیونکہ سب موجود ہے۔

شرح

ام ولدہ کو لٹری ہے جو اپنے مالک کو کہے۔ اگر غلام ہی کہے ہیں کہ وہ مالک کے مرے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہ

اور امام شافعی کا بیان کہ اس سے اور امام احمد اور شافعی بھی اس طرف گئے ہیں۔ بعض علماء نے کہا وہ آزاد نہیں ہوتی اور اس کی بیع جائز  
ہے۔ ترجیح قول اس میں کو حلال ہے۔ قیمت کی نشانی ولی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ اس سے لے کر کاشا رہو کہ دوسری بیع  
جائز نہیں اور امام ولد کا بیگانا یا اس کا اپنی اولاد کی ملک میں رہتا قیامت کی نشانی ہے۔

امام سہلانی فرماتے ہیں: وقد اختلف السلف والخلف في عتق ام الولد وفي جواز بيعها فالثابت عن  
عمر عدم جواز بيعها بل يكتفي سلف اور خلف کام ولد کی آزادی اور اس کی بیع کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عمر رضی  
اللہ عنہ سے اس کا عدم جواز ثابت ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ عہد رسات میں پھر عہد صدیقی میں ام ولد کی خرید و فروخت ہو کر تھی  
تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں کچھ صریح کی بخاری ان کی بیع کا ممنوع قرار دے دیا اور جہد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
کے اس فیصلے سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اس لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ وقتی فیصلہ ایک اہم مسئلہ بن گیا۔

قال الطيبي هذا من أقوى الدلائل على بطلان بيع امهات الاولاد وذلك ان الصحابة لو لم يعلموا ان  
الحق مع عمر لم يتابعوه عليه ولم يسكتوا عنه (حاشیہ بخاری ج 1 ص 344)

یعنی جی نے کہا کہ حضرت عمر کا یہ فیصلہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ او۔ دولی کو بیچنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی یہ کرام یہ نہ  
جانتے کہ حق عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے تو وہ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع کرتے اور نہ اس فیصلہ پر خاموش  
رہتے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ حق تھا۔

الفاظ حدیث: ان تلتد الاما رہبسا کے ذیل میں شارحین لکھتے ہیں۔ الرب لغة السيد والمالئ  
والعربی والمنعم والمراد ههنا المولى معناه اتساع الاسلام واشتباع اهله على الترتك واتخاذهم سرارى  
واذا استولد الجارية كان الولد بمنزلة لربها له ولد سيدها ولانه في الحسب كتابه اولان الاماء بعدن  
المسلوك فتصير الامام من جملة الرعايا او هو كتابه عن عقوق الاولاد بان يعامل الولد امه معاملة السيد  
امته الحج (شرح بخاری)

یعنی ربت لغت میں سید اور مالک اور مرثی اور مشرک کہا جاتا ہے۔ یہاں مولامراد ہے۔ یعنی یہ کہ اسلام بہت وسیع ہو جائے گا  
اور مسلمان ترکوں پر غلبہ کران کو غلام بنائیں گے اور جب کوئی بیچے تو گویا اس نے خود اپنے مالک کو غلام بنا لیا۔ اسے کہہ  
اس کے مالک کا بیچے یا وہ حسب میں ہے۔ بے باپ کے مانند ہے یا یہ کوئی بے بادشاہوں کو تنہا کی پس امام بھی رعایا میں ہو جائیں  
گے۔ یا اس جہد میں اولاد کی تفریبات پر اشارہ ہے کہ اولاد کی بیعت کے ساتھ یا بڑا کرے کہ جیسے کہ ایک کو لٹری کے ساتھ اس  
کا آقا تارک کرتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرب قیامت کی ایک بیعتی نشانی ہے کہ کوئی بیوی کی اولاد بادشاہ بن جائے گی

دوسرے کی باندگی سے نکاح کے ذریعے بھی حاصل کرنے کا بیان  
( وَمَنْ اسْتَوْلَ اَمَةً غَيْرَهُ يَدْخُلُ حَاكِمَ مَلِكِهَا صَارَتْ اَمَ وَلَدُ لَهُ ) وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ

لَا تَصِيرُ اُمٌّ وَلَدَ لَهٗ ، وَلَوْ اَسْنَوْا لَهَا يَمْلِكُ يَمِيسُ ثُمَّ اَسْتَحَقَّتْ ثُمَّ مَلَكَهَا تَصِيرُ اُمٌّ وَلَدٍ  
لَهٗ عِنْدَنَا ، وَلَهٗ فِيْهِ قَوْلَانِ وَهُوَ وَلَدٌ الْمَغْرُوْرُ .  
لَهٗ اِنَّهَا عَيْشَتْ بِرَقِيْبٍ فَلَا تَكُوْنُ اُمٌّ وَلَدَ لَهٗ كَمَا اِذَا عِلَقَتْ مِنَ الزَّانَا ثُمَّ مَلَكَهَا الزَّانِي ،  
وَهَذَا لِاَنَّ اُمُوْمِيَّةَ الْوَلَدِ بَاغِيَا غُلُوْقِ الْوَلَدِ حُرًّا ، لِاَنَّهُ جُزْءُ الْاُمِّ فِيْ تِلْكَ الْحَالَةِ  
وَالْجُزْءُ لَا يَحَافِظُ الْكُلَّ .  
وَلَمَّا اَنَّ السَّبَبَ هُوَ الْجُزْئِيَّةُ عَلٰى مَا ذَكَرْنَا مِنْ قُلِّ ، وَالْعُزْبِيَّةُ اِنَّمَا تَنْتَبِئُ بَيْنَهُمَا يَنْسِبُ  
الْوَلَدُ الْوَاحِدَ اِلٰى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَمَا وَقَدْ بَيَّنَّ السَّبَبُ فَتَنْتَبِئُ الْجُزْئِيَّةُ بِهَيْدِهِ  
الْمُوَاسِطَةِ ، بِخِلَافِ الزَّانَا ، لِاَنَّهُ لَا تَنْسَبُ لِيْهِ الْوَلَدُ اِلَى الزَّانِي ، وَاِنَّمَا يَعْتَقُ عَلٰى الزَّانِي  
اِذَا مَلَكَهٗ ، لِاَنَّهُ جُزْءٌ حَقِيْقَةٌ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ .  
لَظِيْرُهُ مَنْ اَشْرَى اَحَاهُ مِنَ الزَّانَا لَا يَعْتَقُ ، لِاَنَّهُ يُنْسَبُ اِلَيْهِ بِوَسِطَةِ نِسْبَتِهِ اِلَى الْوَلَدِ  
وَهِيَ غَيْرُ ثَابِتَةٍ .

ترجمہ

جس شخص سے کسی دوسرے کی باندی سے نکاح کر کے بچہ حاصل کیا پھر وہ اس باندی کا، لگ بھگ بن گیا اس صورت میں وہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ وہ باندی ام ولد نہیں ہوگی۔ اور اگر ملک بچین کے ساتھ کسی باندی سے بچہ حاصل کیا ہو تو اس کے بعد اگر وہ باغی بن جائے تو اس بچہ مستود اس کا مالک بن گیا تو اس صورت میں ہمارے نزدیک وہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے اس بارے میں دو قول ہیں اور پہلی ولد ام ولد ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ باندی غلام سے حاملہ ہوئی ہے اس لئے وہ مستولہ کی ام ولد نہیں ہوگی جبکہ اس صورت میں دونوں سے حاملہ ہوئی ہو پھر زانی اس کا مالک ہو گیا ہو۔ کیونکہ ام ولد ہونا بچے کے آزادگی قرار پانے کے بعد سے ہے اسی وجہ کہ حمل کی حالت میں بچہ اپنی ماں کا حصہ ہوتا ہے اور جوڑک سے بھیگی جڑا نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک استیلا کا حکم جزییت کی طرح ہے جو کہ ہم بیان کر چکے ہیں داخلی اور موصوٹ کے درمیان اسی وقت جزییت ثابت ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک کی طرف ولد کی نسبت کی جائے اور اس صورت میں نسب ثابت ہے اس لئے اسی واسطے سے جزییت بھی ثابت ہوگی۔ جبکہ زانی میں سے نہیں ہے کیونکہ زانی زانی کی طرف بچے کی نسبت کو ثابت نہیں کرتا۔ اور جب زانی بچے کا مالک ہو جاتا ہے تو زانی اس پر زائد ہے اس وجہ سے کہ وہ بچہ کسی واسطے کے بغیر حقیقی طور پر زانی کا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح کسی نے زنا سے

پیدا ہونے والے اپنے بھی کو فریاد تو وہ بھی اس خریدنے والے پر آزمائش ہوگا کیونکہ وہ بھی باپ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اس خریدنے والے کی طرف منسوب ہوگا جبکہ باپ کی نسبت ثابت نہیں ہے۔

شرح

حضرت ابو سعید خدری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق مرفوع نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزوہ اوطس میں گرفتار ہونے والی لونڈیوں کے بارے میں فرمایا کہ کسی حاملہ عورت سے اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب تک کہ اس کے دلادت نہ ہو جائے اور اگر حاملہ سے بھی اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب تک کہ اس کو ایک حیض نہ آجائے (احمدیوں، دیلمی) اگر کسی غیر مرد کو کسی کم عمری کی جسے یا زیادہ عمر ہو جانے کے سب سے حیض نہ آتا ہو تو اس کا استہرہ یہ ہے کہ ایک مہینہ کی مدت تک اس کے پاس جانے سے اجتناب کرے جب کہ ایک مہینہ گزر جائے تب اس سے جماع کرے اس صورت کو اس حدیث میں سنے اور نہیں سمجھے کہ یہ کہ لقلیل الوجود اور تاردار ہے۔ بوڑھی حیض کی حالت میں کسی کی ملکیت میں آئے تو استہرہ میں حیض کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ دوسرے پورے حیض کا اعتبار کیا جائے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بوڑھی کے لئے بھی ملکیت کا پیدائش استہرہ کو واجب کرتا ہے چنانچہ چاروں ائمہ کا یہی مسلک ہے نیز یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دارالحرب سے کسی کا فرود بخو روڑھی کے پکڑ لانے سے اس کا پہلا نکاح حتم ہو جاتا ہے یعنی کدہ سے جبکہ وغیرہ کی صورت میں ان کی جو شادی شدہ عورتیں بطور بوڑھی ان کے شوہروں سے ان کی زوجیت کا حلقہ نہ ہو چکا (لیکن اس پر دوسری حدیث کا ذخیرہ منسوب مطلق ہے خواہ اس کے خلاف بھی ان کے ساتھ نہ ہوں۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک کا مسلک یہی ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر میاں بیوی دونوں ایک ساتھ چھو کر لڑائے چکیں تو اس صورت میں ان کا نکاح باقی رہتا ہے۔

اور حضرت روح بن ابی ثابت الانصاری کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزوہ حنین کے دن فرمایا کہ جو شخص فہم و قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کی بیٹی کو اپنے پانی سے حرام کرے۔ یعنی اس عورت سے جماع کرنا جو بطور باندی کے ہاتھ لگی ہے اور کسی دوسرے کے غصہ سے حاملہ ہے جو نکاح ہے اور جو شخص خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کدہ سے جنگ میں گرفتار شدہ لونڈی سے اس وقت تک جماع نہ کرے جب کہ ایک حیض آنے یا ایک مہینہ گزرنے کا انتظار کرے اس کا استہرہ نہ کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے یہ بھی درست نہیں ہے کہ وہ اس قیمت کو بیچے جب تک وہ تقسیم نہ ہو جائے (یعنی اس قیمت میں کسی قسم کا تصرف اور خفیانت نہ کرے) ابوداؤد اور امام ترمذی نے اس روایت کو فقط زرع لفظ لکھا ہے۔

بیٹے کی باندی سے بچہ پیدا ہونے کا بیان

(وَ اِذَا وَطِئَ عَجَاةٌ اُنْثٰی فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَلَا عَاقِبَہٗ لَیْسَ نَسَبُہٗ مِنْہٗ وَ صَارَتْ اُمٌّ وَلَدَ لَہٗ وَ عِنْدَہٗ

فِيمَئِهَا وَلَيْسَ عَلَيْهِ غُفْرُهَا وَلَا قِيَمَةُ وَلَدِهَا ) وَقَدْ ذَكَرْنَا الْمَسْأَلَةَ بِذَلِكَ يَهِيَ فِي كِتَابِ  
السَّحَابِ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ ، وَإِنَّمَا لَا يَضْمَنُ قِيَمَةَ الْوَلَدِ ، لِأَنَّهُ انْعَلَقَ حُرُّ الْأَصْلِ لِاسْتِنَادِ  
الْمِلِكِ إِلَى مَا قَبْلَ الْإِسْتِبْلَادِ .

( وَإِنْ وَطَّءَ أَبُو الْأَبِ مَعَ بَقَاءِ الْأَبِ لَمْ يَنْبُتِ النَّسَبُ ) لِأَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لِلْجَدِّ خَالَ قِيَمِ  
الْأَبِ ( وَلَوْ كَانَ الْأَبُ مَيِّتًا كَبَتِ مِنْ الْجَدِّ حَتَّى يَنْبُتَ مِنَ الْأَبِ ) ، لَيُظْهَرُ وَلَا يَتَوَعَّدُ  
فَقَدْ الْأَبِ ، وَحُرُّ الْأَبِ وَرَفَقَهُ بِمَنْزِلَةِ مَوْتِهِ ، لِأَنَّهُ قَاطِعٌ لِمَا لَوَلَايَةَ

ترجمہ

اور جب باپ نے اپنے بیٹے کی باندی سے جماع کر لیا اور باندی نے بچہ اور باپ نے اس بچے کا موطی کیا تو باپ سے اس  
بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا اور وہ باندیاں کی ام ولد ہو جائے گی اور باپ پر اس باندی کی قیمت لازم ہوگی لیکن اس کا مہر باپ پر  
لازم نہیں ہوگا اور نہ ہی اس باندی کے بچے کی قیمت لازم ہوگی اور یہ بات ہم کتاب النکاح میں دلائل کے ساتھ بیان کر چکے  
ہیں ۔ اور باپ اس بچہ سے بچے کی قیمت کا ضامن نہیں ہوگا اس وجہ سے کہ وہ بچہ حرام اصل ہو کر حمل قرار پایا تھا اس لئے کہ بچے کے  
حاصل ہو کر نہ سے پہلے ہی باپ کی ملکیت کا اقرار ہو چکا تھا اور جب باپ کے ہوتے ہوئے دادا نے اپنے پوتے کی باندی سے  
جماع کر لیا تو نسب ثابت نہیں ہوگا اس لئے کہ باپ کے ہوتے ہوئے دادا کو ولایت حاصل نہیں ہے اور جب باپ فوت ہو چکا ہو تو  
دادا سے نسب ثابت ہو جائے گا جس طرح باپ سے ثابت ہو جاتا ہے اس وجہ سے کہ باپ کے موجود نہ ہونے سے دادا کی ولایت  
ثابت ہو جاتی ہے ۔ اور باپ کا کافر ہونا اور غلام ہونا اس کی موت کے درجے میں ہے اسی وجہ سے اس کے ساتھ بھی ولایت منتقل ہو  
جاتی ہے ۔

شرح

اگر باندی سے آقا نے جماعت کی اور اسے حمل پھر گیا ، یہاں تک کہ اس نے صحیح سالم ہندوست یا کم زور بچہ جنا یا اس کا استطاق  
ہو گیا یا اس نے مردہ بچہ کو جنم تو وہ آقا کے انتقال کے بعد آزاد ہو جائے گی اور بچہ آقا کی شہادت کیا جائے گا اور اگر بچہ زندہ رہا تو اپنے  
دادا کا وارث ہوگا ، اب مالک نہ تو باندی کو فروخت کر سکتا ہے اور نہ ہیہہ خلفائے اربعہ کے تہد میں بھی اس پر یہ سکتا عمل کرتا  
تھا نہ چنے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : ما ہت بدک فی بیع کی کی ہے ، نہ انھیں فروخت کیا جائے گا کہ اور نہ ہیہہ کیا  
جائے گا اور نہ وراثت میں بانٹا جائے گا ۔ آقا جب تک زندہ رہے ، ام ولد سے تنسح کرتا رہے اور جب مر جائے تو وہ آزاد رہے ۔

باندی سے اس کے بچہ کو بھی الگ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے ، ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے : جو اس اور اس کے بچے کے  
درمیان جدائی کرانے کا ، قیامت کے دن اللہ اس کے محبوب کے درمیان جدائی ڈال دے گا ۔ کچھ لوگ اپنی باندی سے

جماعت تو کرتے تھے مگر اس خوف سے عزل کر لیتے تھے کہ اگر اسے حمل پھر گیا اور اس سے بچہ پیدا ہو گیا تو وہ آزاد ہو جائے گی ، ابیہ  
کرنے کو اللہ کے رسول ﷺ نے پسند نہیں فرمایا ۔ کیوں کہ اس سے اس کا قاق آزاد ہو جائے ۔

( موطا امام مالک ، کتاب العقی ، مسند احمد بن حنبل ، جامع الترمذی ، کتاب السیر )

حضرت امام ، لکھتے ہیں کہ بھوک سے حدیث پہنچی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنس کے ذریعہ لوٹروں کے  
استبراء کا حکم فرماتے تھے بشرطیکہ ان لوٹروں کو جنس آتا ہو اور اگر کوئی بوڑھی ایسی ہوتی تھی جس کو جنس نہیں آتا تھا تو اس کے لئے تین  
مہینہ مدت کے ذریعہ استبراء کا حکم دیتے تھے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ جن لوٹروں کو جنس آتا ہے ان  
سے ان کے لئے مالک اس وقت تک جہاد نہ کریں جب تک تین مہینہ کی مدت نہ گزر جائے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر کو نہ  
پانی پانے سے منع کیا : تفریح : حدیث کے آخری جملہ میں حاملہ بوڑھی کے استبراء کا حکم ہے کہ اگر کوئی بوڑھی صلی کی حالت میں اپنی  
ملکیت میں آئے تو اس سے اس وقت تک جماع نہ کیا جائے جب تک کہ وہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے تاکہ اس بوڑھی کے رحم  
میں جو ایک دوسرے شخص کے غنفہ کا حمل ہے اس سے اپنے غنفہ کو لب کا اختلاط نہ ہو ۔ غیر حاملہ بوڑھی کے بارہ میں مجہولہ کا  
مسلک یہ ہے کہ جس بوڑھی کو جنس نہ آتا ہو اس کا استبراء یہ ہے کہ اس کے ساتھ اس وقت جہاد کیا جائے جب کہ اپنی ملکیت میں  
”نے کے بعد اس پر پورا ایک یا اس سے زائد عہد گزر جائے اور بعض حضرات نے اس حدیث کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ غیر حاملہ کا  
استبراء یہ ہے کہ اس سے اس وقت جماع کیا جائے جب کہ اپنی ملکیت میں آئے کے بعد اس پر تین مہینے یا اس سے زائد عہد  
گزر جائے ۔

مشترکہ باندی کے ام ولد ہونے کا بیان

( وَإِذَا كَانَتْ الْجَارِيَةُ بَيْنَ شَرِيكَيْنِ فَجَاءَتْ بِوَلَدٍ فَلَا عَادَةَ أَحَدُهُمَا كَبَتِ نَسَبُهُ مِنْهُ )  
لِأَنَّهُ لَمَّا كَبَتِ النَّسَبُ فِي نَصْفِهِ لِمَصَادِقِهِ مِلْهُ كَبَتِ فِي الْبَاقِي ضَرُورَةً لَّأَنَّهُ لَا يَنْتَحِرُ ؛  
لِمَا أَنَّ سَبَبَهُ لَا يَنْتَحِرُ وَهُوَ الْعُلُوقُ إِذَا الْوَلَدُ الْوَاحِدُ لَا يَتَعَلَّقُ مِنْ مَاءِ بَيْنِ .

( وَصَارَتْ أُمُّ وَلَدِهِ ) ؛ لِأَنَّ الْإِسْتِبْلَادَ لَا يَنْتَحِرُ عَنْدَهُمَا ) وَعَنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ  
يَصِيرُ نَصَبُهُ أُمُّ وَلَدِهِ لَمْ يَتَمَلَّكَ نَصَبُ صَاحِبِهِ إِذْ هُوَ قَابِلٌ لِلْمِلِكِ وَيَضْمَنُ نَصْفَ  
فِيمَئِهَا ) ؛ لِأَنَّهُ تَمَلَّكَ نَصَبُ صَاحِبِهِ لَمَّا اسْتَكْمَلَ الْإِسْتِبْلَادَ وَيَضْمَنُ نَصْفَ غُفْرًا  
لِأَنَّهُ وَطَّءَ جَارِيَةً مُنْتَحَرَةً ، إِذْ الْمِلْكُ يَنْبُتُ حُكْمًا لِلْإِسْتِبْلَادِ فَيَتَعَبَقُهُ الْمِلْكُ فِي  
نَصَبِ صَاحِبِهِ بِخِلَافِ الْأَبِ إِذَا اسْتَوْلَدَ جَارِيَةً ابْنَهُ ؛ لِأَنَّ الْمِلْكَ هُنَاكَ يَنْبُتُ

شَرُّهَا لِأَسْبَابِهَا فَتَقَدَّمَهُ قَصَارٌ وَأَطْنَأُ مِلْكٌ نَفْسِيهِ (وَلَا يَعْرُفُ قِيَمَةَ وَلَدِيهَا) : وَلَئِنْ  
النَّسْتُ يَنْتَبِهُ مُسْتَبْتِدًا إِلَى وَفَيْتِ الْعُلُوقِ فَلَمْ يَتَعَلَّقْ شَيْءٌ مِنْهُ عَلَى مِلْكِ الشَّرِيبِ .

ترجمہ

اور جب کوئی باندی دوسرا گاہ کے درمیان مشترک ہو اور اس نے بچہ جن دیا اور دونوں شرکاء میں سے کسی ایک نے دھوکہ دیا تو  
مدی سے اس بچے کا دھوکہ ثابت ہو جائے گا کیونکہ جب وہ نصف ولد میں سے تو اس شریک کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ بچہ  
اس کی ملکیت سے ملا ہوگا۔ لہذا البتہ میں لازمی طور پر اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ نسب میں اجزاء نہیں ہوتے۔ لہذا اس  
کے نسب کا سبب یعنی عوق میں بھی اجزاء کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ ایک بچہ دونوں شخصوں سے حمل قرار نہیں دیا جاتا۔ اور وہ باندی مدی کہنے ام  
ولد ہو جائے گی۔ لہذا اطفالین کے نزدیک استیلا کے اجزاء نہیں ہوتے۔ جبکہ حضرت امام عظیم رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدی کے  
حصے میں وہ اس کی ام ولد ہو جائے گی۔

اس کے بعد مدی اپنے شریک کے حصے کا بھی مالک ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ حصہ ملکیت کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور  
مدی اس باندی کے آدھے حصے کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ اس نے مشترک باندی سے جماع کیا ہے۔ اور وہ شخص استیلا کے سبب بھی طور  
پر ملکیت ثابت ہو چکی ہے اور وہی کرنے کے ساتھ جس اس کے ساتھ میں وادی کی ملکیت ثابت ہوگی۔

جبکہ باپ کے خلاف ہے کیونکہ اس نے اپنے بیٹے کی باندی سے وادی کر کے ام ولد بنانے والا ہے لہذا ملکیت استیلا کی شرط  
بن کر ثابت ہوگی۔ اور استیلا اسے مقدم ہوگی۔ اور باپ اپنی ملکیت سے جماع کرنے والا ہے۔ اور مدی باندی کی بچی کی قیمت کا  
ضامن نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کے نسب وقت طوق کی طرف ہو کر ثابت ہو جائے گا۔ اور اس بچے کا کوئی بھی حصہ شریک کی ملکیت پر  
محمول نہ ہوگا۔

شرح

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے : علماء کرام کا جماع ہے اگر کسی مرد کے بستر پر پیدا ہوا اور دوسرا شخص اس کا دھوکہ  
کرے تو بچہ کی نسبت دھوکہ کرنے والے کی طرف نہیں کی جائے گی، لیکن اگر بچہ بستر کے علاوہ (شاوی کے بغیر) پیدا ہو تو اس  
میں اختلاف ہے۔ اگر عورت بیوی نہ ہو اور ذات سے بچہ پیدا ہو جائے اور ذاتی اس کا دھوکہ کرے تو کیا اس بچے کی نسبت اس کی طرف  
کی جائے گی؟ مہر ہو، مگر ام کا کہنا ہے کہ اس حالت میں بچہ کی نسبت اس کی طرف نہیں کی جائے گی۔ حسن اور ابن سیرین اور عروہ  
امام شعبی، اسحاق، سلیمان بن یسار رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ بچہ اس (زانی کی طرف منسوب ہوگا)

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے (علی بن حاتم نے ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت  
کیا ہے کہ ان کا قول ہے : میرے خیال میں اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ جب کوئی مرد کی عورت سے زانی کرے اور اس سے وہ

مرد ہو اور وہ اس حمل میں ہی اس سے شادی کر لے اور اس پر پردہ ڈالے رکھے اور وہ بچہ اس کا ہوگا)۔ (المفہوم 9 / 122)  
نے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر کسی مرد نے اپنے زانی کے بچے کی نسبت اپنی کرنے کا مطالبہ کیا اور وہ عورت اس کی بیوی نہ ہو تو اس بچے کے  
الحاق اس کی طرف کر دیا جائے گا۔ (المفہوم 6 / 625)

جس باندی سے وادی نہ کر سکا اور مشاغلہ مشترک ہے یا مکاتبہ یا مشترک یا بارضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے اس سے وادی حرام ہو وہ  
الجبہ کے حکم میں ہے۔ (ریحان کتاب نظر و اباحت، ج ۹ ص ۶۵۵)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب کوئی ایسی لوطی جس سے جماع کیا جاتا تھا بہن کی جائے یا فروخت  
کی جائے یا آزاد کی جائے تو اس کو چاہے کہ ایک جنس کے ذریعہ اپنے رحم کو پا کا صاف کرے ابنت باکرہ کو تار کی کپا کا صاف  
کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دونوں روایتیں رزین نے منقش کی ہیں۔

اس حدیث پر ابن شریع نے عمل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ باکرہ لوطی کے لئے استبراء واجب نہیں ہے جب کہ جمہور علماء کا  
مسک یہ ہے کہ اس کے لئے بھی استبراء واجب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس میں گرفتار ہونے والی لونڈیوں  
کے بارہ میں استبراء کا جو حکم دیا تھا وہ عام ہے اس میں باکرہ کا کوئی استثناء نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ جس ام ولد کا آقا مرنے یا اسکا اس کا آقا زاد کرے تو اس کی عدت تین جنس ہیں  
اور اگر اس کو بیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہوگی۔

علامہ ابن قدامہ رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ ام ولد نہ تو حاملہ نہ ہو نہ کسی دوسرے شخص کے  
نکاح میں ہو اور نہ کسی کی عدت میں ہو چنانچہ اگر وہ حاملہ ہو تو بچہ جس کی عدت میں وضع حمل ہوگا اور اگر وہ کسی دوسرے شخص کے نکاح  
میں ہوگی یا کسی کی عدت میں ہوگی تو چونکہ ان صورتوں میں اسول کیساتھ اس کے جنس اختلاف کا کوئی سوال نہیں ہیں اس لئے آقا  
کے آزاد کر دینے کی وجہ سے یا آقا کے مرنے کے سبب اس کی عدت واجب نہیں ہوگی یہ خفیہ کا مسلک ہے۔

اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ آقا کی طرف سے آزاد کے جانے یا آقا کے مرنے کی  
صورت میں ام ولد کی عدت ایک جنس ہے خفیہ میں سے حضرت امام محمد کا بھی یہی قول ہے۔ (فتح القدیر، ج ۸ ص ۲۸۰، بیروت)

آزاد مال اور غلام باپ کی اولاد

بالکل یہی معاملہ ان بچوں کے ساتھ کیا گیا جن کا باپ غلام اور ماں آزاد ہو۔ ان بچوں کو بھی مکمل طور پر آزاد قرار دے دیا گیا۔  
حدثنا یعلی عن الأعمش عن ابن ابرہیم قال قال عمر المملو لیکون تحته الحرة یعق الولد یعق امه  
فلذا عقی الأب جبر الولاہ۔ (دارمی، کتاب الفروض، حدیث 3170)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، غلام باپ اور آزاد خاتون کے بچے اپنی ماں کے آزاد ہونے کے باعث آزاد ہی ہوں گے۔  
جب ان کا باپ آزاد ہوگا تو (ان بچوں کی) ولادت (شرعاً باپ کے سابقہ مالک) سے قائم ہو جائے گا۔

ابن تیمیہ، امام احمد بن حنبل کا یہ نقطہ نظر بیان کرتے ہیں کہ آزاد ماں اور غلام باپ کے بچے بھی آزاد ہی ہوں گے۔

قال احمد: إذا تزوج العبد حرة عتق نفسه، ومعنى هذا، أن أولاده يكونون أحراراً وأهم فروعہ، فالأصل عبد وفروعہ حر والفروع جزء من الأصل۔ (ابن تیمیہ، السیاسة الشرعية فی اصلاح الراعی والوعیة)

احمد بن حنبل کہتے ہیں، "جب کوئی غلام کسی آزاد خاتون سے شادی کر لے تو اس کا نصف آزاد ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس غلام کی دلہ زاد ہو گئی کیونکہ وہ اس کی ایک شاخ ہے۔ تا تو غلام ہے لیکن شاخیں آزاد ہیں اور شاخ تو تنے کا ایک حصہ ہی ہے۔"

### آزاد باپ اور غلام ماں کی اولاد

ایسے بچے جن کی ماں غلام اور باپ آزاد ہو تو ان کے ضمن میں کوئی مرفوع حدیث ہمیں نہیں مل سکی۔ اس کی وجہ بنیادی طور پر یہ رہی ہوگی کہ ایب کوئی مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہی نہ ہوا ہوگا۔ اول تو ایسے جوڑوں کی تعداد ہی بہت کم تھی جن میں آزاد مردوں نے غلام خواتین سے نکاح کی ہو کیونکہ نوٹریوں کی اخلاقی حالت کے باعث ان سے آزاد مرد بہت کم نکاح کیا کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ جو ایسے جوڑے ہوں گے بھی، انہوں نے اپنے مالکان کو بچوں کی آزادی پر راضی ہو گیا اور عدالت میں مقدمہ کی نوبت ہی نہ آئی ہوگی۔

حضرت سیدنا عمر فارح بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے دور میں ایک ایسا مقدمہ پیش کیا گیا جس میں ایک لوطی نے جھوٹ بولی کہ خود کو آزاد عورت کا ہر کہہ شادی کر لی۔ اس مقدمے میں حنفیہ وقت نے ان بچوں کے آزاد ہو پ کو حکم دیا کہ وہ غلامیہ ادا کر کے اپنے بچوں کو آزاد کرالے۔ (سوط، مالک، کتاب ارقاقیہ، حدیث 2160)۔ ایک اور مقدمہ سیدنا عبداللہ بن مسعود یا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے پاس پیش کیا گیا تو انہوں نے ایسے بچوں کو غلام بنانے سے منع فرما دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی ایک فیصلہ کیا:

قال (احمد): (و) اخبرنا ثقفہ عن ابن ابی ذئب، عن الزهري، عن سعيد بن المسيب، ان عمر بن الخطاب كان يقضي في العرب الذين ينكحون الاماء بالقاء بالفرقة۔ (بہیقی، معرفة السنن والآثار، کتاب السير، حدیث (17964))

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے عربوں سے جو لوطیوں سے نکاح کر لیتے تھے، (کی اولاد کے بارے میں) یہ فیصلہ کیا کہ وہ غلامیہ ادا کر کے اپنی اولاد کو آزاد کر سکتے ہیں۔

حَدَّثَنَا زَيْعٌ، عَنْ مِسْعَرٍ وَسَفْيَانَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنِ الْمُسْتَوْدِي بْنِ الْأَخْنَفِ، قَالَ: بَجَاءَ زَحْلٍ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ: إِنَّ عَمِّي ذُو حَنِيٍّ وَلَيْدَتُهُ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَسْتَرْقِيَ وَلَيْدِي، قَالَ: تَبَسَّ لَهُ فَلَيْتَ (مصفف ابن

ابی شیبہ: حدیث (21277)

ایک شخص عیادہ مرض اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میرے بچے نے اپنی لوطی کی شادی مجھ سے کر دی تھی۔ اب وہ میری اولاد کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، "اس ایسا ایک حق حاصل نہیں ہے۔"

ابن کثیر نے امام شافعی کا ایک نقطہ نظر یہ درج کیا ہے کہ ماں یا باپ میں سے اگر ایک بھی آزاد ہو تو ان کے بچے بھی آزاد ہی تصور کئے جائیں گے۔ (تقریر سورۃ نساء 4:25)

### غلام ماں اور غلام باپ کی اولاد

وہ بچے جن کے ماں اور باپ دونوں ہی غلام ہوں، ان کے بارے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث نہیں مل سکی۔ تفسیر قدوسی کی سب میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے تابع ہی ہوں گے۔ جب تک ان کے والدین غلام رہیں گے، یہ بچے بھی غلام ہی تصور کئے جائیں گے اور جب والدین آزاد ہوں گے یا ان میں سے کوئی مکاتبہ کرے گا تو یہ بچے خود بخود ان کے ساتھ ہی آزاد ہو جائیں گے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، عَنِ الْقَعْمَرِيِّ، عَنْ أَبِي نَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَوَّلْتُ أُمَّ الْوَلَدِ يَسْتَنْزِلُ لَهَا (مصفف ابن ابی شیبہ: حدیث (21000))

حضرت تابع کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، "لوطی کی (اپنے مالک کے علاوہ کسی اور شخص کی اولاد) اپنی ماں کے درجے پر ہے۔ یعنی وہ ماں کے ساتھ ہی آزاد ہو جائے گی۔"

حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ خَبَزٍ، عَنْ مَعْبُورَةَ، عَنْ ابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي حَتْمَةَ، قَالَ: بَوَّلْتُ أُمَّ الْوَلَدِ يَسْتَنْزِلُ لَهَا (مصفف ابن ابی شیبہ: حدیث (20996))

حضرت ابراہیم نخعی نے ایسی صورت کے بارے میں فتویٰ دیا جس میں ایک شخص نے اپنی ام ولد کی شادی اپنے غلام سے کر دی تھی اور پھر اس غلام میں سے اس کی اولاد بھی پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے کہا، "وہ اپنی ماں کے درجے پر ہوں گے۔ جب تک وہ غلام کی حالت میں رہیں گے، یہ بھی غلام رہیں گے اور جب وہ مکمل آزاد ہو جائے گی تو یہ بھی آزاد ہو جائیں گے۔ جب ماں کا آقا فوت ہوگا تو یہ سب کے سب آزاد ہو جائیں گے۔"

اس معاملے میں بھی کسی مرفوع حدیث کے نہ پائے جانے کا سبب بنیادی طور پر یہی ہے کہ ایسا کوئی واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں پیش آیا جس میں کسی غلام یا لوطی کے مالک نے ان کے بچوں کو آزاد کرنے سے انکار کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر اس اصول کو مان لیا گیا ہے کہ غلاموں کے تابع بچے اپنے والدین کے تابع ہی ہوں گے۔ اگر ان بچوں کے تابع ہونے سے پہلے ان کے والدین آزاد ہو جائے، جس کا امکان بعد رسالت میں بہت ہی کم تھا، تو ان بچوں کو خود ہی اختیار حاصل

ہو جائے گا کہ یہ نکاحیت کے ذریعے اپنی آزادی خرید لیں۔

غلاموں کے بچوں کو بیٹے والدین کی حالت پر برقرار رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ اگر انہیں پیدائش کے وقت سے ہی آزاد کر دیا جاتا تو ان کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا۔ ان بچوں کی کفالت ان کے والدین کی کفالت کے ساتھ ساتھ والدین کے آقاؤں کے ذمہ تھی۔ اگر ان بچوں کو پیدائش کے وقت ہی آزاد قرار دے دیا جاتا تو بچران کی کفالت کی ذمہ داری ان کے والدین کے آقاؤں پر کیسے نہ کی جاتی؟ مگر جب بچے کو انہیں والدین کے تابع ہی رہنے دیا گیا اور باغ ہونے پر اپنی آزادی خریدنے کا حق انہیں دے دیا گیا۔

دوسرا دعاء دعویٰ والد کرنے کا بیان

(وَإِنْ أَعْبَاهُ مَعًا بَتَتْ نَسَبُهُ مِنْهُمَا) مَعْنَاهُ إِذَا حَمَلَتْ عَلَىٰ مِلْكَيْهِمَا. وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: يُرْجَعُ إِلَىٰ قَوْلِ الْقَافِيَةِ: لِأَنَّ إِبْطَاتِ النَّسَبِ مِنْ شَخْصَيْنِ مَعَ عَلَيْنَا أَنَّ الْوَلَدَ لَا يَسْخَرُ فِي مَاءٍ مِنْ مُتَعَدِّ فَعَمِلْنَا بِالنَّسَبِ، وَقَدْ سَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْقَافِيَةِ فِي أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.

وَلَا يَكْتَابُ عَمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَىٰ شُرَيْحٍ فِي هَذِهِ الْحَادِثَةِ: لَيْسَا فَلَيْسَ عَلَيْهِمَا وَلَكِنْ بَيْنَا لَيْسَ لَهُمَا، هُوَ اِنْهُمَا يَرْتَهُمَا وَيَرْتَلِيهِ وَهُوَ لِلْبَاقِي مِنْهُمَا، وَكَانَ ذَلِكَ بِمَحْضٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ، وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَ ذَلِكَ. وَلَئِنْهُمَا اسْتَوَوْا فِي سَبَبِ الْاِسْتِحْقَاقِ فَيَسْتَوِيَانِ فِيهِ، وَالنَّسَبُ وَإِنْ كَانَ لَا يَتَجَرَّأُ وَلَكِنْ تَتَعَوَّ بِهِ أَحْكَامٌ مُتَحَرِّثَةٌ، فَمَا يَقْبَلُ التَّجَرُّةَ يَنْبُتُ فِي حَقِّهِمَا عَنِ التَّجَرُّةِ، وَمَا لَا يَقْبَلُهَا يَنْبُتُ فِي حَقِّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا كَمَا كَانَ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُهُ إِلَّا إِذَا كَانَ أَحَدُ الشَّرِيكَيْنِ أَبًا لِلْآخَرِ، أَوْ كَانَ أَحَدُهُمَا مُسْلِمًا وَالْآخَرُ ذِمِّيًّا لَوْ جُودَ الْمَرْجِعُ فِي حَقِّ الْمُسْلِمِمْ وَهُوَ الْإِسْلَامُ وَفِي حَقِّ الْآبِ وَهُوَ مَا لَهُ مِنَ الْحَقِّ فِي نَصِيبِ الْإِبْنِ، وَسُرُورُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَوَى: لِأَنَّ الْكُفَّارَ كَانُوا يَطْعَنُونَ فِي نَسَبِ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، وَكَانَ قَوْلُ الْقَافِيَةِ مُقِطَعًا لَطْعِنِهِمْ فُسِّرَ بِهِ (وَكَانَتْ الْأُمَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهَا)؛ لِيَصْحَ دَعْوَةُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي نَصِيبِهِ فِي الْوَلَدِ فَيُصِيرُ نَصِيبَهُ مِنْهَا أُمَّ وَلَدٍ لَهُ تَعَالَى وَلَدِهَا (وَعَلَىٰ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا نِصْفُ الْغُفْرِ فِصَاصًا بِمَا لَهُ عَلَى الْآخَرِ،

وَبَرَّتْ الْإِبْنُ مِنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا وَبَرَّتْ ابْنِ كَامِلٍ) وَلَئِنَّهُ أَقْرَبُ لَهُ بِجِوَرِهِ كَلَهُ وَهُوَ حُجَّةٌ فِي حَقِّهِ (وَيَرْتَلِيَانِ مِنْهُ وَبَرَّتْ أَبِ وَاحِدٍ) لِاسْتِوَائِهِمَا فِي النَّسَبِ كَمَا إِذَا أَقَامَا ابْنَةً.

ترجمہ

اور جب دونوں شریکوں نے مل کر اکٹھا دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اس صورت میں کہ جب وہ باندی دونوں ملکیت میں حاملہ ہوئی تو حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر قبیضہ فاش کے قوت کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ یہ جانتے ہوئے کہ ایک بچہ دو خفوں سے پیدا نہیں ہو سکتا تو ایک بچے کا نسب دونوں کو سے ثابت کرنا ناممکن ہے پھر بھی ہم نے مش بہت پر عمل اور حضرت اسامہ کے متعلق ایک قبیضہ فاش کے قول پر آپ ﷺ خوش ہوئے تھے۔ ماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر کا وہ بیٹا جو گرامی ہے جو اس واقعہ میں آپ نے حضرت شریح کو لکھا تھا کہ وہ دونوں شریکوں نے معاہدہ کیا تھا تو آپ نے فرمایا تم بھی ان پر حکم کرنا اور وہ جب دوسرا معاہدہ کر دیں تو تم بھی ان پر حکم واضح کرنا اور وہ ان دونوں کا بیٹا ہوگا اور ان دونوں کا وارث ہوگا اور یہ دونوں شریک اس کے وارث ہوں گے اور ان میں سے جو زندہ رہ گیا اسے اس کی میراث ملے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کتابت گرامی صحیح یہ کہ امام رسولان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں صدرہ و تاجا اور حضرت عی کرم اللہ وجہہ سے بھی اسی طرح مروی ہے اس لئے کہ جب وہ سب استحقاق میں برابر کے وارث ہیں تو استحقاق میں بھی وہ دونوں برابر کے وارث ہوں گے اور نصاب کی اگر جہز نہیں ہوتی اسکے باوجود بھی کچھ احکام متعلق ہوتے ہیں جن میں جہز ہو سکتی ہیں اس لئے جو حکم تجزی کو قبول کرے گا وہ اسکے حق میں تجزی ہوگا مگر ثابت ہو جائے گا اور جو حکم تجزی کو قبول نہیں کرے گا وہ ان میں سے ہر ایک کے حق میں پورے طریقے سے اس طرح ثابت ہوگا کہ دوسرا اس کے ساتھ نہیں تھا لیکن جب شریکین میں سے ایک دوسرے کا باپ ہو یا ایک مسلمان اور دوسرا ذمی ہو تو ان میں اس بچے کا باپ ہونے میں مسلمان ذمی سے زیادہ رائج ہوگا اس لئے کہ مسلمان کے حق میں مریح موجود ہے اور وہ اسلام ہے اور باپ کے حق میں بھی مریح موجود ہے اور وہ بیٹے کے لئے میں اس کا حق ہے۔ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ حدیث میں آپ ﷺ کا خوش ہونا اس وجہ سے ہے کہ کفار حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے نسب میں طعن کرتے تھے اور قبیضہ فاش کا قول ان کے طعن کو ختم کر رہا تھا اس لئے آپ ﷺ اس سے خوش ہوئے تھے۔ اور وہ باندی ان دونوں کی والدہ ہوگی کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ بچے کے متعلق اپنے حق میں درست ہے اسی وجہ سے باندی میں ہر شریک کا حصہ اپنے بچے کے تابع ہوگا اس شریک کا والد ہو جائے گا اور ان میں سے ہر شریک پر آدھا عطا واجب ہوگا تاکہ وہ دونوں ہو جائے اس چیز کا جو ایک شریک کا دوسرے پر لازم ہے اور وہ بچان دونوں شریکوں میں سے ہر ایک سے اتنا حصہ پائے گا جتنا باپ کے لئے دیا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے والد کا باپ کی میراث کا اقرار کیا تھا اور یہ اقرار ہر ایک شریک کے حق میں جیت ہے۔ اور

یہ دونوں شریک اس سچے سے ایک باپ کی میراث پائیں گے کیونکہ دونوں سبب میں برابر ہیں جس طرح اس صورت میں جب دونوں نے بیٹہ بن کر دیا ہو۔

شرح

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش تھے اور فرمایا کہ اسے عائشہ! کیا تو نے نہ دیکھ کہ مجھ زید علی میرے پاس آیا اور اسے ماوردیہ دونوں کو دیکھا اور یہ دونوں ایک چادر اس طرح اوڑھے تھے کہ ان کا سر ڈھب ہوا تھا اور ہر کھلے تھے تو اس نے کہا کہ یہ میرا ایک دوسرے کے بزد ہیں (یعنی ایک باپ کے ہیں دوسرے بیٹے کے)۔ (صحیح مسلم، بلغان کے مسائل، رقم الحدیث ۸۷۳۰)

قیافہ شناس سے متعلق احادیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی فرما رہے ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ میری بیوی نے ایک سے دو رنگ کا بچہ جنما ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے پاس اونٹ ہیں اس نے عرض کیا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کے رنگ کیا ہیں اس نے عرض کیا کہ سرخ رنگ کے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا ان اونٹوں میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے اس نے عرض کیا کہ ہاں ان میں خاکی رنگ کا بھی اونٹ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ ان میں کیسے آگیا اس نے عرض کیا کہ شاید کسی اونٹ کے بڑے آدھا دوسری کسی رنگ کے دو رنگ کھینچ لیا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تیرے لڑکے میں بھی کسی رنگ سے یہ رنگ کھینچ لیا ہو۔

(صحیح مسلم، جلد دوم، حدیث نمبر 1273)

حضرت زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس مسئلہ کے ساتھ معمر کی حدیث کی طرح روایت کیا ہے اس میں ہے کہ اس نے عرض کیا اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بیوی نے ایک سیاہ رنگ کا لڑکا جنما ہے وہ آدمی اس وقت اپنے نسب کی نفی کر رہا تھا اس حدیث کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نسب کی نفی کرنے کی اجازت نہیں دی۔

(صحیح مسلم، جلد دوم، حدیث نمبر 1274)

صحیح بخاری میں ہے۔ بہت سارے لوگ جمع ہو کر کسی خاتون سے بدکاری کرتے وہ خاتون اپنے پاس آنے والے کسی مرد کو اس لئے نہ روکتی کہ وہ کبھی اور زنا کرے اور کبھی خواتین کے دروازے پر عہد کے طور پر چھنڈے لگے ہوتے تھے جو آدمی زنا کار کی اور بدکاری کرتا پھرتا اس کے پاس چلا جاتا تب اس میں سے کوئی خاتون ان زانیوں میں سے کسی سے حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنم لیتی تو اس سے زنا کرنا کرنے والے سب لوگوں کو جمع کیا جاتا اور قیافہ شناسوں کو لایا جاتا کہ اس کا تعین کریں کہ یہ بچہ ان میں سے کس کا ہے؟ پس قیافہ شناس جس کے بارہ میں فیصلہ کرتے وہ بچہ اس کا کہلاتا اور وہ شخص اس بچے کی نسب کا انکار نہ کر سکتا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دے کر سمیٹ فرمایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے تمام کما حقہ کاموں سے منع فرمایا اور صرف

اس نکاح کو باقی رکھا جو ان مسلمانوں میں رائج ہے۔ (صحیح بخاری، ج ۹، ص ۶۷۰)

اس تفسیر سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دوسرا حاضر کا ترقی یافتہ طریقہ کار زنا نہ جاہلیت کے طریق اور انداز سے ذرہ بھر مختلف نہیں بلکہ اگر بغیر انصاف دیکھا جائے تو مشرکین کے اوپر ازل اسلام جاہلیت کے ظلم پر اور دوسرا حاضر کے ترقی کے دعو پر اور اس کے ایک قدم آگے تھے کیونکہ وہ ایسے بچے کا باپ معلوم کرنے کے لئے کسی مشینی ٹیسٹ کے نتائج نہیں تھے بلکہ وہ محض قیافہ کی مدد سے یہ کام انجام دے دیتے تھے جبکہ ان کے جانشین اور ترقی کے دعو پر اور اس کو ایسی حرامی اولادوں کے باپ کے تعین کے لئے ایک ٹیسٹ دیتوں ڈی این اے ٹیسٹ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ القرض یہ طریقہ کار مشرکین کی غلطی سمجھنا اور متعفن و بدو پر اور معاشرہ کی میراث ہے اسلام بلکہ کوئی بچہ اور بدو میراث انسانی معاشرہ اس کی اجازت نہیں دیتا مگر ایسا طریقہ کار سے زنا اور زنا کو کا کوئی حقیقتہً یاد دہا جاتا ہے جبکہ اسلام نے اس تمام بے حیائی اور بے شرمی کی صورتوں کی شدت سے نفی کی ہے اور زنا بھی بدکاری کی حوصلہ افزائی کے بجائے اس پر سخت سزاؤں کا نفاذ و اجرا کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ اگر ایسا کوئی بچہ پیدا جائے اور اس کا جرم ثابت ہو جائے تو اس پر سخت سے سخت سزا دی جائے چنانچہ اگر ایسے جرم کا مرتکب شادی شدہ ہو تو اسے پتھر مار کر مار دیا جائے اور اگر وہ غیر شادی شدہ ہے تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں اور یہ سب کچھ علیحدہ علیحدہ سزاؤں کا لاشعاً ہوتا کہ دوسروں کو اس سے عبرت ہو اور معاشرہ سے اس بے حیائی کے بے شرمی کی جزا دی جائے یہ حکم ہوتا ہے نہ یہ کہ اس کو چھال جائے اور بدکاری زنا کا کاروبار کا باپ کا ختام دے کر ایک معصوم بچہ کو لے کر زنا کرنا اور ختم ہو جائے نہ یہ کہ اس کو چھال جائے اور بدکاری زنا کا کاروبار کا خاتون پر یہ اہرام لگائے کہ میں نے اس سے بدکاری کی ہے اور یہ بچہ میرا ہے یا کوئی خاتون فریاد کرے کہ مجھ پر زیادتی ہوئی ہے اور اس کے نتیجے میں یہ حمل بچہ میرا ہے تو اس صورت میں بچہ اس کا ہوگا جس کے نکاح میں وہ عورت ہے البتہ زانی کو سنگسار کیا جائے گا اس لئے حکم دیا گیا کہ لہو لہو للفران واللہ العاقل المحرر (ترجمہ ج ۲، ص ۱۳۸) بچہ اس کا ہے جس کا نکاح ہے اور زنا کار کے لئے صرف پتھر ہی ہیں۔

اقرار سے نسبت و ولد ہونے کا بیان

اور اگر کوئی مرد یا عورت یہ اقرار کرے کہ لا وارث ہے یا کہ اس کا بچہ تو بچہ اس کی طرف ہی منسوب ہوگا، اس لیے کہ بچہ کی مصلحت اس میں ہے کہ اس کا نسب مل جائے، اور اس کا کسی دوسرے کو کوئی نقصان اور ضرر نہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے نسب کا دعویٰ کرنے والا منفرض ہو، اور یہ بھی ممکن ہو کہ بچہ اس کا ہو۔

لیکن اگر اس کے نسب کا دعویٰ کرنے والے ایک سے زیادہ ہوں تو صاحب دلیل کو مقدم کیا جائے گا، اور اگر ان میں سے کسی ایک کے پاس بھی دلیل ہو یا جو مرد یا عورت اس میں تہا شریک ہو تو بچہ کو ان کے ساتھ قیافہ شناس کے لئے پیش کیا جائے گا اور قیافہ شناس کو جس کے ساتھ ملحق کرے گا بچہ اس کی طرف ہی منسوب کیا جائے گا۔

اس لیے کہ عرضی اللہ تعالیٰ عندہ بھی صحیح ہے کہ امیر کو جو گواہی نہیں دے سکتا، اور اس لیے کہ قیافہ شناس کو قیافہ شناس میں سب سے زیادہ نسب کو ہوتا ہے، اور اس میں صرف ایک قیافہ شناس ہی کافی ہوگا، اور اس میں شرط یہ ہے کہ وہ قیافہ شناس کے والا مرد

ہو اور دل اور اس کے قیافے صحیح ہونے کا تجربہ بھی ہو۔

مکاتیب باندی کے ام ولد ہونے کا بیان

(وَأَدَا وَطِيءُ الْمَوْلَى جَارِيَةً فَحَاءَتْ بَوْلَيْدٍ فَأَدَاعَاهُ فَإِنْ صَلَفَهُ الْمَكَاتِبُ بَيْتَ سَبِّ الْوَلَدِ مِنْهُ) وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ لَا يُعْتَبَرُ تَصْدِيقُهُ اِغْتِيَابًا بِالْأَلِيبِ يَدْعَى وَلَدَ جَارِيَةِ ابْنِهِ.

وَوَحْمَهُ الطَّاهِرُ وَهُوَ الْفَرْقُ أَنَّ الْمَوْلَى لَا يَمْلِكُ التَّصَرُّفَ فِي أَكْسَابِ مَكَاتِبِهِ حَتَّى لَا يَمْلِكَهُ وَالْأَبُ يَمْلِكُ فَلَا مَعْتَبَرَ بِتَصْدِيقِ الْإِبْنِ.

فَالْ: (وَعَلَيْهِ عَفْرَاهَا) لِأَنَّهُ لَا يَتَقَدَّمُ الْمِلْكُ لِأَنَّ مَا لَهُ مِنَ الْحَقِّ كَافٍ لِصَحَّةِ الْإِسْبِلَادِ لَمَّا نَدَّ كَرُّهُ.

فَالْ: (وَلَيْسَتْ وَلَدُهَا) لِأَنَّهُ فِي مَعْنَى الْمَغْفُورِ حَيْثُ إِنَّهُ اعْتَمَدَ ذَلِيلًا وَهُوَ أَنَّهُ كَسَبَ كَسْبِهِ فَلَمْ يَسْرِحْ بِوَلَدِهِ فَيَكُونُ حُرًّا بِالْقِيَمَةِ نَائِبُ النَّسَبِ مِنْهُ) (وَلَا تُصِيرُ الْجَارِيَةُ أُمَّ وَلَدٍ لَهُ) لِأَنَّهُ لَا يَمْلِكُ لَهُ فِيهَا حَقِيقَةً كَمَا فِي وَلَدِ الْمَغْفُورِ (وَأِنْ كَذَّبَهُ الْمَكَاتِبُ فِي النَّسَبِ لَمْ يَنْتُ) لِأَنَّهُ بَيِّنٌ أَنَّهُ لَا يَنْتُ مِنْ تَصْدِيقِهِ (فَلَوْ مَلَكَهُ يَوْمًا بَيْتَ نَسَبِهِ مِنْهُ) لِإِقْبَامِ الْمُوجِبِ وَزَوَالِ حَقِّ الْمَكَاتِبِ إِذْ هُوَ الْمَنْعُ، وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالْأَصَوَابِ.

ترجمہ

اور جب آقا نے اپنی مکاتیب باندی سے وطی کیا۔ تو اس سے بچہ پیدا ہوا۔ جس پر آقا نے دھواں کر دیا ہو تو اگر مکاتیب اس کی تصدیق کر دے تو آقا سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا حضرت امام ابو یوسف کے نزدیک مکاتیب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اس باب پر کیا کرتے ہوئے جو اپنے بیٹے کی باندی کے بچے کا دعویٰ کرے۔ اور عا پر وادی کی دلیل یہ ہے کہ آقا اپنے مکاتیب کے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتا کیونکہ آقا مکاتیب کی کوئی کامک نہیں ہو سکتا۔ جبکہ باپ بیٹے کی کوئی کامک ہو سکتا ہے لہذا بیٹے کی تصدیق کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور آقا پر اس باندی کے جماع کا جرم نہ واجب ہے کیونکہ آقا کی ملکیت جماع سے مقدم نہیں ہے لہذا آقا کو حق حاصل ہے وہ اختیار دے کر صحیح ہونے کے لئے کافی ہے اس دلیل کے پیش نظر جس کو ہم بیان کریں گے۔

اور آقا پر باندی کے بچے کی قیمت بھی واجب ہوگی کیونکہ آقا کو حاکم کھائے ہوئے شخص کی طرح ہے کہ اس نے ایک دلیل پر اعتماد کر یا سنی اس نے اپنی کمائی کو حاصل کر لیا لہذا وہ اس بچے کو غلام بنانے پر راضی نہیں ہوگا اس لئے یہ بچہ قیمت کے عوض آزاد ہوگا

اور آقا سے نسب ثابت ہوگا اور وہ باندی جس سے جماع کیا ہے وہ آقا کی ام ولد نہیں ہوگی کیونکہ حقیقت میں اس پر آقا کی ملکیت نہیں جس طرح وہ مغرور میں نہیں ہوتی اور اگر مکاتیب کے بارے میں آقا کو جھٹلا دے تو نسب ثابت نہیں ہوگا اس دلیل کی وجہ سے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ مکاتیب کی تصدیق کی ضرورت نہیں اس کے بعد اگر آقا اس کا مالک ہو تو آقا سے اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ موجب پایا جا رہا ہے اور مکاتیب کا حق زکلی ہو چکا ہے اور سنی مانع تھا۔

شرح

علامہ مدنی بن محمد زہیری رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ مکاتیب کو لڑی سے مولیٰ دلی نہیں کر سکتا، اگر دلی کر چکا تو عقریٰ زم آجیے اور اگر لڑی کے مولیٰ سے بچہ پیدا ہو تو اسے اختیار ہے کہ عقد کرتا باقی رکھے اور مولیٰ سے عقریٰ یا عقد کرتا ہے سے انکار کرے کہ ام ولد ہو جائے۔ آقا نے مکاتیب کا مال ضائع کر دیا تو اس کا مالک لازم ہوگا۔ ام ولد کو بھی مکاتیب کر سکتا ہے اور مکاتیب کو آزاد کر دیا تو بعد کتابت ساقہ ہو گیا۔ (جو برہنہ، کتاب مباحث)

مکاتیب واجب یا مستحب؟

اس ضمن میں فقہاء کے مابین یہ اختلاف موجود ہے کہ جب کوئی غلام اپنی آزادی خریدنے کا ارادہ کرے تو اس کے مالک کے لئے کیا یہ بات ضروری ہے کہ وہ اسے آزادی دے یا پھر اس کے لئے محض ایک مستحب حکم ہے کہ وہ اپنے غلام کو بچے تو بچہ آزادی دے اور چاہے تو دے۔

دوسرا باب میں مکاتیب کے واجب یا مستحب ہونے کا معاملہ

حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف بعد کے دور کی پیداوار ہے۔ دوسرا باب میں تو اس کا کوئی تصور موجود نہ تھا کہ اگر کوئی غلام اپنی آزادی خریدنے کا طلب ہو تو کوئی آقا اسے اس کی آزادی دینے سے انکار کر دے۔ ہر صحابی مکاتیب کے طالب غلاموں کو فوراً آزادی دے دیا کرتا تھا۔ اسٹنلی طور پر صرف دو واقعات ایسے ملتے ہیں جن میں آقا نے غلام کو مکاتیب دینے سے انکار کر دیا۔ ایک واقعہ سیدنا شیخ رضی اللہ عنہ کا ہے اور دوسرا میر بن رحمۃ اللہ علیہ کا۔

واحتجوا ایضا بان هذه الآية نزلت في غلام لحويطب بن عبد العزى يقال له صبيح

سأل مولاه أن يكتبه فأبى عليه فانزل الله تعالى هذه الآية فكتبه حويطب على مائة

دينار ووهب له منها عشرين دينارا فأداهما وقتل يوم حنين في الحرب (يعنى، شرح

البخارى، كتاب المكاتيب)

اہل علم نے اس بات سے بھی دلیل حاصل کی ہے کہ (مکاتیب کی یہ آیت) حویطب بن عبد العزری رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں شیخ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے آقا سے مکاتیب کی درخواست کی جس سے انہوں نے انکار کر دیا۔ اس



پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات نازل فرمائی۔ انہوں نے جو عیب سے سوچنا پر مکتبہ کر لی اور اس میں سے جس دینار انہیں معاف بھی کر دیے۔ انہوں نے یہ رقم ادا کی۔ یہ صاحب جنگ جس میں شہید ہو گئے۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سیرین کو آزادی دینے سے انکار کیا جس کے نتیجے میں وہ خفیہ وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پہنچ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کوڑا لے کر ان پر کھل پڑے۔ یہ واقع نام بخاری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وقال روح، عن ابن جریج: قلت لعطاء: أوأجب علی إذا علمت له مالا أن أکتبه؟

قال: بما أراه إلا وأجبا. وقاله عمرو بن دينار: قلت لعطاء: تأثره عن أحد؛ قال: لا.

ثم أخبرني: أن موسى بن أنس أخبره: أن سیرین سأل أنسا المكاتبه، وكان كثير

المال فأبى، فانطلق إلى عمر رضي الله عنه فقال: كاتبه، فأبى، فضربه بالدره وبتلو

عمر: (فكاتبوهم إن علمتم فيهم خيرا). فکاتبه. (بخاری، کتاب المکاتب، ترجمہ

الباب عند حدیث (2559)

حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا، کیا مجھ پر یہ لازم ہے کہ اگر مجھے ہو کہ غلام ادا چل کر سکتا ہے تو اس سے مکاتبہ کر لوں؟ "وہ کہنے لگے، "میں اسے ضروری تو نہیں سمجھتا۔" عمرو بن دینار نے ان سے کہا، "کیا آپ کو اس معاملے میں کسی حدیث کی قول و فعل کا علم ہے؟" وہ کہنے لگے، "نہیں۔" انہوں نے یہ موسیٰ بن انس کے حوالے سے یہ واقع بیان کیا:

حضرت سیرین (جو کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے) کے پاس کثیر مال موجود تھا۔ انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبہ کی درخواست کی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ یہ معاملہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں لے گئے۔ انہوں نے (انس سے) کہا، "مکاتبہ کرو۔" انہوں نے پھر انکار کیا۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں درے سے مارا اور یہ بات ثلاثت کی، "ان سے مکاتبہ کرو اگر تم ان میں بھلائی دیکھتے ہو۔" اب انس نے مکاتبہ کر لی۔ (یہ روایت طبرانی میں متصل سند کے ساتھ موجود ہے۔)

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتبہ کے واجب یا مستحب ہونے کا اختلاف پہلی مرتبہ تابعین کے آخری دور میں پیدا ہوا جب بنو امیہ کی حکومت پوری طرح مسلم معاشرے کو اپنی پیٹ میں لے چکی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے کیا ثابت ہوتا ہے، اس کا فیصلہ ہم تاریخ پر چھوڑتے ہیں۔

### مکاتبہ کو مستحب قرار دینے والوں کی توجیح کا جواب

جو حضرات مکاتبہ کو مستحب قرار دیتے ہیں، وہ اس روایت کا جواب یہ دیتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو جو کوڑے سے مارا، وہ محض ایک بزرگ نے نصیحت کے طور پر کیا۔ یہ قانونی سزا تھی بلکہ محض ایک نصیحت تھی۔ ان حضرات نے انہیں اس توجیح کی صرف یہ دلیل پیش کی ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بھی صحابی تھے۔ اگر وہ مکاتبہ کو واجب سمجھتے تو اس سے انکار نہ کرتے۔

ان حضرات سے چند سوالات کرنے کی ہم جرات کریں گے: پہلا سوال یہ ہے کہ اگر سیرین نے محض ایک بزرگ نہ نصیحت حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا تھا تو یہ کام وہ دہرے کے دور بزرگوں سے بھی کر سکتا تھے، اس کام کے لئے خاص سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہی کیوں کیا گیا؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک مستحب عمل کی تشریح دینے کے لئے نصیحت کا طریقہ تو یہی ہوتا ہے کہ مخاطب کو پیار محبت سے سمجھایا جائے۔ کسی کو کوڑے مار کر تو نفل ناز پر دھنے یا نفل روزے کے لئے مجبور نہیں کیا جاتا۔ ایسا اس صورت میں ہوتا ہے جب کوئی دین کے لئے لازمی قانون پر عمل نہ کر رہا ہو۔ اگر مکاتبہ محض مستحب ہوتی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پیار محبت سے یہ بہت ہوتا تو اذیت ڈپٹ کر سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو سمجھا دیتے۔ کوڑے سے پہنچنے کی آغرائیں کی ضرورت پیش آگئی تھی جبکہ مخاطب محض ایک نفل کا ہی ترک کر رہا تھا۔ اس سے متعلق علامہ بدر الدین میں لکھتے ہیں۔

وفیه نظر لا یخفی لأن الضرب غیر موجه علی ترک المندوب خصوصاً من مثل عمر لمثل أنس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولا سبماً تلا عمر قوله تعالیٰ فکاتبوهم الآية عند ضربه إياه. (عینی، شرح البخاری، کتاب المکاتب)

اس میں ایک قابل غور بات یہ ہے کہ ایک مستحب امر کے ترک کرنے پر خاص طور پر بات تو نہیں جاتا جیسا کہ سیدنا عمر نے انس رضی اللہ عنہما کے ساتھ کیا۔ انہیں مارتے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "ان سے مکاتبہ کرو" "حکومت کر رہے تھے" (جس کا معنی یہی ہے کہ وہ مکاتبہ کو واجب سمجھتے تھے۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ بھی مکاتبہ کو واجب سمجھا کرتے تھے۔ اس کا اندازہ حافظ ابن حجر کے اس بیان سے ہوتا ہے۔

واستدل بفعل عمر علی أنه کان یری بوجوب الکتابه إذا سالها العبد لأن عمر لما ضرب أنسا علی الامتناع دل علی ذلك ولیس ذلك بلازم لاحتمال أنه أذبه علی ترک المندوب المؤکد وكذلك ما رواه عبد الرزاق أن عثمان قال لمن سأله

الکتابہ لولا آية من كتاب الله ما فعلت فلا يدلل أيضا على أنه كان يرى الوجوب ونقل بن حزم القول بوجوبها عن مسروق والضحاك .

(ابن حجر عسقلانی؛ فتح الباری شرح البخاری؛ کتاب المکاتب)  
حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس نص سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو غلام کی طہر پر کثرت کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات پر جو مارا تھا، وہی اس بات کی دلیل ہے کہ مکاتبت واجب ہے۔ اس میں یہ احتمال نہیں ہے کہ انہوں نے ایک مسح مولود کو ترک کرنے پر انہیں مارا ہوگا۔ یہی بات عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے جب مکاتبت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: "اُمراء اللہ کی کتاب میں یہ آیت نہ ہوئی تو (شاید) میں ایسا نہ کرتا۔" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھی اسے واجب سمجھتے تھے۔ ابن حزم نے مسروق اور ضحاک (تابعین) سے اس کے واجب ہونے کی رائے نقل کی ہے۔

(ابن حزم 456H d.) نے اٹلی کی کتاب الکتاب میں مکاتبت کے واجب ہونے پر تفصیلی بحث کی ہے اور انہوں نے اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے اسے واجب قرار دیا ہے۔ انہوں نے مکاتبت کو استحباب قرار دینے والوں پر کڑی تنقید کی ہے اور اسے کتاب اللہ کے خلاف قرار دیا ہے۔

#### غلاموں کے مال کا بیان

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے غلام آزاد کی اور اس غلام کے پاس مال بھی تھا تو وہ مال غلام ہی کا ہوگا سو اے اس کے رکھ، لک (مکاتبت کی) شرط لگا لے تو وہ مال اس کا ہو جائے گا۔  
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُسْحَى . ثنا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرِيُّ . ثنا الْمُطَّلِبُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ إِسْرَاهِيمَ ، عَنْ جَدِّهِ عُمَيْرٍ ، وَهُوَ مَوْلَى ابْنِ مَسْعُودٍ ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ لَهُ يَبْنَ عُمَيْرُ ! إِنِّي أَغْتَفْتُكَ عَنْقًا هَبْنَا . إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : ( أَيْمَانُ زَجَلٍ أَعْتَقَ غُلَامًا ، وَلَمْ يُسَمِّ مَالَهُ ، فَأَمَّا لَكَ لَهُ فَأَخْبِرْنِي مَا مَالُكَ ؟ )

(ابن ماجہ، کتاب العتق؛ حدیث (2530)  
عمر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے عمر سے کہا: "اے عمر! میں تمہیں اپنی خوش سے آزادی دے رہا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا تھا کہ: "جو شخص بھی غلام آزاد کرے اور اس کے مال کا ذکر نہ کیا جائے تو مال غلام کا ہے۔" یہ تو مبالغہ تھا کہ اسے مال ہی کہا؟  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کے فوت ہونے پر اس کا کوئی وارث نہ ہونے کی صورت میں غلام ہی کو وارث

بھی بنایا تھا۔

حدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا سَفْيَانُ عَنْ عَمْرِو عَنْ عَوْسَجَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : رَجُلٌ مَاتَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَتْرِكْ وَارِثًا إِلَّا عَبْدًا هُوَ اعْتَقَهُ فَأَعْطَاهُ مِيرَاثَهُ . (مسند احمد، باب ابن عباس)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص فوت ہو گیا اور اس نے سوائے ایک غلام کے اور کوئی وارث نہ چھوڑا تھا جسے اس نے آزادی دے دی تھی۔ حضور نے اس شخص کی میراث بھی غلام کو دلادی۔

یہ تمام احادیث اس بات کی شہادت پیش کرتی ہیں کہ غلاموں کو مال رکھنے اور اسے استعمال کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ مال نکمت میں سے غلاموں کو جو حصہ ملتا تھا وہ بھی انہی کا مال ہوا کرتا تھا۔

حدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو النُّضَرِ عَنْ ابْنِ أَبِي ذَنْبٍ عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي الْمَرْأَةَ وَالْمَمْلُوكَ مِنَ الْغَنَائِمِ مَا يَصِيبُ الْحَبِشِ . (مسند احمد، باب ابن عباس)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکر کو جو بھی مال نصیب ملتا تھا، آپ اس میں سے خواتین اور غلاموں کو بھی حصہ دیا کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، قَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ ، عَنْ خَالِهِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِي قُرَّةٍ ، قَالَ : قَسَمَ لِي أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ كَمَا قَسَمَ لِسَيِّدِي . (ابن ابی شیبہ، حدیث (33889)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ میراث میرے آقا نکمت میں سے حصہ دیا۔ یہی مجھے بھی دیا۔  
حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حَبَابٍ ، قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذَنْبٍ ، عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ ؛ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْبَى بَطْنِيَةَ خَزْرَجٍ ، فَقَسَمَ مَهَا لِلْمَرْءَةِ وَالْأَمَةِ ، وَقَالَتْ عَائِشَةُ : كَانَ أَبِي يَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ . (ابن ابی شیبہ، حدیث (33895)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس غلیہ کے عتق پر خزانہ بھی تھا۔ آپ

نے اسے ایک آزاد اور ایک لونڈی میں تقسیم کر دیا۔ میرے والد (ابوبکر) بھی آزاد اور غلام دونوں کو کھدیا کرتے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے جب ان کے غلام سیرین نے مکاتبت طلب کی تو سیرین کے پاس کثیر تعداد میں موجد تھے۔

ان مسیرین سائل انسا المکاتبۃ، وکان کثیر المال فابی، فانطلق الی عمر رضی اللہ عنہ فقال: کاتبہ، فابی، فضربہ بالدرۃ ویطلق عمر: (لکاتبوہم ان علمتم فہم خیرا)۔

فکاتبہ، (بخاری، کتاب المکاتب، ترجمۃ الباب عند حدیث (2559)

حضرت سیرین (جو کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے) کے پاس شیر مال موجود تھا۔ انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کی درخواست کی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ یہ معاملہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں لے گئے۔ انہوں نے (انس سے) کہا: "مکاتبت کرو۔" انہوں نے پھر انکار کیا۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں درے سے مارا اور یہ آیت تلاوت کی، "ان سے مکاتبت کرو اگر تم ان میں بھلائی دیکھتے ہو۔" اب انس نے مکاتبت کر لی۔

ان احادیث و آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور خلفاء راشدین کے درمیں غلاموں کے پاس مال ہوا کرتا تھا اور وہ ان کے مالک بھی سمجھے جاتے تھے۔

حضرت سیرین نے جو کثیر مال کیا تھا، وہ اس کے ذریعے اپنی مکاتبت خریدنا چاہتے تھے۔ اگر غلام اپنے مال کا وہ کتبہ دیتا اور اس کے جن و مال کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری نہ ہوتی تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ اس سے وہ مال سے لیتے اور کہہ دیتے کہ "یہ تو میرا ہی ہے، جو آج کا خرید کر کلاؤ اور پھر پھر مکاتبت کی بات کرنا۔" "سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس مال کی کوئی بات نہیں کی۔ سیرین کے پاس اتنا مال تھا کہ 40,000 درہم بطور مکاتبت ادا کرے وہ آزاد ہوئے اور اس کے بعد انہوں نے بھرہ کے نواح میں زرعی زمین کا ایک بڑا ٹکڑا خریدا اور اس پر ایک زرعی فارم بنا کر اپنے بچوں کو وہاں آباد کیا۔ ان کے بچوں میں محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے بھرہ کے قصبہ کا درجہ حاصل کیا۔

نوعی اس کے درمیں یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ غلام اپنے مال کا مالک بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس سے متعلق ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر ایمان لائے ہیں، کسی فقیر پر نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم ہو۔ فقیر کے تمام اعمال بات پر مشفق ہیں کہ اگر ان کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث کے خلاف ہو تو اسے دیوار پر دے مارا جائے۔

غلام کے مال رکھنے کے حق پر چند شبہات اور ان کا جواب

غلام کے لئے مال رکھنے کے حق پر جو سب سے بڑا شبہ پیش کیا گیا ہے وہ یہ حدیث ہے:

"من باع عبداً ولہ مال فمالہ للبائع إلا أن یشتطرہ المبتاع۔"

جس کے غلام کی خدمت فروخت کیس اور اس غلام کے پاس مال تھا تو مال، بیچنے والے کو ہوگا سوائے اس کے کہ

خریدار شرط لگا دے۔

اس حدیث پر غور کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہاں "مال" سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ غلام کے ذاتی مال کی بات ہو رہی ہے یا کسی اور مال کی۔

اس حدیث سے بعض فقہاء نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ غلام اپنے مال کا مالک نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے مال کا مالک اس کا آقا ہے۔ یہ حضرت نہایت ہی شدت پسندی سے کام لیتے ہوئے اس کے بعد غلام کے لئے اپنے باپ کی وراثت سے حاصل ہونے والے مال کو بھی اس کا حق قرار نہیں دیتے بلکہ اسے اس کا آقا کی ملکیت قرار دیتے ہیں۔

ان فقہاء کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہم صرف اتنا کہنے کی جرات کریں گے کہ ان کا یہ قول اوپر بیان کردہ ان تمام احادیث کے خلاف ہے جن میں غلام کے مال رکھنے کے حق کی بات دی گئی ہے۔ ان حضرات کو یہ بھی دراصل اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو اس کے موقع محل اور سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس حدیث کے مزید طرق انکشاف کیے جائیں تو ایک مختلف صورت حال سامنے آتی ہے۔ یہ حدیث ایک عمومی حکم نہیں ہے بلکہ ایک خاص مقدمے کے فیصلے سے متعلق ہے۔ اس کی تفصیل جاننے کے لئے اس حدیث کی دیگر روایات پر غور کیجیے۔

وہو من حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ولہ عہ طرق. الأولى: عن

سالم بن عبد اللہ عن ابیہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: "من

ابتاع نخلا بعد ان ثوب فثمرتها للبائع إلا أن یشتطر المبتاع، ومن ابتاع عبداً، ولہ

مال، فمالہ للذی باعہ إلا أن یشتطر المبتاع" (بخاری، کتاب المساقا، حدیث

(2379)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے بیوند کاری کرنے کے بعد سمجھو کہ درخت خریدا تو اس درخت کا پھل بیچنے والے کو ہوگا سوائے اس کے کہ خریدار شرط لگا دے۔ اسی طرح جس نے کسی غلام کی خدمت فروخت کیس اور اس غلام کے پاس مال بھی تھا تو اس کا مال اسی کو ہوگا جس نے اسے بیچا تھا سوائے اس کے کہ خریدار شرط لگا دے (کہ یہ مال میرا ہوگا)۔"

مسند احمد کی روایت میں صورت حال مزید واضح ہو جاتی ہے۔

قال عبد اللہ وحدث فی کتاب أبی أنا الحکم بن موسی قال عبد اللہ وفناء الحکم بن

موسی ثنا یحیی بن حمزۃ عن أبی وہب عن سلیمان بن موسی أن نافعاً حدثہ عن عبد

اللہ بن عمر وعطاء بن أبی رباح عن جابر بن عبد اللہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وَسَلَّمَ قَالِ مَنْ بَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَلَهُ مَالُهُ وَعَلَيْهِ ذَنْبُهُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ (مسند

احمد بن حنبل، باب ابو سعید خدری)

حضرت عبداللہ بن عمر اور بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جس نے کسی غلام کی خدمت فروخت کی اور اس غلام کے پاس مال بھی تھا تو مال بیچنے والے کا ہوگا اور اس کے قرض کی ادائیگی، ملک کے ذمے ہوگی سوائے اس کے کہ خریدار شرط لگا دے۔"

اس روایت سے پوری صورتحال واضح ہو جاتی ہے۔ عہد رسالت میں بہت سے غلام اپنے آقاؤں کے برائے بیچ رہے ہوا کرتے تھے۔ جب ان کے آقاؤں کی خدمت کسی دوسرے کی طرف منتقل کرتے تو سب وقت غلام کے ساتھ اس کے مالک کا روپہ بھی خریدار کی طرف منتقل ہو جاتا کرتا تھا۔

اس وقت ایک ایسا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا جس میں کاروبار کی منتقلی کی شرط خرید رکی جانب سے نہیں لگائی گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ دیا کہ اگر کوئی شرط موجود نہ ہو تو اس کا روپہ تمام اثاثے اور قرضے (Assets & Liabilities) پیسہ مالک کے ہوں گے کیونکہ یہی اس کا روپہ تھا۔ اس کا روپہ فروخت کے وقت شرط لگا دی گئی ہو تب یہ کاروبار بھی غلام کے ساتھ ہی بنے آقا کو منتقل کر دیا جائے گا۔ اس میں کہیں بھی غلام کے ذاتی مال کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ امام بیہقی بھی نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب ثنا محمد بن إسحاق

الصمداني ثنا الحكم بن موسى ثنا يحيى بن حمزة عن أبي وهب عن سليمان بن

موسى أن نافعاً حدثه عن عبد الله بن عمر وعطاء بن أبي رباح عن جابر بن عبد الله

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من باع عبداً وله مال فله ماله وعليه دينه إلا

أن يشترط المبتاع ومن أبر نخلًا فباعه بعد ثوبيره فله ثمرته إلا أن يشترط المبتاع

وهذا إن صح فإمام أراد والله أعلم العبد المأذون له في التجارة إذا كان في يده مال

وفيه دين يتعلق به فالسيد يأخذ ماله ويقضى منه دينه (بيهقي سنن الكبيري، كتاب

الطهارة، باب الولي يخلط ماله بمال اليتيم وهو يريد إصلاح ماله بمال نفسه،

حدیث (10786)

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "جس نے کسی غلام

کی خدمت فروخت کی اور اس غلام کے پاس مال بھی تھا تو مال بیچنے والے کا ہوگا اور اس کے قرض کی ادائیگی مالک کے ذمے ہوگی سوائے اس کے کہ خریدار شرط لگا دے۔ اسی طرح اگر بیوند کاری کے بعد کسی نے درخت بیچ تو اس کا پھل بیچنے والے کا ہی ہوگا سوائے اس کے کہ خریدار شرط لگا دے۔

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اللہ ہی بھتر جانتا ہے کہ ایسا غلام جسے اس کے آقا نے تجارت کی اجازت دی ہے اور (اس کی خدمت کی منتقلی کے وقت) اس کے ساتھ میں (تجارتی) مال ہے اور اس پر کوئی (کاروباری) قرض بھی ہے تو اس کا منتقل پیسے آقا سے ہو گا۔ وہ یہ مال لے لے گا اور اس سے (کاروباری) قرضے ادا کر دے گا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں جس مال کی بات ارشاد فرمائی تھی، اس کا کوئی تعلق غلام کے مال سے نہیں تھا بلکہ آقا کے اس مال سے تھا جسے اس نے تجارت میں لگا کر اس کا ذمہ دار غلام کو بنایا تھا۔ یہ معاملہ بالکل گھور کے پھل کا ہے کہ جس پر ساری محنت پہلے آقا نے کی تو اس کا پھل بھی اس کا ہونا چاہیے۔ اس تفصیل کے بعد اس حدیث کو غلام کے مال رکھنے کے حق کے خلاف پیش کرنا نہایت ہی نامعقولیت ہوگی۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ کسی حدیث سے فقہ کے ایک بڑے امام بھی یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ غلام کو مال رکھنے کی اجازت ہے۔

وقال مالك وأصحابه يملك ماله كما يملك عصمة نكاحه وجانز له التسرى

ليما ملك وحجتهم قول رسول الله صلى الله عليه وسلم من باع عبداً وله مال

فأضاف المال إليه وقال الله عز وجل فانكحوهن باذن أهلهن وآتوهن أجورهن

بالمعروف فأضاف أجورهن إليهن إضافة تمليك (ابن عبد البر، التمهيد)

حضرت امام مالک اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ غلام اپنے مال کا مالک بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ روئح کے ذریعے اپنی عصمت کا مالک ہوتا ہے اور اس کے لئے لوٹری رکھنا بھی درست ہے۔ ان کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمان ہے کہ "جس نے غلام کی خدمت فروخت کی اور اس کا مال تھا۔" اس میں مال کا تعلق اس غلام سے جو آزاد کیا گیا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ اندر عرض ہوا، ارشاد فرمایا، "ان کے گھر والوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر دو اور انہیں ان کے ہمہ معرف طریقے سے ادا کرو۔" اس میں بھی اضافت کا صیغہ ملکیت کے لئے ہے۔

مکاح غلام ہے یا آزاد؟

جنس فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ مکاح کے ذمے جب تک ایک درم بھی باقی ہے، وہ غلام ہی رہے گا اور اگر وہ رقم ادا کرنے سے عاجز آ جائے تو اسے دوبارہ غلام بنا دیا جائے گا۔ یہ نقطہ نظر صریح احادیث کے خلاف ہے۔ چند احادیث و آثار عریم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

حدثنا سعيد بن عبد الرحمن قال حدثنا سفیان بن عیینة عن الزهري عن نيهان مولى  
ام سلمة عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كان عدد مكاتب  
إحداكن ما يؤدى فلتحتجب منه قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح  
(ترمذی، کتاب البیوع، حدیث (1261)

حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا (جنہوں نے اپنے غلام سے مکاتب کر لی تھی) کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا، "جب تم کسی کو مکاتب کرے اور اس نے پوری ادائیگی نہ ملے گی تو بھی اس سے جواب کرو۔"

حدثنا هارون بن عبد الله البزار حدثنا يزيد بن هارون أخبرنا حماد بن سلمة عن  
أبواب عن عكرمة عن ابن عباس عن النسي صلى الله عليه وسلم قال إذا أصاب  
المكاتب حدا أو ميراثا ورث بحساب ما عتق منه وقال النبي صلى الله عليه وسلم  
يؤدى المكاتب بخصه ما أدى دية حر وما بقي دية عبد . (ترمذی، کتاب البیوع،  
حدیث 1259، مستدرک حاکم، (2866-2865)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "اگر مکاتب کو (کسی جرم میں)  
سزا دی جائے یا اسے (مالک کے فوت ہونے کی صورت میں اس کے) وارثوں کے حوالے کیا جائے تو ایسا کرتے ہوئے اس کا  
معاملہ اس کی آزادی کے تناسب سے کیا جائے۔ آپ نے فرمایا، "اگر مکاتب کو کسی حادثے میں نقصان پہنچا ہو تو) اس کی دیت  
کی ادائیگی اس حساب سے کی جائے گی کہ اس نے جتنے (فیصد مکاتب کی رقم) ادا کی ہو اسے اتنے (فیصد) آزاد بھیجے جائے گا  
اور جتنے (فیصد) باقی ہو، غلام سمجھا جائے گا۔"

مکاتب کے حقوق و فرائض کے بارے میں اگر تمام روایات کا پیرا پیرا کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ باغیہ مکاتب کو وہ اکثر  
حقوق دیئے گئے ہیں جو کسی آزاد شخص کو حاصل تھے لیکن اس پر وہ دودھ مار دیاں جیسے زکوٰۃ، حج، جہاد و نکاحی جرمانے وغیرہ سے معاف تھے  
میں عام لوگوں کی گنجشکوں کو آدھرا آدھرا دے کر مٹی گئی تھی۔

حدثنا عبد الباقي بن قانع وعبد الصمد بن علي قالانا قال الفضل بن العباس الصواف ثنا  
يحيى بن غيلان ثنا عبد الله بن بزيع عن بن جريج عن أبي الزبير عن جابر قال قال  
رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس في مال المكاتب زكاة حتى يعق . (دارقطني،  
سنن، کتاب الزکوٰۃ)

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، "مکاتب کے مال میں کوئی زکوٰۃ  
نہیں ہے جب تک وہ مکمل آزاد نہ ہو جائے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض تو اس بات کے قائل تھے کہ مکاتبیت کرتے ہی غلام آزاد ہو جاتا ہے اور کی حیثیت ساقیہ  
مالک کے مقرض کی ہی ہو جاتی ہے اور بعض اسے ادائیگی کے تناسب سے آزاد قرار دیا کرتے تھے۔

عند ابن عباس فإنه يعق بنفس العقد وهو غريم المولى بما عليه من بدل الكتابة  
وعند علي رضي الله تعالى عنه يعق بقدر ما أدى . (یعنی، عمدة القاری شرح  
البیاری)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ معاہدہ کرتے ہی آزاد ہو جاتا ہے۔ اب وہ اپنے سابقہ مالک کا  
مقرض ہے کیونکہ اس پر مکاتبیت کی رقم کی ادائیگی لازم ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ جتنی رقم ادا کر دے، اسی  
تناسب سے آزاد ہو جاتا ہے۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تو یہ قانون بنادیا تھا کہ اگر مکاتب نصف رقم کی ادائیگی کر چکا ہو اور اس کے بعد وہ باقی رقم ادا  
نہیں کر سکے تب بھی اسے غلامی کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَيْدَةَ وَحَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنِ الْمُسَوْدِيِّ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنِ جَابِرِ بْنِ  
سَمُورَةَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: إِنَّكُمْ تَكْتَبُونَ مُكْتَاتِبِينَ، فَإِذَا أَدَّى النِّصْفَ فَلَا زَكَاةَ عَلَيْهِ فِي  
الرُّقَى . (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث (20960)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "تم لوگ مکاتبیت کرتے ہو، جب مکاتب آدھی رقم ادا کر دے تو پھر اسے غلامی کی  
طرف منسوب کیا جائے گا۔"

یہی بات سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نصف رقم کی ادائیگی کے بعد مکاتب آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی  
حیثیت ایک مقرض شخص کی ہو چا کر رہتی ہے۔ (مشاہد ابن الجعد)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز پر اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ مکاتب کا مالک کسی اور شخص سے رقم لے کر مکاتب کی ایقہ  
اقداس کو کسی اور شخص کی طرف منتقل کر دے۔ ہاں اگر وہ خود اس کی اجازت دے دے تو اسے منتقل کیا جاسکتا ہے۔

حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ مَسْغُودٍ: أَنَّهُ كَانَ  
يُكْرَهُ بَيْعَ الْمُكْتَاتِبِ . (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث (23054)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مکاتب کے منتقل کئے جانے کو سخت ناپسند کیا کرتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مکاتیب کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر وہ پوری رقم کی ادائیگی سے پیچیدہ ہو جائے اور اس کے بچے ہوں تو وہ بچے آزاد کی قرار پائیں گے۔ (تنبیہ معرفۃ السنن والاکثار، کتاب المکاتیب)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ اگر مکاتیب رقم ادا کرنے سے عاجز آجائے تو وہ انہیں یہ حوم رقم منصف کر کے آزاد کر دیا کرتے تھے۔

أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَحْمَرَ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بْنُ الْحَسَنِ وَأَبُو زَكْرِيَّا بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو النَّعَّاسِ : مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْحَكَمِ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ : أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَاتَبَ غُلَامًا لَهُ يَقَالُ لَهُ شَرَفًا يَأْتِي عَيْنَ الْفَأْخَرِ إِلَى الْكُوفَةِ فَكَانَ يَمْتَلِ عَلَى حُمُرٍ لَهُ حَتَّى أَكْدَى خُمُسَةَ عَشَرَ أَلْفًا فَجَاءَهُ إِنْشَانٌ فَقَالَ مَجْنُونٌ أَنْتَ أَنْتَ هَا هُمَا نَعْدُبُ نَفْسَكَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يَسْتَعْرِى الرَّبِيقَ يَمِينًا وَيَسْمَلًا ثُمَّ يَعْقِفُهُمْ ارْجِعْ إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ قَدْ عَجَزْتُ فَجَاءَهُ إِلَيْهِ بِصُحُفِهِ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَدْ عَجَزْتُ وَهَذِهِ صُحُفَتِي فَاسْمَحْهَا فَقَالَ لَا وَلَكِنْ امْنَحْهَا إِنْ شِئْتَ فَمَحَاَهَا فَقَاضَتْ عَيْنًا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَهْذَبَ فَأَنْتَ حُرٌّ قَالَ أَصْلَحَكَ اللَّهُ أَحْسِنَ إِلَيَّ ابْنِي قَالَ هُمَا حُرَّانِ قَالَ : أَصْلَحَكَ اللَّهُ أَحْسِنَ إِلَيَّ أُمِّي وَلَكِنَّ قَالَ هُمَا حُرَّانِ فَأَعْتَقَهُمْ خُمُسَتَهُمْ جَمِيعًا فِي مَقْعَدٍ . (بيهقي، معرفة السنن والآثار، كتاب المكاتيب)

حضرت زید بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں کہ میں نے کوان کے والد عبداللہ بن عمر نے ایک غلام، جس کا نام شرف تھا، سے 40,000 درہم پر مکاتیب کی۔ وہ کوئٹہ کی جانب نکل گیا اور وہاں وہ اسلاف کا کام کرنے لگا یہاں تک کہ اس نے 15,000 درہم ادا کر دیے۔ اس کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، "تربیع پاگل آؤں ہو یہ تم ختم بخت کر رہے ہو جبکہ عبداللہ بن عمر تو دوسرے غلام خریدتے ہیں۔ تم ان کے پاس چاؤ اور کبوتر، میں تم ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہوں۔"

(اب وہ انہیں اس کے پاس آیا اور اس کے طلب کرنے پر) اس کے پاس اس کی مکاتیب کا معاہدہ لے گیا۔ وہ کہنے لگا، اسے اب عبداللہ بن عمر نے ادا کرنے سے عاجز آ گیا ہوں۔ یہ میرا معاہدہ ہے، اسے ملا دیجیے۔" آپ نے فرمایا، نہیں، ہاں تم ہی غلام رہنا، یہ ہوتو میں اسے ملا دوں گا۔" جب معاہدہ ملایا گیا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ

عنہما نے فرمایا، "جاؤ تم آزاد ہو۔" وہ کہنے لگا، "اللہ آپ کے ساتھ بھلائی کرے، میرے دونوں بیٹوں پر بھی احسان کیجیے۔" فرمایا، "وہ دونوں بھی آزاد ہیں۔" کہنے لگا، "میرے دونوں بچوں کی ماں پر بھی احسان کیجیے۔" آپ نے فرمایا، "وہ دونوں بھی آزاد ہیں۔" اس طرح آپ نے بیٹے بیٹے دو ہیں ان پانچوں کو آزاد کر دیا۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتیب کا انشیاں آزاد اور غلام کے درمیان ہے۔ اسے آزاد شخص کے سے بہت سے حقوق حاصل ہوں گے لیکن اس پر زمدار یا وی ہوں گی جو غلام کی ہوں گی۔ اس ضمن میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے،

والمکاتیب عبد ما بقى عليه درهم.

مکاتیب اس وقت تک غلام ہی ہے جب تک اس پر ایک درہم بھی باقی ہے۔ یہ مکمل حدیث نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پوری بات کا ایک ٹکڑا ہے جس سے غلط طور پر ایک قانون اخذ کر لیا گیا ہے۔ یہاں پر دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مکاتیب کے حقوق کی نہیں بلکہ اس کے فرائض کی بات کر رہے ہیں۔ اس کا فتنہ یہ ہے کہ مکاتیب پر جب تک ایک درہم بھی باقی ہے، اس کی زمدار میں غلام کی طرح کی کی جائے گی۔ اس پر نماز، جہرہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، جرمانہ اور جزیہ واجب نہیں ہوں گے۔ فقہ کے جلیل القدر ائمہ کا یہی نقطہ نظر ہے۔ امام احمد بن حنبل کا نقطہ نظر ان کی کہتے ہوئے انہن قلم لکھتے ہیں:

قال: أبو طالب سألت أبا عبد الله عن العبد النصراني عليه جزية قال: ليس عليه جزية. وقال: ففی موضع آخر قلت للعبد ليس عليه جزية لنصراني كان أم لمسلم كما قال: أبو محمد رضی اللہ عنہ. وقال: عبد الله بن أحمد سألت أبا عن رجل مسلم كاتب عبد نصرانيا هل تؤخذ من العبد الجزية من مكاتبته؟ فقال: إن العبد ليس عليه جزية والمکاتیب عبد ما بقى عليه درهم. (ابن قیم، احکام اهل الذمہ)

حضرت عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے ایسے مسلمان کے بارے میں پوچھا جس نے اپنے عہد عربی غلام کو مکاتیب دی ہوئی ہو تو کیا ایسی صورت میں اس غلام سے دوران مکاتیب جزیہ لینا چاہئے گا؟ انہوں نے فرمایا، غلام کے ذمے جزیہ کی ادائیگی نہیں ہوگی کیونکہ مکاتیب کے ذمے جب تک ایک درہم بھی باقی ہو، وہ غلام ہی سمجھا جائے گا۔"

صحیح نقطہ نظر یہی ہے کہ مکاتیب پر زمداریوں میں اس طرح کی پرہیز کر دی جائے گی جبکہ کدین میں غلام پر زمداریوں میں رکھی گئی ہے لیکن اسے وہ حقوق حاصل ہوں گے جو آزاد شخص کو حاصل ہوا کرتے ہیں۔

کیا اسلام میں غلام کا فرار ہونا حرام ہے؟

فقہاء و اہل اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ ایک مسلمان غلام کے لئے فرار ہو کر اپنے مالک سے چھٹکارا پانا جائز نہیں ہے۔ وہ اسے گناہ کبیرہ قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔

حدثننا أبو بکر بن أبی شیبہ . حدثننا حفص بن غیاث، عن داود، عن الشعبي، عن جریور؛ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أيما عبد أبى فقد برئت منه الذمة"، (مسلم، کتاب الایمان، حدیث (229)  
حضرت سیدنا جریر بن عبد اللہ بھی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، "جو غلام بھی فرار ہو جائے، وہ ذمہ داری سے نکل گیا۔"

حدثننا یحییٰ بن یحییٰ . أخبرنا جریر عن مغيرة، عن الشعبي؛ قال: كان جریر بن عبد الله يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إذا أبى العبد لم تقبل له صلاة". (مسلم، کتاب الایمان، حدیث (230)

حضرت سیدنا جریر بن عبد اللہ بھی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا، "جب غلام فرار ہو جائے تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔"

یہ صحیح احادیث ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے غلاموں کو آزاد کرنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کرنے کے جو احکام جاری فرمائے تھے، اس کے بعد کسی غلام کو فرار ہونے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جو غلام آزاد کی کا طالب ہوتا وہ اپنے آقا سے مکاتبت کر سکتا تھا۔ وہ اس کی رقم کی ادائیگی کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مدد طلب کر سکتا تھا۔ جس غلام کو آزادی کی خواہش نہ ہوتی، اس کے حقوق کی ادائیگی اس کے آقا کے ذمہ تھی۔ حکومت کا یہ فرض تھا کہ وہ غلاموں کو ان کے حقوق دوائے۔

ان حالات میں غلام اگر فرار ہوتا تو اس کا اس کے سوا اور کوئی معنی نہ تھا کہ وہ مسلم کیوں نہیں رہتا تھا۔ اس صورت میں مسلم کیوں اس کی ذمہ داریوں کی پابندی نہ کر سکتا تھا۔ اس کی تفصیل کو مد نظر رکھا جائے تو غلام کے لئے فرار ہونے کی یہ ممانعت بالکل درست معلوم ہوتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی غلام کسی ایسے معشرے میں موجود ہو، جہاں اس کا آقا اس پر ظلم کے پہاڑ ٹوٹا ہو اور حکومت اس ضمن میں اس کی مدد کرنے کو تیار نہ ہو تو کیا اس غلام کے لئے فرار ہونا بھی حرام ہوگا؟ اس کا جواب بھی نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت سے مل جاتا ہے۔ آپ کے عہد میں اپنے آقاؤں کے ظلم و ستم کے تے ہوئے غلام جب فرار ہو کر مدینہ آجاء کرتے تھے تو انہیں نہ صرف مسلمان معاشرے میں قبول کر لیا جاتا تھا بلکہ انہیں فوراً ہی آزادی دے دی جاتی تھی اور ان کی "داد" کا تعلق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے قائم کیا جاتا تھا۔

حدثننا إبراهيم بن موسى: أخبرنا هشام، عن ابن جریج، وقال عطاء، عن ابن عباس:

كان المشركون على منزلتين من النبي صلى الله عليه وسلم والمؤمنين: كانوا مشركي أهل حرب، يقاتلهم ويقاتلونهم، ومشركي أهل عهد، لا يقاتلهم ولا يقتلونهم، وكان إذا هاجرت امرأة من أهل الحرب لم تخطب حتى تحيض وتطهر، فإذا طهرت حل لها النكاح، فإن هاجر زوجها قبل أن تنكح ردت إليه، وإن هاجر عبد منهم أو أمة فهما حران ولهما ما للمهاجرين، ثم ذكر من أهل العهد مثل حديث مجاهد: "وإن هاجر عبد أو أمة للمشركين أهل عهد لم يردوا، وردت أثمانهم". (بخاری، کتاب النکاح، حدیث (5286)

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مؤمنین کا مشرکین سے معاملہ دو طرح کا تھا۔ بعض مشرکین "اہل حرب" تھے۔ وہ مسلمانوں سے جنگ کرتے اور مسلمان ان سے جنگ کرتے۔ دوسری قسم کے مشرکین "اہل عہد" تھے۔ نہ تو وہ مسلمانوں سے جنگ کرتے اور نہ ہی مسلمان ان سے جنگ کرتے۔ اگر اہل حرب کی کوئی کنوت (مسلمان ہو کر) ہجرت کرے تو انہیں جنس آنے اور پھر پاک ہونے تک نکاح کا بیانیہ بھیجا جاتا تھا۔ جب وہ پاک ہو چکا تھا تو ان کے لئے نکاح کرنا جائز ہو جاتا تھا۔ اگر نکاح کرنے سے پہلے ان کا خاندان بھی (مسلمان ہو کر) ہجرت کر کے آچکا تھا تو ان کا رشتہ برقرار رکھا جاتا۔

اگر اہل حرب کے کوئی غلام یا لونڈی ہجرت کر کے آ جاتے تو انہیں آزاد قرار دے دیا جاتا اور ان کا درجہ مہاجرین کے برابر ہوتا۔۔۔ اگر اہل عہد کے کوئی غلام یا لونڈی ہجرت کر کے آ جاتے تو انہیں واپس لوٹا یا نہ جاتا لیکن ان کی قیمت کے ماکان کو بھیج دی جاتی۔

اسی اصول پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح کا معاہدہ طے پا جانے سے پہلے آنے والے دو غلاموں کو آزادی عطا فرمائی۔

حدثننا عبد العزيز بن يحيى الحرثي، قال: حدثني محمد يعني ابن سلع عن محمد بن إسحاق، عن ابن عباس، عن منصور بن المعتمر، عن ربيعة بن جراح، عن علي بن أبي طالب قال: خرج عبيدان إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يعني يوم الحديبية قبل الصلح، فكتب إليهم موالهم فقالوا: يا محمد، والله ما خرجوا إليك رغبة في دينك، وإنما خرجوا هرباً من الرق، فقال ناس: صدقوا يا رسول الله وذكهم

إلھیم، فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال: "ما أراکم تنھون یا معشر قریب حتی یبعث اللہ (عز وجل) علیکم من یضرب رقابکم علی هذا" وأبی أن یردھم، وقال: "ھم عتقاء اللہ عز وجل". (ابو داؤد، کتاب الجہاد، حدیث (2700)

حضرت سیدنا ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حدیبیہ کے دن صلح سے پہلے (اہل مکہ کے) دو غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ ان کے نکلنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھٹکا اور کہا، "اے محمد! خدا کی قسم آپ کے دین سے رنجت کے باعث آپ کے پاس نہیں آئے۔ یہ تو شخص آزادی حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔" لوگ کہنے لگے، "یا رسول اللہ! ان کے لئے کدو درست کھدے ہیں۔ آپ انہیں واپس بھیجا دیجیے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر سخت ناراض ہوئے اور فرماتے لگے، "اے گروہ قریش! میں سمجھتا ہوں کہ تم اس کام (یعنی غلامی کو برقرار رکھنے) سے اس وقت تک باز نہ آؤ گے جب تک کہ اندھ عروہ جس قدر طرف کی ایسے کو نہ بھیجے جو تمہاری گردنوں پر ضرب لگائے۔" آپ نے انہیں واپس کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا، "وہ اللہ عز وجل کی رضا کے لئے آزاد ہیں۔"

اسی اصول پر آپ نے طائف کے محاصرے کے وقت اعلان فرمایا تھا کہ اہل طائف کے غلاموں میں سے جو آزادی کا طالب ہو، وہ اس طرف آ جائے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا یحییٰ بن زکریا حدثنا الحجاج عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس قال: لما حاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أهل الطائف أعق من و ققیمہ. (مسند احمد، باب عبد اللہ بن عباس، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث (34283)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کا محاصرہ کیا تو ان کے غلاموں میں سے (ان غلاموں کو جو مسلمانوں کی طرف آ گئے تھے) آزاد کر دیا۔ مشہور مستشرق و عظیم سپرد اس اعلان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

آپ نے محصورین کے پاس ایک اعلان بھیجے جس سے دو لوگ بہت ناراض ہوئے۔ اس اعلان کا مضمون یہ تھا کہ اگر کاشمیر سے کوئی غلام ہرے پر آئے گا تو اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ قریباً تمام غلاموں نے اس اعلان سے فائدہ اٹھایا اور وہ اپنے آزادی دینے والے کے سپرد بہادر دیوث بن گئے۔ (دوم سپر، The life of ohed) اس تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلام کے فرار ہونے کی حرمت صرف اسی صورت میں ہے جب وہ ایسے معاشرے میں موجود ہو جہاں اس کی آزادی کے قانونی راستے کھلے ہوئے ہوں اور اس پر ظلم و ستم نہ کیا جاتا ہو۔

﴿خلافت راشدہ کی جنگی مہمات میں غلاموں سے حسن سلوک﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء راشدین (بشمول عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ) کے طرز عمل سے متعلق تاریخی روایات کا جائزہ لیا جائے تو قیدیوں کے بارے میں ان کے یہ اقدامات سامنے آتے ہیں:

عمومی طور پر خلفاء راشدین "اسا مینا او اعا فداء" کے اصول کے تحت جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ یا پھر کچھ معاوضہ لے کر رہا کر دیتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قیدی کا فدیہ 400 درہم مقرر کیا گیا۔ بسا اوقات اس میں کئی بیش بھی کی گئی۔ (عمری، عصر الخلفاء الراشدہ)

جنگی قیدیوں کا دلدلہ مشن کی قیدیوں میں موجود اسلامی ریاست کے قیدیوں سے کیا جاتا تھا۔

بعض موقعوں پر استثنائی طور پر جنگی قیدیوں کو غلام بھی بنایا گیا لیکن یہ معاملہ عارضی طور پر تھا۔ حکومت کی احاطت قبول کر لینے پر ان جنگی قیدیوں کو آزاد کر دیا جاتا تھا۔

اسلامی ریاست کے جو شہری جنگی قیدی بن کر دشمن کی غلامی میں چلے جاتے، خواہ وہ مذہباً مسلمان ہوں یا نہ ہوں، انہیں بیت المال سے رقم ادا کر کے آزاد کر دیا جاتا تھا۔ اگر وہ قیدی جنگ کے ذریعے دوبارہ مسلمانوں کے پاس آ جاتے تو انہیں فوراً آزاد کر دیا جاتا تھا۔

غلام نہ بنانے میں اسلامی خدمات کا بیان

اس تمام اقدامات کی مثالوں کے لئے یہ روایات ملاحظہ فرمائیے۔

قال شافعی: و لا نعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبی بعد حنین احداً. و لا نعلم

ابابکر سبی عربیا من اهل الردة. ولكن اسرهم ابوبکر حتی خلاصهم عمر. (بیہقی،

معرفۃ السنن والآثار، کتاب السیر، حدیث (17966)

حضرت امام شافعی کہتے ہیں، "ہمارے علم میں نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے بعد کسی کو غلام بنایا ہو۔ نہ ہی ہمارے علم میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے ساتھ جنگوں میں کسی عرب کو غلام بنایا ہو۔ ابوبکر نے انہیں قید ضرر کیا۔ (یاد رکھیں قید میں رہے) یہاں تک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں رہا کر دیا۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانٌ، عَنْ زَيْلٍ لَمْ يُسَمِّهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أُلِيَ

بِسَبْيٍ فَأَعْتَقَهُمْ. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33889)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جنگی قیدی لائے گئے، انہوں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔



حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ يُوْسُفَ بْنِ يَهْرَانَ، عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: كُلُّ أَمِيرٍ كَانَ فِي أَيْدِي الْمُشْرِكِينَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَفِيكَاهُ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33937))

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کرتے ہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ہر وہ مسلمان تیری جوشرکین کے پاس ہے اس کا وہ یہ مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔"

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْمَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: لِأَنِّي أَسْتَفِيزُ رُجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ أَيْدِي الْكُفَّارِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حِزْبِ الْعَرَبِ. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33928))

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کرتے تھے، "اگر میں مسلمانوں کے ایک شخص کو کسی دشمن کی قید سے آزاد کرواؤں تو یہ میرے لئے پورے عرب کے بڑے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔"

حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَيْكٍ، عَنْ بَشْرِ بْنِ غَالِبٍ، قَالَ: سَأَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَنِ الرَّحْلِ يُقَاتِلُ عَنْ أَهْلِ الدِّمَةِ، فَيُؤَسَّرُ؟ قَالَ: بَلِّغْكَاهُ مِنْ خِرَاجٍ أَوْ لَيْتَكَ الْقَوْمَ الَّذِينَ قَاتَلَ عَنْهُمْ. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33938))

حضرت ابن زبیر نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جو (غیر مسلم) حملہ زدہ میں ہو اور قیدی بنایا گیا ہو۔ انہوں نے فرمایا، "اس کا وہ یہ مسلمانوں کے خراج (بیت المال) میں سے ادا کیا جائے گا کیونکہ وہ انہی کی طرف سے جنگ کر رہا تھا۔"

حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ إِذَا أَمَى بِأَمِيرٍ يَوْمَ صِفِّينَ، أَحَدًا ذَاتَيْهَ، وَأَخَذَ سِلَاحَهُ، وَأَخَذَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَعُودَ، وَخَلَّى سَبِيلَهُ.

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33944))

حضرت ابو جعفر کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس جنگ ختمین کا ایک قیدی لایا گیا۔ آپ نے اس کا جانور اور اسٹبل لے لیا اور اس سے یہ وعدہ لے کر اسے آزاد کر دیا کہ وہ دوبارہ آپ سے جنگ کر نہیں آئے گا۔

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَرَ عَلِيٌّ مُنَادِيَهُ، قَدَادَى يَوْمَ الْبُسْرَةِ: لَا يَقْتُلْ أَمِيرًا. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33950))  
ابو جعفر کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ہر کسی جنگ میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ کسی قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔  
حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ خَلِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ الْحَسَنِ، أَنَّ الْحَجَّاجَ أَمَرَ بِأَمِيرٍ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمَرَ: قُمْ فَأَقْتُلْهُ، فَقَالَ ابْنُ عَمَرَ: مَا يَهْدِي أَمِيرَنَا، يَقُولُ اللَّهُ: (حَتَّى إِذَا اتَّخَذْتُمُوهُمْ فَتُدْعُوا الْوِلْدَانَ قِوَامًا مِمَّا بَعْدُ وَإِنَّمَا فِدَاءُ). (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب

الجہاد، حدیث (33946))

حضرت حسن ہماری کہتے ہیں کہ حجاج (بن یوسف) کے پاس ایک جنگی قیدی لایا گیا۔ اس نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا، "اچھے اور اچھے قتل کر دیجیے۔" ابن عمر نے فرمایا، "میں اس کا حکم نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، جب تم انہیں (جنگ میں) قتل کر چکے تو انہیں مغرولی سے باندھ لو اس کے بعد یا تو بطور اسیر رکھ دو یا پھر بطور فدیہ رکھ دو۔" (اس طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ نے وقت کے ایک کم لو جاہر گورنر کے سامنے نظر نہ کر دیا۔)

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمَّارِ النَّخَعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الطُّفَيْلِ، قَالَ: كُنْتُ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ بَعَثَهُمْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِلَى بَنِي نَاجِيَةَ، فَاتَيْنَاهُمَا إِلَيْهِمْ فَوَجَدْنَاهُمْ عَلَى قِلَافٍ فِرْقٍ، قَالَ: فَقَالَ: أَمِيرُنَا لِفِرْقَةٍ مِنْهُمْ: مَا أَنْتُمْ؟ قَالُوا: نَحْنُ قَوْمٌ نَصَارَى وَأَسْلَمْنَا، فَبَيْعْنَا عَلَى إِسْلَامِنَا، قَالَ: اعْتَزِلُوا، ثُمَّ قَالَ لِلثَّانِيَةِ: مَا أَنْتُمْ؟ قَالُوا: نَحْنُ قَوْمٌ مِنَ النَّصَارَى، لَمْ نَدِينَا أَفْضَلَ مِنْ دِينِنَا فَبَيْعْنَا عَلَيْهِ فَعَالَ اعْتَزِلُوا، ثُمَّ قَالَ لِفِرْقَةٍ أُخْرَى: مَا أَنْتُمْ؟ قَالُوا: نَحْنُ قَوْمٌ مِنَ النَّصَارَى قَالُوا، فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: إِذَا مَسَّخَتْ رَأْسِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَكُشُّوا عَلَيْهِمْ فَعْمَلُوا فَفَعَلُوا الْمُقَابَلَةَ وَسَبَّوْا الزُّنَارِي، فَسَجَّتِ بِالزُّنَارِيِّ إِلَى عَلِيٍّ وَجَاءَ يَصْغُلُهُ بَنُ هُبَيْرَةَ فَاسْتَرَاهُمْ بِمَاتِي أَلْفِي فَجَاءَ بِمِائَةِ أَلْفِي إِلَى عَلِيٍّ، فَسَأَلَنِي أَنْ يَقْبَلَ، فَانْطَلَقَ مُصْغِلًا بِزَرَاهِمِهِ وَعَمَدَ إِلَيْهِمْ يَصْغُلُهُ فَاغْتَنَّهُمْ. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب

الجہاد، حدیث (33408))

ابو طفیل کہتے ہیں کہ میں ایک لشکر میں تھے جسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ جیہ کی طرف بھیجا تھا۔ جب ہم ان تک پہنچے تو ہمیں

ان کے تین گروہ تھے۔ ۱۔ ہر سے اسیر نے ایک گروہ سے پوچھا، "تم کون ہو؟" وہ کہنے لگے، "ہم یہودی قوم ہیں لیکن ہم اسلام قبول کرتے ہیں۔ ہمیں اپنے اسلام پر ثابت قدم رہنے دیجیے۔" اسیر نے کہا، "اٹھیں چھوڑ دو۔"

اس کے بعد ہمارا سامنا دوسرے گروہ سے ہوا تو ان سے پوچھا، "تم کون ہو؟" وہ کہنے لگے، "ہم یہودی قوم ہیں۔ ہمیں اپنے دین سے اچھا کوئی دین نہیں لگتا۔" (ہم آپ کی احاطہ قبول کرتے ہیں جس) ہمیں اسی پر قائم رہنے دیجیے۔ "اسیر نے کہا، "اٹھیں بھی چھوڑ دو۔"

اس کے بعد ہمارا سامنا تیسرے گروہ سے ہوا۔ ان سے بھی پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں۔ انہوں نے کہا، "ہم یہودی قوم ہیں۔" اس کے بعد انہوں نے سرکشی دکھائی (یعنی جنگ پر تیار ہو گئے)۔ انہیں لنگر کہنے لگے، "جب میں اپنے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیروں تو ان پر حملہ کر دینا۔" ہم نے ان سے جنگ کی اور ان کے فوجیوں کو ہار کر کے ان کے بڑی بچوں کو قیدی بنالیا۔ یہ ان قیدیوں کو لے کر سیدنا مکی رضی اللہ عنہ کے پاس آ رہے تھے کہ مصعب بن عمیر آ یا اور اس نے ان قیدیوں کی خدمت کو دودھ لکھ دیا (ایڈوائس دے کر) خرید لیا۔ اس کے بعد وہ ایک لکھ دودھ لے کر سیدنا علی کے پاس آیا۔ آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے مصعب کو اس کی رقم واپس کی اور تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

حدثنا حمید ثنا ابو جعفر النقیلی انا ابن عیینہ عن عبد اللہ ابن شریک عن بشر بن

غزال مسع ابن الزبیر یسال الحسن بن علی عن الاسیر من اهل الذمہ یاسرہ العدو .

قال : فبکا کہ علی المسلمین . (حمید بن زنجویہ، کتاب الاموال)

حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے ذی غیر رسم قیدی کے بارے میں سوال کیا جسے دشمن نے قید کر رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا، "اسے آزاد کرو اور مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔"

حدثنا الحکم بن نافع انا صفوان بن عمرو ان عمر بن عبد العزیز قال : اذا خرج

الاسیر المسلم یفادی نفسه، فقد وجب فداؤه علی المسلمین . لیس لهم رده الی

المشرکین . (حمید بن زنجویہ، کتاب الاموال)

حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا، "اگر کوئی مسلمان جنگی قیدی نہ لے لے، اور اگر کے کل آئے تو اس ذمہ ہے کہ اسے آزاد کرے مسلمانوں (کی حکومت) کی ذمہ داری ہوگی اسے کی صورت میں بھی مشرک دشمنوں کے حوالے نہ کیا جائے گا۔"

حدثنا وکیع، عن سُفْیَانَ، عن اَبی الحُوَیْرِیَّةِ، وَعَاصِمِ بْنِ حُکَیْمٍ الْجُرُومِیِّ، اَنَّ عُمَرَ

بْنَ عَبْدِ الْعَزِیزِ قَدَّی رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ مِّنْ جُورِ مِنْ اَهْلِ الْحَرْبِ بِمِیَّةِ اَلْفِ

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33923))

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کے ایک فوجی کا ایک لاکھ جرمانہ ادا کر کے اسے آزاد کر دیا۔ اہل القدر تابعین کا بھی یہی موقف تھا کہ جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ یا فدیہ سے کرہ کرنا یا قرآن کا نیا دی حکم ہے۔

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ اَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، وَعَطَاءٍ، قَالَ قَالَ اَبی اَلْاَسیرِ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ: یُؤْمَنُ عَلَیْهِ، اَوْ یُعَادَى. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33922))

حضرت حسن بصری اور عطاء خراسانی (تابعین کے دو بڑے اور مشہور علماء) مشرکین کے قیدیوں کے متعلق کہا کرتے تھے، یہ تو انہیں بطور احسان رہا کیا جائے یا پھر ان سے فدیہ لے لیا جائے۔"

حَدَّثَنَا وَکیعٌ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِیِّ، وَابْنِ اَلْاَسیرِ: یُؤْمَنُ عَلَیْهِ، اَوْ یُعَادَى بِه. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33925))

حضرت شعبی (تابعین کے ایک جلیل القدر عالم) قیدیوں کے متعلق کہا کرتے تھے، "یا تو انہیں بطور احسان رہا کیا جائے یا پھر ان سے فدیہ لے لیا جائے۔"

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، عَنْ اَبی حُرَیْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَمَاءَ رِیَاسَةِ حَوَازٍ اَصَابَهُنَّ الْعُدُوُّ، فَاَبْنَاهُنَّ رَجُلًا اَبْصِیْهُنَّ؟ قَالَ: لَا، وَلَا یَسْتَرْفِقُهُنَّ، وَلَکِنْ یُعْطِيَهُنَّ اَنْفُسَهُنَّ بِاَلَدِیْ اَحْذَرُهُنَّ بِه، وَلَا یَزِدُّ عَلَیْھِنَّ. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (34203))

ابن حریز کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا، "آزاد خواتین اگر دشمن کے قبضے میں چلی جائیں اور دشمن نے انہیں مسلمانوں کا کوئی نقص فریاد نہ کیا تو کیا وہ اس کی کوٹریاں بن جائیں گی؟" انہوں نے کہا، "ہرگز نہیں، وہ بالکل لونی نہیں بنائی جائیں گی۔ ہاں جو قسم اس شخص نے ادا کی ہے، وہ ان خواتین (یا ان کے وارثوں یا بیٹے امال) سے لے لی جائے گی اور اس رقم میں کوئی منافع شامل نہیں کیا جائے گا۔"

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، عَنْ اَبی مُعَاوِیَہ، عَنْ اَبی حُرَیْرٍ؛ اَنَّهُ سَمِعَ الشَّعْبِیَّ، یَقُولُ: مَا كَانَ مِنْ اَسْأَرِی فِی اَبْیْدِی الْحَجَّارِ، فَإِنَّ الْحَرْبَ لَا یَبْنِیْ، فَاَزْدُ اِلَی النَّاجِرِ رَأْسَ مَالِه. (مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33211))

حضرت شعبی کہا کرتے تھے، "تاجروں کے ہاتھ میں جو قیدی ہیں، ان میں سے کسی آزاد کو نہ بیچا جائے۔ اگر کوئی اس اصل

رقم واپس کر دی جائے۔

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ مِوَيْهَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، فِي أَهْلِ الْفَيْدِ إِذَا سَبَّاهُمُ الْمُشْرِكُونَ، ثُمَّ ظَهَرُوا عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُونَ، قَالَ: لَا يَسْتَرْفِقُونَ. (مصنف ابن اسی شیبہ، کتاب الجہاد، حدیث (33939))

حضرت (عجل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اہل ہمد کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر دشمن شرک انہیں غلام بنا لیں اور اس کے بعد وہ مسلمانوں کے قبضے میں آ جائیں تو انہیں غلام نہ بنایا جائے۔

اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ ان قیدیوں کو غلام بنایا کیوں گیا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہ دیا گیا اسلام کے قانون کے تحت نہیں بلکہ اس دور کے بین الاقوامی قانون کے تحت کیا گیا۔ موجودہ دور میں جب بین الاقوامی قانون تبدیل ہو چکا ہے تو جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی اجازت اسلام میں موجود نہیں ہے۔

وقد سبق لنا في مواضع مختلفة من هذه الظلال القول بأنه كان لمواجهة أوضاع عالمية قائمة، وتقاليدي في الحرب عامة. ولم يكن ممكناً أن يطبق الإسلام في جميع الحالات النص العام: (فإما منا بعد وإما فداء). (في الوقت الذي يسترق أعداء الإسلام من يأسروهم من المسلمين. ومن ثم طبقه الرسول (ص) في بعض الحالات فاطلق بعض الأسارى منا. وفادى بعضهم أسرى المسلمين، وفادى بعضهم بالمال. وفي حالات أخرى وقع الاسترقاق لمواجهة حالات قائمة لا تعالج بغير هذا الإجراء. فإذا حدث أن اتفقت المعسكرات كلها على عدم استرقاق الأسرى، فإن الإسلام يرجع حينئذ إلى قاعدته الإيجابية الوحيدة وهي: (فإما منا بعد وإما فداء) لانقضاء الأوضاع التي كانت تقضي بالاسترقاق. فليس الاسترقاق حتمياً، وليس قاعدة من قواعد معاملة الأسرى في الإسلام. (سيد قطب، تفسير في ظلال القرآن؛ سورة محمد (47:4))

ہمارے اس تغیر "ظلال" میں مختلف مقامات پر یہ بحث کر رہی ہے کہ عہد رسالت اور خفاء راشدین کے دور میں غلام بنائے جانے کا حادہا میں بین الاقوامی جنگی قانون کے تحت تھا۔ ہرقم کے حالات میں اس نام صرف حکم کہ "قیدیوں کو احسان رکھ کر چھوڑ دیا نہ یہ لے کر آؤ کرو" (پہل کرنا ناممکن تھا۔ خاص طور پر) اس دور میں جب اسلام کے دشمن مسلمان قیدیوں کو غلام بنا کر رکھ

کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کی گئی۔ بعض حالات میں بعض قیدیوں کو احسان رکھ کر چھوڑ دیے گئے۔ بعض قیدیوں کو مسلمان قیدیوں کے بدلے رہا کر دیا گیا اور بعض قیدیوں سے فدیے لے کر انہیں چھوڑ دیے گئے۔ بعض ایسے حالات میں غلام بھی بنائے گئے جس کے بغیر چاروں ہی نہ تھا۔ اس کے بعد دنیا بھر کی افواج (اور حکومتیں) اس بات پر متفق ہو گئیں ہیں کہ جنگی قیدیوں کو غلام نہ بنایا جائے گا تو مسلمان بھی اپنے اصل قانون کی طرف لوٹ چکے ہیں کہ "قیدیوں کو احسان رکھ کر چھوڑ دیا نہ یہ لے کر آؤ کرو"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب وہ حالات ایسا ختم ہو چکے ہیں جن میں غلام بنائے جاتے تھے۔ اب غلام بنائے جانے کو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے اور غلام بنانا یا اس کا اسلام کا قانون نہیں ہے۔

انسداد غلامی کی تحریک میں خلفاء راشدین کا کردار اور اس کے اثرات

انسداد غلامی کی تحریک میں خلفاء راشدین کے کردار کا ایک پہلو تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ حضرات غلاموں کو دے جانے والے تمام حقوق کے ضائع تھے۔ اگر کوئی آقا کسی غلام کو اس کا حق دینے میں نال مشول کرتا تو غلاموں کو یہ بہت تھیں جس کی کوہ کی بھی وقت آ کر ضعیفہ شکایت کر سکتا اور ان کی شکایات پر خلفاء فرما کر حرکت میں آ جیا کرتے تھے۔ اس کی توبہ کم ہی آ کر کرتی تھی کیونکہ آدای کا یہ احقر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے قریبی صحابہ کی تربیت یافتہ تھا اور وہ خود ہی غلاموں کو ان کی آزادی سمیت وہ تمام حقوق دینے کو تیار تھے جس کی تقصیل ہم پچھلے ابواب میں بیان کر چکے ہیں۔

عرب میں غلامی کا مکمل خاتمہ

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غلامی کے خاتمے کے لئے ایک بہت بڑی پیش رفت کی گئی۔ آپ کے دور میں ایران، شام اور مصر کی طرف پیش قدمی جاری تھی جس کی وجہ سے خلافت اسلامیہ کی سرحدیں مسلسل پھیل رہی تھیں جبکہ عرب معاشرہ اب پوری طرح منظم ہو چکا تھا۔ عربوں میں اس وقت کسی قسم کی عبادت موجود نہ تھی۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرب کی حدود میں غلامی کا مکمل خاتمہ کرنے کے لئے یہ حکم جاری فرمایا کہ عرب کے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا جائے۔

بِذَلِكَ مَضَتْ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَمْ يَسْتَوْفَ أَحَدًا مِنْ دُخُولِهِمْ وَكَذَلِكَ حَكَمَ عُمَرُ فِيهِمْ أَيْضًا حَتَّى رَدَّ سَيِّ أَهْلَ الْبَجَاهِيَّةِ وَأَوْلَادَ الْإِمَاءِ مِنْهُمْ. أَخْبَرَنَا ابْنُ عَسَاكِرِهِمْ عَلَى فِدَانِيَّةٍ يُؤَدُّونَهَا إِلَى الَّذِينَ اسْلَمُوا وَهُمْ فِي أَيْدِيهِمْ. قَالَ: وَهَذَا مَشْهُورٌ مِنْ رَأْيِ عُمَرَ. وَوَرَى عَنْهُ الشَّعْبِيُّ أَنَّ عُمَرَ قَالَ: لَيْسَ عَلَى عَرَبِيْ مِلْكٌ. وَيُقْبَلُ عَنْهُ أَنَّهُ لَقِيَ بِفِدَاءٍ مَنْ كَانَ فِي الرِّقِّ مِنْهُمْ.

(ابو عبیدہ، کتاب الاموال بحوالہ موسوعة الفقہیۃ الکویتیۃ)

یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ہی جاری ہوگئی تھی کہ اہل عرب کے مردوں کو غلام نہ بنایا جائے۔ اس بات کا حکم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت جاری فرمایا جب انہوں نے مسلمانوں کے ہاں قید، اہل جاہلیت کے جنگی قیدیوں اور نوٹوں کی اولادوں کو اہل اسلام کو فدیہ ادا کرنے کے بدلے آزاد کر کے اپنے قبائل میں جانے کی اجازت دے دی۔ یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مشہور رائے ہے۔ فقہی روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "عرب کو غلام نہ بنایا جائے گا۔" ان سے نقل کیا گیا ہے کہ کاتبوں نے عرب میں موجود غلاموں کو فدیہ ادا کر کے آزاد کر کے کافیلہ دیا۔

آپ عربوں کو غلام نہ بنایا کرتے تھے کہ وہ اپنے بھائیوں کی کو غلام بنائے ہوئے ہیں:

وَلِذَلِكَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مِنَ الْعَارِ أَنْ يَمْلِكَ الرِّجُلُ ابْنَ عَمِّهِ أَوْ بَنَتَ عَمِّهِ

(ابن حجر، فتح الباری بحوالہ موسوعة الفقہیۃ الکویتیۃ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ شرم کی بات ہے کہ کوئی شخص اپنے چچا کے بیٹے یا بیٹی کا لگ ہو۔ اسی شہادت کے وقت آپ نے یہ حکم جاری کیا کہ عرب معاشرے میں جتنے غلام موجود ہیں ان سب کو اس طرح سے آزاد کر دیا جائے کہ ان کی قیمت کی ادائیگی حکومت کے ذمہ ہوگی۔ اس کے بعد اگر عرب میں کوئی غلام نہ بنایا جائے۔

حدیثنا عبد اللہ حدثنی أبی حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن زيد بن أبي رافع أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه كان مستندا إلى ابن عباس وعنده ابن عمر وسعيد بن زيد رضي الله عنهما فقال: اعلموا! أسي لم أفق في الكلاله شيئا، ولم استحلف من بعدى أحد، وأنه من أدرك وفاتي من سبي العرب فهو حر من مال الله عز وجل

فقال سعيد بن زيد: أما انك لو أشرت برجل من المسلمين لأتمنتك الناس وقد

فعل ذلك أبو بكر رضي الله عنه وأتمته الناس . فقال عمر رضي الله عنه قد رأيت

من أصحابي حرضا سينا . واني جاعل هذا الأمر إلى هؤلاء النفر الستة الذين مات

رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو عنهم راض ثم قال عمر رضي الله عنه: لو

أدركني أحد رجلين ثم جعلت هذا الأمر اليه لو لثقت به سالم مولی أبي حذيفة وأبو

عبیده بن الجراح . (مسند احمد، باب عمر بن خطاب)

زيد بن ابی رافع کہتے ہیں کہ (اپنی شہادت کے وقت) سیدنا عمر ابن عباس کو وصیت لکھوا رہے تھے اور ان کے پاس ابن عمر اور سید بن زید (عمر کے بیٹے اور بہنوئی) رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: "یہ بات اچھی طرح مانو کہ کمال کے

بڑے میں کوئی قیدی نہیں کر سکا اور نہ ہی میں اپنے بعد کی کو غلام نہ بنایا جائے۔ عرب میں موجود جنگی قیدیوں میں جو شخص بھی (بطور غلام) میری وفات کے وقت موجود ہو، اسے اللہ کے مال کے ذریعے آزاد کر دیا جائے۔

حضرت سعید بن زید کہتے ہیں: "کیا یہی اچھا ہو کہ آپ مسلمانوں میں سے کسی کو جانچیں مقرر فرمادیں جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو جانچیں بنایا تھا۔" عمر نے جواب دیا: "میں نے اس معاملے میں اپنے ساتھیوں میں خواہش دیکھی ہے۔ میں اس معاملے کو ان پر افروا (علی، عثمان، طلحہ، زبیر، عبدالرحمن رضی اللہ عنہم) کے سپرد کرنے والا ہوں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات کے وقت خوش تھے۔" اس کے بعد فرمایا: "اگر ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم یا ابی عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہوتا تو میں اسے غلام نہ بنایا کرتا۔"

قال الشافعي اخبرنا سفيان عن يحيى بن يحيى الغساني، عن عمر بن عبد العزيز، قال

واخبرنا سفيان عن رجل، عن شعبي ان عمر قال: لا يسترق العربي . (بيهقي، معرفة

السنن والآثار، كتاب السير، حديث (17958)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اہل عرب کو غلام نہ بنایا جائے۔"

رواه الشافعي في الام، والبيهقي في سننه الكبرى، وجاء في الاموال، ان الفاروق

فدي كل رجل من اسرى العرب بارع مئة درهم . وجاء في الاموال و في سنن

البيهقي الكبرى ان الفاروق عمر قال: ليس على عربي ملك، ولسنا نأزعي من يد

رجل اسلم عليه، و لكننا نقومهم الذية خمسنا من الابل للذي سباه . وهذا بالنسبة

لاسرى العرب الذين وقعوا في الاسر في ظل جاهلية . ثم ادر كههم الاسلام فاسلم

مالكوهم . فكان على كل اسير من هذا النوع ضرب عليه الرق ان يدفع هو، او يدفع

ذروه فداء، لمن يملكه حرا الى عشرينه . (حاشیہ معرفۃ السنن والآثار، کتاب

السير، حدیث (17958)

امام شافعی کتاب الام میں بتکلی سنن الکبریٰ میں اور (ابو عبیدہ) کتاب الاموال میں بیان کرتے ہیں، سیدنا فاروق عظیم رضی اللہ عنہ نے عرب کے قیدیوں میں سے ہر ایک کا فدیہ 400 درہم ادا کیا۔ کتاب الاموال اور سنن الکبریٰ میں بیان کیا گیا ہے کہ سیدنا عمر فاروق نے فرمایا: "عرب میں غلامی نہیں رہے گی اور ہم ہر اس غلام کو قبول کرنے والے کو اس کے آقا کی غلامی سے نکال دیں گے۔ ہم ہر غلام کا فدیہ پانچ اونٹ مقرر کریں گے۔ یہ عرب کے ان غلاموں کا معاملہ ہے جو کہ درجہ بیت میں غلام بن گئے تھے،

اس کے بعد وہ اعلان کے ایک مسلمان ہو گئے تھے۔ اس قسم سے ہر قیدی پر "غلام" کا اطلاق ہوتا ہے اور اس کی اولاد کو فدیہ اور کر کے آزاد کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ آزاد ہو کر اپنے خاندان کی طرف جا سکتے گے۔

فَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ الْكَازِمِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَاشِيٍّ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا قَامَ عُثْمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَيْسَ عَلَيَّ عَرَبِيٌّ مِلَّتْ وَلَسْنَا بِتَائِدِيٍّ مِنْ يَدِ رَجُلٍ شَيْئًا أَسْلَمَ عَلَيْهِ وَلَكِنَّا نَقُومُهُمْ الْهَيْلَةَ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ. قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ هَذَا الْبَلْدِيُّ فِي يَدِهِ السَّيِّ لَا تَنْتَعِمْ مِنْ يَدِهِ بِلَا عَوْضٍ لِأَنَّهُ أَسْلَمَ عَلَيْهِ وَلَا تَنْتَعِمْ مَمْلُوكًا وَهُوَ مِنَ الْغَرَبِ وَلَكِنَّهُ قَوْمٌ فِيْمَنَّهُ خَمْسًا مِنَ الْإِبِلِ لِيَلْذِي سَنَاءَ وَيَرْجِعَ إِلَيَّ نَسَبِهِ عَرَبِيًّا كَمَا كَانَ. (بيهقي، سنن الكبرى؛ كتاب السير، حديث (18069))

حضرت سیدنا عمر فاروق سے کفر سے ہو کر (غلبہ دیتے ہوئے) فرمایا، "عرب میں غلامی نہیں رہے گی اور ہم ہر اسلام قبول کرنے والے کو اس کے آقا کی غلامی سے نکال دیں گے۔ ہم ہر غلام کا فدیہ پانچ اونٹ مقرر کریں گے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ان غلاموں کے متعلق دربار فرمایا کہ ہم نہیں جانتے کہ اس غلامی سے نہیں نکالیں گے لیکن چونکہ وہ اسلام قبول کر چکے ہیں اس وجہ سے انہیں غلامی میں نہیں رہنے دیں گے۔ یہاں عرب تھے ان کا فدیہ ان کے مالک کے لئے پانچ اونٹ مقرر کیا گیا اور انہیں اپنے عرب خاندانوں میں ہانے کی اجازت دے دی گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے یہ واضح ہے کہ آپ نے اس عرب نسل کے لئے نہیں بلکہ ہر عرب معاشرے میں جو بھی غلام باقی رہ گئے تھے، انہیں آزاد کرنے سے کہے۔ انہوں نے غلام کی آزادی کے لئے "عربیت" نہیں بلکہ اسامیہ نے "کی شہرہ لگائی تھی۔ یہ شخص ایک اناحق تھا کہ اس وقت عرب میں جو غلام موجود تھے، وہ عرب ہی تھے۔

بعد کے دور میں چونکہ مسلمانوں کے اندر نسل پرستی پھیل گئی تھی اس وجہ سے آپ کے اس فرمان کو کہیں بعد میں بعض لوگوں نے نسل پرستی کا سہہ بنایا اور کہنے لگے کہ اب عربوں کو غلام بنانا پڑ نہیں ہے۔ جن افراد نے صرف قرآن مجید کی سورۃ حجرات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام میں کسی نسل کو کسی دوسری نسل پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانیت کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اور جو بھی آپ پر ایمان لے آئے وہ دوسرے مسلمان بھائی کے برابر ہے۔

غلامی کے خاتمہ میں اسلاف کے کردار کا امتیازی مقام

گر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مزید کچھ عرصہ زندہ رہتے تو میدیہ کی سکنی تھی کہ عرب معاشرے سے بہتر بھی آپ غلامی کا خاتمہ کر

دیتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اصلاحات پر بحث کرتے ہوئے ذاکر اکرم بن شیبہ والحری لکھتے ہیں:

وقد كثر المكاتبون من الرقيق في خلافة عمر، فكانوا يساعدون تنفيذاً لأمر الله تعالى، كما أن الدولة كانت تروخ للعبيد من الغنائم والعطاء، لتكون لهم مال يعملون بتنميته حتى يتحرروا من الرق. وقد ألزم سادتهم بتحريرهم إذا سددوا ما تعهدوا به من مال، وكان مقدار الفداء حسب مهارة العبد وقد يبلغ 40,000 درهم أحياناً. ولما تحسنت موارد بيت المال في خلافة عمر رضي الله عنه قدم وصيته - قبل موته - بتحرير جميع الأرقاء المسلمين في الدولة. (عمري، عصر الخلافة الراشدة)

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں غلاموں میں سے مکاتبت کرنے والوں کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے غلام کے لئے حکومت ہدایہ کرتی تھی۔ یہاں طرح تھ کہ غنیمت اور وٹہ نف میں غلاموں کو بھی حصہ دیا جاتا تھا تا کہ ان کے پاس مال آجائے اور وہ ترقی کرتے ہوئے غلامی سے نجات حاصل کر کے آزاد ہو سکیں۔ ان کے آقاؤں پر یہ لازم تھا کہ معاہدے کے مطابق جب بھی غلام آزاد کئے گئے تو اسے آزاد کر دیا جائے۔ مکاتبت کے فدیہ کی رقم کا تین غلام کی ضمانت و مہارت کے مطابق ہو کر تھا جو بعض اوقات 40,000 درہم تک پہنچ جایا کرتی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیت المال کی حالت بہت بہتر ہو گئی تو انہوں نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ ملک میں موجود تمام مسلمان غلاموں کو آزاد کر دیا جائے۔

آپ کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو آٹھ سو سال تک سکون سے کام کرنے کا موقع ملا لیکن فوجات کے غیلاب کے باعث اس پر عمل کرنا ان کے لئے ممکن نہ رہا۔ اس کے بعد امت مسلمہ انارک کا شکار ہو گئی اور سیدنا عثمان کا آخری اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا پورا دور ہی خانہ جنگی کی نظر ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا نتیجہ یہ نکلا کہ عرب معاشرے کے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا گیا۔ اس حکم کو غلط سمجھ لینے کے باوجود جس بھی حکم از کم یہ نہ کہ وہ تو اس کا اس کے بعد عربوں کو غلام نہیں بنایا گیا۔

## غلاموں کی آزادی میں ہمارے اسلاف

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ کے پاس کثیر تعداد میں جمع کی گئی دولت موجود تھی۔ آپ نے اس دولت کا بڑا حصہ غلاموں کی آزادی پر صرف کیا۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ غلام کی زاد کرنے کی وجہ سے ان کا لقب "قتیل" مشہور ہو گیا تھا۔ انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ متعدد غلاموں کا ذکر اپنی حیرت کی کتاب میں کیا ہے۔ غلاموں کی آزادی کے پیچھے ایک مقصد کا رفا تھا، اس کا اعجاز اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: اشْتَرَى أَبُو بَكْرٍ بِلَالًا بِخَمْسِ أَوَاقٍ، ثُمَّ اغْتَقَهُ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ بِلَالٌ: يَا أَبَا بَكْرٍ إِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اغْتَنَيْتَ لِتَجِدَنِي حَارًا، فَاغْتَنَيْتَ لِي حَارًا وَإِنْ كُنْتَ إِنَّمَا اغْتَنَيْتَ لِي قَدَعْنِي فَأَعْمَلْ لِي، قَالَ: فَجِئَنِي أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ قَالَ: بَلِّ اغْتَنَنْتُكَ لِي. (مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث (33002))

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بل کو پانچ اوقیہ (چاندی) کے بدلے خرید لیا اور انہیں آزاد کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ بل مجھ سے کہنے لگے، "اے ابوبکر! اگر آپ نے مجھے (اپنے مال کا) خرچ خریدا تو مجھے خزاں بھی بنا دیجیے۔ اگر آپ نے مجھے اللہ کے لئے آزاد کیا ہے تو مجھے چھوڑ دیجیے کہ میں اللہ کے لئے عمل کروں۔" ابوبکر یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا، "میں نے تو آپ کو صرف اللہ ہی کے لئے آزاد کیا تھا۔"

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جن جن کرکڑ و غلام آزاد کرنا شروع کیا تھا ان میں انہوں نے اس عمل میں اپنے والد ابوقحیف رضی اللہ عنہ (جو اس وقت اسلام نہ لائے تھے) کی تنبیہ بھی سمجھ لیت تھے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَهْلٍ الْفَقِيهْ بِخَارَا حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَبِيبٍ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأَمَوِيُّ حَدَّثَنَا عَمِي عَبْدِ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ زِيَادَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْبِكَائِي عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي عَتِيقٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزَّبِيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ أَبُو حَفَافَةَ الْأُمِّيُّ بَكَرُ أَرَاكَ تَعْتَقُ رِقَابًا ضَعُفًا، فَلَوْ إِنَّكَ إِذْ فَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ اغْتَنْتَ زَجَالَ جَلْدًا يَمْنَعُونَكَ وَيَقْرَمُونَكَ دُونَكَ. فَقَالَ أَبُو

بَكْرٌ يَا أَبَتِ إِنِّي إِنَّمَا أُرِيدُ مَا أُرِيدُ لِمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِيهِ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى إِلَى قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى وَلَوْ سِوَى يَرْضَى) هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يَخْرُجَاهُ. (مستدرک حاکم، حدیث (3942))

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوقحیف نے ابوبکر سے کہا، "میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت سے کرور غلاموں کو آزاد کر رہے ہو۔ اگر تمہیں یہ کہنا ہی ہے تو جو ان مردوں کو آزاد کرو جو تمہاری حفاظت کریں اور تمہاری نجات میں کھڑے ہوں۔" ابوبکر نے کہا، "ابو جان! میں دنیاوی فائدے کے لئے ایسا نہیں کرتا" اس پر آیا ناز نہ ہوئی کہ "جس نے اپنا مال (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا، اور پھر عیز و گاری اختیار کی، اور نیک بات کو چھوڑا، اس کے لئے ہم نیکوئی کا سامن کر دیں گے۔" (سورۃ البقرہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بکثرت غلام آزاد کئے اور اپنی عمر کے آخری حصے میں آپ کے پاس جو غلام موجود تھے، ان سب کو آزاد کر دیا۔ (مسند احمد، باب عمر بن خطاب) نافع کہتے ہیں کہ سیدنا عمر نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے زائد غلام آزاد کئے۔ (معراج المصابیح شرح مشکوٰۃ)

غلاموں کو آزادی دینے وقت آپ نے بحیثیت مسلمانوں کے لیڈر کے، ایسی مثالیں قائم کیں جو معاشرے کے دیگر افراد کے لئے قابلِ رشک تھیں۔ ایک مرتبہ توایہ ہوا کہ غلام کو آزادی دینے وقت آپ کے پاس رقم نہ تھی۔ آپ نے اپنی بیٹی ام ابولہسن سیدہ خضرہ رضی اللہ عنہا سے قرض لے کر اپنے غلام کو رقم قرضی کا سہ وہ روپا کر گئے۔ یہ سب آپ نے اپنی ذاتی حیثیت سے کیا۔ اس کے علاوہ بحیثیت خلیفہ آپ بیت المال سے غلام خرید کر آزاد کیا کرتے تھے اور ضرورت مند مکہ کیوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی دولت سے نوازا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے آزادی پر خرچ کیا کرتے تھے۔ آپ کے آزاد کردہ غلام ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ایک ہی وقت میں بیس غلام آزاد فرمائے۔ (مسند احمد، باب عثمان بن عفان) آپ خود بیان فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا الْمُؤَدَّبُ بْنُ دَاوُدَ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ النَّضْرُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ، حَدَّثَنَا ابْنُ كَيْسَةَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْمَعْفَرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا نُؤَيْرٍ النَّهْجِيَّ يُحَدِّثُ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَقِيتُ اخْتَبَاتُ عِنْدَ رَبِّي عَشْرًا، إِنِّي لَرَأِيتُ

أَرْبَعَةً فِي الْإِسْلَامِ، وَمَا تَعَنَيْتُ، وَلَا تَمَنَيْتُ، وَلَا وَضَعْتُ يَمِينِي عَلَى قَرَجِي، مُنْذُ  
بَسَّغْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَا مَرَّتْ عَلَيَّ جُمُعَةٌ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا وَأَنَا  
أَعْيَقُ فِيهَا رَقَةً، إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عِنْدِي فَاعْتِقَهَا بَعْدَ ذَلِكَ، وَلَا زَكَيْتُ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا

إِسْلَامِ. (طبرانی، معجم الكبير)

(جب: بیوں سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا یہ صرہ کیا اور ان کے گھر کا ہوا پانی نہ کچھ دیا تو انہوں نے بیوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: میں اس ایک بار میں چھپتا رہا ہوں جو میرے رب کی معلوم ہیں۔ میں چھپتا ہوں جس سے اسامہ قبیلہ کی، میں نے کسی بھی پر غم نہیں کیا اور نہ ہی کسی چیز کی خواہش کی، نہ ہی میں نے کسی اپنے دائیں ہاتھ سے خرما کا کچھوا، جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میں نے نیت کی تو مجھ پر کوئی یہ جھڑپیں گزرا ہے جب میں نے غلام زادہ کی ہو سوائے اس کے کہ میرے پاس کوئی غلام موجود ہی نہ ہو، میں نے نہ تو کبھی دور چاہیت میں اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کیا ہے۔"

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تراوی برک کی عمر بانی اس قبول کرنے کے وقت آپ کو پیش کیجئے برس زندہ رہے۔ اگر برس کو غلام آزاد کرنے کا حسب لگایا جائے تو آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد 2860 بنتی ہے۔ اس میں ایسے مواقع بھی آئے ہیں جب آپ نے ایک سے زائد غلاموں کو آزادی دی تھی۔ اس کی ایک مثال ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی زیادہ تر غربت میں گزری تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ زیادہ تر محنت مزدوری کر کے گذر بسر کیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود ان میں غلاموں کو آزادی دینے کا یہ پناہ جذبہ موجود تھا۔ غربت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت اور آپ کے غلام آزاد کرنے کے شوق کا اندازہ اس روایت سے لگایا جاسکتا ہے۔

أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى  
بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي زَيْدٌ، عَنْ أَبِي سَلَامٍ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحْبَنِیِّ أَنَّ لُثُومَانَ  
مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ قَالَ جَاءَتْ ابْنَةُ هُبَيْرَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ  
وَفِي يَدِهَا فُطْحٌ فَقَالَ كَذَا فِي كِتَابِ أَبِي أَيْ خَوَاتِيمِ ضُغَامٍ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ يَضْرِبُ  
يَدَهَا. فَدَخَلَتْ عَلَيَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ تَشْكُو إِلَيْهَا الَّذِي صَنَعَ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَانْتَزَعَتْ فَاطِمَةُ سُلْسَلَةَ فِي عِقْقِهَا مِنْ ذَهَبٍ وَقَالَتْ هَذِهِ

أَهْدَاهَا إِلَيَّ أَبُو حَسَنٍ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسُّلْسَلَةُ فِي يَدِهَا  
فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ أَبْغِرْ لِي أَنْ يَقُولَ النَّاسُ ابْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ وَفِي يَدِهَا سُلْسَلَةٌ مِنْ نَارٍ ثُمَّ  
خَرَجَ وَلَمْ يَقْعُدْ فَارْسَلَتْ فَاطِمَةُ بِالسُّلْسَلَةِ إِلَى السُّوقِ فَاعْتَمَتْهَا وَاشْتَرَتْ بِهَا غُلَامًا  
وَقَالَ مَرَّةً أُخْرَى عَبْدًا وَذَكَرَ كَلِمَةً مَعْنَاهَا فَاعْتَمَتْهُ فَحَدَّثَ بِذَلِكَ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ  
الَّذِي لَحِقَ فَاطِمَةُ مِنَ النَّارِ. (سنن الکبریٰ از نسائی، کتاب الزینة، حدیث 9378،  
مستدرک حاکم، حدیث (4725)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ ابن ہبیرہ کی بیٹی رسو اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور ان کے ہاتھ میں مونی کی انگلی تھی۔ (اسے پائندہ فرماتے ہوئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاتھ پر (بطور تادیب لگی گئی) ضرب لگائی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل کی شکایت کرنے لگیں۔ وہ سیدہ سے کہہ رہی تھیں کہ آپ نے اپنے گھنے میں مونے کی ایک جھین کیوں پھنک رکھی ہے؟

حضرت سیدہ فاطمہ کہنے لگیں، "یہ جھین تو مجھے (میرے خاوند) ابوالحسن علی رضی اللہ عنہ نے تحفہ دیا تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر میں داخل ہوئے تو سیدہ نے یہ زنجیر اٹا کر ہاتھ میں پکڑ لی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، "اے فاطمہ! کیا تم یہ جانتی ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے ہاتھ میں آگ کی زنجیر ہے۔" یہ خبر آپ کو بغیر نیچے ان کے گھر سے نکل گئی۔ سیدہ نے وہ زنجیر بازار میں بیچی اور اسے بیچ کر اس کا ایک غلام خرید لیا اور اسے آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا، "اللہ کا شکر ہے جس نے فاطمہ کو اس آگ سے نجات دے دی ہے۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرات نے بھی کثرت غلام آزاد کرنے کی مثال قائم کی۔ ام المومنین سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہا کو فاطمہ بنت ہاشم کی آزادی سے خصوصی دلچسپی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کے گھر والوں کے مالی وسائل بہت محدود تھے۔ آپ اپنے خاندان کے لئے ایب لکھی قبول نہ فرماتے تھے جو کسی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا ہو۔ اس مال کو آپ نے ضرورت مندوں یا دین کی اشاعت کے لئے خرچ کرنے کا حکم دیا۔ ان محدود مالی وسائل کے باوجود کہ جب آپ کے گھر میں کسی کی دن چولہا نہ جلتا، سیدہ ہندہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا کی کینز کو خرید کر آزاد کیا۔ یہ حدیث، صحیح مسلم کی تمام کتب میں بہت سے مقامات پر موجود ہے۔ ایک مثال یہ ہے:

حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَمِعْتُهَا قَالَتْ: جَاءَتْ تَبْرِيرَةُ فَقَالَتْ: إِنِّي كَاتِبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ، فِي كُلِّ عَامٍ أَوْقِيَةً، فَأَعِيزْنِي. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكَ أَنْ أَعِدَّكَ لَهُمْ عِنْدَ عَدَّتِهَا، وَيَكُونَ لِي وَلَاؤُكَ فَعَلْتُ. فَهَبْتُ تَبْرِيرَةَ إِلَى أَهْلِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ ذَلِكَ، فَأَبَوْا عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهَا وَرَسُولُ اللَّهِ جَالِسٌ، فَقَالَتْ لِعَائِشَةَ إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ عَلَيْهِنَّ ذَلِكَ فَأَبَوْا عَلَيَّ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ. فَسَمِعَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاقْبَلَهَا، فَأَحْبَرَتْهُ عَائِشَةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُلِيْهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْتَفَى. فَفَعَلْتُ عَائِشَةُ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي النَّاسِ، فَخَبَرَهُ اللَّهُ وَأَنْتَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَمَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ، مَا كَانَ مِنْ شُرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِنْ شُرْطٍ، فَصَاءُ اللَّهِ أَحَقُّ، وَشُرْطُ اللَّهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَغْتَفَى. (موطاء مالک، کتاب العتق و

الولاء، و حدیث 2265، بخاری، کتاب الشرط، حدیث (2729)

نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں: تبریر میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں، "میں نے اپنے مالک سے نو اوقیہ چاندی کے بدلے آزاد کرانے کا معاہدہ کیا ہے۔ ہر سال ایک اوقیہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ میری کچھ دیکھیے۔" میں نے کہنے فرمایا، "مگر وہ پسند کریں تو میں انہیں تمہاری طرف سے پوری قیمت اکٹھی ادا کر کے آزاد کروں اور تمہارا دھکا رشہ مجھ سے قائم ہو جائے۔" میرے اپنے مالک کے پاس گئیں اور ان سے یہی بات کہی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔

اب وہ اپنے بھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی ہیں اور ظریف فرماتے۔ انہوں نے پوری بات سیدہ عاتکہ بنت ابی بکر کے پاس لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا، اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا، "لوگوں! کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسی شرانگہ عاتکہ کر رہے ہیں جن کی اجازت اللہ کے قانون میں نہیں دی گئی۔ جو شرانگھی اللہ کے قانون کے خلاف ہو، وہ باطل ہے مگر چنانچہ سو شرانگہ ہوں۔ اللہ کا فیصلہ ہی حق ہے اور اللہ ہی کی شرانگہ سب سے زیادہ قابلِ اعتماد ہیں۔ و لا کراشہ تو آزاد کرنے والوں کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء راشدین آپ کی ازواج مطہرات کا بہت خیال رکھا کرتے تھے اور باقاعدگی سے انہیں وہ وظیفہ بھیجا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان دن تک کو زیادہ تر غلاموں کی آزادی کے لئے خرچ کیا کرتی تھیں۔ دو مزید دلائل ملاحظہ فرمائیے:

وَحَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّهُ قَالَ: سَوَّيْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فِي تَبْرِيرَ نَافَةِ، فَأَعْتَقْتُ عَنْهُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِقَابًا كَثِيرَةً. قَالَ مَالِكٌ: وَهَذَا أَحَبُّ مَا سَمِعْتُ إِلَيَّ فِي ذَلِكَ. (موطاء مالک، کتاب العتق و المولاء، حدیث (2262)

حضرت یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کی عاتکہ میں ثابت ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زوجہ سیدہ عائشہ نے ان کی طرف سے کثیر تعداد میں غلام آزاد کئے۔ مالک کہتے ہیں کہ یہ سب سے اچھی بات ہے جو اس ضمن میں میں نے سنی ہے۔

حدثنا عبد الله بن يوسف: حدثنا الليث قال: حدثني أبو الأسود، عن عروة بن الزبير قال: كان عبد الله بن الزبير أحب البشر إلى عائشة بعد النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر، وكان أبو الناس بها، وكانت لا تمسك شيئا مما جاءها من رزق الله إلا تصدقت، فقال ابن الزبير: ينبغي أن يؤخذ على يديها، فقالت: أيؤخذ على يدي، على نذر إن كلمته، فاستشفع إليها برجال من قريش، وبأخوال رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له الزهريون، أخوال النبي صلى الله عليه وسلم، منهم عبد الرحمن بن الأسود ابن عبد يغوث، والمصور بن مخزومه: إذا استأذنا فافتحهم الحجاب، ففعل فأرسل إليها بعشر رقاب فاعتقهم، ثم لم تنزل تعتقهم، حتى بلغت أربعين، فقالت: زودت أُنَى جعلت حين حلفت عملا أعمله فأفرغ منه بخاری، کتاب الفضائل، حدیث (3505)

حضرت (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد (سیدہ کے بڑے بھائی) عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ انہیں سب انسانوں سے زیادہ پیارے اور اچھے سمجھتے تھے۔ سیدہ کے پاس جو بھی اللہ کا رزق آتا وہ اسے (غریب و مسکین پر) خرچ کر دیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ان زبیر نے (لڑاکا) کہا، "ان کے ہاتھ کوڑھ کرنا پڑے گا۔" (جب سیدہ کو خبر ہوئی تو) آپ نے فرمایا، "کیا وہ میرا ہاتھ روکے گا؟ میں قسم کرتی ہوں کہ اب اس سے بات نہ کروں گی۔"

حضرت (عبد اللہ ابن زبیر نے) قریش اور بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعیالیٰ رشتے داروں کو زہرہ میں سے



آپ کے رشتے کے ماموں عبد الرحمن بن اسود اور مسور بن خزيمة کو ان کی خدمت میں معافی کی سفارش کے لئے بھیجا۔ انہوں نے ان کو زہر سے کہا، "جب سیدہ ہمیں اندر آنے کی اجازت دیں تو تم دو ذکر ان کے پردے کے پیچھے گھس جانا (اور معافی مانگ لینا۔ ان کی اس حرکت اور بزدلوں کی سفارش پر سیدہ نے انہیں معاف کر دیا۔

حضرت ابن زہیر نے (آپ کو خوش کرنے کے لئے) آپ کے پاس دس غلام (آزاد کرنے کے لئے) بھیجے اور آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اس کے بعد آپ (اسی قسم کے کفار سے) مسلسل غلام آزاد کرتی رہیں یہاں تک کہ چالیس غلام آزاد کر دیے۔ آپ کہتے ہیں، "کیا یہی اچھا ہوتا کہ میں قسم لھتا ہوں تو کسی تعداد پر کر لیتی تو آپ تک اس کام سے فارغ ہو جی بھئی ہوئی۔" دیگر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دیگر امہات المؤمنین بھی غلام آزاد کیا کرتی تھیں۔ احادیث اور اسناد رجال کے ذخیرے میں سیدہ یحییٰ رضی اللہ عنہا کی کوٹری کا ذکر ملتا ہے جسے انہوں نے آزاد کیا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مشہور تابعی عالم سلیمان بن ابیہ کو ان کے چار بھائیوں سمیت آزاد کیا تھا۔ اسی طرح سیدہ ام سلمہ و ام حبیبہ رضی اللہ عنہما کے غلام آزاد کرنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔

حدثنا مسدد بن مسرهد، قال: فثنا عبد الوارث، عن سعيد بن جهمان، عن سفينة

قال: كنت مملوكاً لأم سلمة فقالت: اعتقت واشترط عليك أن تخدم رسول الله

صلى الله عليه وسلم ما عشت، فقلت: وإن لم تستطع علي ما فارق رسول الله

صلى الله عليه وسلم ما عشت، فأعتقتني واشترطت علي. (سنن ابو داؤد، كتاب

العق، حديث (3932)

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا غلام تھا۔ آپ مجھ سے کہنے لگیں، "میں تمہیں آزاد کرتی ہوں بشرطیکہ جب تک زندہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرو۔" میں نے کہا، "اگر آپ یہ شرط نہ لگے تھیں تب بھی میں جب تک زندہ ہوں کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدائی برداشت نہ کروں گا۔" انہوں نے مجھے آزاد کر دیا اور یہ شرط برقرار رکھی۔

وغيرهما رضي الله عنهم

احادیث میں ایسے بہت سے صحابہ کا ذکر ملتا ہے جنہوں نے نبی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے غلام آزاد کئے۔ چند مزید واقعات پیش خدمت ہیں۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة أنبأنا أبو غالب عن أبي

أما ع أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل من خيبر ومعه غلامان فقال علي رضي

الله عنه: يا رسول الله أخدمنا فقال: خذ إيهما شئت فقال: خذ لي قال: خذ هذا ولا

تضربه فبالي قد آتته يصلي مقلدا من خيبر وإني قد نهيت عن ضرب أهل الصلاة

وأعطى أبا ذر الغلام الآخر فقال: استوص به خيرا ثم قال: يا أبا ذر ما فعل الغلام

الذي أعطيتك قال: أمرتني أن استوص به خيرا فأعتقته. (مسند احمد، باب ابو

اماعة باهلي)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خیبر سے واپس آئے تو آپ کے ساتھ دو غلام تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے، "یا رسول اللہ ﷺ! ان میں سے ایک مجھے کام کے لئے دے دیجیے۔" آپ نے فرمایا، "جو تمہیں پسند ہے، لے لو۔" میں نے ایک کو پسند کیا تو آپ نے فرمایا، "اسے تمہی مارتا نہیں۔ میں نے واپسی پر اسے غراز پر لے جئے دیکھا ہے اور نماز پڑھنے والوں کو مارنے سے میں نے تمہیں منع کیا ہے۔"

آپ نے دوسرا غلام ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا، "میں تمہیں اس کے بارے میں اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔" کچھ عرصے بعد آپ نے پوچھا، "ابوذر! میں نے تمہیں جو غلام دیا تھا تم نے اس کا کیا کیا؟" وہ بولے، "آپ نے مجھے اس کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کی تھی، میں نے اسے آزاد کر دیا۔"

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير، عن محمد بن بشر، عن إسماعيل، عن قيس، عن

أبي هريرة رضي الله عنه: أنه لما أقبل يورث الإسلام، ومعه غلامه، ضل كل واحد

منهما من صاحبه، فأقبل بعد ذلك وأبو هريرة جالس مع النبي صلى الله عليه

وسلم، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: (يا أبا هريرة، هذا غلامك قد أتاك )

فقال: أما إنني أشهدك أنه حر، قال: فهو حين يقول: يا ليل من طولها وعنائها \*

على أنها من دارة الكفر نجت. (بخاری، كتاب العق، حديث (2530)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے ساتھ ان کا ایک غلام بھی (اسلام قبول کرنے کے ارادے سے) چلا۔ یہ دونوں حضرات راستے میں ایک دوسرے سے چھڑ گئے۔ (ابو ہریرہ پہلے مدینہ پہنچ گئے) اور وہ بعد میں پہنچا تو ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا، "ابو ہریرہ! تمہارا غلام بھی پہنچ گیا۔" وہ کہنے لگے، "میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ آج سے آزاد ہے۔" اس کے بعد انہوں نے شعر پڑھا، "آج کی

رات بہت لمبی لیکن بہت پیاری ہے کیونکہ اس نے مجھے دار کفر سے نجات دی ہے۔"

خَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عُمَرَ الْأَنْصَارِيِّ: أَنَّ أُمَّهُ أَرَادَتْ أَنْ تُوَصِّيَ، ثُمَّ أَعْرَضَتْ ذَلِكَ إِلَيَّ أَنْ تُصْصِحَ فَهَلَكْتُ، وَقَدْ كَانَتْ هَمَّتْ بِأَنْ تُعَيِّقَ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: لِمَ لَقَيْتَ بَيْنَ مُحَمَّدٍ أَنْ يَقْبَلَهَا أَنْ أُعَيِّقَ عَنْهَا، فَقَالَ الْقَاسِمُ: إِنَّ سَعْدَ بْنَ سَعْدَةَ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أُمَّيْ هَلَكْتُ، فَهَلْ يَقْبَلُهَا أَنْ أُعَيِّقَ عَنْهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ. (موطا مالك، كتاب العقیق والولاء،

حدیث (2261)

حضرت عبدالرحمن بن ابی عمر الانصاری بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ غلام آزاد کرنے کی وصیت کرنا چاہتی تھیں۔ اس میں کچھ تاخیر ہوگئی اور وہ وفات پا گئیں۔ عبدالرحمن نے قاسم بن محمد (ابن ابی صردیق) سے پوچھا، اگر میں ان کی طرف سے غلام آزاد کروں تو کیا یہ ان کے لئے فائدہ مند ہوگا؟ قاسم کہنے لگے، "سعد بن عباد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی بات پوچھی تھی، "میری والدہ فوت ہوگئی ہیں۔ اگر میں ان کی جانب سے غلام آزاد کروں تو کیا انہیں اس کا فائدہ ہوگا؟" آپ نے فرمایا تھا، "بالکل ہوگا۔"

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا أبو نوح قراد قال أبا ناس ليث بن سعد عن مالك بن انس عن الزهري عن عروة عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم وعن بعض شبوههم أن زيادا مولى عبد الله بن عباد بن أبي ربيعة حدثهم عن حدثه عن النبي صلى الله عليه وسلم أن رجلا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم جلس بين يديه فقال: يا رسول الله إن لي مملوكين يكذبونني ويخونونني ويعصوني وأضربهم وأسيهم فكيف أنا منهم فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم:

بحسب ما خانوك وعصوك ويكذبوك وعقابك إياهم إن كان دون ذنوبهم كان فضلا لك

عليهم. وإن كان عقابك إياهم بقدر ذنوبهم كان كفلا لا لك ولا عليك. وإن كان عقابك إياهم فوق ذنوبهم اقتص لهم منك الفضل الذي بقي قبلك. فجعل الرجل يبيكي بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم ويهتف فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما له ما يقرأ كتاب الله ونضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا نظلم نفس شيئا وإن كان مثقال حبة من خردل أثينا بها وكفى بنا حاسين. فقال الرجل: يا

رسول اللہ ما اجد شيئا خيرا من فراق هؤلاء يعني عبيده إني أشهدك أنهم أحرار كلهم.

(مسند احمد، باب عائشہ)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب آ کر آپ کے قریب بیٹھ گئے اور کہنے لگے، "یا رسول اللہ! میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے چھوٹ بولتے ہیں، خیانت کرتے ہیں اور میری بات نہیں مانتے۔ میں نے انہیں مارا ہے اور پتھر پھینکا ہے۔ میں انہیں اس طرح لیتے سے باز رکھوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم نے ان کی خیانت، نافرمانی اور چھوٹ کم سزا انہیں دی ہے تو یہ ان پر تمہاری مہربانی ہے۔ اگر تم نے ان کے جرائم کے مطابق سزا دی ہے تو معاملہ برابر برابر ہے۔ نہ تو تمہاری مہربانی ہے اور نہ ہی تم پر کوئی ذمہ داری ہے۔ اگر تم نے ان کے جرائم کی نسبت انہیں زیادہ سزا دی ہے تو پھر یاد رکھو کہ جتنی زیادتی تم نے کی ہے، اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔"

(اس صاحب پر اس بات کا تاثر ہوا کہ) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے زور زور سے رونے لگے۔ حضور نے فرمایا، "کیا تم اللہ کی کتاب میں نہیں پڑھتے کہ ہم قیامت کے دن میزان لگا دیں گے۔ کسی شخص پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ اگر کسی نے مٹی کے دسے کے برابر بھی (نیکل یا برائی) کی ہوگی تو ہم اسے اس کا بدلہ دیں گے اور ہم حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔" "وہ شخص یہ سن کر کہنے لگا، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے لئے ان غلاموں کو کچھ زور سے بہتر کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ کو گواہ بنا تا ہوں کہ وہ سب کے سب آزاد ہیں۔"

خَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَرِيزٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ: أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ مَرَّ بِرَاعٍ يَرْعَى، فَأَنَاءَهُ بِشَاةٍ فَأَهْدَاهَا لَهُ، فَقَالَ لَهُ: خَرُّ أَمَّ مَمْلُوكٌ؟ فَقَالَ: مَمْلُوكٌ، فَرَدَّهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ: إِنِّي لَهَا، فَقَبَلَهَا مِنْهُ، ثُمَّ اشْتَرَاهُ وَاشْتَرَى الْعَتَمَ، وَأَعْتَقَهُ وَجَعَلَ الْعَتَمَ لَهُ. (ابن ابی شیبہ، حدیث (23642)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما ایک چرواہے کے پاس سے گزرے جو کہ بھیڑیں چار رہا تھا۔ اس نے ایک بھیڑ ان کی خدمت میں تحفہ پیش کی۔ آپ نے پوچھا، "تم آزاد ہو یا غلام ہو؟" اس نے کہا، "غلام ہوں۔" آپ نے بھیڑ اسے واپس کر دی۔ اس نے کہا، "میرے یہ اپنی ہے۔" آپ نے جب اس کا تحفہ قبول فرمایا، اس کے بعد آپ نے اس غلام کو پورے گئے سمیت خرید لیا اور اسے آزاد کر کے تمام بھیڑ بکریاں اسے تحفہ دے دیں۔

حدثنا علي بن حماد ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل ثنا أحمد بن إبراهيم الدورقي

حدثنی أبو نعیم الفضل بن دکین ثنا زہیر عن لیث عن مجاہد عن علی بن عبد اللہ  
بن عباس قال أعتق العباس عند موته سبعین مملوکا .

(مسند لکھنؤ حاکم، حدیث (5402)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد عباس نے اپنی وفات کے وقت ستر غلاموں کو آزاد کیا۔

### اختتامی کلمات شرح ہدایہ جلد ہفتم

الحمد للہ! ہم آج بروز جمعرات ۷ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بمطابق ۲۸ جون ۲۰۱۲ء کو شرح ہدایہ کی ساتویں جلد کے اختتامی کلمات لکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر گزار ہیں کہ جس نے مجھ سے جیسے بندہ نہ کا رہ کو یہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آج دنیائے عالم میں اس امر کی ضرورت ہے کہ اسلام کی حقانیت لوگوں پر واضح کی جائے۔ کیونکہ اس دنیا میں اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے اس دنیا سے غلامی کا خاتمہ کیا ہے۔ اور دنیا سے غلامی کے خاتمے کا شرف صرف مذہب اسلام کو حاصل ہے۔ اسلام کے سوا دیگر مذاہب اپنانے والوں کو غور کرنا چاہیے کہ اسلام کی صداقت کو سورج کی کرن سلام کرنے والی اور وقت کا ہر لمحہ خراج تحسین پیش کرنے والا ہے لہذا اتمام باطل مذاہب کو چھوڑ کر اسلام کو اپنا مذہب بنا لیتا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قارئین کیلئے اور دینی مدارس کے طلباء اور تمام مسلمانوں کیلئے نفع مند بنائے اور میرے لئے، میرے والدین واساتذہ کرام کیلئے اس کتاب کو بخشش کا سبب بنائے۔ آمین بجاوالہی والکریم ﷺ۔

محمد لیاقت علی رضوی

چک سنتیکا بھاوانگر

ابوالفضل محمد الدین جہانگیر تصانیف ترجمہ و تخریج کی جوتی کتب



فہرست جہانگیری صحیح جہای

المختصر

جمال السنہ

تہذیبی و تاریخی و ادبی و علمی و فنی و فنون و صناعات



شبیر برادرز

نہیہ منظم، انو بازار لاہور

فون: 042-37246006